رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ

تالیف :۔ حضرت مولانا محمد نافع صاحب

مکتبہ بکس ۰ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ② اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ③

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ④ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ⑤

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ⑥ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ

عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ⑦

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو ان کے ساتھ ہیں، کافروں پر سخت ہیں،

رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ

(مہربان اند درمیان خود) ——— شاہ ولی اللہؒ

(رحم دل ہیں درمیان اپنے) ——— شاہ رفیع الدینؒ

حصّہ اوّل (صدیقی)

اس میں کتاب و سنّت و اسلامی تاریخ کی روشنی میں سیدنا صدیق اکبرؓ و سیدنا علی المرتضیٰؓ اور حضرت سیدہ فاطمہؓ کے درمیان عمدہ تعلقات اور بہترین مراسم و روابط جدید انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔

تالیف: حضرت مولانا محمّد نافع صاحب

مکتبہ کتبس ۵۔ بخشی سٹریٹ
بیرون موری دروازہ سرکلر روڈ لاہور

نام کتاب ——— رُحماء بینہم حصّہ اوّل
مصنف ——— حضرت مولانا محمد نافع مدظلہ العالی
ناشر ——— مکتبہ بُکس مُتصل چوک اُردو بازار لاہور
طبع ——— سوم
تعداد ——— ایک ہزار
قیمت ———

۷۸۶

مندرجات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اسلام کی محیر العقول ترقی کی رفتار کے سامنے جب باطل قوتیں بے بس ہوگئیں۔ اور اس کی روز افزوں قوت و طاقت کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں تو یہ دشمنانِ دینِ متین کھلی دشمنی کے بجائے زیرِ زمین سازشوں کا جال بچھانے لگ گئے۔ انہوں نے اپنی منافقانہ حیلہ سازیوں سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت کا شیرازہ بکھیرنے کو مؤثر اور کارگر حربہ سمجھا۔ شیخینؓ کے دورِ خلافت تک تو ان کا کوئی بس نہ چل سکا۔ فاروقِ اعظمؓ کے دورِ خلافت کی بے پایاں وسعتوں سے جہاں اُن کی آتشِ غیظ و غضب نارِ جہنم کی طرح بھڑک رہی تھی وہیں اس وسیع قلمرو کے دُور دراز علاقوں میں انہیں سازشوں کا جال پھیلانے کا موقعہ میسر آگیا۔ فاروقی دور ختم ہوتے ہی یہ فتنے ہمہ رنگِ زمیں جال لے کر کونے کھدروں سے باہر نکل آئے۔ جن کا سرخیل لشکر عبداللہ ابنِ سبا یہودی تھا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ، اولادِ علیؓ اور آلِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حق تلفیوں، مظلومیت اور محرومیوں کی جھوٹی من گھڑت داستانیں سُنا سُنا کر مسلمانوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے لگے۔ منافقین کے اس ٹولہ نے جھوٹے پروپیگنڈے کا وہ چکر چلایا کہ کئی سادہ دل مسلمان بھی اس جال میں پھنس گئے۔ اور تفرقہ کے دروازے کُھل گئے۔

کتاب "رُحَمَاءُ بَیْنَہُم" کے مؤلف نے سالہا سال کے مطالعہ و تحقیق، تلاش و جستجو اور ریسرچ سے اس عجمی سازش کو بے نقاب کیا ہے۔ اور اسلامی اتحاد و اخوت کی بنیانِ مرصوص میں پڑنے والے ان رخنوں کی صحیح نشاندہی کی ہے کہ کہاں کہاں سے، کن

لوگوں کے ہاتھوں اور کس انداز سے یہ مذموم کوششیں ہوتی ہیں۔ اور واضح کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نیز اہلِ بیتِ کرام نے کس اخلاص، جرأت اور تدبیر سے اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی ہے۔

مؤلف کتاب حضرت مولانا محمد نافع صاحب نے صدیقِ اکبرؓ، فاروقِ اعظمؓ، اور سیدنا عثمان غنیؓ تینوں خلفاء کے ساتھ حضرت علیؓ اور اولادِ علیؓ کے حسنِ سلوک، باہمی تعاون، خانگی مراسم، نسبی تعلقات اور امورِ خلافت میں بھرپور اعانت کو کم و بیش دو سو سے زائد قدیم و جدید کتب کے حوالہ جات سے روزِ روشن کی طرح واضح کیا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہیں کہ اس موضوع پر اس دور میں یہ پہلی مدلل تحقیقی کتاب ہے جو سادہ، رواں اور عام فہم اُردو میں لکھی گئی ہے۔

اتحاد بین المسلمین اور اتحاد عالمِ اسلام کے ضمن میں اس کتاب کو اس لحاظ سے اساسی اور بنیادی حیثیت حاصل ہے کہ موصوف نے مخالفینِ اسلام کے تفرقہ اندازی کی اصل بنیادوں کی نشاندہی کرکے اس سازش کے تار و پود بکھیر دیئے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے جہاں یہ اطمینانِ قلبی حاصل ہوگا کہ تمام صحابۂ کرام، اہلِ بیت عظام سمیت باہم شیر و شکر تھے۔ ان میں اختلاف کا شائبہ تک نہ تھا۔ وہیں یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ اسلام کی صداقت و حقانیت، عالمگیر حیثیت اور غلبہ کے سامنے باطل کبھی ٹھہر نہیں سکا۔ اور جب بھی اسے ضعف پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے لیے افتراق و تشتت ہی کا حربہ استعمال میں لایا گیا۔

جس طرح تفرقہ اندازی سے یہودی شاطروں نے اُس دور میں اسلام سے اپنی شکستوں کا بدلہ لیا۔ اسی طرح آج کے دور میں بھی باطل قوتیں اسی چال سے مسلمانوں کو کمزور کرنے کی مذموم کوششیں کر رہی ہیں۔ جس سے ہر حساس، دردمند اور صاحبِ فکر مسلمان کو باخبر رہنا لازم ہے۔ اور اپنے شیرازہ کو بکھرنے سے بچانے کی سعیِ بلیغ فرض ہے۔

زیرِ نظر کتاب کا یہ حصہ "صدیقیؓ" ہے، حصہ "فاروقیؓ" اور حصہ "عثمانیؓ" مدوّن و مرتّب ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ مسئلہ اقربا نوازی بھی اسی کتاب کی چوتھی جلد کی حیثیت سے شائع ہو چکی ہے۔ "رحماء بینہم" اپنی مکمل صورت میں تاریخِ اسلام کے اہم ترین موضوع پر سب سے زیادہ مبسوط اور مدلّل کتاب ہے اور اس کتاب کی اشاعت سے ان شاء اللہ اہلِ انصاف کے ذہنوں سے بہت ساری غلط فہمیاں دُور ہو جائیں گی اور تاریخِ اسلام کے پہلے مرحلے میں اکابر صحابۂ کرامؓ کے درمیان تعلقات کی نوعیت پوری طرح واضح ہو کر سامنے آ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو عامۃ المسلمین کے لیے نافع بنائے۔

ناشرین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ هُوَ رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ سَیِّدُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِمَامُ الرُّسُلِ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی اَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ وَعَلٰی بَنَاتِهِ الْاَرْبَعَةِ الطَّاهِرَاتِ زَیْنَبَ وَرُقَیَّةَ وَاُمِّ کُلْثُوْمٍ وَفَاطِمَةَ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِهِ الْمُزَکِّیْنَ الْمُنْتَخَبِیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ لِاِخْوَانِهِمْ اَوْلِیَاءُ وَعَلٰی رُفَقَائِهِمْ اَذِلَّاءُ وَعَلٰی اَعْدَائِهِمْ اَشِدَّاءُ وَفِیْمَا بَیْنَهُمْ رُحَمَاءُ وَعَلٰی سَائِرِ اَتْبَاعِهِ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَعَلٰی جَمِیْعِ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

خطبۂ مسنونہ کے بعد بندۂ ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ بن مولانا عبد الغفور بن مولانا عبد الرحمٰن رحمہما اللہ تعالیٰ ساکن قریہ محمدی (متصل جامعہ محمدی) ضلع جھنگ۔ پنجاب، پاکستان، ناظرین کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ مدّت سے خیال تھا کہ صحابۂ کرام اور قرابت دارانِ نبوت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ) خصوصاً خلفاء ثلاثہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان تعلقات و روابط کے واقعات اہلِ اسلام کی خدمت میں یکجا پیش کیے جائیں۔

مؤلف اپنی بے بضاعتی و کم علمی کے باوجود اس مقصد کے اتمام و تکمیل میں حسبِ مقدور کوشش کرتا رہا۔ مالک کریم کی عنایت و مہربانی سے جو کچھ مواد فراہم کر سکا ہے وہ اب پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَبِهٖ نَسْتَعِیْنُ۔

نامِ کتاب اور اس کا موضوع

کتاب ہذا کا نام قرآن مجید سے اقتباس کرتے ہوئے "رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ" تجویز کیا گیا ہے

اس کا مضمون و موضوع خود اس کے نام سے واضح ہو رہا ہے مزید کسی تشریح کی حاجت نہیں (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے یہ ساتھی آپس میں مہربان ہیں)۔

ترتیب مضامین یا اجمالی فہرست

کتاب کے مضامین کی ترتیبِ تالیف اس طرح رکھی گئی ہے کہ پہلے چند تمہیدات پیش کی گئی ہیں جن کی روشنی میں تمام آئندہ بحثیں درج کی جائیں گی۔ بعدازاں اس کے مقاصد کو تین حصص پر منقسم کیا ہے۔ پہلے حصّہ میں خانوادۂ صدّیق اکبرؓ اور خاندانِ حضرتِ علیؓ کے مابین "دوستانہ روابط" ذکر ہوں گے اس کتاب کا یہ پہلا حصہ "صدّیقی" متصوّر ہوگا۔ اور دوسرے حصّہ میں حضرت فاروق اعظمؓ اور خانوادۂ علی المرتضیٰؓ کے برادرانہ مراسم اور خوشگوار تعلقات منضبط کیے جائیں گے۔ یہ کتاب کا دوسرا حصّہ "فاروقی" ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس تیسرے حصّہ میں حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے درمیان مشفقانہ تعلقات اور باہم اُلفت کے حالات تحریر کیے جائیں گے۔ یہ کتاب کا تیسرا حصّہ "عثمانی" ہوگا۔

اب پہلے تمہیداتِ پنجگانہ ملاحظہ ہوں۔ اس کے بعد مقاصد شروع ہوں گے۔

چند تمہیدی اُمور

(۱)

کتاب "رُحَمَاءُ بَیْنَہُم" میں جن مضامین کو ہم درج کرنے کا قصد رکھتے ہیں اُن میں ہمارا رُوئے سخن اپنے احباب اہل السُّنّۃ والجماعت کی طرف ہے اور اپنے کم علم اور ناواقف دوستوں کو ہی سمجھانا مقصود ہے۔ اہلِ علم حضرات تو اِن مضامین سے پہلے واقف ہیں۔

دوسری جماعتوں کے دوست بڑے ذوق سے بشرطِ انصاف ملاحظہ فرمائیں اور واقعہ کے مطابق جو چیز نظر آئے اُس پر پُوری طرح غور و فکر کر کے قبول فرمائیں۔ حوالہ جات پیش کرنے میں دیانتداری سے کام لیا گیا ہے۔ اپنی دانست میں صحیح واقعات پیش کرنے کا پُورا خیال رکھا گیا ہے۔ انسان خطا کار ہے۔ اگر نادانستہ کوئی چیز غلط طریقہ سے پیش ہو گئی ہو تو مالکِ کریم معاف فرمائے۔ اور ناظرینِ کرام میری غلطی سے مجھے مطلع فرمائیں گے تو مَیں ممنون ہُوں گا۔

اِس چیز کا بھی خاص اہتمام پیش نظر رہا ہے کہ کتاب ہٰذا میں جو روایت یا جو واقعہ درج کیا جائے اس کو حتی المقدور باسند مُصنّفین و متقدمین سے اخذ کیا جائے۔ پھر متأخرین علماء کے حوالہ جات کو تائیداً ملایا جائے۔ البتہ جہاں باوجود تلاش کے کسی باسند تصنیف سے ہمیں وہ واقعہ نہیں مل سکا اور متأخرین علماء نے ذکر کیا ہے تو وہ بھی درج کر لیا ہے لیکن اس میں اس بات کا لحاظ رکھا ہے کہ اس متأخر مؤلّف نے کسی باسند مُصنّف کا حوالہ ذکر کیا ہو، پھر بعض مقامات پر شیعی کتب سے بھی حوالہ جات (تائیداً و الزاماً) ساتھ درج کر دیتے ہیں تاکہ دونوں فریقوں کو اس مسئلہ پر غور کرنے کا مزید موقعہ مل سکے۔

(۲)

اس کتاب میں بعض علمی مباحث بھی آگئے ہیں جو عوام کی علمی قابلیت سے ذرا بلند ہیں لیکن ان کی وجہ سے کئی مفاسد اور مطاعن رفع ہو سکتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کا ترک کر دینا مناسب نہیں تھا۔ اس کے لیے یہ تجویز کر دی گئی ہے کہ رسالہ ہٰذا کے ضروری مقامات میں حواشی کا اضافہ کر دیا ہے اور بعض مواقع میں اس بحث کا اہلِ علم کے مناسب ہونا درج کر دیا ہے۔ اِس طرز و طریق سے عوام و خواص کو کوئی دُشواری محسوس نہ ہوگی اور دونوں اپنے اپنے ذوق کے موافق استفادہ کرتے رہیں گے۔

(۳)

کتاب "رُحَمَاءُ بَیْنَھُم" میں جو مضمون مُرتّب کیا گیا ہے اِس مضمون کو قبل ازیں علماءِ سلف نے بھی مدوّن کیا ہے۔ اور اس پر مستقل تصانیف تدوین کی ہیں مثلاً:

(۱) حافظ دارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے "ثناء الصحابة علی القرابة وثناء القرابة علی الصحابة" کے نام سے اسی مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے۔

(۲) ابو سعید اسماعیل بن علی بن الحسن السمان (متوفی ۴۴۵ھ) نے کتاب "الموافقة بین اہل البیت والصحابة" بھی اسی مقصد کے لیے تحریر کی۔

(۳) علامہ ابو القاسم محمود بن عمر و جار اللہ زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ) نے کتاب "الموافقة بین اہل البیت والصحابة" بھی اسی مطلب کے لیے تصنیف کی۔

قدرت کی طرف سے اتفاق ایسا ہُوا ہے کہ اب یہ تصانیف اس ملک میں ناپید و نایاب بلکہ مفقود الخبر ہیں۔ تلاش و جستجو کے باوجود مجھے اس ملک میں تا حال کہیں اُن کا سراغ نہیں مل سکا۔ البتہ آخری تصنیف زمخشری کا "اُردو میں خلاصہ" ہندوستان سے ۱۳۷۲ھ میں شائع ہُوا جس کے ساتھ عربی متن موجود نہیں ہے اور کسی کتاب کے حوالہ کی تخریج بالکل درج نہیں۔ اس کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ یہ زمخشری کی تصنیف "کتاب الموافقة"

کا ترجمہ ہے۔ مگر ہم نے اس پر اعتماد نہیں کیا اور نہ ہی اس سے اقتباس کی کوشش کی ہے اپنا ارادہ یہ تھا کہ علمائے سلف کی ان تصانیف پر بناء کی جائے لیکن ان کے دستیاب نہ ہونے کے باعث ان تعلقات و روابط کو دیگر کتبِ مُتداولہ سے از خود مدوّن کرنے کا قصد کر لیا۔ اور ابواب کی ترتیب و تدوین بھی اپنی صوابدید کے موافق تجویز کی۔ مولیٰ کریم منظور فرمائے اور ہمارے لیے آخرت میں کامیابی کا سامان بنائے اور مغفرت کا وسیلہ بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

اپنی ناقص تلاش کے موافق تعلقات اور روابط کے یہ چند واقعات فراہم کیے ہیں جو پیشِ خدمت ہیں ورنہ ان مضامینِ عالیہ کا استیعاب و استقصاء کون کر سکتا ہے؟ ان کی حیثیت مشتِ نمونہ از خروارے کی ہے۔

(۴)

"تعلقات" کے ان مضامین کی حقانیت وصداقت پر ہمارا اصل استدلال قرآن مجید سے ہے۔ قرآن مجید نے واضح عبارت اور واشگاف الفاظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صحابۂ کرام میں رحمٰن اور رحیم نے اپنی شانِ رحمت کا ظہور بطریقِ اَتَم فرمایا ہے۔ یہ سب آپس میں رحمدل ہیں اور ان کے دلوں میں شفقت و اُلفت بھر دی گئی ہے۔ ان کے مابین اخوتِ دینی اور اسلامی برادری کا رشتہ ہمیشہ سے قائم و دائم ہے۔ باقی روایات و تاریخی واقعات اور مُسَلَّمہ حقائق جو کچھ بھی ہم اس باب میں ذکر کریں گے وہ سب نصِّ قرآنی کی تائید و تصدیق کے طور پر درج کریں گے اس کی مستقل دلیل کی حیثیت نہ ہوگی۔ اس چیز کو ہمارے ناظرینِ کرام اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں۔ یہ اصول موضوعہ میں سے ہے۔

(۵)

جب ہمارے دعویٰ کی اصل دلیل "نصوصِ قرآنی اور آیاتِ فرقانی ہیں تو یہاں مقام

استدلال میں وہی روایات قابلِ تسلیم اور لائقِ قبول ہونگی جو ”نصِ قرآنی“ اور ”سنتِ مشہورہ“ کے مطابق ہوں اور جن میں صحابہ کرام کی باہمی اُلفت و شفقت و اخوت، رأفت و عطوفت کے واقعات درج ہوں۔ اور جن میں محبت و یگانگت اور دوستی و آشتی کے حالات مذکور ہوں۔

جن روایات میں اس کے برعکس ان بزرگوں کے درمیان مناقشات، ناراضگی، مشاجرات، تنازعات اور رنجیدگی کے نقشے کھینچے گئے ہیں وہ تمام تر ذخیرے یہاں معارضہ کے مقام میں کام نہ دے سکیں گے۔ اور ان کے ساتھ معارضہ پیش کرنا درست بھی نہ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ فریقین (اہلِ سنت و اہلِ تشیع) کے ہاں اپنی جگہ یہ قاعدہ مسلم الطرفین ہے کہ جو روایت نصِ قرآنی اور سنتِ مشہورہ مسلمہ کے خلاف مروی ہو اور کوئی تاویل و تطبیق یا موافقت کی صورت نہ نکل سکے وہ قابلِ رد ہوتی ہے لائقِ تسلیم نہیں ہوتی۔ چند حوالہ جات اس قاعدہ کے متعلق ہر دو فریق کی کتبِ متداولہ سے ملاحظہ ہوں۔

”شیعی کتب سے ائمہ کرام کے فرامین“

(۱)

(۱) امام محمد باقرؒ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حجۃ الوداع والا خطبہ نقل فرماتے ہوئے حضور علیہ السلام کا ارشاد ذکر کرتے ہیں: ”فَاِذَا اَتَاکُمُ الْحَدِیْثُ فَاعْرِضُوْہُ عَلٰی کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ وَسُنَّتِیْ فَمَا وَافَقَ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ فَخُذُوْا بِہٖ وَمَا خَالَفَ کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّتِیْ فَلَا تَاْخُذُوْا بِہٖ“ (احتجاج طبرسی، ص ۲۲۹، احتجاج ابی جعفر محمد بن علی الثانی علیہما السلام فی انواع شتی)

حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارے پاس کوئی حدیث پہنچے تو اس کو کتاب اللہ اور میری سنت پر پیش کرو جو کتاب اللہ اور

میری سنت کے موافق ہو اس کو قبول کرو اور جو کتاب اللہ اور میری سنت کے برخلاف ہو اس کو مت تسلیم کرو۔“

(۲)

(۲) مغیرہ بن سعید بڑا مکار آدمی تھا۔ وہ امام باقر کے نام سے بے شمار جعلی روایات چلایا کرتا تھا۔ امام جعفر صادقؒ مغیرہ بن سعید کی اس ”تدلیس“ اور ”جعل سازی“ کا ذکر کرتے ہوئے لوگوں کو بطورِ نصیحت ایک قاعدہ بیان فرماتے ہیں۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَلَا تَقْبَلُوْا عَلَیْنَا مَا خَالَفَ قَوْلَ رَبِّنَا تَعَالٰی وَسُنَّۃِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف کرو جو چیز کتاب اللہ اور سنتِ نبی علیہ السلام کے برخلاف ہو اس کو ہماری طرف منسوب کر کے مت قبول کرو۔

(رجال کشی: تذکرہ مغیرہ بن سعید، ص ۱۴۶، طبع بمبئی قدیم)

(〃 〃 〃 ص ۱۹۵، طبع جدید تہران)

شیعی کتب میں سے فرامین ائمہ کرام کے متعدد حوالہ جات ہم نے اپنی کتاب ”حدیثِ ثقلین“ ص ۲۵۵ سے لے کر ص ۲۶۱ تک مفصل درج کیے ہیں۔ ان میں سے صرف دو حوالہ جات یہاں درج کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

(۳) مزید برآں یہی قاعدہ کتاب ”امالی شیخ صدوق“ ص ۲۲۱ طبع قدیم ایرانی مجلس الثامن والخمسون ۵۸ میں بھی جعفر صادقؒ و محمد باقرؒ کی سند سے حضرت علی المرتضیٰؓ سے منقول ہے فَمَا وَافَقَ کِتَابَ اللّٰہِ فَخُذُوْہُ وَمَا خَالَفَ کِتَابَ اللّٰہِ فَدَعُوْہُ۔ یعنی وہ بات جو کتاب اللہ کے موافق پائی جائے اس کو قبول کرو اور جو بات کتاب اللہ کے مخالف معلوم ہو اس کو چھوڑ دو۔

(۴) اور امالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی کی جلد اول جزء التاسع کی دوسری روایت جو امام محمد باقر سے منقول ہے اس میں بھی ان الفاظ کے ساتھ یہی قاعدہ مذکور ہے وَانْظُرُوْا اَمْرَنَا وَمَا جَاءَکُمْ عَنَّا فَاِنْ وَجَدْتُّمُوْہُ لِلْقُرْاٰنِ مُوَافِقًا فَخُذُوْا بِہٖ وَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْہُ

مُوَافِقًا فَرُدُّوْهُ یعنی ہماری جو چیز تمہارے سامنے آئے وہ اگر قرآن مجید کے موافق پائی جائے تو اس کو اخذ کرو اگر قرآن مجید کے موافق نہیں ہے تو اس کو رد کر دو۔" (امالی شیخ طوسی ص۲۳۷، جلد اول، طبع عراق نجف اشرف)۔

اپنی کتب میں سے چند حوالہ جات

جیسے شیعہ بزرگوں کے ہاں یہ قاعدہ مسلّم ہے کہ نصِ قرآنی یا سُنّتِ مشہورہ مسلّمہ کے خلاف جو روایت پائی جائے وہ لائقِ التفات نہیں ہے اسی طرح ہمارے ہاں بھی یہی اصول ہے۔

(۱) چنانچہ اصولِ فقہ کی مشہور و معتبر کتاب اصول السرخسی (جلد اول ص۳۶۵ ج۱ شمس الائمہ السرخسی) کے بیان وجوہ الانقطاع میں مذکور ہے کہ

وَذٰلِكَ تَنْصِيْصٌ عَلٰى اَنَّ كُلَّ حَدِيْثٍ هُوَ مُخَالِفٌ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ مَرْدُوْدٌ وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ تَكْثُرُ الْاَحَادِيْثُ لَكُمْ بَعْدِيْ فَاِذَا رُوِيَ لَكُمْ عَنِّيْ حَدِيْثٌ فَاعْرِضُوْهُ عَلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَمَا وَافَقَهٗ فَاقْبَلُوْهُ وَاعْلَمُوْا اَنَّهٗ مِنِّيْ وَمَا خَالَفَهٗ فَرُدُّوْهُ وَاعْلَمُوْا اَنِّيْ مِنْهُ بَرِيْءٌ۔

(اصول السرخسی ص۳۶۵ ج۱ فصل فی بیان وجوہ الانقطاع، مطبوعہ حیدر آباد دکن)

حاصل یہ ہے کہ جو روایت کتاب اللہ کے خلاف پائی جائے وہ قابلِ رد ہے حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ میرے بعد تمہارے پاس بکثیر روایات پہنچیں گی جب بھی کوئی روایت تمہارے سامنے آئے تو اس کو اللہ کی کتاب پر پیش کرنا، جو کتاب اللہ کے موافق ہو اس کو قبول کر لو، یقیناً اس کا انتساب میری طرف درست ہوگا، اور جو کتاب اللہ کے معارض و مخالف پائی جائے اس کو رد کر دینا، یقین کر دکہ میں اس سے بری ہوں۔"

(۲) نیز اسی طرح اصولِ فقہ کی درسی کتاب "توضیح و تلویح" بحث سُنّۃ فصل فی الانقطاع میں مذکورہ حدیث ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

" فَدَلَّ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَلٰى اَنَّ كُلَّ حَدِيْثٍ يُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بِحَدِيْثِ الرَّسُوْلِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَاِنَّمَا هُوَ مُفْتَرًى"۔

یعنی اس حدیث نے بتلا دیا کہ جس روایت میں کتاب اللہ کے خلاف مضمون وارد ہے وہ رسول علیہ السلام کا فرمان نہیں ہے وہ خود ساختہ اور مصنوعی چیز ہے۔

(۳) خطیب بغدادیؒ نے کتاب "الکفایہ فی علم الروایۃ" ص۴۳۰ میں اس مضمون کی ایک باسند روایت ابو ہریرہؓ سے نقل کی ہے:

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ سَيَاْتِيْكُمْ عَنِّيْ اَحَادِيْثُ مُخْتَلِفَةٌ فَمَا جَاءَكُمْ مُوَافِقًا لِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ فَهُوَ مِنِّيْ وَمَا جَاءَكُمْ مُخَالِفًا لِكِتَابِ اللّٰهِ وَسُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ"۔

یعنی ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میری طرف منسوب شدہ مختلف قسم کی روایات عنقریب تمہارے پاس پہنچیں گی جو کتاب اللہ اور میری سُنّت (مشہورہ) کے مطابق ہوں وہ درست ہوں گی اور جو کتاب اللہ اور میری سُنّت کے معارض ہوں وہ صحیح نہیں ہوں گی"۔

جانبین کی ان تصریحات و توضیحات کے بعد واضح ہو گیا کہ روایات کی کتابوں میں یا تواریخ میں یا فضائل و مناقب کی کتب میں کتاب و سُنّت کے برخلاف جو کچھ مواد پایا جائے وہ ہرگز التفات کے قابل نہیں۔

یہ قیمتی قواعد طرفین کی کتابوں میں مسطور و موجود ہیں۔ ان پر عمل درآمد سے ہی دین و ایمان کی حفاظت اور نگہداشت ہو سکتی ہے اور ملی اتفاق و قومی اتحاد کا ہر دور میں تقاضا بھی یہی ہے کہ عملی زندگی میں ان اصول و قواعد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا جائے تاکہ قوم باہمی انتشار و افتراق کے مرض سے مامون و محفوظ رہ سکے۔

ان تمہیدات کے آخر میں اس چیز کا بیان کر دینا بھی موزوں ہے کہ علمائے حدیث کے ہاں روایات کے باب میں ایک یہ قاعدہ بھی جاری و ساری ہے جو فاضل ذہبیؒ نے "تذکرۃ الحفاظ"

جلد اوّل ص۱۲ پر تذکرہ سیدنا علیؓ میں درج کیا ہے پہلے حضرت علیؓ کا فرمان تحریر کیا ہے پھر اس پر اپنی طرف سے ناصحانہ تشریح ثبت کی ہے۔ لکھتے ہیں:

عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا یَعْرِفُوْنَ وَدَعُوْا مَا یُنْکِرُوْنَ اَتُحِبُّوْنَ اَنْ یُکَذَّبَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ؟ (قال الذھبی) فَقَدْ زَجَرَ الْاِمَامُ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنْ رِوَایَۃِ الْمُنْکَرِ وَحَثَّ عَلَی التَّحْدِیْثِ بِالْمَشْہُوْرِ وَھٰذَا اَصْلٌ کَبِیْرٌ فِی الْکَفِّ عَنْ بَثِّ الْاَشْیَاءِ الْوَاھِیَۃِ وَالْمُنْکَرَۃِ مِنَ الْاَحَادِیْثِ فِی الْفَضَائِلِ وَالْعَقَائِدِ وَالرَّقَائِقِ۔

(۱) تذکرۃ الحفاظ ص۱۲ ج۱ للذہبی تذکرہ حضرت علیؓ مطبوعہ حیدر آباد دکن

(۲) کنز العمال ص۲۴۲ ج۵، طبع اوّل۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا فرمان ہے کہ معروف و مشہور چیزیں بیان کیا کرو اور منکر یعنی معروف و مشہور کے خلاف باتیں عوام میں نہ ذکر کیا کرو۔ کیا تمہیں پسند ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے؟ فاضل ذہبی اس مرتضوی قول کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ ہمارے امام و مقتدیٰ علی المرتضیٰ نے ہمیں شاذ و منکر روایات کے بیان کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے اور مشہور و معروف چیزوں کے بیان کرنے میں رغبت دلائی ہے اور بے سروپا و بے اصل روایات کے پھیلانے اور تشہیر کرنے سے روکنے کے لیے یہ شاندار قاعدہ بیان فرمایا ہے۔ یہ روایات خواہ عقائد سے تعلق رکھتی ہوں یا فضائل اور ترغیبات کے باب سے ہوں، سب کی خاطر یہ قانون ضروری اور لازمی ہے۔

شروعِ مقاصد

تمہیدات کے بعد اب مقاصد شروع کیے جاتے ہیں (بعونہٖ تعالیٰ)

اللہ جل و علا شانہ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر ایمانداروں کی صفاتِ حمیدہ کا ذکر فرمایا ہے کہ ان میں اخوت و برادری قائم ہے۔ ان میں غمخواری و محبت کا رشتہ موجود ہے۔ ان کے قلوب میں نرمی و اُلفت پیدا کر دی گئی ہے۔ یہ باہمی ولایت و دوستی جیسے خصائل سے متّصف ہیں۔ آپس میں رحمدلی و مہربانی کی شان ان میں ہمیشہ سے پائی جاتی ہے۔ رأفت و شفقت کے زیور سے آراستہ ہیں۔ خویشاوندی و یگانگت کے لباس سے مُزیّن ہیں۔ غمخواری و غمگساری کے خُوگر ہیں۔ پاسداری و پاس خاطر کے عادی ہیں۔ خیر خواہی و ہمدردی ان کا وطیرہ ہے۔ مددگاری و رسے داری ان کا طریقِ کار ہے۔ حق شناسی و قدر دانی ان کا شعار ہے۔ خوشروئی و خوش خلقی ان کا کام ہے۔

چنانچہ اس چیز پر حسبِ ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:

(آیتِ اوّل)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ (سورۃ حجرات، پارہ ۲۶)

(ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہؒ) "جز این نیست مسلمانان برادران یکدیگر اند، پس صلح کنید میان دو برادر خویش و بترسید از خدا تا بر شما رحم کردہ شود۔"

(ترجمۂ اُردوٗ از شاہ رفیع الدّین صاحبؒ دہلوی) "سوا اس کے نہیں کہ مُسلمان بھائی ہیں پس اصلاح کرو درمیان دو بھائیوں اپنے کے اور ڈرو اللہ سے تو کہ تم رحم کیے جاؤ۔"

(آیتِ دوم)

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَّكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۔ (پارہ چہارم پاؤ اوّل)

(ترجمہ فارسی از شاہ ولیؒ اللہ) "و چنگ زنید برسنِ خدا (بدین خدا) جمع آمدہ و پراگندہ مشوید و یاد کنید نعمتِ خدا را کہ بر شما ست چوں بودید دشمن یک دیگر پس اُلفت داد درمیانِ دلہائے شما، پس شدید بہ نعمتِ خُدا برادر بایک دیگر و بودید بر کنارۂ مغاکے از آتش پس رہانید شما را ازاں ہمچنیں بیان مے کند خدا برائے شما نشانہائے خود را تا باشد کہ راہ یابید" (یعنی تفرق در اصولِ دین حرام است کہ جمعے معتزلی باشند و جمعے شیعہ و علیٰ ہٰذا القیاس)۔

(ترجمہ اُردوٗ از شاہ رفیع الدینؒ) "اور محکم پکڑو ساتھ رسّی اللہ کے اکٹھے اور مت متفرق ہو اور یاد کرو نعمت اللہ کی اُوپر تمہارے جس وقت تھے تم دشمن پس اُلفت ڈالی درمیان دلوں تمہارے کے پس ہو گئے تم ساتھ نعمت اُس کی کے بھائی اور تھے تم اوپر کنارے گڑھے کے آگ سے پس چھڑا دیا تم کو اُس سے، اِس طرح بیان کرتا ہے اللہ واسطے تمہارے نشانیاں اپنی تو کہ تم راہ پاؤ۔"

شاہ عبدالقادرؒ مُوضح القرآن کے فوائد میں فرماتے ہیں ...حق تعالیٰ مسلمانوں کو خبردار

کرتا ہے کہ نہ بہکو اور آپس کا اتفاق غنیمت سمجھو اور یہود کی طرح پھوٹ کر خراب نہ ہو (منہ)

(آیتِ سوم)

هُوَ الَّذِىْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔ (پارہ دہم۔ پاؤ اوّل)

(ترجمہ فارسی از شاہ ولیؒ اللہ) "ہمو نست آنکہ قوت داد ترا بیاری دادن خود و بمسلمانان و ہمونست آنکہ الفت داد میان دلہائے ایشاں۔ اگر خرچ میکردی آنچہ در زمین است ہمہ یکجا اُلفت نمی دادی میانِ دلہائے ایشاں ولیکن خُدا اُلفت افگند میاں ایشاں۔ ہر آئینہ وے غالب باحکمت است۔"

(اُردو ترجمہ از شاہ رفیع الدینؒ) "وہی ہے جس نے قوّت دی تجھ کو ساتھ مدد اپنی کے اور ساتھ مسلمانوں کے اور اُلفت ڈالی درمیان دلوں اُن کے کے۔ اگر خرچ کرتا تو جو کچھ بیچ زمین کے ہے سب، نہ اُلفت ڈالتا درمیان دلوں اُن کے کے ولیکن اللہ تعالیٰ نے اُلفت ڈالی درمیان ان کے تحقیق وہ غالب ہے حکمت والا۔"

شاہ عبدالقادرؒ نے مُوضح القرآن کے فوائد میں یہاں لکھا ہے کہ عرب کی قوم میں آگے ہمیشہ بیر رکھتے تھے اور ایک دوسرے کے خُون کا پیاسا۔ پھر حضرتؐ کے سبب سب متفق اور دوست ہو گئے (منہ)

(آیتِ چہارم)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔

(پارہ دہم، پاؤ اوّل کا آخر)

(فارسی ترجمہ از شاہ ولیؒ اللہ) "ہر آئینہ آنانکہ ایمان آوردند و ہجرت کردند و

جہاد نمودند بمالِ خود و جانِ خود در راہِ خدا و آنانکہ جائے دادند و نصرت کردند این جماعت بعض ایشاں کارسازانِ بعض اند"۔

(ترجمہ اُردو از شاہ رفیع الدینؒ) "تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا ساتھ مالوں اپنے کے اور جانوں اپنی کے بیچ راہ اللہ کے اور جن لوگوں نے کہ جگہ دی اور مدد کی بعضے ان کے دوست بعض کے ہیں اور ایک دوسرے کے رفیق ہیں"۔

(آیت پنجم)

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۔ (پارہ ۲۶ ۔سورۂ فتح کا آخری رکوع)

(ترجمہ فارسی از شاہ ولی اللہؒ) "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پیغامبر است و آنانکہ ہمراہ اویند سخت اند بر کافراں مہربانند درمیانِ خود ۔ می بینی ایشاں را رکوع کنندہ و سجدہ نمایندہ ۔ می طلبند فضل را از خدا و خوشنودی را ۔ نشانِ صلاحِ ایشاں در رُوے ایشاں ست از اثر سجود ۔ آنچہ مذکور می شود داستانِ ایشاں ست در توریت و داستان ایشاں ست در انجیل ۔ ایشاں مانند زراعتے ہستند کہ برآورد گیاہِ سبز خود را ۔ پس قوی کرد آں را، پس سطبر شد پس بایستاد بر ساقہائے خود ۔ بشگفت می آرد زراعت کنندگاں را ۔ (عاقبت حال غلبہ اسلام آنست) کہ بخشم آرد خدائے تعالیٰ بسبب دیدن ایشاں کافراں را

وعدہ دادہ است خدا آنانرا کہ ایمان آوردہ اند و کارہائے شائستہ کردند ازیں اُمّت آمرزش و مزدِ بزرگ"۔ (فتح الرحمٰن)

(ترجمہ از شاہ رفیع الدینؒ) "محمّد رسُول اللہ کا ہے اور جو لوگ ساتھ اُس کے ہیں سخت ہیں اوپر کفّار کے اور رحمدل ہیں درمیان اپنے ۔ دیکھتا ہے تو ان کو رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے ۔ چاہتے ہیں فضل خدا کا اور رضامندی اس کی ۔ نشانی ان کی بیچ مونہوں اُن کے کے ہے اثر سجدے کے سے ۔ یہ صفت ان کی بیچ توراۃ کے اور صفت ان کی بیچ انجیل کے ۔ جیسے کھیتی نکالے سوئی اپنی پس قوی کرے اس کو پس موٹی ہو جاوے، پس کھڑی ہو جاوے اوپر جڑ اپنی کے، خوش لگتی ہے کھیتی کرنے والوں کو، تو کہ غصہ میں لاوے بہ سبب اون مسلمانوں کے کافروں کو ۔ وعدہ کیا ہے اللہ نے اُن لوگوں کو کہ ایمان لائے اور کام کیے اچھے اون میں سے بخشش اور ثواب بڑا"۔

شاہ عبدالقادرؒ "فوائد موضح القرآن" میں فرماتے ہیں کہ "جو تندی اور نرمی اپنی خو ہو وہ سب جگہ برابر چلے اور جو ایمان سے سنور کر آئے وہ تندی اپنی جگہ اور نرمی اپنی جگہ ۔

اون کا بانا یعنی تہجّد کی نمازوں سے صاف نیّت سے چہرے پر ان کے نُور ہے حضرت کے اصحاب لوگوں میں پہچانے پڑتے چہرے کے نور سے ۔ اور کھیتی کی کہاوت یہ کہ اوّل ایک آدمی تھا اس دین پر پھر دو ہوئے، پھر قوت بڑھتی گئی حضرتؐ کے وقت اور خلیفوں کے وقت ۔ اور یہ کہ وعدہ دیا ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور بھلے کام کرتے ہیں، حضرتؐ کے اصحاب سب ایسے ہی تھے مگر خاتمے کا اندیشہ رکھا، حق تعالیٰ بندوں کو ایسی خوشخبری نہیں دیتا کہ نڈر ہو جاویں مالک سے، اتنی شاباشی بھی غنیمت ہے"۔ (منہ)

(۱)

قرآن مجید میں اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں صرف ان پنجگانہ آیات کو یہاں ذکر

کیا گیا ہے۔ ان کا مفہوم اپنی جگہ واضح ہے کہ ایمانداروں میں اخوّت و برادری کا تعلق ہمیشہ سے
قائم ہے اور اس رشتۂ خوشگی میں دوامًا اصلاح رہنی چاہیے۔ یہ سب کچھ خشیتِ الٰہی کی وجہ
سے ہو تاکہ رحمتِ خداوندی شاملِ حال رہے۔" (منہ)

(۲)

ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ کے دین کی رسّی مل کر مضبوط طریقہ سے تھامنی چاہیے اور اس
احسانِ خداوندی کو کبھی فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ ہماری دیرینہ دشمنیوں کو مالک کریم نے الفت
سے بدل دیا اور قدیمی عداوتوں میں رفاقتوں کی صورت پیدا فرما دی ہے۔ اب سب ایک دوسرے
کے بھائی بھائی نظر آتے ہیں۔ اس رنجیدگی اور باہمی کشیدگی کا انجام آتش کا گڑھا ہوتا ہے۔ ارحم
الراحمین نے اس سے بچا لیا ہے۔

(۳)

عام مومنوں کے متعلق یہ عنوان چل رہا تھا اب ذرا اس دائرہ کو خاص کر کے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں ایمان لانے والے مومنین کے متعلق ارشاد ہوتا ہے اور احسان
جتلایا جاتا ہے کہ اے پیغمبر ہم نے آپ کی خاص مدد کی اور ان مومنین کے ذریعہ تائید و نصرت
کی ہے۔ ان مومنین کے دلوں میں اُلفت و شفقت ڈال دی ہے۔ اگر آپ زمین کی تمام چیزیں
خرچ کر ڈالتے تب بھی یہ تالیف و رأفت و شفقت ان کے قلوب میں پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔
مالک کریم نے اپنے غلبۂ قدرت و حکمتِ بالغہ کے ذریعے یہ مسئلہ حل کر دیا ہے۔

(۴)

اس کے بعد مزید تخصیص فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ یہ مومن جو مہاجر ہیں، مجاہد فی سبیل اللہ
ہیں اپنی جان و مال راہِ خدا میں لگا دینے والے ہیں اور یہ مومن جو مہاجرین کو ٹھکانہ دینے والے
اور ان ہجرت کرنے والوں کی نصرت و امداد کرنے والے ہیں۔ یہ سب ایک دوسرے کے
دوستدار اور کارساز اور رفیقِ زندگی ہیں۔ ان کی باہمی موالاۃ و مواساۃ و غمخواری کی شہادت

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں تصریحًا بیان فرما دی ہے۔

(۵)

بعد ازاں آیتِ پنجم میں اس مضمون کو اور تفصیل کے ساتھ مالک کریم نے ارشاد فرمایا کہ
حضور **نبی کریم رحمۃ للعٰلمین علیہ الصلوٰۃ** والتسلیم کی معیت میں رہنے والے حضرات پاک باز و
مقدس لوگوں کی جماعت ہے (۱) خدا کے دشمنوں کے حق میں سخت ہیں۔ ان سے دبنے والے
نہیں ہیں (۲) باہم مہربان و نرم دل ہیں، ایک دوسرے سے کینہ و عداوت رکھنے والے نہیں ہیں
(۳) عبادتِ خداوندی میں لگے رہتے ہیں۔ دنیاوی غرض و شہرت وغیرہ کے لیے نہیں بلکہ صرف
رضائے **الٰہی** و خوشنودئ حق ان کا مقصود و مطلوب ہے۔ ان کی پہلی دو صفات اپنے اور پرائے
کے معاملات کے متعلق ہیں۔ تیسری صفت (عبادت) ان کی ذات سے متعلّق ہے یعنی بڑے
پرہیزگار اور باخدا لوگ ہیں گویا صحابۂ کرامؓ کو بُری باتوں سے متہم کرنا بڑی بدباطنی کی دلیل ہے اور
آیتِ قرآنی کی تکذیب ہے (۴) چوتھی صفت (سیماھم الخ) ان کی بزرگی اور نیکی کے آثار و انوار
چہروں پر نمایاں ہیں۔ شب خیز اور باخدا لوگوں کے چہروں میں جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں
وہ ریاکاروں اور بدباطنوں کے چہروں میں ہرگز نہیں ہوتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھیوں کی مذکورہ صفاتِ کاملہ صرف قرآن مجید میں ہی
مذکور نہیں ہوئی ہیں بلکہ ان کی یہ صفات سابقہ آسمانی کتب تورات و انجیل میں بھی درج چلی آتی ہیں
پھر بطورِ تمثیل بیان فرمایا کہ دینِ اسلام کی ترقی اور اہلِ دین کا غلبہ اور ارتقاء تدریج ہو گا اور ضرور
ہو گا۔ پھر یہ تدریجی ترقی منتہائے کمال تک پہنچے بغیر نہ رُک سکے گی اور اسلام کا ارتقائی دَور وقت
کے اعتبار سے متصل بالزّمان ہو گا۔ اس میں انفصال و انقطاع پیش نہ آئے گا۔ یہاں پیش کردہ
مثال اور ممثل لہٗ کی مطابقت و موافقت ملحوظ رکھنے سے یہ مسائل حل ہو رہے ہیں۔ فافہم۔

آیۂ ہٰذا کے آخری حصّہ (وعد اللہ الذین آمنوا) میں اس جماعت کے حُسنِ مآل اور نیک
سرانجامی کا ذکرِ خیر ہے اس طرح کہ پہلے اس عالمِ دنیا میں ترقی کا ذکر فرمایا۔ اس کے بعد اُخروی

انعامات اور آخرت کی کامیابی کا بیان کیا۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ان مومنین صالحین کے ساتھ وعدہ ہے کہ اگر خطا سرزد ہو جائے گی تو مغفرت کر دی جائے گی اور نیک اعمال پر اجر ملے گا، گناہ معاف ہوں گے اور نیکیاں مقبول ہوں گی۔ گویا اس جماعتِ صحابہ کرام کے حالات کا اجمالی نقشہ آیۂ ہذا میں اس طرح مذکور ہے کہ پہلے درجہ میں ان کے استکمالِ ایمان کا بیان ہے، پھر ان کی کمالِ عبادت کا ذکر ہے۔ پھر ان کی اخلاصِ نیت بتائی گئی ہے، پھر تدریجی ترقی کی وضاحت کی ہے۔ آخر میں ان کی خیر انجامی و حسنِ عاقبت کے متعلق وعدہ کی صورت میں اعلان کر دیا ہے۔ (ملخص از تفاسیرِ متعددہ)

(۱)

مفسرین اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

هٰذِهٖ صِفَةُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يَّكُوْنَ اَحَدُهُمْ شَدِيْدًا عَنِيْفًا عَلَى الْكُفَّارِ رَحِيْمًا بَرًّا بِالْاَخْيَارِ غَضُوْبًا عَبُوْسًا فِيْ وَجْهِ الْكَافِرِ ضَحُوْكًا بَشُوْشًا فِيْ وَجْهِ اَخِيْهِ الْمُؤْمِنِ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً۔ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ اِذَا اشْتَكٰى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالْحُمّٰى وَالسَّهَرِ وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا وَشَبَّكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ اَصَابِعِهٖ۔ (تفسیر ابن کثیر تحت الآیۃ ہذا)

(۲)

وَهُمَا جَمْعَا شَدِيْدٍ وَرَحِيْمٍ وَنَحْوُهٗ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ وَبَلَغَ مِنْ تَشَدُّدِهِمْ عَلَى الْكُفَّارِ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَتَحَرَّزُوْنَ مِنْ ثِيَابِهِمْ اَنْ تَلْزَقَ بِثِيَابِهِمْ وَمِنْ اَبْدَانِهِمْ اَنْ تَمَسَّ اَبْدَانَهُمْ وَبَلَغَ مِنْ تَرَحُّمِهِمْ فِيْمَا بَيْنَهُمْ

اَنَّهٗ كَانَ لَا يَرٰى مُؤْمِنٌ مُؤْمِنًا اِلَّا صَافَحَهٗ وَعَانَقَهٗ (تفسیر مدارک نسفی تحت الآیۃ)

(۳)

وَفِيْ وَصْفِهِمْ بِالرَّحْمَةِ بَعْدَ وَصْفِهِمْ بِالشِّدَّةِ تَكْمِيْلٌ وَاحْتِرَاسٌ فَاِنَّهٗ لَوِ اكْتُفِيَ بِالْوَصْفِ الْاَوَّلِ لَرُبَّمَا تُوُهِّمَ اَنَّ مَفْهُوْمَ الْقَيْدِ غَيْرُ مُعْتَبَرٍ فَيُتَوَهَّمُ الْفَظَاظَةُ وَالْغِلْظَةُ مُطْلَقًا فَدُفِعَ بِاِرْدَافِ الْوَصْفِ الثَّانِيْ وَمَآلُ ذٰلِكَ اَنَّهُمْ مَعَ كَوْنِهِمْ اَشِدَّآءَ عَلَى الْاَعْدَآءِ رُحَمَآءُ عَلَى الْاِخْوَانِ وَنَحْوُهٗ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ"۔ (روح المعانی تحت الآیۃ)۔

(۴)

وَمِنْ حَقِّ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يُرَاعُوْا هٰذِهِ السُّنَّةَ اَبَدًا فَيَتَشَدَّدُوْا عَلٰى مُخَالِفِيْهِمْ وَيَرْحَمُوْا اَهْلَ دِيْنِهِمْ (تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری تحت الآیۃ)

(۵)

وَالْمُرَادُ بِالَّذِيْنَ مَعَهٗ عِنْدَ ابْنِ عَبَّاسٍ مَنْ شَهِدَ الْحُدَيْبِيَةَ وَقَالَ الْجُمْهُوْرُ جَمِيْعُ اَصْحَابِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ (تفسیر بحر المحیط و روح المعانی)

(۱)

خلاصہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر ایمان لانے والے اور حضور کے ساتھ رہنے والے حضرات کی یہ خاص صفت ہے کہ منکرینِ اسلام پر بڑے سخت ہیں اور نیک لوگوں کے حق میں بڑے رحیم [illegible] مان ہیں۔ کافروں کے ساتھ غضبناک اور چہرہ برافروختہ رکھتے ہیں اور اپنے مسلمان بھائیوں سے انتہا خوش چہرہ اور خندہ پیشانی سے پیش آتے ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام میں مومنوں کو حکم دیا ہے اپنے قریب والے کافروں کے ساتھ جنگ و قتال کرو اور وہ تم میں سختی اور تندی معلوم کریں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ ایمانداروں کی آپس میں شفقت کے اعتبار سے ایسی مثال ہے کہ تمام مومن ایک جسم کی طرح ہیں جسم کے ایک بازو کو تکلیف ہو تو تمام بدن بے آرام ہو جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ایک مومن دوسرے مومن کے حق میں ایک بنیاد کی طرح ہے جس کا ایک حصّہ دوسرے حصّہ کو مضبوط کیے ہوئے ہوتا ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی انگلیوں کو انگلیوں میں ڈال کر مومنوں کے آپس میں ارتباط اور یگانگت کو واضح فرمایا۔

(۲)

مُفسّرین لکھتے ہیں حضور علیہ السّلام کے صحابۂ کرام ہیں مومنوں سے کے ساتھ متواضع رہنے اور کافروں کے ساتھ سخت رہنے کی صفت اس درجہ تک پہنچی ہوئی تھی کہ حضور علیہ السّلام کے دَور کے مومن لوگ کفّار کے کپڑوں کے ساتھ اپنا کپڑا الگ جلنے سے احتراز اور بچاؤ کرتے تھے اور اپنے بدن کو ان کے بدن کے ساتھ مس ہو جانے سے اجتناب و پرہیز کرتے تھے۔ اور جب مومنین کی آپس میں میل ملاقات ہوتی تو ایک دوسرے کے ساتھ مصافحہ کرتے اور معانقہ کرتے یعنی بغل گیر ہوتے تھے۔

(۳)

مفسّرین کہتے ہیں کہ صحابۂ کرامؓ کی یہ صفت (کہ کُفّار پر سخت ہیں) ذکر کرنے کے بعد پھر ان کی یہ صفت ذکر کی کہ (آپس میں مہربان ہیں) اِس لیے کہ اگر صرف پہلی صفت پر اکتفا کر دیا جاتا کہ کافروں کے حق میں سخت ہیں تو خیال ہو سکتا تھا کہ ان میں صرف غلظ و شدّت مطلقاً ہی پائی جاتی ہے تو اس وہم کو دُور کرنے کے لیے دوسری وصف ذکر کی ہے کہ پرائے کے حق میں شدید ہیں تو اپنے کے حق میں رفیق ہیں۔ اس طرح ان کے اوصافِ فاضلہ کی تکمیل ہو گئی۔

(۴)

نیز مفسّرین نے لکھا ہے کہ عام مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ صحابۂ کرامؓ کی اِس صفت پر عمل کرتے ہوئے مخالفینِ دین کے ساتھ سختی کا برتاؤ رکھیں اور اپنے مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور دوستداری کا سلوک کریں۔

(۵)

تفسیر بحر المحیط اور تفسیر رُوح المعانی میں واضح طور پر موجود ہے کہ جمہور عُلماء کے نزدیک وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے مراد صرف اہلِ حُدَیْبیہ ہی نہیں بلکہ جمیع صحابۂ کرام مُراد ہیں۔

آیت پنجم (وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ الخ) کی مختصر سی تشریح پیش کی گئی ہے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی صفاتِ کاملہ جو اس آیت مندرجہ میں مذکور ہیں ان میں سے ایک ایک وصف کے بیان کے لیے دفتروں کے دفتر تحریر کیے جا سکتے ہیں مگر ہمیں یہاں ان کے صرف ایک وصف (رحماء بینہم) کا مختصر سا بیان منظور و مطلوب ہے کہ سردارِ دو عالم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جماعت باہمی وصف رحمت کے ساتھ متصف ہے۔ اس ارحم الراحمین جل وعلا شانہ نے اپنے برگزیدہ پیغمبر (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کو سراپا رحمتِ دو عالم بنا کر بھیجا ہے تو ان کے خاص شاگردوں کو ان کے خاص خُدّام کو ان کے جاں نثاروں کو ان کے ہر وقت ہم ساتھ رہنے والوں کو ان کے ہر وقت کے حاضر باشوں کو بھی اس صفتِ رحمت و شفقت و الفت و محبّت و دوستی کے ساتھ متّصف فرمایا ہے۔ یہ حضرات آپس میں رحیم ہیں، باہم شفیق ہیں ایک دوسرے کے دوست اور مُحبّ ہیں۔

یہ صفت دائمی تھی

پھر یہ صفت رحمت صرف چند ایک صحابہ کرامؓ کے لیے نہیں ہے بلکہ تمام صحابۂ کرامؓ کے لیے ہے اور وہ مدّت العُمر اس خصوصی صفت پر قائم و دائم رہے ہیں۔ جس طرح یہ حضرات کُفّار کے حق میں ہمیشہ ہمیشہ شدید اور سخت رہے ہیں اور رکوع و سجوُد دائماً کرتے رہے ہیں۔ رُکّعًا

سُجدًا کی صفت ان سے زائل نہیں ہوئی - اور دیگر ایمانی صفات صوم، صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، تقویٰ، پرہیزگاری، اخلاصِ نیّت وغیرہ وغیرہ میں بھی ان سے فروگذاشت نہیں ہوئی، بلکہ ان خصالِ حمیدہ و صفاتِ برگزیدہ پر ہمیشہ کاربند اور عامل رہے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح باہمی شفقت و رحمت کی صفت پر بھی ان کا عمل درآمد وقتی نہیں ہوا ہے بلکہ دائمی رہا ہے۔

چنانچہ اس چیز کی تائید قرآن مجید میں موجود ہے۔ انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں فرمان ہوتا ہے کہ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (پارہ ۲۶۔ سورۂ فتح، رکوع ۳) "اور لازم کر دی ان کو بات پرہیزگاری کی اور تھے وہ بہت حقدار اس کے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔" (ترجمہ از شاہ رفیع الدینؒ)

تحریرِ مدّعا

اس کے بعد تحریرِ مدّعا کے درجہ میں ہم ناظرینِ کرام پر یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ مذکورہ صفت (رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ) میں بے شک تمام صحابۂ کرامؓ شریک ہیں۔ مہاجر ہوں یا انصار، مکّی ہوں یا مدنی، قریشی ہوں یا غیر قریشی۔ اور ان تمام بزرگوں کی باہمی خوش خلقی و خیر خواہی و ہمدردی اور غم خواری کے واقعات سے اسلامی کتب لبریز ہیں۔ اس چیز میں کوئی خفاء اور اشتباہ نہیں ہے لیکن ہم اس کتاب میں خصوصی طور پر خلفاءِ ثلاثہ (سیدنا ابوبکر الصدیقؓ و سیدنا عمرؓ بن الخطّاب و سیدنا عثمانؓ) اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے درمیان رحمت و شفقت و اُلفت و محبت کے واقعات مسلمانوں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات (یعنی خلفاء اربعہؓ اور اُن کے خاندانوں) کے درمیان خاص طور پر عداوت، نفرت، اختلاف، انتشار اور افتراق کو پبلک میں پھیلایا گیا ہے۔ عوام الناس اور جاہل طبقہ میں توڑی کوشش سے یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ یہ سب حضرات آپس میں مخالف تھے، ان کی باہمی سخت عداوت تھی اور ایک دوسرے کے

حق میں جَور و ظلم کو روا رکھنے والے تھے اور اُنہوں نے ایک دوسرے کے جائز حقوق کو ضائع کر ڈالا ہے۔ خاندانِ نبوّت پر انہوں نے بڑے بڑے مظالم ڈھائے ہیں جو زبانِ بیان سے بالاتر ہیں اور دید و شنید سے بلند تر ہیں۔ فلہٰذا اس صورتِ حال کی بنا پر ہم نے یہ ارادہ کیا ہے کہ:

(۱) لوگ خلفائے اربعہؓ حضرات کی باہم دشمنی اور ناچاکی و غضبناکی بیان کیا کرتے ہیں ہم اُن کی آپس میں دوستی و صُلح و آشتی و رضامندی مدلّل طریقہ سے ذکر کریں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

(۲) لوگ ان بزرگوں کی آپس کی کشیدگی۔ رنجیدگی۔ آزردگی۔ آزردہ دلی کے عجیب عجیب قصّے تصنیف کر کے شائع کرتے ہیں ہم ان کی باہمی خوشدلی و خورسندی اور نزدیکی (یعنی قرابتِ نسبی کے تعلقات) پیش کریں گے۔

(۳) دوست ان کی باہمی ناراضگی، خفگی، ناخوشگواری، ستیزگی اور چپقلش وغیرہ کے بیانات وضع کر کے نشر کیا کرتے ہیں۔ ہم ان کی باہم خیر خواہی، دوستداری، رحمدلی، پاسداری، نرم مزاجی، ہم نوائی اور خوشنودی کے واقعات منضبط کریں گے۔

(۴) خلاصہ یہ ہے کہ یہ مہربان ان خلفاء اربعہؓ کے مابین کینہ وری، خشمگینی، درشتگی، جَور و ظلم و تعدی کے فرضی[1] قصّے گِن گِن کر ارشاد فرماتے اور سُناتے ہیں، ہم ان شاء اللہ العزیز ان

---

[1] ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مقام پر مناسب تھا کہ عداوت و نفرت، ظلم و تعدی کے جو قصّے انہوں نے تراش و خراش کر کے تیار کیے ہوئے ہیں ان کا کچھ قلیل سا نمونہ ان دوستوں کی کلام میں سے من وعن پیش کیا جاتا لیکن تقاضائے وقت اس کے خلاف ہے۔ اس پُرآشوب و پُرفتن دَور میں شدید ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے درمیان صلح و آشتی کی فضا پیدا کی جائے اور اخوّت و برادری کی راہ ہموار کی جائے نہ کہ ان کے مابین اختلاف و انتشار کی آتش کو اور بھڑکایا جائے۔ ان ملّی مفاد و قومی منافع و ملکی مصالح کے پیشِ نظر ہم نے ان حوالہ جات کو پیش کرنے سے قصداً گریز کیا ہے۔

اگر خواہ مخواہ کسی صاحب کو اس پُرخار گلزار کی سیر کرنے کا شوق ہے تو اس کو زیادہ ورق گردانی

پاک طینت بزرگوں کے متعلق باہم غم خواری، غم گساری، ہمدردی، عدل گستری، انصاف پسندی اور حقوق کی ادائیگی کے حالات اور واقعات چُن چُن کر قوم کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔ (لعونہٖ تعالیٰ)

اس کے بعد ہم اصل مُدّعا و مقصد کی متعلقہ بحثیں درج کرتے ہیں۔

جیسا کہ ابتدائے کتاب ہٰذا میں بیان کیا گیا ہے کہ اس کا ایک حصہ "صدّیقی" ہوگا۔ دوسرا حصّہ "فاروقی" ہوگا۔ اور تیسرا حصّہ "عثمانی" ہوگا۔ اِس تقسیم کے موافق کتاب کا پہلا "حصہ صدّیقی" شروع کیا جاتا ہے۔ اس کے پانچ باب قائم کیے گئے ہیں۔

(بقیہ حاشیہ) کرنے کی حاجت نہیں ہے، صرف ایک "دُعا صَنَمَی قُریش" کو ملاحظہ فرمالینا ہی کافی ہے۔ دوستوں کے ہاں یہ دُعا بڑے بڑے مشکل مراحل حل کرنے کے لیے اکسیر اعظم ہے۔ حضرت علیؓ کی زبان سے اس کو جاری و ساری کیا گیا ہے۔ ان کی کتبِ مذہبی میں متداول چلی آتی ہے "صحیفہ علویہ" اور "اِحقاق الحق" (قاضی نوراللہ شوستری) وغیرہ کتب میں موجود ہے۔ ملاحظہ فرمائیں (القلیل یَدُلّ علی الکثیر)۔ اس کے علاوہ یہ عرض کر دینا بھی خالی از فائدہ نہیں ہے کہ دوستوں کی سابقہ کتب میں صحابۂ کرامؓ کے مطاعن کے لیے الگ باب قائم ہوتے تھے اور اب کے دَور میں انہوں نے ترقی کر کے مطاعنِ صحابہؓ کی خاطر مستقل تصانیف علیٰحدہ شائع کرنی شروع کر دی ہیں، مثلاً:

(۱) کتاب "حضرت عُمر" جلد۲ از سید علی حیدر بن سیّد علی اظہر صاحب مدیر جریدہ "اصلاح" کھجوا۔ بہار (ہند)

(۲) "آئینہ مذہب سُنّی" از ڈاکٹر نور حسین صاحب جھنگوی۔

(۳) کتاب "ماہیتہ معاویہ" از مولوی احمد علی صاحب کربلائی۔

(۴) "کلیدِ مناظرہ" از گوشہ نشین برکت علی صاحب۔ وغیرہ (منہ)

حِصّہ صِدّیقی

حصّہ صدّیقی

باب اوّل

اِس باب میں حضور علیہ السّلام کی چوتھی صاحبزادی حضرت علی المرتضیٰ کی پہلی زوجہ محترمہ سیّدہ خاتونِ جنّت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور سیّدنا ابوبکر الصدّیق رضی اللہ عنہ کے تعلقات اور روابط درج ہونگے مثلاً حضرت علیؓ کے ساتھ ساتھ سیّدہ فاطمہؓ کی شادی و نکاح اور صدّیقی خدمات، حضرت عائشہ صدیقہؓ دختر ابی بکر الصدّیقؓ کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کے تعلقات، مسئلہ فدک و آلِ رسولؐ کے مالی حقوق اور رضامندیٔ فاطمہؓ، بیماریٔ سیّدہ فاطمہؓ اور ابوبکر صدّیقؓ کی بیوی اسماءؓ بنتِ عُمیس کی تیمارداری و خدمتگذاری، وصایا سیّدہ فاطمہؓ، وفات سیّدہ فاطمہؓ اور جنازہ سیّدہ فاطمہؓ وغیرہ۔

یہ عنوانات جو اِس باب میں قائم کیے گئے ہیں ان سب میں صدّیق اکبرؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان خوشگوار تعلقات بصراحت موجود ہیں اور ان تمام مواقع میں صدّیقِ اکبرؓ اور حضرت فاطمہؓ کے مابین خوشتر مراسم پائے جاتے ہیں۔

—— اب ہم ان تاریخی حقائق کو جو حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کے نکاح و شادی کے متعلق دستیاب ہوتے ہیں شیعہ حضرات کی کتابوں سے پہلے پیش کرتے ہیں بعد ازاں اپنی کتب سے بھی بطورِ تائید درج کریں گے (انشاء اللہ)۔

خواستگاریٔ سیّدہ فاطمہؓ کے لیے حضرت صدّیق اکبرؓ و عُمر فاروقؓ کا حضرت علی المرتضیٰؓ کو آمادہ کرنا

(۱)

مُلّا محمد باقر مجلسی نے اپنی تصنیف "جلاء العُیون" (باب تزویج فاطمہؓ با امیرالمومنین علیؓ) میں ذکر کیا ہے:

"روایت کردہ اند روزے ابوبکرؓ و عمرؓ و سعدؓ بن معاذ در مسجد حضرت رسولؐ نشستہ بودند و سخن مزاوجہ حضرت فاطمہؓ درمیان آوردند۔ پس ابوبکر گفت کہ اشرافِ قریش خواستگاری او از آں حضرت نمودند۔ حضرت در جواب ایشاں فرمود کہ امرِ او بسوئے پروردگار او ست اگر خواہد کہ او را تزویج نماید خواہد نمود و علی بن ابی طالب دریں باب با حضرتؐ سخن نگفت و کسی نیز برائے آں حضرت سخن نگفت و گمان ندارم کہ چیزے مانع شدہ باشد او را مگر تنگدستی و آنچہ میدانم آنست کہ خدا و رسولؐ فاطمہؓ را نگاہ نداشتہ اند مگر از برائے او پس ابوبکر با عمر و سعد بن معاذ گفت کہ برخیزید بنزد علی برویم و او را تکلیف نمائیم کہ خواستگاری فاطمہ بکند و اگر تنگدستی او را مانع شدہ باشد ما او را دریں باب مدد کنیم۔ سعد بن معاذ گفت کہ بسیار درست دیدہٖ و برخاستند بخانہ امیرالمومنین رفتند۔ آنجناب را در خانہ نیافتند۔ در آں وقت حضرتؑ

شُتر خود را بُردہ بُود در باغ یکے از انصار آب میکشید باجرت پس متوجہ آں باغ شدند چوں بخدمت آں حضرت رسیدند فرمود کہ برائے چہ حاجت آمدہ اید۔ ابوبکر گفت (اے علیؑ) ہیچ خصلتے از خصال خیر نیست مگر آنکہ تو بر دیگراں در آں خصلت سبق گرفتہ و رابطہ میانِ تو و حضرت رسولؐ از جہت خویشی و مصاحبت دائمی . . . . پس چہ مانع است ترا؟ کہ خواستگاری نمی نمائی اورا زیرا کہ مرا گمان ست کہ خدا و رسول اورا برائے تو نگاہداشتہ اند و از دیگراں منع میکنند۔ چوں حضرت امیر المومنینؑ ایں سخناں را از ابوبکر شنید آب از دیدہ ہائے مبارکش فرو ریخت و فرمود کہ اندوہ مرا تازہ کردی و آرزوئے کہ در سینۂ من پنہاں بُود بہیجان آوردی۔ کہ باشد کہ فاطمہ را نخواہد؟ ولیکن من باعتبار تنگدستی شرم میکنم از آنکہ ایں معنی را اظہار نمائیم۔ پس ایشاں بہر نحو کہ بود آں حضرت را راضی کردند کہ بخدمت حضرت رسولؐ رود و فاطمہ را از آں حضرت خواستگاری نماید۔ حضرت شُتر خود را کشود و بخانہ خود آورد و بست و نعلین خود را پوشید و متوجہ خانۂ حضرت رسالت شد۔"

(۱) جلاء العیون ملا باقر مجلسی ص ۱۲۱/۱۲۲ باب تزویج فاطمہ با امیر المومنینؑ۔ طبع تہران (سن طباعت ۱۳۳۴ھ) — (۲) بحار الانوار ملا باقر، جلد عاشر بحث تزویجہا لعلیؑ ص ۳۷/۳۸ ج ۱۰۔ طبع ایران۔

(۲)

اسی مقصد کی خاطر ایک دوسری روایت امالی شیخ الطائفہ ابوجعفر طوسی میں مندرج ہے:

" قَالَ (الضَّحَّاكُ بْنُ مُزَاحِمٍ) سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ يَقُوْلُ اَتَانِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَا لَوْ اَتَيْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتَ لَهٗ فَاطِمَةَ قَالَ فَاَتَيْتُهٗ فَلَمَّا رَاٰنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ ضَحِكَ

ثُمَّ قَالَ مَا جَاءَ بِكَ يَا عَلِيُّ وَمَا حَاجَتُكَ قَالَ فَذَكَرْتُ لَهٗ قَرَابَتِيْ وَقِدَمِيْ فِي الْاِسْلَامِ وَنُصْرَتِيْ لَهٗ وَجِهَادِيْ فَقَالَ يَا عَلِيُّ صَدَقْتَ فَاَنْتَ اَفْضَلُ مِمَّا تَذْكُرُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَاطِمَةَ تُزَوِّجُنِيْهَا . . . .

(قَالَ) عَلٰى رِسْلِكَ حَتّٰى اَخْرُجَ اِلَيْكَ فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَقَامَتْ اِلَيْهِ فَاَخَذَتْ رِدَاءَهٗ وَنَزَعَتْ نَعْلَيْهِ وَاَتَتْهُ بِالْوَضُوْءِ فَوَضَّأَتْهُ بِيَدِهَا وَغَسَلَتْ رِجْلَيْهِ ثُمَّ قَعَدَتْ فَقَالَ لَهَا يَا فَاطِمَةُ فَقَالَتْ لَبَّيْكَ حَاجَتُكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ . . . قَدْ ذَكَرَ مِنْ اَمْرِكِ شَيْئًا فَمَا تَرَيْنَ فَسَكَتَتْ وَلَمْ تُوَلِّ وَجْهَهَا وَلَمْ يَرَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَرَاهَةً فَقَامَ وَهُوَ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ سُكُوْتُهَا اِقْرَارُهَا "

(کتاب الامالی للشیخ ابی جعفر الطوسی ص ۳۸ ج اول)

---

[1] واضح رہے کہ شیعوں کے نزدیک "امالی" شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی (المتوفی ۴۶۰ھ) بڑی معتبر و معتمد و مستند کتاب ہے اور حال ہی (۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء) میں نجف اشرف عراق سے شیعی مکتبہ کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ ابوجعفر طوسی شیخ الطائفہ کے نام سے مشہور ہے اور تہذیب الاحکام۔ استبصار۔ تلخیص الشافی وغیرہ کتب کا مصنف و مولف ہے۔ گویا شیعوں کے "اصول اربعہ" کے مصنفین میں سے ہے اور اس کی ہر تصنیف با اسناد ہوتی ہے۔

"جلاء العیون" ملا محمد باقر مجلسی (المتوفی ۱۱۱۰ھ یا ۱۱۱۱ھ) کی تالیف ہے۔ اس کی توثیق کے متعلق فاضل مجلسی نے اس کتاب کے مقدمہ میں مندرجہ ذیل الفاظ درج کیے ہیں . . . " در ترجمہ الفاظ "روایات معتبرہ" اقتصار نمودہ متقید بہ حسن عبارات و تنوع استعارات نگردد و از غیر احادیث معتبرہ کہ از کتب افاضل محدثین امامیہ رضوان اللہ علیہم اخذ نمودہ چیزے نقل ننماید۔ یعنی معتبر روایات کے بغیر کوئی چیز نقل نہ کی جائیگی۔ ملا باقر مجلسی کی تمام تصانیف بحار الانوار۔ حیات القلوب۔ مرآۃ العقول شرح اصول۔ حق الیقین۔

امالی کی اسی روایت کا ترجمہ ملّا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں مندرجۂ ذیل عبارت میں کیا ہے:-

"شیخ طوسی بسند معتبر از حضرت امیر المومنین علیہ السلام روایت کردہ است کہ نزد من آمد ابوبکر و عمر و گفتند کہ چرا بہ نزد حضرت رسولؐ نمی روی کہ فاطمہؑ را خواستگاری نمائی؛ پس من رفتم بخدمت آن حضرت۔ چوں نظر مبارکش بر من افتاد خنداں شد و فرمود برائے چہ آمدۂ ای ابوالحسن! حاجتِ خود را بیان کن۔ پس عرض کردم بخدمت آن حضرت . . . . . . گفتم یا رسول اللہ استدعا مینمائم کہ فاطمہؑ را بمن تزویج کنی . . . . فرمود باش تا بردم و بنزد تو برگردم۔ چوں حضرت رسولؐ بہ نزد فاطمہؑ رفت فاطمہؑ برخاست و ردائے مبارکش را برگرفت و نعلین را از پائے مبارکش کند آبِ وضو آورد و دست و پائش را شُست۔ پس در خدمت آنحضرتؐ نشست۔ حضرتؐ فرمود ای فاطمہ! عرض کرد لبیک، آیا حاجت داری یا رسول اللہ؟ حضرت فرمود ای فاطمہ میدانی قرابت علی بن ابی طالب و فضیلتِ او . . . . در امر خواستگاری تو سخنی گفت پس چہ مصلحت میدانی؟ حضرت فاطمہؑ چوں این سخن را بشنید ساکت گردید ولیکن روئے خود را نگردانید و اظہار کراہت نفرمود۔ پس حضرت رسول برخاست و فرمود اللہ اکبر ساکت شدن او علامت راضی شدن اوست"۔ (جلاء العیون ملا باقر مجلسی صفحہ ۱۲۰۔ باب تزویج امیر المومنین و حضرت فاطمہ۔ مطبوعہ تہران۔ (سن طباعت ۱۳۳۴ھ)

(بقیہ حاشیہ) شیعہ علماء کے نزدیک مستند و معتمد ہیں۔ مزید توضیح کے لیے تراجم شیعی علماء کی جانب رجوع کرنے سے تسلی ہو سکتی ہے (مثلاً روضات الجنات خوانساری۔ فوائد الرضویہ و تتمۃ المنتہی شیخ عباس قمی وغیرہ) [illegible]

(۱)

ترجمہ روایتِ اوّل

حاصل یہ ہے کہ ایک روز ابوبکرؓ و عمرؓ و سعدؓ بن معاذ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے حضرت فاطمہؓ کی شادی و نکاح کے متعلق بات چیت ہونے لگی۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ حضرت رسولؐ اللہ سے قریش کے شرفاء نے فاطمہؓ کی خواستگاری کے متعلق گفتگو کی ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جواب میں فرمایا ہے کہ فاطمہ کا معاملہ اس کے پروردگار کے سپرد ہے جس کو چاہے گا اس کو تزویج کردے گا اور علیؓ بن ابی طالب نے اس معاملہ میں نہ خود حضرت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کوئی بات کی ہے نہ اس کے لیے کسی نے حضورؐ سے کہا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ علیؓ بن ابی طالب کو خواستگاریِ فاطمہؓ سے تنگدستی کے سوا اور کوئی چیز مانع نہیں ہے۔ حضرتِ رسولؐ نے فاطمہؓ کا نکاح علیؓ بن ابی طالب کے لیے محفوظ کر رکھا ہے۔ پھر ابوبکرؓ نے عمرؓ اور سعدؓ کو کہا کہ اٹھو علیؓ بن ابی طالب کے پاس چلیں اور ان کو خواستگاریِ فاطمہؓ کے لیے تیار کریں۔ اگر ان کو تنگدستی مانع ہو تو ان کی مدد کریں۔ سعدؓ نے کہا کہ اے ابوبکرؓ آپ نے بالکل ٹھیک تجویز کی ہے۔ اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور امیر المومنینؓ کے گھر چلے گئے۔ حضرت علیؓ اس وقت گھر میں موجود نہ تھے بلکہ اپنا اونٹ لے کر ایک انصاری کے باغ میں اُجرت پر آب کشی کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ تینوں حضرات اسی باغ میں علیؓ بن ابی طالب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، کیسے آنا ہوا؟ ابوبکر نے کہا آپ نیک خصلتوں میں دوسرے لوگوں سے سبقت کیے ہوئے ہیں اور حضرتِ رسولؐ کے ساتھ آپ کا نسبی رشتہ بھی قریب تر ہے۔ ہم نشینی بھی دائمی نصیب ہے۔ آپ کو خواستگاریِ فاطمہؓ سے کونسا امر مانع ہے؟ میرا گمان ہے کہ خدا و رسولؐ نے یہ رشتہ آپ کے لیے رکھا ہوا ہے۔ دوسروں کو اس سے منع کر دیا ہے۔ جب حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کی یہ بات سُنی تو [illegible] ہو گئے [illegible] لگے اے ابوبکرؓ تم نے [illegible] سینہ میں پوشیدہ تھا اس کو برانگیختہ کر دیا۔ فرمایا کون شخص ہے جو اس خواستگاری کے لیے خواہاں

نہ ہو؟ لیکن تنگدستی کی وجہ سے میں اس حیثیت کے اظہار میں شرم محسوس کرتا ہوں پس ان تینوں (ابوبکرؓ و عمرؓ و سعدؓ) نے حضرت علیؓ کو اس کام کے لیے آمادہ کیا اور حضرت رسولؐ کی خدمت میں خواستگاری کی خاطر جانے کے لیے رضامند کر لیا۔ حضرت علیؓ نے اپنا اونٹ کھولا، باغ سے واپس گھر تشریف لائے، اُونٹ باندھ دیا اور پاپوش پہن کر حضرت رسالت مآبؐ کے گھر کی طرف تشریف لے گئے۔"

(۲)

دوسری روایت جو امالی طوسی میں منقول ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ضحاک بن مزاحم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ میرے پاس ابوبکرؓ اور عمرؓ آئے اور کہنے لگے یہ بات بڑی عمدہ تھی کہ آپ خواستگاری فاطمہؓ کے لیے رسولِ خدا کے پاس تشریف لے جاتے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں اس کے بعد میں حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا جب حضورؐ نے مجھے دیکھا تو ہنس کر فرمایا علی کس طرح آنا ہُوا؟ میں نے اپنی قرابتِ نسبی اور دیرینہ قبولیتِ اسلام اور نصرتِ دینی اور جہاد میں مساعی کا ذکر کیا۔ رسُولِ خدا نے فرمایا جو کچھ تُو نے کہا ہے تُو اس سے بھی بہتر ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ فاطمہؓ کا نکاح میرے ساتھ کر دیں تو بہتر ہوگا . . . . . فرمایا اے علیؓ یہاں ٹھہریئے، میں گھر سے ہو کر آتا ہوں۔ آپؐ گھر تشریف لے گئے، حضور علیہ السّلام کو تشریف لاتے دیکھ کر حضرت فاطمہ کھڑی ہو گئیں، حضورؐ تشریف فرما ہُوئے۔ آپ کی چادر مبارک اور نعلین شریفین حضرت فاطمہؓ نے اُتار کر رکھیں پھر وضو کے لیے پانی لائیں اور اپنے ہاتھوں سے رسولِ خدا کو وُضو کرایا اور آپؐ کے پاؤں مبارک دھوئے۔ پھر فاطمہ بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد رسولِؐ خدا نے فرمایا "اے فاطمہؓ!" انہوں نے عرض کیا "لبّیک یا رسُول اللہ، فرمائیے کیا ارشاد ہے؟" فرمایا علیؓ بن ابی طالب نے تیرے نکاح کے متعلق ذکر کیا ہے، تیرا کیا خیال ہے؟ حضرت فاطمہؓ خاموش رہیں۔ لیکن چہرے پر کوئی ناپسندیدگی کا اظہار نہ فرمایا اور نہ ہی رُخ پھیرا۔ رسُولِؐ خدا "اللہ اکبر" فرماتے ہُوئے اُٹھ

کھڑے ہُوئے اور فرمایا فاطمہؓ کا خاموش ہو جانا ہی اقرار اور رضامندی کی علامت ہے۔"

ایک توضیح

امالی شیخ طوسی کی عبارتِ مندرجۂ بالا کا جو ترجمہ جلاء العیون میں ملّا باقر نے کیا ہے اس میں مُلّا باقر نے ایک تصرّف کر دیا ہے۔ ہم وہ ناظرین کو بتلانا چاہتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ "تَنَدَّ بِالْوَضُوْءِ فَوَضَّاَتْهُ بِيَدِهَا وَغَسَلَتْ رِجْلَيْهِ" کا ترجمہ صاف ہے کہ حضرت فاطمہؓ وضو کرنے کا پانی لائیں اور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ہاتھ سے وضو کرایا۔ اور حضور علیہ السّلام کے پاؤں خود دھلائے۔ اِس روایت کی عبارت سے چونکہ وضو میں پاؤں کا دھونا ثابت ہو رہا ہے اِس لیے مُلّا باقر نے ترجمہ میں اِس مفہوم کو بدلنے کی مذموم کوشش کرتے ہُوئے عبارت مندرجہ کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "دست و پائش را شُست"۔ یعنی صرف ہاتھ پاؤں کو دھویا۔ یہ اُن کی خیانت کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ہم نے اصل عربی عبارت و ترجمہ فارسی دونوں لکھ دیئے ہیں تاکہ ناظرینِ کرام خود فیصلہ کر سکیں۔

(۳)

امالی شیخ ابی جعفر الطوسی و جلاء العیون کی مذکورہ روایات میں یہ مسئلہ درج ہے کہ ابوبکر الصدّیقؓ و عمرؓ بن الخطاب نے علی المرتضیٰ کو حضرت فاطمہؓ کے نکاح کی طلب گاری کے لیے آمادہ کر کے رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ اِس مسئلہ کو شیعہ کے بڑے بڑے مُصنّفین و علماء شعراء نے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ مرزا رفیع باذل ایرانی "حملہ حیدری" میں اسی واقعہ خواستگاری و طلب گاری کو نظم میں مفصل ذکر کیا ہے۔ چند اشعار یہاں لکھے جاتے ہیں ؎

چو بگذشت چندے بدیں داوری — یکے روز رفتند نزد علیؓ
زیاران مخصوص او چند تن — بگفتند اے شمع آں انجمن

---

[1] ای معاملہ و قضیہ   [2] ابوبکرؓ و عمرؓ

درین کارِ خیر اولویت تراست — سکوتت درین خطبہ چندی چراست

رو از خدمتِ سیّدِ انبیاء[1] — بکن خواستگاری خیر النساء[2]

بپاسخ چنیں گفت یعسوبِ دیں — کہ دارم دو مانع براقدامِ ایں

نخست آنکہ شرم آیدم از نبی — دوم خامشم کردہ دستِ تہی

بگفتند یارانش ای شہر یار — تو در خاطرِ خویش ازینہا میار

ترا با نبی نسبتِ دیگر است — ازو آنچہ خواہی کنی درخور است

زدستِ تہی نیز برخود مپیچ — نخواہد رسولِ کریم از تو ہیچ

بہ ترغیب یاران[3] علی ولی — بروزِ دگر رفت نزدِ نبی

(حملہ حیدری از میرزا رفیع باذل، جلد اول
صلاا ج ۱ - ذکر خطبہ نمودن علی المرتضیٰ سیّد اوصیاء
و حضرت خیر النساء فاطمۃ الزہراء رضہ
تحت وقائع سال دوم مطبوعہ قدیم ۱۲۶۷ھ)

یہ چند حوالہ جات (امالی شیخ ابی جعفر طوسی و جلاء العیون و حملہ حیدری) سے مسئلہ خواستگاری و طلب نکاح سیّدہ فاطمہ رضہ کے متعلق ہم نے نقل کیے ہیں ان سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہو رہے ہیں :

---

[1] جواب — [2] بزرگ ترین

[3] قولہ "یارانِ علی" اس سے مراد حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ ہیں - جیسا کہ اُوپر سے مضمون کی روانگی آرہی ہے - ماقبل کے اشعار میں ابوبکر الصدیق اور عمر فاروق کا نام موجود ہے - کلام کی طوالت کی وجہ سے تمام اشعار نقل نہیں کیے جاسکے - (منہ)

(۱)

حضرت ابوبکر الصدیق رضہ اور حضرت عمر فاروق رضہ نے خواستگاری سیّدہ فاطمہ رضہ کے لیے حضرت علی رضہ کو سب سے پہلے مشورہ دیا جو ایک دوسرے کے حق میں خیر خواہی کی بیّن دلیل ہے -

(۲)

پھر شادی و نکاح میں سرمایہ کی عدم موجودگی حارج و عارض ہوئی ہے تو اس کے متعلق دونوں حضرات نے تسلی دلائی ہے کہ اِس چیز کی فکر نہ کریں - یہ چیز بھی بجائے خود نشانِ مودّت و دوستی ہے -

(۳)

یہ خیر خواہانہ مشورہ حضرت علی المرتضیٰ رضہ قبول کر کے اِس کارِ خیر کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں - یہ بھی باہمی اخلاص اور قدر دانی کی علامت ہے کیونکہ دشمنوں کے مشورے خواہ صحیح ہوں لائق تسلیم نہیں ہوتے -

(۴)

یہ جملہ کہ سکوتہا اقرارہا (یعنی سیّدہ رضہ کا خاموش ہو جانا اس کی رضامندی کی علامت ہے) اس میں بھی باریک نکتہ اور قابلِ غور مفہوم موجود ہے "لَمْ تَتَكَلَّمْ حَتّٰى مَاتَتْ" کے جواب کے تحت اس کو بیان کرنا مناسب ہوگا - فافہم

(۲)

سیدہ فاطمہؓ کی شادی کے سامان اور جہیز کی تیاری میں صدیقیؓ و عثمانیؓ خدمات

اس سے قبل خواستگاری وطلبِ نکاح کی آمادگی کا عنوان زیرِ بحث تھا۔ اس میں صِدّیقِ اکبرؓ و فاروقِ اعظمؓ کے خیرخواہانہ کردار و ہمدردانہ طرزِ عمل کو مدلّل طریق سے پیش کیا گیا۔ اب اس بابرکت نکاح و شادی کے لیے سامان خریدنے اور جہیز تیار کرنے کی تفصیلات کا عنوان پیشِ نظر ہے۔ اِس ضمن میں صِدّیقی خدمات و عثمانی عطیّات کا بیان خاص اہمیّت رکھتا ہے۔ امالی شیخ ابی جعفر الطوسی۔ مناقب خوارزمی۔ مناقب ابن شہر آشوب۔ کشف الغمہ علی بن عیسیٰ اربلی۔ بحار الانوار باقر مجلسی۔ جِلاء العُیون مجلسی وغیرہ شیعی کتب میں یہ بیان تفصیلاً مندرج ہے۔ مندرجہ کتب میں سے زیادہ معتبر کتاب "امالی" ہے پہلے ہم اسی کو زیرِ بحث لاتے ہیں۔ چنانچہ شیخ الطائفہ (الطوسی) امام معصوم علی المرتضیٰؓ سے روایت نقل کرتے ہیں۔

(۱)

"... قَالَ عَلِیٌّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ثُمَّ فَبِعِ الدِّرْعَ فَقُمْتُ فَبِعْتُہٗ وَاَخَذْتُ الثَّمَنَ وَدَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ فَسَکَبْتُ الدَّرَاھِمَ فِیْ حِجْرِہٖ فَلَمْ یَسْأَلْنِیْ کَمْ ھِیَ؟ وَلَا اَنَا اَخْبَرْتُہٗ ثُمَّ قَبَضَ قَبْضَۃً وَدَعَا بِلَالًا فَاَعْطَاہُ وَقَالَ اِبْتَعْ لِفَاطِمَۃَ طِیْبًا ثُمَّ قَبَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مِنَ الدَّرَاھِمِ بِکِلْتَا یَدَیْہِ فَاَعْطَاھَا اَبَا بَکْرٍ وَقَالَ اِبْتَعْ لِفَاطِمَۃَ مَا یُصْلِحُھَا مِنْ ثِیَابٍ وَاَثَاثِ الْبَیْتِ۔ اَرْدَفَہٗ بِعَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ وَبِعِدَّۃٍ مِنْ اَصْحَابِہٖ فَحَضَرُوا السُّوْقَ فَکَانُوْا یَعْرِضُوْنَ الشَّیْءَ مِمَّا یَصْلُحُ فَلَا یَشْتَرُوْنَہٗ حَتّٰی یَعْرِضُوْہُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَاِنِ اسْتَصْلَحَہٗ اِشْتَرَوْہُ فَکَانَ مِمَّا اشْتَرَوْہُ قَمِیْصٌ بِسَبْعَۃِ دَرَاھِمَ وَخِمَارٌ بِاَرْبَعَۃِ دَرَاھِمَ وَقَطِیْفَۃٌ سَوْدَاءُ خَیْبَرِیَّۃٌ۔ سَرِیْرٌ مُزَمَّلٌ بِشَرِیْطَۃٍ وَفِرَاشَیْنِ مِنْ خَیْشِ مِصْرَ حَشْوُ اَحَدِھِمَا لِیْفٌ وَحَشْوُ الْاٰخَرِ مِنْ جَزِّ الْغَنَمِ وَاَرْبَعُ مَرَافِقَ مِنْ اُدُمِ الطَّائِفِ حَشْوُھَا اِذْخَرٌ وَسِتْرٌ صُوْفٍ سِقَیٌ مِّنْ اُدُمٍ قَعْبٌ لِلَّبَنِ وَجَرَّۃٌ خَضْرَاءُ وَکِیْزَانُ خَزَفٍ حَتّٰی اِذَا اسْتَکْمَلَ الشِّرَاءَ حَمَلَ اَبُوْبَکْرٍ بَعْضَ الْمَتَاعِ وَحَمَلَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ (ص) الَّذِیْنَ کَانُوْا مَعَہُ الْبَاقِیَ فَلَمَّا عَرَضُوا الْمَتَاعَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ (ص) جَعَلَ یُقَلِّبُہٗ بِیَدِہٖ وَیَقُوْلُ بَارَکَ اللّٰہُ لِاَھْلِ الْبَیْتِ ..." (کتاب الامالی للشیخ ابی جعفر الطوسی ص ۳۹ ج ۱ مطبوعہ جدید نجف اشرف عراق)

روایتِ بالا کا ترجمہ مُلّا باقر مجلسی نے اپنی تصنیف "جلاء العیون" میں مندرجۂ ذیل عبارت میں کیا ہے۔ اس فارسی ترجمہ کو ہم اس مقام میں بطورِ تائید نقل کرتے ہیں۔ اِس کے بعد اس روایت کا خلاصہ اُردو میں پیش کیا جائے گا تاکہ قارئین صدیقی و مرتضوی مراسم و تعلقات سے رُوشناس ہو سکیں۔

(۲)

"شیخ طوسی بسند معتبر از حضرت صادق علیہ السّلام روایت کردہ است ..... امیر المومنین علیہ السّلام فرمود کہ حضرت رسولؐ مرا امر فرمود کہ یا علی برخیز و زرہ را بفروش پس برخاستم و زرہ را فروختم و قیمت آن گرفتم و بخدمت آنحضرتؐ آوردم۔ درہم ہا را در دامن آنحضرت ریختم۔ آنحضرتؐ

ازمن نہ پُرسید کہ چندست من نیز نگفتم۔ پس یک کف از آں زر گرفت۔
بلال را طلبید، باو داد و گفت از برائے فاطمہ بُوئے خوش بگیر۔ پس
دو کف از آں دراہم برگرفت با ابوبکر داد فرمود برو بہ بازار و از برائے
فاطمہ بگیر آنچہ اورا در کارست از جامہ و اثاث البیت۔ عمار بن یاسر و جمعی
از صحابہ را از پئے او فرستاد۔ ہمگی ببازار درآمدند ہر یک از ایشاں چیزے
را اختیار کردند با ابوبکر می نمودند و بمصلحت او می خریدند۔ پس پیراہنے خریدند
بہفت درہم .... و مقنعہ بچہار درہم .... و حصیرے و دستِ آسیائے
وظرفے برائے آب خوردن از پوست۔ و کاسۂ چوبیں از برائے شیر و مشکے
از برائے آب و سبوئے سبزے و کوزہا از سفال۔ چوں ہمہ اسباب خریدند
بعضے را ابوبکر برداشت و ہر یک از صحابہ بعضے را برداشتند بخدمت
حضرت رسولؐ آوردند۔ حضرتؐ ہر یک از انہا را بدست میگرفت و
ملاحظہ مے نمود و مے فرمود خداوندا مبارک گرداں ایں را براہل بیتِ من۔"

(جلاء العیون فارسی صفحہ ۱۲۶، بحث
تزویج سیدہ فاطمہ با علی المرتضےٰ)

(۳)

یہاں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ امالی شیخ طوسی کی روایت مندرجہ بالا
کو شیعوں کے مشہور فاضل محمد بن علی بن شہر آشوب مردی مازندرانی (متوفی ۵۸۸ھ) نے بھی
اپنی مشہور تصنیف "مناقب ابن شہر آشوب" میں بالاختصار درج کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"وَانْفَذَ عَمَّارًا وَّ اَبَا بَکْرٍ وَّ بِلَالًا لِابْتِیَاعِ مَا یُصْلِحُھَا وَکَانَ مِمَّا
اشْتَرَوْہُ قَمِیْصَۃٌ بِسَبْعَۃِ دَرَاھِمَ وَخِمَارٌ بِاَرْبَعَۃِ دَرَاھِمَ وَقَطِیْفَۃٌ
سَوْدَاءُ خَیْبَرِیَّۃٌ" (مناقب ابن شہر آشوب صفحہ ۲۰ ج ۲ طبع ہند فصل فی تزویجہا بعلیؑ)

حاصلِ کلام

مندرجہ بالا ہر سہ روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ رسولِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے حکم فرمایا کہ اُٹھو اور مصارفِ شادی کے لیے اپنی زرہ بیچ ڈالو۔ میں نے جا کر زرہ بیچ دی اور دام لا کر حضور (علیہ السلام) کے دامن میں ڈال دیئے۔ نہ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کتنے ہیں؟ اور نہ میں نے خود تبلایا کہ اتنے درہم ہیں۔ پھر آپؐ نے بلالؓ کو بلا کر ایک مٹھی بھر کر دی کہ فاطمہؓ کے لیے خوشبو خرید کر لاتے۔ پھر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دونوں ہاتھ بھر کر ابوبکرؓ کو دام دیئے کہ فاطمہؓ کے لیے مناسب کپڑے اور دیگر سامان جو درکار ہے وہ خرید کر لائیں۔ عمارؓ بن یاسر اور دیگر احباب کو ابوبکرؓ کے ساتھ روانہ کیا پھر سب حضرات بازار میں پہنچے۔ جس چیز کے خریدنے کا ارادہ کرتے تھے پہلے ابوبکرؓ کے سامنے پیش کرتے اگر وہ اس چیز کا خریدنا درست خیال کرتے تو اُسے خرید لیتے۔ پس انہوں نے جو چیزیں اُس وقت خریدیں وہ مندرجہ ذیل تھیں:۔

سات درہم کا ایک قمیص، چار درہم کی ایک اوڑھنی۔ ایک خیبری سیاہ چادر۔ ایک مُنی ہوئی چارپائی۔ بستر کے دو گدّے، ایک گدا کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا، دوسرے گدّے کی بھرائی بھیڑ کی اُون سے کی گئی تھی۔ ایک بالین تھا جس کی بھرائی اذخر (گھاس) سے کی ہوئی تھی ایک صوف کا کپڑا تھا۔ ایک چمڑے کا مشکیزہ تھا۔ دودھ کے لیے ایک لکڑی کا پیالہ تھا سبز قسم کا ایک گھڑا تھا، مٹی کے کوزے تھے۔ جب یہ تمام سامان خرید لیا گیا تو اس میں سے کچھ سامان خود ابوبکرؓ نے اُٹھایا۔ باقی چیزیں دوسرے احباب نے اٹھالیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں یہ سامان لا کر پیش کیا گیا۔ آپؐ نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لے کر ملاحظہ فرمایا اور دُعا کے لیے یہ کلمات ارشاد فرمائے "اللہ تعالیٰ اس میں اہلِ بیت کے لیے برکت عطا فرمائے۔"

اسی مضمون کی مزید وضاحت کے لیے ان حضرات کی کتب سے ہم ایک اور روایت نقل کرتے ہیں۔ اس میں اس چیز کی تفصیل آرہی ہے کہ حضرت علیؓ نے سامان جہیز کی خاطر اپنی

زرہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے یہ زرہ خرید کر قیمت ادا کر دی اور پھر یہی زرہ حضرت علیؓ کو واپس کر دی۔ اس ہمدردانہ طرزِ عمل پر حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے۔ سابقہ روایات میں یہ مفہوم مجمل طور پر آیا تھا، اس روایت نے اس اجمال کی تفصیل کر دی۔

ہم یہ روایت اخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ) کے "مناقب" سے درج کرتے ہیں۔

اسی روایت کو "کشف الغمہ" میں علی بن عیسیٰ اربلی (متوفی ۶۸۷ھ) نے پوری تفصیل سے من و عن نقل کیا ہے۔ پھر گیارھویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی نے اپنی کتاب "بحار الانوار" جلد دہم باب تزویج سیدہ فاطمہؓ" میں اس کا اندراج کیا ہے۔ ان ہر سہ حوالہ جات کو ہم یہاں ثبت کرتے ہیں۔ ہم نے براہِ راست کتبِ مذکورہ سے یہ حوالہ جات اخذ کیے ہیں۔ ان اقتباسات میں نقل در نقل کا شبہ نہ کیا جائے۔ صحتِ حوالہ کے ہم ذمہ دار ہیں۔

مناقبِ خوارزمی

(۱) قال علیٌ علیہ السلام واقبل علیَّ رسول اللہ (ص) فقال یا ابا الحسن انطلق الآن فبع درعک وائتنی بثمنها حتی اهیئ لک ولابنتی فاطمة ما یصلحکما قال علیٌ (ع) فاخذت درعی فانطلقت به الی السوق فبعته باربع مائة درهم سود هجریة من عثمان بن عفان فلما قبضت الدراهم منه وقبض الدرع منی قال یا ابا الحسن الست اولی بالدرع منک وانت اولی بالدراهم منی فقلت نعم قال فان هذا الدرع هدیة منی الیک قال فاخذت الدرع والدراهم واقبلت الی رسول اللہ (ص) فطرحت الدرع والدراهم بین یدیه واخبرته بما کان من امر عثمان فدعا له النبی (ص) بخیر ثم قبض رسول اللہ (ص) قبضة ودعا بابی بکر فدفعها الیه وقال یا ابا بکر اشتر بهذه الدراهم لابنتی ما یصلح لها فی بیتها وبعث معه سلمان الفارسی وبلال (بن رباح) لیعیناه علی حمل ما یشتری به قال ابوبکر وکانت الدراهم التی دفعها الیّ ثلاثة وستین درهما قال فانطلقت الی السوق فاشتریت فراشا من خیش مصر محشوا بالصوف ونطعا من ادم ووسادة من ادم حشوها لیف النخل وعباءة خیبریة وقربة للماء ... وکیزانا وجرارا ومطهرة للماء وستر صوف رقیق وحملت انا بعضه وسلمان بعضه وبلال بعضه واقبلنا به فوضعناه بین یدی رسول اللہ (ص)"

(مناقب لاخطب خوارزم (متوفی ۵۶۸ھ) الفصل العشرون فی تزویج رسول اللہ صلعم فاطمہ ص ۲۵۲ و ص ۲۵۳ مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق۔ سنِ طباعت ہذا ۱۹۶۵ء / ۱۳۸۵ھ)

کشف الغمہ

(۲) بعینہٖ و بلفظہٖ یہی روایت "کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" باب ذکر تزویجہ بسیدۃ النساء جلد اول ص ۴۸۵ و ص ۴۸۶ طبع جدید تہران میں منقول و مندرج ہے۔ یہ علی بن عیسیٰ اربلی (متوفی ۶۸۷ھ) کی تصنیف ہے۔ تین جلدیں بمع ترجمہ فارسی ۱۳۸۱ھ میں طبع ہو کر ایران سے آئی ہیں۔

"بحار الانوار"

(۳) نیز یہی روایت ٹھیک طریقہ سے ملا محمد باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد عاشر باب تزویجہا لعلیؑ ص ۳۹-۴۰ قدیم طبع ایران میں نقل کی ہے۔ بحث مذکور ملاحظہ فرما کر اطمینان حاصل کیا جا سکتا ہے۔

مفہوم روایت ہذا

حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ (ع) کہتے ہیں کہ رسولِ خدا نے میری طرف متوجہ ہو کر

مجھے حکم فرمایا کہ جا کر اپنی زرہ بیچ ڈالیے اور دام (جو حاصل ہوں) وہ میرے پاس لائیے تاکہ تمہارے اور فاطمہؓ کے لیے جو ضرورت کی چیزیں ہوں ان کی تیاری کی جاتے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں میں نے زرہ اٹھالی اور بازار (مدینہ میں) چلا گیا۔ یہ زرہ میں نے عثمانؓ بن عفان کے ہاتھ چار صد درہم میں فروخت کردی۔ جب میں نے یہ دام لے لیے اور عثمانؓ نے زرہ اپنے قبضہ میں لے لی۔ اس وقت عثمانؓ بن عفان نے مجھے کہا کہ اب زرہ ہذا کا میں آپ سے زیادہ حقدار ہوں اور ان دراہم کے آپ مجھ سے زیادہ حقدار ہو گئے۔ میں نے کہا بالکل ٹھیک ہے۔ اس پر عثمانؓ بولے تو یہ زرہ میری طرف سے آپ کے لیے ہدیہ ہے (آپ ہی لے جائیں) حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے زرہ اور دراہم دونوں چیزیں لے لیں حضرت رسولِ کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ دونوں چیزیں (زرہ اور دراہم) آپ کے سامنے رکھ دیں اور سارا واقعہ حضرت کی خدمت میں بیان کیا۔ حضورؐ نے عثمانؓ کے حق میں دعائے خیر کے کلمات فرمائے۔ پھر ابوبکرؓ کو بلا کر ان دراہم سے ایک مٹھی بھر کر عنایت فرمائی اور فرمایا کہ ان داموں کے عوض فاطمہ کے لیے خانگی ضرورت کی اشیاء خرید کر لاؤ اور سلمان فارسیؓ اور بلالؓ کو ابوبکرؓ کے ساتھ روانہ کیا کہ خرید شدہ چیزوں کو اٹھا کر لانے میں ان کی مدد کریں۔ ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ آپ نے جو دام مجھے عنایت فرمائے وہ ۶۳ تھے۔ پھر میں نے بازار جا کر مندرجہ اشیاء خریدیں۔ ایک مصری بچھونا۔ ایک چمڑے کا گدا۔ ایک چمڑے کا بالین جو کھجور کی چھال سے پُر تھا۔ ایک خیبری قسم کی چادر۔ پانی کے لیے ایک مشکیزہ۔ کوزے۔ گھڑے۔ وضو کے پانی کے لیے ایک برتن۔ صوف کا ایک باریک کپڑا۔ ابوبکرؓ کہتے ہیں: یہ سامان کچھ میں نے خود اٹھا لیا، کچھ سلمانؓ اور بلالؓ نے اٹھا لیا اور سب لا کر حضرت رسولِ خدا کی خدمت میں پیش کر دیا۔"

یہاں چند چیزیں توجہ کے قابل ہیں۔ ناظرین کرام التفات فرمائیں:-

(۱)

مندرجہ بالا ہر سہ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ جہیز سیدہؓ کے لیے جو سامان خریدا گیا اس کی قیمت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضرت علیؓ کو بطور ہدیہ و تحفہ پیش کر دی تھی۔ اس ایثار و ہمدردی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر حضرت عثمانؓ کو دعا دی اور ان کے حق میں برکت کے کلمات فرمائے۔ اس رقم سے شادی کے تمام اخراجات پورے ہوئے حضرت عثمانؓ اور حضرت علی المرتضیٰ کے مابین اُلفت و محبت کا یہ زبردست ثبوت ہے جہاں باہم کدورت و نفرت ہو وہاں ایسی قربانی نہیں ہو سکتی۔ نیز ان روایات میں حضرت ابوبکرؓ کی خدمات خریداری سامان کے سلسلہ میں اظہر من الشمس ہیں۔ ان سے کون انکار کر سکتا ہے؟

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ جن کتابوں سے ہم نے حوالہ جات نقل کیے ہیں وہ سب شیعی علماء میں معتبر و متداول ہیں۔ ان کے اعتماد میں کچھ شبہ نہیں۔ البتہ "مناقب اخطب خوارزم" کی روایت میں اگر یہ حضرات کلام کریں تو شاید عوام اور ناواقف لوگوں کے سامنے ایسی بات کہہ دیں جس میں اشتباہ ہونے لگے ورنہ اہلِ سنت کے واقف کار علماء کے ہاں اخطب خوارزم کا تشیع مسلمات میں سے ہے۔ نیز صاحب کشف الغمہ و صاحب بحار الانوار جیسے جید شیعی علماء کا بغیر کسی نقد و جرح کے ان واقعات کو قبول کر لینا اور اپنی تصنیفات میں بغیر ردّ و کد کے درج کرنا اس امر کا ثبوت ہے کہ شیعہ دنیا میں یہ روایات درست تصور ہوتی ہیں۔ عوام کے لیے یہاں اتنا عرض کرنا کافی ہے۔ البتہ ان اہلِ علم حضرات کی توجہ کے لیے جن کو ادھر التفات نہیں اس مقام پر ایک حاشیہ پیش کرنا مناسب ہے اس حاشیہ میں اخطب خوارزم کی وہ پوزیشن ذکر ہوگی جو اہلِ سنت کے ہاں معتبر ہے۔

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۵۴

اَخطَب خوارزم کا درجۂ اعتماد

اِس شخص کا نام دو طرح سے کتبِ تراجم میں پایا جاتا ہے: موفق بن احمد بن سعید ابو المؤید یا احمد بن محمد موفق الدین الاخطب خوارزم (المتوفی ۵۶۸ھ یا ۵۷۱ھ وغیرہ) علاقہ خوارزم کا مشہور عالم ہے۔

ہم کو جب تک اس کی یہ تصنیف لطیف (یعنی "مناقب خوارزم") دستیاب نہیں ہوئی تھی اس وقت تک ہم حافظ ابن تیمیہؒ حرانی و شاہ عبد العزیز دہلویؒ وغیرہما کی تحقیق پر اعتماد کرتے ہوئے اخطب کا شیعہ ہونا یقین کرتے تھے۔ اب جبکہ یہ کتاب (مناقبِ خوارزمی) حاصل ہو گئی ہے اور مطالعہ کا موقع مل گیا ہے تو یہ امر درجۂ حق الیقین تک پہنچ گیا ہے کہ صاحبِ تصنیف ہذا خالص شیعی غالی ہے اس بزرگ کو اہل السنۃ والجماعۃ میں وہی شخص شمار کر سکتا ہے جو اس کی تصنیفات سے بے خبر ہے اور اس کے تلوّنِ طبع کی گوناگوں تصاویر سے ناآشنا ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ جلد سوم ص ۱۰ میں اس اخطب خوارزم میں لکھا ہے کہ

"هذا له مصنف فی هذا الباب فيه من الاحاديث المكذوبة ما لا يخفى كذبه على من له ادنى معرفة بالحديث فضلا عن علماء الحديث وليس هو من علماء الحديث ولا ممن يرجع اليه فی هذا الشان البتة"

یعنی فضائل و مناقب میں اس کی ایک تصنیف ہے جس میں جعلی روایات ہیں جس کو فنِ حدیث کا علم ہے اس پر ان کا جھوٹا ہونا مخفی ۔۔۔ یہ شخص نہ علماء حدیث سے ہے نہ ان لوگوں میں ہے جن کی طرف اس باب میں رجوع کیا جاتا ہے"

اور شاہ عبد العزیزؒ نے "تحفہ اثنا عشریہ" کے متعدد مقامات میں اس بزرگ کے بارہ میں اپنی

رائے لکھی ہے۔ چند مقامات بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں

(۱) "تحفہ" میں دوازدہ[۱۲] احادیثِ امامت میں سے حدیث ہفتم کے تحت اس کے حق میں فرمایا ہے کہ:

".... اخطب خوارزم از غلاۃ زیدیہ است ..... و محدثین اہل السنۃ اجماع دارند کہ روایات اخطب زیدی ہمہ از مجاہیل و ضعفاء است و بسیارے از روایات او منکر و موضوع و ہرگز فقہائے اہل السنۃ بر روایات او احتجاج نہ نمایند"

(تحفہ اثنا عشریہ، بحث امامۃ)

(۲) "تحفہ" ہشتاد و یکم کید کے تحت فرماتے ہیں کہ "آنکہ بعضے روایات موافقِ مذہب خود از کتاب مردے نقل کنند کہ در خیال مردم از اہل سنت می ماند حالانکہ فی الواقعہ چنیں نیست۔ چنانچہ ابن عقدہ کہ جارودی رافضی بود و ابن قتیبہ (یعنی صاحب الامامۃ والسیاسۃ) کہ شیعی غلیظ بود و اخطب خوارزم کہ زیدی غالی بود الخ"

(تحفہ اثنا عشریہ تحت کید ۸۱)

(۳) تحفہ کید بست و سوم میں بیان فرمایا ہے کہ شیعہ علماء مندرجہ ذیل مصنفین و علماء کو سنی قرار دے کر ان کی مرویات کو نقل کر کے اہلِ سنت کے سامنے پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ چیز واقع کے خلاف ہے۔ یہ اہلِ سنت علماء سے نہیں ہیں۔ مثلاً زمخشری صاحب کشاف و صاحب ربیع الابرار کہ تفضیلی و معتزلی ست و اخطب خوارزم کہ زیدی غالی ست۔ و ابن قتیبہ ..... کہ رافضی مفرط ست و ابن ابی الحدید شارح نہج البلاغہ کہ تشیع را با اعتزال جمع نمود و ہشام کلبی مفسر کہ رافضی غالی ست و ہمچنیں مسعودی صاحب مروج الذہب و ابو الفرج اصفہانی صاحب کتاب الاغانی وعلیٰ ہذا القیاس الخ (تحفہ اثنا عشریہ کید ۲۳)

حافظ ابن تیمیہؒ اور شاہ عبد العزیزؒ دہلوی کی تصریحات کے بعد اب خود اس کی تصنیف (مناقبِ خوارزمی) مطبوعہ نجف اشرف عراق سے اس کا مخصوص مذہب ناظرین کے پیش خدمت ہے۔

(۱)

اِس ضمن میں ایک چیز لائقِ توجہ ہے کہ کتاب کے صفحۂ اوّل کے نشانات مذہب مخصوص کے مؤیّد معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ کتاب کا مقدمہ اور حواشی ایک شیعی فاضل محمد رضا موسوی خراسانی نے مُرتّب کیے ہیں اور مقدّمہ میں مُصنّف کی بڑی توثیق و تصدیق کی ہے اور کتاب کے طابع و ناشر محمد کاظم شیعہ و محمد صادق شیعہ (مالکان مطبع حیدریہ و مکتبہ حیدریہ) نجف اشرف عراق کے ہیں۔ سنِ طباعت ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء) ٹائیٹل پر درج ہے۔

اِن مندرجات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کتاب ان کے محبوب مقصد کے موافق ہے اسی بنا پر ان کے علماء اور تاجروں نے بڑی محنت سے بارِ دوم شائع کی ہے پہلی بار یہ کتاب ایران میں ۱۳۱۳ھ میں شائع کی گئی تھی۔ اور اب مصلحت کی خاطر ٹائیٹل پر مُصنّف کے نام کے ساتھ المکی الحنفی درج فرمایا ہے۔

(۲)

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ کتاب کے مقدمہ میں اخطب خوارزمی کی تصنیفات کی ایک فہرست دی گئی ہے وہ قابلِ دید و شنید ہے۔ (۱) پہلی کتاب "فضائلِ امیر المؤمنین علیہ السّلام المسمّٰی بالمناقب"۔ (۲) کتاب الاربعین فی مناقب النبی الامین و وصیّہ امیر المؤمنین۔ (۳) کتاب قضایا امیر المؤمنین علیہ السّلام (۴) کتاب ردّ الشمس لامیر المؤمنین علیہ السّلام۔ (۵) کتاب مقتل امیر المؤمنین علیہ السّلام (۶) کتاب مقتل امام حسین علیہ السّلام وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس نوع کی تصنیفات اور اس مطلب کی تالیفات ان بزرگوں کے ہی مقاصدِ زندگی میں داخل ہیں۔ سُنّی علماء کا یہ ذوقِ تصنیف نہیں ہے البتہ ایک کتاب (مناقب امام ابی حنیفہؒ) کے نام سے ان "تالیفات اخطب" میں شمار کی گئی ہے جو دائرۃ المعارف دکن سے شائع ہوئی ہے اس کے متعلق ہم عنقریب عرض کریں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ)

تیسری گذارش اِس ضمن میں یہ ہے کہ اس کتاب کی مرویات شیعہ نقطۂ نظر کے موافق فراہم کی گئی ہیں بطورِ نمونہ دو ایک روایتیں ہم ناظرین کی ضیافتِ طبع کی خاطر نقل کرتے ہیں (القلیل یدلّ علی الکثیر) کے اعتبار سے یہی کافی ہونگی۔

(۱)۔ (طویل سند کے ساتھ) ابنِ عباس سے مرفوعًا مذکور ہے:

"عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان الغیاض اقلام والبحر مداد والجن حسّاب والانس کتّاب ما احصوا فضائل علی علیہ السلام (ترجمہ) ابنِ عباسؓ کہتے ہیں حضور علیہ السّلام نے فرمایا کہ درخت قلمیں ہوں اور سمندر سیاہی ہوں، تمام جنّ شمار کرنے والے ہوں، تمام انسان لکھنے والے ہوں، علی بن ابی طالب کے مناقب شمار نہ کرسکیں گے۔" (مناقب خوارزمی صہ۲ ذکر فضائل علی المرتضیٰؓ)

(۲) (عریض سند کے بعد) عن عبد اللہ بن مسعودؓ قال قال رسول اللہ (ص) یا عبد اللہ اتانی ملک فقال یا محمد سل من ارسلنا من قبلک من رسلنا علی ما بعثوا؟ قال قلت علی ما بعثوا؟ قال علی ولایتک وولایۃ علی بن ابی طالب" (ترجمہ) ابن مسعودؓ کو حضور علیہ السّلام نے فرمایا اے عبد اللہ میرے پاس خدا کا فرشتہ آیا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ میں سوال کروں کہ تمام انبیاء سابقین کس بنا پر مبعوث کیے گئے؟ اور کس کی خاطر ان کی بعثت ہوئی؟ تو میں نے اس چیز کو دریافت کیا (قدرت کی طرف سے) جواب ملا ہے کہ تمام رُسل اور نبی تیری ولایت اور علی بن ابی طالب کی ولایت پر مبعوث کیے گئے۔"

(مناقب خوارزمی صہ۲۲۱ فصل تاسع و عشر فی فضائل شتّی)

روایاتِ ہٰذا ملاحظہ فرماکر خود فیصلہ صادر فرمائیں کہ اخطب خوارزم شیعی تھا یا نہیں۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ مناقب امام اعظمؒ کے نام سے ان کی ایک ضخیم تصنیف دو جلدوں میں حیدر آباد دکن سے شائع ہوئی ہے اس کے متعلق تھوڑی سی تفصیل درکار ہے اس کے معلوم کرلینے کے بعد پھر یہ مسئلہ خوش اسلوبی سے واضح ہوجائے گا کوئی شک و شبہ باقی نہ رہے گا۔ عرض یہ ہے

کہ اس نوع کی تصنیفات اور اِس قسم کے "مُصنّفین" کے متعلق عام طور پر پانچ صورتیں پیش آیا کرتی ہیں اکابر علماء کی تصریحات کی روشنی میں ہم یہاں اس کا اجمالی نقشہ سامنے لاتے ہیں۔

اوّل یہ صورت ہوتی ہے کہ ایک مُسلّم سُنّی عالم دین کے نام پر بعض تصانیف چسپاں کردی جاتی ہیں۔ درحقیقت وہ اُن کی تصنیف نہیں ہوتی۔ مثلاً کتاب "سرّ العالمین" امام غزالیؒ کی طرف منسوب ہے حالانکہ یہ ان کی تصنیف نہیں۔

دوم یہ صورت ہوتی ہے کہ ایک عالم فاضل معتبر ہوتا ہے پھر اس کا ہمنام ایک دوسرا شخص غیر معتبر، غیر معتمد اور غیر مستند ہوتا ہے۔ اس تشابہ اسمی کی وجہ سے اس غیر مقبول شخص کی تصنیف مقبول و معتبر عالم کی طرف منسوب کرکے چلادی جاتی ہے۔ لوگ اِس تشابہ و اختلاطِ اسم کی بنا پر غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں۔ مثلاً ابنِ قُتَیبَہ (صاحبِ "کتاب المعارف") اچھا عالم ہے "ادب الکاتب" اس کی تصنیف ہے۔ لیکن کتاب "الامامۃ والسیاسۃ" اس کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ حالانکہ "الامامۃ والسیاسۃ" کا مُصنّف ابنِ قتیبہ خالص شیعہ ہے۔ الامامۃ والسیاسۃ میں صحابہ کرامؓ کے حق میں اس نے سخت جرح و تنقیص کی چیزیں فراہم کرڈالی ہیں ظاہر ہے کہ پہلے ابنِ قتیبہ کی یہ تصنیف نہیں۔

سوم، صورت یہ پائی جاتی ہے کہ تصنیف بھی صحیح ہوتی ہے اور مُصنّف بھی درست ہوتا ہے لیکن اس کی تصنیف میں تدسیس و تخلیط کردی جاتی ہے جیسے شیخ اکبر ابنِ عربیؒ کی تصانیف۔ (شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ نے اِس چیز کو کتاب الیواقیت والجواہر کی الفصل الاوّل میں ابتدائے کتاب میں بیان کیا ہے) اور شیخ سید جمال الدین کی روضۃ الاحباب کے متعلق شاہ عبدالعزیزؒ نے کتاب عجالۂ نافعہ ص۱۸ طبع مجتبائی دہلی میں تحت اصطلاح "جامع" اِس چیز کو بیان کیا ہے)۔

چہارم، یہ صورت پیش آتی ہے کہ صاحب تصنیف حاطب اللّیل کے درجہ میں ہوتا ہے رطب و یابس ہر طرح کا مواد جمع کردیتا ہے۔ صحیح و سقیم ضعیف و قوی ہر قسم کا مال فراہم کرتا ہے مثلاً "مسند الفردوس" دیلمی و بعض تصانیف ابنِ عساکر، و صاحب "معارج النُّبُوّۃ" وغیرہ۔

پنجم، اس طرح ہوتا ہے کہ صاحب تصنیف متلون طبع بزرگ ہے سُنیوں میں سنی شیعوں میں شیعہ۔ جیسے سبطِ ابن جوزی (اپنی "تصانیف اور روایات کے اعتبار سے) اور جیسے واعظ کاشفی صاحبِ "روضۃ الشہداء"۔ اور جیسے میر خواند صاحب "روضۃ الصفا" وغیرہ۔ یا پھر مخلص شیعہ ہے لیکن عام لوگوں کو اس کے تشیّع کا علم نہیں ہوتا، لوگ اسے سُنّی سمجھے ہوئے ہیں۔ مثلاً شیخ محمد بن یوسف گنجی صاحبِ "کفایۃ الطالب" اور شیخ سلیمان قندوزی بلخی، صاحبِ "ینابیع المودّۃ" اور احمد بن اعثم کوفی۔ صاحب "تاریخ اعثم کوفی" اور مسعودی صاحبِ "مروج الذہب"۔ اور ابنِ عبد ربہ، صاحب "عقد الفرید" وغیرہ۔

ان معروضات کے بعد اہلِ علم حضرات خود فیصلہ فرما سکتے ہیں کہ یا تو تشابہ اسمی اور اختلاطِ نام کی صورت یہاں کارفرما ہے۔ یعنی مناقب امام ابی حنیفہؒ کے مُصنّف ایک سُنّی عالم ہیں (جیساکہ ہماری بعض تراجم کی کتابوں میں اِس اخطب خوارزم کی تعدیل و توثیق موجود ہے) اُس کا نام اور اِس صاحب "مناقبِ خوارزمی" کا نام اتفاقاً متحد و مشترک ہے۔ یا پھر کسی شیعہ بزرگ نے یہ مرغوب تالیف فرما کر اس سُنّی عالم کے نام منسوب کردی ہے، ان دونوں باتوں سے خالی نہیں ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ "مناقبِ خوارزمی" کے مؤلف کے تشیّع و رفض میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ ۱۲ (منہ)

---

(۳)

سیدہ فاطمہؓ کے نکاح کی مجلس میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کا شامل ہونا اور نکاح ہذا کا گواہ بننا

اس سے قبل عنوان میں اس مبارک شادی کے لیے جہیز کی خریداری و فراہمی کا ذکر تھا اس ضمن میں صدیقیؓ و عثمانی خدمات کا بیان ہوا ہے۔ اب یہاں تیسرا عنوان قائم کیا جاتا ہے۔ اس میں سیدنا ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ و حضرت عثمان غنیؓ کو نکاح ہذا کی بابرکت مجلس میں مدعو کر کے شامل کیا گیا ہے اور ان کو اس نکاح کا شاہد و گواہ بنایا گیا ہے۔ یہ چیز باہمی اخلاص اور رفاقت کا بیّن ثبوت ہے۔

اس عنوان کے اثبات کے لیے متعدد روایات شیعہ و سنی کتب میں موجود ہیں پہلے شیعی کتب سے دو قسم کی روایات درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بعد اہل سنت کی کتابوں سے تائید کے طور پر کچھ روایات ذکر کر دی جائیں گی۔

قسم اول

(۱) مناقب خوارزمی باب تزویج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمہؓ لعلیؓ ص۲۵۱، ۲۵۲ میں روایت مذکور ہے کہ:

قَالَ عَلِیٌّ خَرَجْتُ مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَاَنَا لَا اَعْقِلُ فَرَحًا وَّسُرُوْرًا فَاسْتَقْبَلَنِیْ اَبُوْبَكْرٍ وَّعُمَرُ وَقَالَا لِیْ مَا وَرَاءَكَ؟ فَقُلْتُ زَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِبْنَتَهٗ فَاطِمَةَ وَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ زَوَّجَنِيْهَا مِنَ السَّمَآءِ وَهٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) خَارِجٌ فِیْ اَثَرِیْ لِيُظْهِرَ ذٰلِكَ بِحَضْرَةٍ مِّنَ النَّاسِ فَفَرِحَا بِذٰلِكَ

فَرَحًا شَدِيْدًا وَرَجَعَا مَعِیْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَمَا تَوَسَّطْنَاهُ حَتّٰى لَحِقَ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِنَّ وَجْهَهٗ لَيَتَهَلَّلُ سُرُوْرًا وَفَرَحًا. فَقَالَ يَا بِلَالُ! فَاَجَابَهٗ فَقَالَ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِجْمَعْ اِلَيَّ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارَ فَجَمَعَهُمْ ثُمَّ رَقِیَ دَرَجَةً مِّنَ الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِيْنَ اِنَّ جِبْرَئِيْلَ اَتَانِیْ اٰنِفًا فَاَخْبَرَنِیْ عَنْ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ اَنَّهٗ جَمَعَ الْمَلَائِكَةَ عِنْدَ الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَاَنَّهٗ اَشْهَدَهُمْ جَمِيْعًا اَنَّهٗ زَوَّجَ اَمَتَهٗ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلعم) مِنْ عَبْدِهٖ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَاَمَرَنِیْ اَنْ اُزَوِّجَهٗ فِی الْاَرْضِ وَاُشْهِدُكُمْ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(۱) المناقب للخوارزمی ص ۲۵۱-۲۵۲ - (۲) کشف الغمہ للاربلی طبع جدید ص ۳۶۳-۳۶۴ جلد اول - باب تزویجہ لسیدۃ النساء۔

(۳) بحار الانوار، ملا باقر مجلسی جلد عاشر ص ۳۸-۳۹ - ج ۱۰ - باب تزویجہا۔

ان تین کتابوں کے باب تزویج سیدہ فاطمہؓ میں روایت ہذا کو شیعی علماء نے من وعن درج کیا ہے۔ اس کا حاصل ترجمہ پیش خدمت ہے حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح فاطمہؓ کی گفتگو کرنے کے بعد، میں جب حضور علیہ السلام کے گھر سے باہر آیا تو فرحت و مسرت سے میں مسرور تھا سامنے سے ابوبکرؓ و عمر بن الخطاب آ رہے تھے ان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کیا بات ہے؟ تو میں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی ہے کہ آسمانوں پر اللہ نے میرا نکاح فاطمہؓ کے ساتھ کر دیا ہے اور اب حضورؐ گھر سے باہر تشریف لا کر تمام لوگوں کے سامنے اس نکاح کا اعلان فرمانے والے ہیں۔ یہ خبر سن کر ابوبکرؓ اور عمرؓ نہایت خوش ہوئے اور میرے ساتھ ہو کر اسی وقت مسجد نبوی میں آ گئے۔ ابھی درمیان مسجد میں نہ پہنچے تھے کہ نبی کریم صلعم بھی انبساط و نشاط کی حالت میں پیچھے سے آ پہنچے حضورؐ کا چہرہ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔ پھر بلالؓ کو بلا کر فرمایا کہ مہاجرین وانصار کو

جمع کرلاؤ۔ بلالؓ نے اس پر عمل کیا۔ یہ حضرات جب جمع ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر
تشریف لائے۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے مسلمانو! جبریلؑ میرے پاس ابھی آئے ہیں انہوں نے
اطلاع دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المعمور کے پاس تمام فرشتوں کو جمع کر کے اس بات کا شاہد
و گواہ بنایا ہے کہ میں نے فاطمہؓ بنتِ رسول کا اپنے بندے علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ نکاح
کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہؓ کا علیؓ کے ساتھ زمین میں نکاح کر
دوں اور اس نکاح پر تم سب کو شاہد اور گواہ بناؤں۔"

(۴)

اسی روایت کو ملا باقر نے اپنی تصنیف "جلاء العیون" بحث تزویج فاطمہ با علی المرتضیٰ میں
چند چیزوں کے اضافہ کے ساتھ درج کیا ہے۔ اضافہ جات ساتھ ملانے کا مقصد یہ ہے کہ واقعہ ہذا
سے جو ان حضرات کا باہمی اخلاص اور دوستی اور آشنائی ثابت ہو رہی ہے وہ داغدار ہو جائے
تاہم اس روایت کو ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لیے ملا باقر کے الفاظ میں فارسی ترجمہ کی صورت
میں پیش کیا جاتا ہے:

" در سائر کتب عامہ و خاصہ روایت کردہ اند (نبی کریم فرمود) اے ابوالحسن!
بیرون رو کہ من از عقب تو مے آیم بسوئے مسجد و در حضور مردم فاطمہ را بتو
تزویج می نمایم و از فضیلت تو ذکر خواہم کرد۔ آنچہ باعث روشنئ دیدۂ تو و
دوستان تو گردد در دنیا و آخرت حضرت امیر المومنین فرمود کہ من از خدمت
حضرت بیرون آمدہ بسرعت متوجہ مسجد شدم و مرا چنداں فرح و شادی او داد
بود کہ وصف نتوانم کرد۔ چوں ابوبکرؓ و عمرؓ آں حضرت را برائے امتحان فرستادہ
بودند و انتظار بیروں آمدن آں حضرت را میکشیدند سر راہ بر آں حضرت گرفتہ
پرسیدند کہ چہ خبر داری۔ حضرت فرمود کہ حضرت رسولؐ دختر خود فاطمہ۔ بمن
تزویج کرد۔ مرا خبر داد کہ حق تعالیٰ در آسمان فاطمہ را بمن تزویج نمودہ است

اینک حضرت رسولؐ بیروں می آید کہ در حضور مردم فاطمہ را بمن تزویج کند۔
چوں ایشاں آں خبر را شنیدند بظاہر فرح و شادی کردند و بہ مسجد برگشتند و حضرت
امیر فرمود کہ ما ہنوز بمیانِ مسجد نرسیدہ بودیم کہ حضرت رسول بما ملحق شد و از
روئے مبارکش اثر خرمی و شادی ظاہر بود و بلال را امر فرمود کہ ندا کند مہاجر و
انصار را کہ جمع شوند، چوں جمع شدند بر یک پایۂ منبر بالا رفت حمد و ثناءِ حق ادا کرد
و فرمود کہ اے گروہ مسلماناں دریں زودی جبریل نزد من آمد و خبر داد مرا کہ پروردگار
من ملائکہ را نزد بیت المعمور جمع کرد و ہمہ را گواہ گرفت بر آنکہ تزویج کرد کنیز خود
فاطمہؓ دختر رسول را بہ بندۂ خود علی بن ابی طالب و مرا پروردگار امر کرد کہ فاطمہؓ
را با و تزویج نمائیم در زمین و شما را گواہ می گیریم بریں۔"

(جلاء العیون" ص۱۲۵ باب تزویج سیدہ با علی المرتضیٰؓ طبع ایران
از ملا محمد باقر مجلسی مجتہد العصر۔ یعنی مجتہد صدی یازدہم")

قسم دوم

عنوان بالا کے اثبات کے لیے چار عدد مشہور شیعی تصانیف سے مذکورہ روایت
پیش کی گئی ہے۔ اب اس عنوان کے ثابت کرنے کی خاطر دوسری قسم کی روایت شیعہ احباب
کی مسلمہ تصانیف سے نقل کی جاتی ہے۔

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ از علی بن عیسیٰ الاربلی (متوفی ۶۸۷ھ) فصل ذکر تزویجہ
لسیدۃ النساء میں لکھا ہے کہ:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ کُنْتُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَغَشِیَہُ الْوَحْیُ
فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ لِیْ یَا اَنَسُ اَتَدْرِیْ مَا جَاءَنِیْ بِہٖ جِبْرَئِیْلُ مِنْ عِنْدِ صَاحِبِ
الْعَرْشِ؟ قَالَ قُلْتُ اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ اَمَرَنِیْ اَنْ اُزَوِّجَ
فَاطِمَۃَ مِنْ عَلِیٍّ فَانْطَلِقْ فَادْعُ لِیْ اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیًّا وَطَلْحَۃَ

وَالزُّبَیْرِ وَبِعَدَدِهِمْ مِنَ الْاَنْصَارِ قَالَ فَانْطَلَقْتُ فَدَعَوْتُهُمْ لَهٗ فَلَمَّا اَنْ اَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الخ (یہ خطبہ طویل چلا گیا ہے) . . . ثُمَّ اِنِّیْ اُشْهِدُكُمْ اِنِّیْ قَدْ زَوَّجْتُ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِیٍّ عَلٰی اَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ الخ "

(کتاب کشف الغمۃ للاربلی ص ۴۷۱ - ۴۷۲ جلد اول
طبع جدید - باب ذکر تزویج فاطمہؓ" - تہران)

(۲) یہی روایت کتاب بحار الانوار ملا باقر مجلسی باب تزویجہا ص ۳۷ - ۳۸ - جلد عاشر میں بغیر کسی نقد و جرح کے مندرج ہے۔

(۳) یہ روایت مناقب خوارزمی صـ۲۴۲ الفصل العشرون فی تزویج رسول اللہ صلعم فاطمہؓ میں بھی باسند درج ہے۔

روایت ہٰذا کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کی خدمت میں موجود تھا۔ نبی کریم صلعم پر وحی نازل ہوئی۔ نزولِ وحی کے بعد حضور علیہ السلام نے مجھے ارشاد فرمایا کہ اے انس تو جانتا ہے کہ صاحب العرش کی طرف سے جبرئیل کیا پیغام لایا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ فاطمہؓ کو علی بن ابی طالب کے ساتھ تزویج کر دوں پس جاؤ میرے پاس ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و طلحہؓ و زبیرؓ کو بلا کر لاؤ۔ اور اتنی ہی تعداد میں انصار کو بھی بلاؤ۔ انس کہتے ہیں کہ میں چلا گیا اور ان سب حضرات کو حضور علیہ السلام کے پاس بُلا کر لایا۔ جب حضورؐ کی خدمت میں یہ سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو حضور علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ الحمد للہ الخ (اس خطبہ میں حمد و ثنا اور نکاح کی اہمیت بیان فرمائی) پھر فرمایا کہ میں سب حاضرین مجلس کو اس چیز کا گواہ اور شاہد قرار دیتا ہوں کہ میں نے فاطمہؓ کا علی بن ابی طالب کے ساتھ چار صد مثقال مہر کے عوض نکاح کر دیا ہے۔"

مذکورہ بالا روایات سے یہ چیز ثابت ہو رہی ہے کہ:-

(۱) سیدنا ابوبکر الصدیقؓ، سیدنا عمرؓ بن الخطاب، سیدنا عثمان غنیؓ کو سیدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے نکاح کی مجلس میں مدعو کر کے شامل کیا گیا۔

(۲) یہ حضرات ثلاثہؓ بمع دیگر صحابہ کرام اس بابرکت نکاح کے گواہ اور شاہد قرار دیئے گئے۔ یہ دونوں چیزیں باہمی ارتباط و اتفاق و اتحاد کی درخشندہ نشانیاں ہیں۔

جن لوگوں کے ساتھ کشیدگی اور رنجیدگی اور عداوۃ ہو ان کو اپنی خصوصی تقریبات میں شامل رکھنا ہرگز گوارا نہیں ہوا کرتا۔

اہل السنۃ کی کتابوں سے عنوانِ بالا کی تائید ملاحظہ ہو

یہاں اہل السنۃ کی کتابوں سے اس مسئلہ کی تائید کے لیے چند حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں تاکہ مسئلہ ہٰذا پوری طرح روشن ہو جائے۔

(۱) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یَا اَنَسُ اخْرُجْ، اُدْعُ لِیْ اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَ سَعْدَ بْنَ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَیْرَ وَبِعِدَّةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ، قَالَ فَدَعَوْتُهُمْ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا عِنْدَهٗ كُلُّهُمْ وَاَخَذُوْا مَجَالِسَهُمْ وَكَانَ عَلِیٌّ غَائِبًا فِیْ حَاجَةٍ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِهٖ الْمَحْمُوْدِ بِقُدْرَتِهٖ الخ . . . ثُمَّ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَمَرَنِیْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ بِنْتَ خَدِیْجَةَ مِنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَاشْهَدُوْا اَنِّیْ قَدْ زَوَّجْتُهٗ عَلٰی اَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ اِنْ رَضِیَ بِذٰلِكَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ ثُمَّ دَعَا بِطَبَقٍ مِنْ بُسْرٍ فَوُضِعَتْ بَیْنَ اَیْدِیْنَا ثُمَّ قَالَ انْتَهِبُوْا فَانْتَهَبْنَا فَبَیْنَا نَحْنُ

نَتَنَهَبُ إِذْ دَخَلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجْهِهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللهَ قَدْ أَمَرَنِي أَنْ أُزَوِّجَكَ فَاطِمَةَ عَلَى أَرْبَعِ مِائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ إِنْ رَضِيتَ بِذَالِكَ فَقَالَ قَدْ رَضِيتُ بِذَالِكَ يَا رَسُولَ اللهِ۔"

"ذخائر العقبیٰ" فی مناقب ذوی القربیٰ لمحب الدین الطبری
(احمد بن عبداللہ) المتوفی ۶۹۴ھ، ص۳۰، باب ذکر ان تزویج
فاطمہؓ علیاً کان بامر اللہ عزوجل ووحی منہ"

(۲) بعینہٖ یہی روایت مُحِبُّ الدّین طَبَری اپنی دوسری تصنیف ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ"، جلد ثانی ص۲۴۱، باب تزویج فاطمہ من علی میں بحوالہ ابوالخیر القزوینی الحاکمی احمد بن اسماعیل بن یوسف لاتے ہیں۔

ذخائر العقبیٰ اور ریاض النضرۃ" کی ہر دو روایات کا ماحصل یہ ہے کہ اَنسؓ کہتے ہیں مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری جانب سے جا کر ابوبکرؓ و عُمرؓ و عثمانؓ و عبدالرحمٰنؓ بن عوف، سعدؓ بن ابی وقاص و طلحہؓ و زُبیرؓ اور چند انصار کو بلا لاؤ۔ اَنسؓ ان تمام حضرات کو بلا لائے۔ جب یہ سب حضرات حاضر خدمت ہو کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور حضرت علیؓ حضورؐ کے فرمان کے مطابق کسی کام کے لیے گھر سے باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ نکاح شروع فرمایا (الحمد للہ الخ .....) خطبۂ ہٰذا کے دوران فرمایا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں فاطمہؓ کا علی بن ابی طالب سے نکاح کر دوں۔ پس تم لوگ اس چیز کے گواہ اور شاہد ہو جاؤ کہ مَیں نے علیؓ کو فاطمہؓ نکاح کر کے دیدی ہے اور چہار صد مثقال مہر مقرر کیا ہے ...... پھر کھجور کا تھال منگا کر سب کے سامنے رکھدیا۔ پھر فرمایا کہ اس کو لوٹ لو! اور آپس میں جھپٹ کر کھاؤ تو ہم جھپٹ چھین کر کھانے لگے اسی اثنا میں علی المرتضیٰؓ (کام سے) واپس تشریف لاتے تو نبی کریم صلعم نے علیؓ کی طرف دیکھ کر تبسّم فرمایا اور مسکرائے

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ مَیں فاطمہؓ سے چار صد مثقال کے عوض تیرا نکاح کر دُوں اگر تم اِس چیز پر راضی ہو تو حضرت علیؓ نے عرض کیا یا رسُول اللہ مَیں راضی ہُوں اور یہ مجھے منظور ہے۔ الخ"

(۳) نیز مواہب اللدّنیہ للقسطلانی بمع شرح زرقانی جلد ثانی ص۲تا۷، فصل ذکر تزویج علیؓ لفاطمۃ رضی اللہ عنہا میں حضرت فاطمہؓ کی شادی و نکاح ہٰذا کی تفصیلات درج ہیں۔ اِس مقام میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا حضرت علیؓ کو نکاح ہٰذا کا مشورہ دینا، پھر حضرت علیؓ کا یہ مشورہ قبول کر کے حضور علیہ السّلام کی خدمت میں جانا۔ پھر تیاری سامان کے لیے اپنی زرہ کا حضرت عثمانؓ کے پاس فروخت کرنا۔ پھر ان کا قیمت زرہ کی وصول کر کے علی المرتضیٰ کو قیمت اور زرہ دونوں چیزیں واپس کر دینا پھر سامان کی تیاری کے بعد مجلسِ نکاح کے انعقاد میں ابوبکرؓ، عُمرؓ و عثمانؓ کو بُلا کر شامل کرنا اس کے بعد ان حضراتِ ثلاثہؓ کو نکاح ہٰذا کا شاہد و گواہ بنانا یہ تمام اُمور بالتفصیل مندرج ہیں۔ طوالت سے بچنے کی خاطر اور اختصار رسالہ ہٰذا کے مدِنظر ان حوالہ جات کی عبارتیں نقل نہیں کی گئیں۔ صرف حوالہ بالا بیان کر دینا کافی سمجھا گیا ہے جو صاحب رجُوع کرنا چاہیں وہ مواہب اللدنیہ بمع زرقانی کا اس مقام سے ملاحظہ و مطالعہ فرما دیں۔

"ایک یاد دہانی"

حضرت فاطمہؓ کے نکاح کی تفصیلات میں یہ چیز ذکر ہُوئی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اِنَّ اللهَ اَمَرَنِي اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ... الخ یعنی مجھے حکم خداوندی ہُوا ہے کہ فاطمہؓ کو علیؓ بن ابی طالب کے ساتھ نکاح کر دوں" اِس مقام پر ہم ناظرین کرام کو وہ روایت بھی یاد دلانا مناسب خیال کرتے ہیں جس میں حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ اُمّ کلثوم دخترِ رسولؐ کا نکاح کر دینا مذکور ہے وہاں بھی یہی الفاظ مروی ہیں۔ چنانچہ "تاریخ کبیر" امام بخاری جلد ثانی قسم اوّل ص۲۸۱ ق ا (مطبوعہ دکن) میں باسند مروی ہے ..... قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا زَوَّجْتُ اُمَّ كُلْثُومٍ مِنْ عُثْمَانَ اِلَّا بِوَحْيٍ مِنَ السَّمَآءِ"۔

یعنی میں نے وحی آسمانی کی وجہ سے ہی اُمِّ کلثوم دخترِ خویش، کا عثمان بن عفان سے نکاح کر دیا ہے" مقصد یہ ہے کہ جس طرح حضرت فاطمہؓ کا نکاح وحی آسمانی کی وجہ سے سر انجام پایا ٹھیک اسی طرح دخترِ رسولؐ اُمِّ کلثوم کا نکاح بھی وحی آسمانی کی بنا پر حضرت عثمانؓ کے ساتھ کیا گیا۔ ان دونوں رشتوں کی درستگی اور بامر اللہ ہونے میں کچھ تفاوت نہیں۔ فافہم فانہ لطیف۔

---

(۴)

حضرت فاطمہؓ کی رخصتی کے انتظامات کے سلسلہ میں حضرت عائشہؓ اور اُمِّ سلمہؓ کی قابلِ قدر کوششیں

نکاح ہٰذا کے متعلق سابقہ عنوانات میں حضرات ثلاثہؓ کی خدمات اور مساعی ذکر کی گئی ہیں اور ان حضرات کا مجلسِ نکاح میں شامل ہو کر گواہ بننا بھی مدلل طریقہ سے ذکر کیا گیا ہے۔ انعقادِ نکاح کے بعد اب حضرت فاطمہؓ کی رخصتی اور سکونتی مکان کا مرحلہ سامنے آتا ہے۔ اس کے متعلق یہ چیز شیعہ اور اہلِ سنت دونوں کی کتابوں میں درج ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ و اُمّ المؤمنین اُمّ سلمہؓ کے ہاتھوں یہ سب انتظامات سر انجام پائے ہیں۔

حضرت فاطمہؓ کے لیے رہائشی مکان جو حضور علیہ السلام نے از خود عنایت فرمایا تھا اس کی لپائی صفائی اور دیگر متعلقہ سکونتی ضروریات یہ سب حضرت عائشہؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ نے مکمل کیں۔

چنانچہ اس عنوان کے اِتمام کے لیے ہم ذیل میں متعدد روایات (مع ترجمہ) دونوں حضرات کی کتابوں سے ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ پہلی روایت مناقبِ خوارزمی میں منقول ہے، دوسری امالی شیخ طوسی میں مندرج ہے۔ تیسری روایت ابنِ ماجہ میں موجود ہے۔ علی الترتیب ملاحظہ ہوں:-

"خوارزمی کی روایت"

اُمّ ایمن روایت کرتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت علیؓ کو بلا لائی، وہ تشریف لائے۔ پھر فرمایا: فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ فِي حُجْرَةِ عَائِشَةَ فَقُمْنَ أَزْوَاجُهُ

وَدَخَلْنَ الْبَیْتَ وَاَقْبَلْتُ وَجَلَسْتُ بَیْنَ یَدَیْہِ مُطْرِقًا اِلَی الْاَرْضِ حَیَاءً مِّنْہُ الخ (یعنی

جب میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اُس وقت آنجناب حضرت عائشہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے (میرے آنے پر) ازواجِ مطہرات اُٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلی گئیں۔ میں حضور علیہ السلام کے سامنے حیاء کی وجہ سے سرنگوں بیٹھ گیا۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ کیا تمہیں پسند ہے کہ تمہاری اہلیہ (سیدہ فاطمہؓ) کو تمہارے ہاں رخصت کر دیں؟ تو میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پہ قربان ہوں "درست ہے"۔ بڑی مہربانی اور نوازش ہوگی۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آج رات کو ہی یا کل رات ہم رخصتی کر دیں گے۔ اسی فرحت و سرور میں حضرت رسول کریم کی خدمت سے میں واپس آنے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواجِ مطہرات کو ارشاد فرمایا کہ رخصتیٔ فاطمہؓ کی تیاری کریں۔ عمدہ لباس زیب تن کرائیں۔ خوشبو لگوائیں۔ فاطمہؓ کے لیے اُن کے رخصتی کے مکان میں بستر بنائیں"۔ پس ازواجِ مطہرات نے اس فرمانِ نبویؐ کے مطابق عمل درآمد کر دیا"۔

(کتاب مناقب خوارزمی صفحہ ۲۵۴ الفصل العشرون فی التزویج)

اسی عنوان کی مزید تشریح شیخ ابوجعفر طوسی کی "امالی" میں پائی جاتی ہے۔ روایت کی عبارت اس طرح ہے:

"فَالْتَفَتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ (ص) اِلَی النِّسَاءِ فَقَالَ مَنْ هٰهُنَا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ اَنَا اُمُّ سَلَمَۃَ وَهٰذِهٖ زَیْنَبُ وَهٰذِهٖ فُلَانَۃُ[1] وَفُلَانَۃُ فَقَالَ رَسُوْلُ

---

[1] قولہٗ فلانۃ وفلانۃ الخ شیعہ رواۃ نے یہ الفاظ ام المومنین عائشہ صدیقہ و ام المومنین حضرت حفصہؓ کے اسماء کی جگہ ذکر کیے ہیں تاکہ ان کا نام زبان پر بھی نہ لایا جائے۔ یہ کاروائی ان کے رواۃ کے قلبی عناد پر دلالت کرتی ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو حسد و عناد کے مرض سے محفوظ فرمائے اور نبی کریم صلعم کے تمام خاندان کے ساتھ صحیح عقیدت نصیب فرما کر اتحاد و اتفاق کی دولت بخشے۔ (منہ)

اللّٰہِ (ص) هَیِّئُوْا لِابْنَتِیْ وَابْنِ عَمِّیْ فِیْ حُجْرَتِیْ بَیْتًا فَقَالَتْ اُمُّ سَلَمَۃَ فِیْ اَیِّ حُجْرَۃٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (ص) قَالَ فِیْ حُجْرَتِكِ وَاَمَرَ نِسَاءَهٗ اَنْ یُّزَیِّنَّ وَیُصْلِحْنَ مِنْ شَاْنِهَا۔ الخ

((۲) امالی شیخ ابی جعفر الطوسی صفحہ ۴۲ ج ۱، مطبوعہ عراق)

یعنی نبی کریم صلعم نے اپنی ازواجِ مطہرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ کون کون یہاں موجود ہیں؟ تو اُمِ سلمہؓ نے عرض کیا کہ میں اُمِ سلمہؓ موجود ہوں، یہ زینبؓ ہیں۔ یہ فلاں و فلاں (یعنی عائشہؓ وحفصہؓ) بیٹھی ہیں (جو ارشاد ہو؟) فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہؓ اور چچازاد برادر علیؓ کے لیے تیاری کریں۔ اُمِ سلمہؓ نے عرض کیا کون سے حجرہ میں (رخصتی کی تیاری کریں)؟ فرمایا تیرے مکان میں (یہ رخصتی کا انتظام ہو)۔ پھر ازواجِ مطہرات کو حکم دیا کہ جگہ مزین کریں اور ٹھیک طرح دیدہ زیب بنائیں"۔

اب ان ہر دو شیعی روایات کے بعد اہل السنت کی کتاب ابن ماجہ "کتاب النکاح" باب الولیمہ والی روایت کو سامنے رکھیں تو عنوانِ بالا کا نقشہ پوری طرح واضح ہو جائے گا۔

"عَنِ الشَّعْبِیِّ عَنْ مَسْرُوْقٍ عَنْ عَائِشَۃَ وَاُمِّ سَلَمَۃَ قَالَتَا اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ نُّجَهِّزَ فَاطِمَۃَ حَتّٰی نُدْخِلَهَا عَلٰی عَلِیٍّ فَعَمَدْنَا اِلَی الْبَیْتِ فَفَرَشْنَاهُ تُرَابًا لَیِّنًا مِّنْ اَعْرَاضِ الْبَطْحَاءِ ثُمَّ حَشَوْنَا مِرْفَقَتَیْنِ لِیْفًا فَنَفَشْنَاهُ بِاَیْدِیْنَا ثُمَّ اَطْعَمْنَا تَمْرًا وَزَبِیْبًا وَسَقَیْنَا مَاءً عَذْبًا وَعَمَدْنَا اِلٰی عُوْدٍ فَعَرَضْنَاهُ فِی الْبَیْتِ لِیُلْقٰی عَلَیْہِ الثَّوْبُ وَیُعَلَّقَ عَلَیْہِ السِّقَاءُ فَمَا رَاَیْنَا عُرْسًا اَحْسَنَ مِنْ عُرْسِ فَاطِمَۃَ"۔ (ابن ماجہ۔ کتاب النکاح۔ باب الولیمۃ)

اس کا ترجمہ یہ ہے:

"جناب شعبی جناب مسروقؒ سے اور وہ حضرت عائشہؓ و ام سلمہؓ سے روایت

کرتے ہیں کہ اُمّ المومنین عائشہؓ و اُمِّ سلمہؓ نے ذکر کیا ہے کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہمیں حکم فرمایا کہ علیؓ کی طرف فاطمہؓ کی رخصتی کی تم تیاری کرو۔ تو ہم نے وادئ بطحاء سے مٹی منگا کر رخصتی کے مکان کو لیپا پوچا، صاف کیا۔ پھر اپنے ہاتھوں سے کھجور کی چھال ٹھیک کر کے دو گدّے تیار کیے۔ پھر کھجور اور منقّی سے خوراک تیار کی اور میٹھا پانی پینے کے لیے مہیا کیا۔ پھر اس مکان کے ایک کونہ میں لکڑی گاڑ دی تاکہ اس پر کپڑے اور مشکیزہ لٹکایا جا سکے۔ عائشہؓ وام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ فاطمہؓ کی شادی سے بہتر ہم نے کوئی شادی نہیں دیکھی۔"

اس عنوان کے آخر میں امالی طوسی کی وہ روایت درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس میں اِس نکاح کی تاریخ اور سن دریافت ہو سکے۔ طوسی لکھتے ہیں کہ

" رُوِیَ اَنَّ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْهِ السَّلَامُ دَخَلَ بِفَاطِمَةَ عَلَیْهَا السَّلَامُ بَعْدَ وَفَاةِ اُخْتِهَا رُقَیَّةَ زَوْجَةِ عُثْمَانَ بِسِتَّةَ عَشَرَ یَوْمًا وَّ ذَالِكَ بَعْدَ رَجُوْعِهٖ مِنْ بَدْرٍ وَّ ذَالِكَ لِاَیَّامٍ خَلَتْ مِنْ شَوَّالٍ "

(امالی شیخ ابی جعفر الطوسی، ج ۱ ص ۴۲ طبع نجف اشرف عراق)

یعنی حضرت علیؓ کے ہاں حضرت فاطمہؓ کی رخصتی اُن کی بہن رقیہؓ (جو حضرت عثمانؓ کی زوجہ تھیں) کی وفات کے ۱۶ یوم بعد ہوئی۔ یہ رخصتی کا واقعہ جنگِ بدر کے بعد ہوا تھا اور شوال کے کچھ ایّام گزر چکے تھے۔ (جنگ بدر ۲ھ میں پیش آئی تھی)

شیخ ابی جعفر الطوسی شیخ الطائفہ کی روایت ہٰذا نے مسئلہ واضح کر دیا کہ حضرت رقیہؓ نبی کریمؐ کی صاحبزادی جو حضرت فاطمہؓ کی بہن تھیں۔ یہ حضرت عثمان بن عفّان کی زوجہ تھیں، ان کا انتقال جنگِ بدر کے اختتام پر ہوا۔

مندرجات بالا کا ماحصل

مندرجہ بالا شیعہ سُنّی روایات کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) حضرت سیّدہ فاطمہؓ کی رخصتی کے انتظامات کے مشورے حضرت سیّدہ عائشہؓ کے گھر میں طے ہوتے تھے۔

(۲) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ و اُمِّ سلمہؓ کو ہی یہ انتظامات مکمل کرنے کا فرمان دیا تھا۔

(۳) اس رخصتی کے متعلقہ انتظامات مثلاً اس مکان کی صفائی، لپائی، بستر کے گدّے تیار کرنا اور ان کی بھرائی کرنا۔ خوراک کے لیے کھجور و منقّی کو مہیا کرنا۔ پینے کے لیے میٹھے پانی کا انتظام کرنا۔ مکان میں کھونٹیوں کا نصب کرنا۔ یہ تمام کارکردگی حضرت عائشہؓ و اُمِّ سلمہؓ کے ہاتھوں ہی مکمل ہوئی۔ اور آخر میں انہوں نے اِس مبارک تقریب پر تحسین و خوشنودی کا اظہار عمدہ ترین الفاظ میں کیا۔

ان تمام حالات و واقعات پر نظر ڈالنے سے (بشرطِ انصاف) واضح ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت فاطمہؓ کے درمیان اِبتدا سے ہی نہایت خوشگوار روابط اور تعلقات قائم تھے۔ ان کے مابین الفت و شفقت ہر مرحلہ پر ثابت رہی۔ اور ان کی آپس میں پیوستگی و ہمدردی ہر مقام پر موجود رہی۔ ان پاکدامن و پاک طینت بیبیوں کے درمیان کسی قسم کی عداوت و کشیدگی نہ تھی۔ ان کے باہمی انتشار و افتراق کی داستانیں بالکل بے اصل اور دروغ گوئی پر مبنی ہیں۔

حضرت سیّدہ عائشہ اور حضرتِ سیّدہ فاطمہؓ کے مزید تعلقات

اِس ضمن میں چند واقعات حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ المرتضیٰ کی شادی و نکاح کے بیان میں مذکور ہوئے۔ اب مزید چند چیزیں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو ان نیک فطرت بیبیوں کے باہمی اخلاص و عقیدت، روابط و مودّت پر دلالت کرتی ہیں۔ اور لوگوں نے اِن دو خانوادوں (گھرانہ صدیقی و گھرانہ مرتضوی) کے درمیان مشاجرت و

ومجادلت ومنافقت ومنازعت کی جو تصویر کھینچی ہے اس کو بے بنیاد ثابت کرتی ہیں

(۱)

خاتونِ جنّت رضی کی تعریف حضرت عائشہ رضی کی زبانی

پہلے اُمّ المومنین عائشہ رضی صدّیقہ دختر صدّیق اکبر رضی کی طرف سے حضرت سیّدہ خاتونِ جنت جنابِ فاطمہ رضی کی عظیم مدح اور عمدہ تعریف ذکر کی جاتی ہے۔ یہ منقبت حضرت عائشہ رضی کی زبانی متعدد روایات میں موجود ہے لیکن ہم یہاں صرف چند ایک درج کرتے ہیں صاحب "المستدرک" اور صاحب "الاستیعاب" لکھتے ہیں:

..... "عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّهَا قَالَتْ مَارَأَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَشْبَهُ كَلَامًا وَحَدِيْثًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ وَكَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ اِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَرَحَّبَ بِهَا كَمَا كَانَتْ تَصْنَعُ هِيَ بِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

..... عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ مَارَأَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ فَاطِمَةَ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ الَّذِيْ وَلَدَهَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(۱) المستدرک للحاکم نیشاپوری، ج ۳ ص ۱۵۴-۱۶۰-۱۶۱)

(۲) الاستیعاب لابن عبدالبر مع اصابہ لابن حجر، تذکرہ فاطمہ رضی)

یعنی اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی ذکر کرتی ہیں کہ کلام و گفتگو کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فاطمہ رضی سے زیادہ مشابہ میں نے کوئی نہیں دیکھا جب وہ نبی کریم صلعم کے پاس تشریف لاتیں تو آپ فاطمہ رضی کے لیے کھڑے ہو جاتے اس کو بوسہ دیتے اور مرحبا کہتے۔ اسی طرح فاطمہ رضی بھی نبی کریم صلعم کے ساتھ انہی آداب سے پیش آتی تھیں"۔

..... حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ فاطمہ رضی سے زیادہ راست گو میں نے کوئی

آدمی نہیں دیکھا مگر ان کے والد شریف اس بات سے مستثنیٰ ہیں"۔

اس روایت کے مطابق شیعی علماء نے بھی ایک روایت درج کی ہے جو حضرت عائشہ رضی سے منقول ہے اور شیخ عباس قمی شیعی نے "منتہی الآمال" جلد اوّل، دربیان فضائلِ حضرت فاطمہ رضی میں تحریر کی ہے، کہتے ہیں:-

"شیخ طوسی از عائشہ رضی روایت کردہ است کہ می گفت ندیدم احدے را کہ در گفتار و سخن شبیہ تر باشد از فاطمہ رضی برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ چوں فاطمہ رضی بہ نزد آنحضرت می آمد او را مرحبا میگفت و دستہائے او را می بوسید و در جائے خود می نشاند۔ چوں حضرت بخانہ فاطمہ رضی مے رفت برمیخاست و استقبال آنحضرت میکرد و مرحبا می گفت و دستہائے آں حضرت را مے بوسید"۔

(منتہی الآمال، جلد اوّل، باب فضائل فاطمہ رضی ص ۱۳۲ طبع تہران، شیخ عباس قمی تخمی خورد)

اسی طرح ابونعیم اصفہانی نے "حلیۃ الاولیاء" جلد ثانی، تذکرہ سیّدہ فاطمہ رضی میں حضرت عائشہ رضی کا قول درج کیا ہے "قَالَتْ عَائِشَةُ مَارَأَيْتُ اَحَدًا قَطُّ اَصْدَقَ مِنْ فَاطِمَةَ غَيْرَ اَبِيْهَا (حلیۃ الاولیاء، ج ۲ ص ۴۲۔ تذکرہ فاطمہ رضی)

"حضرت عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ میں نے فاطمہ رضی سے زیادہ سچا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ البتہ ان کے والد شریف اس بات سے مستثنیٰ ہیں"۔

"مجمع الزوائد"، جلد تاسع، باب مناقبِ فاطمہ رضی میں نورالدین ہیثمی نے اور حافظ ابن حجر رح نے اصابہ (تذکرہ فاطمہ رضی) جلد رابع میں عمرو بن دینار سے حضرت عائشہ رضی کا قول نقل کیا ہے "قَالَتْ عَائِشَةُ رض مَارَأَيْتُ قَطُّ اَحَدًا اَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَةَ غَيْرَ اَبِيْهَا۔ اخرجه الطبرانی فی ترجمة ابراهيم بن هاشم من معجم الاوسط وسنده صحيح على شرط الشيخين الخ"

یعنی عائشہ رضی فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد فاطمہ رضی سے بہتر اور افضل

میں نے کوئی آدمی نہیں دیکھا"

(۱) مجمع الزوائد، نورالدین ہیثمی، ج ۹، ص۲۰۱)

(۲) اصابہ لابن حجر معہ استیعاب، ج ۴، ص۳۶۶ (تذکرہ فاطمہؓ)

حضرت عائشہؓ کے اِن اقوال پر نظر کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام کی ازواجِ مطہرات اور دخترانِ رسولِ خدا صلعم کے درمیان ایک دوسرے کے حق میں قدردانی کے جذبات موجود تھے اور باہمی احترام اور عقیدت پوری طرح موجود تھی۔

(۲)

زبانِ نبوّت سے فاطمہؓ کو حُبِّ عائشہؓ کی تلقین

اب ہم ایک اور واقعہ ناظرین کے سامنے رکھنا چاہتے ہیں جس میں اپنی صاحبزادی فاطمہؓ کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے عائشہؓ اُمّ المومنین کے ساتھ محبّت قائم رکھنے کی خصوصی تلقین فرمائی۔ یہ روایت امام مسلمؒ مُسلم شریف جلد دوم، باب فضائلِ عائشہؓ میں لائے ہیں۔ اس کی عبارت بمع ترجمہ درج کی جاتی ہے۔ نیز یہ روایت علّامہ نسائی نے اپنی کتاب سُنَن نسائی، کتاب عشرۃ النساء، جلد ثانی ص۰۰ میں من وعن درج کی ہے بالکل قلیل سے لفظی تفاوت کے ساتھ۔

اِنَّ عَائِشَۃَ زَوْجَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ اَرْسَلَ اَزْوَاجُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاطِمَۃَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صلعم فَاسْتَاْذَنَتْ عَلَیْہِ وَھُوَ مُضْطَجِعٌ مَعِیَ فِیْ مِرْطِیْ فَاَذِنَ لَہَا فَقَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اَنَّ اَزْوَاجَکَ اَرْسَلْنَنِیْ اِلَیْکَ یَسْئَلْنَکَ الْعَدْلَ فِیْ اِبْنَۃِ اَبِیْ قُحَافَۃَ وَاَنَا سَاکِتَۃٌ قَالَتْ فَقَالَ لَہَا اَیْ بُنَیَّۃُ اَلَسْتِ تُحِبِّیْنَ مَا اُحِبُّ قَالَتْ بَلٰی۔ قَالَ فَاَحِبِّیْ ھٰذِہٖ قَالَتْ فَقَامَتْ فَاطِمَۃُ حِیْنَ سَمِعَتْ ذٰلِکَ مِنْ

رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرَجَعَتْ اِلٰی اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صلعم۔ فَاَخْبَرَتْھُنَّ بِالَّذِیْ قَالَتْ وَبِالَّذِیْ قَالَ لَہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَ لَہَا مَا نَرَاکِ اَغْنَیْتِ عَنَّا مِنْ شَیْءٍ فَارْجِعِیْ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُوْلِیْ لَہٗ اَنَّ اَزْوَاجَکَ یَنْشُدْنَکَ الْعَدْلَ فِیْ اِبْنَۃِ اَبِیْ قُحَافَۃَ فَقَالَتْ فَاطِمَۃُ وَاللّٰہِ لَا اُکَلِّمُہٗ[1] فِیْہَا اَبَدًا۔ الخ

(۱) مسلم شریف، ج ۲ ص۲۸۵ (۲) سُنن نسائی، جلد۲ ص۰۰)

واقعہ ہٰذا کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"اُمّ المومنین عائشہؓ ذکر کرتی ہیں کہ (ایک دفعہ) ازواجِ مطہرات نے فاطمہ بنت رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کو رسُولِ خدا صلعم کی خدمت میں بھیجا۔ فاطمہؓ تشریف لائیں اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت نبی کریم صلعم میرے گھر میں استراحت فرما تھے۔ اجازت ہوئی، فاطمہؓ اندر تشریف لائیں۔ عرض کرنے لگیں کہ یا رسُول اللہ! آپ کی ازواج نے مجھے آپ کی خدمت میں روانہ کیا ہے کہ آپ ہمارے اور ابوبکرؓ کی دختر (عائشہؓ) کے درمیان (اُلفت میں اور ہدایا و تحائف وغیرہ میں) مساوات و برابری قائم رکھیں۔ عائشہ کہتی ہیں کہ میں خاموش سُن رہی تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جواب میں فرمایا "اے پیاری بیٹی! جس سے میں محبت رکھتا ہوں تو اس سے محبّت نہیں رکھتی؟ فاطمۃ الزہراؓ نے عرض کیا، جی ہاں! (محبت رکھتی ہوں)، تو آپؐ نے فرمایا

---

[1] قولہٗ لا اکلمہ فیہا ابدًا فلم تتکلم حتی ماتت کا جملہ جو مطالبۂ فدک والی روایت میں پایا جاتا ہے اگر ظنِ راوی نہ بنایا جائے اور بالفرض اصل روایت کا ٹکڑا تسلیم کر لیا جائے تو اس کا محمل اس جملہ (و اللہ لا اکلمہ فیہا ابدًا) کی روشنی میں متعین کیا جا سکتا ہے یعنی لم تتکلم فی ذالک الامر مراد ہے۔ فافہم (الحدیث یفسر بعضہ بعضًا) (منہ)

"عائشہؓ سے محبت رکھو"

عائشہؓ کہتی ہیں کہ جب یہ جواب فاطمہؓ نے نبی کریم صلعم سے سنا تو اٹھ کر ازواج کی طرف واپس آگئیں اور تمام (سوال و جواب) ان کو سنایا تو ازواج نے کہا کہ تم نے ہمارے فائدہ کی بات نہیں کی۔ تو پھر اس کام کے لیے نبی کریم کے پاس واپس جا۔ تو فاطمہؓ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم میں اس چیز کے لیے پھر حضرتؐ کے پاس جا کر کبھی بھی کلام نہیں کروں گی۔"

اس واقعہ نے صاف صاف تبلا دیا کہ جس طرح سابقہ روایات کی روشنی میں عائشہ صدیقہؓ حضرت فاطمہؓ کے فضائل و مناقب کی صدق دل سے قائل اور معترف تھیں اسی طرح سیدہ فاطمہؓ بھی حضرت عائشہؓ سے پوری طرح محبت و الفت رکھتی تھیں۔ امّ المومنین و امّ المومنات ہونے کی وجہ سے تو حضرت عائشہؓ کا احترام سیدہ فاطمہؓ کے لیے اپنی جگہ لازم تھا لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی تلقین اور فرمان کے تحت عائشہ صدیقہؓ کی محبت کو دل میں جگہ دینا ان کے لیے اور واجب ہو گیا۔

محبوبۂ محبوبِ خدا کے ساتھ حضرت فاطمہؓ یقیناً دل سے مودّۃ و اخلاص رکھتی تھیں۔ اس چیز میں کچھ اشتباہ نہیں۔

(۴۳)

سیّدہ عائشہؓ و سیّدہ فاطمہؓ کا باہمی اعتماد و اعتبار

اسی سلسلہ میں مزید ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے جس میں سیّدہ عائشہؓ اور سیّدہ فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے مابین اعتماد و اعتبار کا پورا نمونہ دکھائی دیتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ استفسارِ مسائل میں یا پیش آمدہ واقعات کے ساتھ استدلال کرنے میں کوئی انقباض نہیں ہے۔

مُسند احمد، ج ۶، ص۲۸۲، حدیثِ فاطمہؓ میں منقول ہے:۔

.... قَالَتْ (اُمُّ سُلَیْمَانَ) دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلْتُہَا عَنْ لُحُوْمِ الْاَضَاحِیْ فَقَالَتْ قَدْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی عَنْہَا ثُمَّ رَخَّصَ فِیْہَا۔ قَدِمَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ مِنْ سَفَرٍ فَاَتَتْہُ فَاطِمَةُ بِلَحْمٍ مِنْ ضَحَایَاھَا فَقَالَ اَوَلَمْ یَنْہَ عَنْہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ؟ فَقَالَتْ اِنَّہٗ قَدْ رَخَّصَ فِیْہَا قَالَتْ فَدَخَلَ عَلِیٌّ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہٗ عَنْ ذَالِکَ فَقَالَ لَہٗ کُلْہَا مِنْ ذِی الْحِجَّةِ اِلٰی ذِی الْحِجَّةِ" (مسند احمد، احادیثِ فاطمہؓ، ج ۶، ص۲۸۲، طبع مصری)

حاصل یہ ہے کہ "اُمّ سُلیمان کہتی ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ (امّ المومنین) کے پاس گئی میں نے ان سے قربانیوں کے گوشت کے متعلق مسئلہ دریافت کیا تو امّ المومنین عائشہؓ نے کہا کہ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے (پہلے) ان سے منع کیا تھا، پھر ان کے استعمال کی اجازت دے دی۔ (وجہ یہ ہے) کہ علی بن ابی طالب سفر سے تشریف لاتے تو حضرت فاطمہؓ نے اپنی قربانیوں کا گوشت ان کی خدمت میں پیش کیا تو علیؓ کہنے لگے کہ حضرتؐ نے اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا تھا؟ تو فاطمہؓ نے کہا کہ (اب) حضرتؐ نے رخصت دے دی ہے، پس علیؓ المرتضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس پہنچے اور قربانی کے گوشت کے متعلق دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اس کو ہمیشہ استعمال کر سکتے ہو (رخصت ہو گئی ہے)۔"

نتیجہ یہ ہے کہ قربانیوں کے گوشت کے مسئلہ کی خاطر حضرت عائشہؓ نے واقعۂ مذکورۂ بالا کو بطورِ استدلال پیش کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان بزرگوں میں باہمی کسی قسم کا اجتناب و افتراق نہ تھا بلکہ ایک دوسرے کے حق میں کامل اعتماد و اعتبار رکھتے تھے اور مخلصانہ طریقہ سے ان کے درمیان صدق معاملہ جاری و ساری رہتا تھا۔

اس واقعہ کے ساتھ ایک اور روایت ملاحظہ کر لی جائے جس میں ان حضرات کی

باہمی صاف دلی اور عدمِ کدورت عمدہ طریقہ سے واضح ہو رہی ہے۔ روایت ہذا مسند ابی داؤد طیالسی اور بخاری شریف میں مذکور ہے۔

"قَالَ (ابْنُ اَبِی لَیْلٰی) حَدَّثَنَا عَلِیُّ ابْنُ اَبِی طَالِبٍ اِنَّ فَاطِمَةَ اشْتَكَتْ مَا تَلْقٰی مِنْ اَثَرِ الرَّحٰی فِی یَدِهَا فَاَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَانْطَلَقَتْ فَلَمْ تَجِدْهُ وَلَقِیَتْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَاَخْبَرَتْهَا فَلَمَّا جَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ بِمَجِیْءِ فَاطِمَةَ اِلَیْهِ فَجَاءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ اَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا فَذَهَبْنَا نَقُوْمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی مَكَانِكُمَا فَقَعَدَ بَیْنَنَا حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَیْهِ عَلٰی صَدْرِیْ فَقَالَ اَلَا اُعَلِّمُكُمَا خَیْرًا مِمَّا سَاَلْتُمَا اِذَا اَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا اَنْ تُكَبِّرَا اَرْبَعًا وَّثَلَاثِیْنَ وَتُسَبِّحَا ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ وَتَحْمَدَاهُ ثَلَاثًا وَّثَلَاثِیْنَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمَا مِنْ خَادِمٍ"

(۱) مسند ابی داؤد الطیالسی، جلد اول ص۱۶ - احادیث علی بن ابی طالب،

(۲) بخاری شریف، ج ۱ ص ۴۳۹ - باب الدلیل علی ان الخمس لنوائب

(۳) بخاری شریف جلد ثانی ص ۸۰۸ - باب عمل المرأۃ فی بیت زوجہا

"ابن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ مجھے علی المرتضیٰؓ نے بیان کیا کہ فاطمہؓ کو چکی پیستے پیستے ہاتھوں پر آبلے ہو گئے (یا گھٹے پڑ گئے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (ضرورت پیش کرنے کے لیے) آئیں تو حضرت گھر موجود نہ تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے حضرت عائشہؓ سے مل کر اپنی ضرورت ذکر کی (کہ میں اس کام کی خاطر آئی تھی) جب نبی کریم صلعم گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے بتلایا کہ فاطمہؓ اس ضرورت کے لیے آئی تھیں (یہ پیغام ملنے پر) نبی کریمؐ فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت ہم سو رہے تھے آپؐ کی تشریف آوری پر ہم اُٹھنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا

کہ اپنی اپنی جگہ لیٹے رہو اور ہمارے درمیان میں آکر حضورؐ تشریف فرما ہوئے۔ آپ کے پاؤں مبارک میرے سینے کو چھو رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس چیز (یعنی خادم کا) تم نے مطالبہ کیا ہے اس سے بہتر چیز تم کو تعلیم کرتا ہوں جس وقت اپنے بستر پر آرام کرنے لگو اس وقت چونتیس ۳۴ بار اللہ اکبر اور تینتیس ۳۳ بار سبحان اللہ اور تینتیس ۳۳ بار الحمد للہ پڑھا کرو (یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر چیز ہے)۔"

اس روایت نے صاف بتلا دیا کہ ان نیک فطرت ہستیوں میں ایک دوسرے کے ساتھ کدورت اور منافرت بالکل نہیں تھی اور ان کا آپس میں انقباض واجتناب ہرگز نہیں تھا۔ تہاجر اور تعاند کی میل سے ان کے دل کا آئینہ صاف تھا۔ تکدر اور تنفر کی وبا سے ان کا ضمیر محفوظ تھا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ اس ورد کا نام "تسبیح فاطمہ" ہے اور سعادتمند مسلمان اس وظیفہ کو جاری رکھتے ہیں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاک گھرانہ کے یہ اَوراد اُمت میں جاری وساری رہنے چاہییں تاکہ ان کی برکات سے ہمیشہ ہمیشہ نفع ہوتا رہے۔ نیز علماء نے اس ورد کی ایک ظاہری تاثیر بھی ذکر کی ہے کہ اگر رات کو سوتے وقت وردِ مذکور اخلاص کے ساتھ پڑھ لیا جائے تو تمام دن بھر کی بدنی کوفت زائل ہو جاتی ہے۔

---

(۴)

سیدہ فاطمہؓ کا حضرت عائشہؓ کو اہم رازدارانہ گفتگو سے مطلع کرنا

یہاں ہم وہ روایت ذکر کرتے ہیں جس میں یہ مضمون مروی ہے کہ سیدہ فاطمہؓ نے حضرت عائشہؓ کو ایک اہم مخفی چیز کی اطلاع کی تھی اور پھر حضرت عائشہؓ کے ذریعہ تمام امت اس منقبت عظیمہ سے آگاہ ہوئی۔ مسلم شریف۔ باب فضائل فاطمہؓ، جلد ثانی میں یہ حدیث حضرت

عائشہؓ صدیقہ اُمّ المومنین سے مروی ہے:

"عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنَّ اَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُ لَمْ يُغَادِرْ مِنْهُنَّ وَاحِدَةٌ فَاَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي مَا تُخْطِئُ مِشْيَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئاً فَلَمَّا رَاٰهَا رَحَّبَ بِهَا فَقَالَ مَرْحَبًا بِابْنَتِيْ ثُمَّ اَجْلَسَهَا عَنْ يَمِيْنِهٖ اَوْ عَنْ شِمَالِهٖ ثُمَّ سَارَّهَا فَبَكَتْ بُكَاءً شَدِيْدًا فَلَمَّا رَاٰى جَزْعَهَا سَارَّهَا الثَّانِيَةَ فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ لَهَا خَصَّكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ نِسَائِهٖ بِالسِّرَارِ ثُمَّ اَنْتِ تَبْكِيْنَ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاَلْتُهَا مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ مَا كُنْتُ اُفْشِيْ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صلعم سِرَّهٗ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ عَزَمْتُ عَلَيْكِ بِمَا لِيْ عَلَيْكِ مِنَ الْحَقِّ لَمَّا حَدَّثْتِنِيْ مَا قَالَ لَكِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اَمَّا الْاٰنَ فَنَعَمْ! اَمَّا حِيْنَ سَارَّنِيْ فِي الْمَرَّةِ الْاُوْلٰى فَاَخْبَرَنِيْ اَنَّ جِبْرِيْلَ كَانَ يُعَارِضُهُ الْقُرْاٰنَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ وَاَنَّهٗ عَارَضَهُ الْاٰنَ مَرَّتَيْنِ وَاِنِّيْ لَا اَرَى الْاَجَلَ اِلَّا قَدِ اقْتَرَبَ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِيْ فَاِنَّهٗ نِعْمَ السَّلَفُ اَنَا لَكِ قَالَتْ فَبَكَيْتُ بُكَائِي الَّذِيْ رَاَيْتِ فَلَمَّا رَاٰى جَزْعِيْ سَارَّنِي الثَّانِيَةَ فَقَالَ يَا فَاطِمَةُ اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ تَكُوْنِيْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَوْ سَيِّدَةَ نِسَاءِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ قَالَتْ فَضَحِكْتُ ضِحْكِيَ الَّذِيْ رَاَيْتِ"

(۱) مسلم شریف، جلد ثانی، ج ۲ ص ۲۹۰ - باب فضائل فاطمہ

(۲) الاستیعاب لابن عبد البر، ص ۳۶۳-۳۶۴ مع اصابہ جلد ۴ - تذکرہ فاطمہؓ

(۳) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، ص ۳۹-۴۰، جلد ثانی - تذکرہ فاطمہؓ

اِس حدیث کا ماحصل یہ ہے کہ:

"جناب مسروقؒ حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ (ایک دفعہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تمام ازواجِ مطہرات موجود تھیں۔ حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں۔ آپ کی چال اپنے والد شریف کی رفتار کے عین مطابق تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آتے دیکھا تو مرحبا فرمایا اور اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ پھر ان کے کان میں آہستہ سے ایک بات بیان فرمائی، وہ بے ساختہ رونے لگیں۔ حضور علیہ السلام نے ان کی پریشانی دیکھ کر دوبارہ سرگوشی فرمائی تو آپ ہنسنے لگیں۔ (حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ) مَیں نے فاطمہؓ کو کہا کہ حضرت نے مخفی بات کے لیے تجھے تمام ازواج کے مقابلہ میں مختص فرمایا ہے پھر آپ روتی ہیں؟

جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم (وہاں مجلس سے) تشریف لے گئے تو مَیں نے فاطمہؓ کو کہا کہ وہ کیا بات تھی جو حضرتؐ نے آپ کو مخفی طور پر کان میں کہی۔ فاطمہؓ نے جواب دیا کہ حضرتؐ کے راز کو مَیں افشا و اظہار کرنا پسند نہیں کرتی۔ جب حضرت نبی کریمؐ کا انتقال ہو گیا تو (عائشہؓ فرماتی ہیں کہ) مَیں نے فاطمہؓ کو کہا کہ اس حق کی بنا پر جو میرا تجھ پر ہے (یعنی مَیں تیری ماں ہوں) تجھے قسم دے کر دریافت کرتی ہوں کہ نبی کریمؐ نے وہ کونسی چیز بطور سرگوشی تجھے ذکر فرمائی تھی؟ فاطمہؓ نے جواب دیا کہ ہاں اب میں بیان کروں تو کوئی حرج نہیں۔ (حضرت فاطمہؓ فرماتی ہیں کہ) جب پہلی دفعہ سرگوشی کی تو فرمایا جبریلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ میری وفات قریب آ گئی (اے فاطمہؓ) صبر کرنا اور اللہ سے ڈرنا۔ مَیں تیرے لیے عمدہ پیش رو ہوں۔ یہ سن کر مَیں رونے لگی جیسا کہ تم نے مجھے دیکھا۔ پھر میری بے قراری و پریشانی دیکھ کر دوسری بار فرمایا اے فاطمہؓ کیا تو اس چیز پر خوش نہیں کہ تو تمام مومن عورتوں کی سردار بنے؟ اس پر مَیں ہنسنے لگی جیسا کہ تم نے

مشاہدہ کیا۔"

ناظرینِ کرام پر واضح ہو کہ حضرت فاطمہؓ کی عظیم فضیلت کی یہ روایت جو حضرت عائشہؓ کے ذریعے سے مروی ہے، یہ شیعہ مصنفین اور شیعی علماءِ معتبرین و مجتہدین نے بھی اپنی معتبر تصانیف میں درج کی ہے۔ الفاظِ روایت میں قلیل سا فرق پایا جاتا ہے۔ اصل مضمون موافق و مطابق ہے۔ خوفِ طوالت کی وجہ سے یہاں تمام عبارات نقل کرنے سے اجتناب کیا گیا ہے۔ صرف حوالہ جات پیش کر دینے پر اکتفا کی گئی ہے۔ یہ روایت نقل کرنے کے بعد شیعی مجتہدین نے اس پر کوئی نقد و جرح نہیں کی جو قبولیت کی دلیل ہے (۱) اوّل یہ روایت شیخ ابو جعفر (محمد بن حسن) الطوسی متوفی سنہ ۴۶۰ھ نے اپنی باسند کتاب "امالی شیخ طوسی، جلد ثانی ص۱۴ پر درج کی ہے۔ (۲) دوسرے ابن شہر آشوب متوفی سنہ ۵۸۸ھ نے اپنے مناقب، جلد رابع، فصل فی وفاتہا (زہراء) ص۲۵ میں ذکر کی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر شیعہ علماء نے بھی اپنی کتب میں اس کا ذکر کیا ہے

نتیجۂ کلام

اس مسئلہ بین الفریقین واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور آپؐ کی ازواجِ مطہرات میں ایک دوسرے کے ہاں جیسے نبی کریم صلعم کے مقدس دور میں آمد و رفت جاری رہتی تھی ویسے ہی حضورؐ کے بعد بھی باہمی نشست و برخاست جاری رہی۔ یہ چیز آپس کی خوش خلقی و خوشگواری پر دال ہے۔

(۲) جس طرح ان پاکدامنوں میں ایک دوسرے کا احترام اور اعزاز و اکرام حضورؐ کے سامنے تھا انتقالِ نبوی کے بعد بھی ویسا ہی قائم رہا۔

(۳) سیدہ فاطمہؓ اور نبی کریم صلعم کی رازدارانہ گفتگو کی حضرت عائشہؓ کے ہاں اتنی قدر و منزلت تھی کہ وصالِ نبوی کے بعد بھی فاطمہؓ سے قسمیں دلا کر دریافت کیا اور فاطمہؓ کی اس عظیم فضیلت کو تمام اُمت کے سامنے قیامت تک منتشر و مشتہر کر دیا

(۴) پوری اُمت میں سیدہ فاطمہ کی اس شانِ فضیلت کی تشہیر و تبلیغ کرنے والی صرف سیدہ عائشہ صدیقہؓ ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ان دونوں پاک بیبیوں کے درمیان آشنائی، ہم نشینی، دوستداری، غمخواری اور قدردانی جیسی بہترین صفات ہمیشہ قائم و دائم رہیں اور انہی اوصاف پر ان کا اختتام نیک سرانجام ہوا۔

حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عائشہؓ کا باہمی علمی اعتماد

گذشتہ صفحات میں اُم المومنین سیدہ عائشہؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے باہمی روابط و تعلقات کے کئی واقعات پیش کیے گئے ہیں جو ان کے باہمی حسنِ سلوک اور صدقِ معاملہ کے آئینہ دار ہیں۔ اب سیدہ عائشہؓ اُم المومنین اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے آپس میں علمی اعتماد، وثوق اور ارتباط پر دلالت کرنے والے چند واقعات تحریر کیے جاتے ہیں۔

(۱)

امام احمد نے مسند احمد جلد اول مسنداتِ مرتضوی میں متعدد مقامات پر واقعہ ہذا درج کیا ہے۔ اور امام مسلم نے مسلم شریف جلد اول، باب التوقیت فی المسح میں یہ ذکر کیا ہے کہ:

"عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَانِئٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ سَلْ عَلِيًّا فَإِنَّهُ أَعْلَمُ بِهٰذَا مِنِّي كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَسَأَلْتُ عَلِيًّا فَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ وَلَيَالِيْهِنَّ وَلِلْمُقِيْمِ يَوْمٌ وَلَيْلَةٌ"

(۱) مسند امام احمد ج۱ ص۹۶، مسندات علی (۲) مسلم شریف ج ۱ ص۱۳۵

(۳) المصنف لعبد الرزاق، جلد اوّل ص۲۰۳۔

حاصل یہ ہے کہ:

"شریح نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مسح خفین کا مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ علی المرتضیٰؓ سے جا کر پوچھیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ سفر کیا کرتے تھے۔ اس مسئلہ میں وہ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔ پھر میں نے علی المرتضیٰ سے یہی مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ مسافر کے لیے تین دن رات موزوں پر مسح کرنا درست ہے اور مقیم (گھر میں رہنے والے) کے لیے ایک دن رات صحیح ہے۔"

(۲)

دوسرا مسئلہ عاشوراء کے روزہ کا پیش آیا۔ اس طرح کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے عاشوراء کے صوم کا حکم بیان کیا تو حضرت عائشہؓ نے پوچھا یہ حکم کس نے بیان کیا ہے؛ لوگوں نے کہا علی المرتضیٰؓ نے، اس پر حضرت عائشہؓ نے فرمایا وہ سنتِ نبوی کو لوگوں میں سے بہتر جاننے والے ہیں۔

اس مفہوم کو ناظرین کرام مندرجۂ ذیل دو حوالہ جات میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ عربی عبارات من وعن نقل کی گئی ہیں:

(۱) استیعاب لابن عبدالبر ترجمہ علی بن ابی طالب میں مذکور ہے:

"عَنْ جُبَیْرٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَنْ اَفْتَاکُمْ بِصَوْمِ عَاشُوْرَاءَ قَالُوْا عَلِیٌّ، قَالَتْ عَلِیٌّ؟ اَمَا اَنَّہٗ لَاَعْلَمُ النَّاسِ بِالسُّنَّةِ"

(الاستیعاب، ج ۳، ص۴۲ تذکرہ علی المرتضیٰ۔ معہ الاصابہ)

(۲) کنز العمال میں ہے:

"عَنْ حَسْرَةَ بِنْتِ دُجَاجَةَ قَالَتْ قِیْلَ لِعَائِشَةَ اَنَّ عَلِیًّا اَمَرَ بِصِیَامِ یَوْمِ عَاشُوْرَاءَ قَالَتْ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ بَقِیَ بِالسُّنَّةِ"

(کنز العمال، ج ۴ ص۳۴۳ بحوالہ ابن جریر۔ طبع اوّل تختی کلاں۔

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ صدیقہؓ بنتِ صدیقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے درمیان کسی قسم کی کشیدگی اور رنجیدگی نہ تھی۔ انہیں ایک دوسرے کا احترام و اعزاز ملحوظِ خاطر رہتا تھا۔ اگر خاندانِ صدیق اور خانوادۂ مرتضوی کے درمیان منازعت و مناقشت قائم و دائم ہوتی جیسا کہ شیعہ دوستوں نے مشہور کر رکھا ہے تو ان کے درمیان اس نوع کے اتحاد و ارتباط کے مواقع کیسے پیش آ سکتے تھے۔

ناظرینِ کرام پر واضح رہے کہ مصنف عبدالرزاق، ج ۳، ص ۱۲۸ میں عورت کے لیے نماز میں کس قدر تستر اور پردہ کی ضرورت ہے؟ یہ سوال بھی حضرت عائشہؓ کی طرف سے حضرت علیؓ کے پاس پہنچایا گیا۔ حضرت علیؓ کے جواب کی حضرت عائشہؓ نے تصدیق کی۔

خوشتر مراسم کا ایک اور واقعہ

حضرت علی المرتضیٰؓ کی والدہ محترمہ کے دفنانے میں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمات

قبل ازیں حضرت علیؓ کی اہلیہ محترمہؓ کے متعلقہ واقعات ذکر کیے گئے ہیں اب حضرت علیؓ کی والدہ صاحبہ کے آخری اوقات کا ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

شیر خداؓ کی والدہ مکرمہ کا نام فاطمہؓ بنت اسد ہے۔ ایمان کی دولت سے مشرف ہوئیں۔ ہجرت کی سعادت بھی ان کو نصیب ہوئی۔ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔

واقعۂ وفات میں جہاں اور صحابہ کرامؓ نے خدمات سرانجام دیں وہاں حضرت عمرؓ و ابوبکرؓ صدیق نے بھی رفاقت کا ثبوت پیش کیا۔ محدّث طبرانی نے اپنی تصنیف معجم الکبیر و اوسط میں اس موقعہ کے حالات کو ذیل کی روایت میں درج کیا ہے۔ پھر طبرانی سے صاحب "مجمع الزوائد" (ہیثمی) اور صاحب "جمع الفوائد" نے نقل کیا ہے:

عَنْ اَنَسٍؓ لَمَّا تُوُفِّيَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَسَدٍ (ام علیؓ) دَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا فَقَالَ رَحِمَكِ اللّٰهُ يَا اُمِّيْ كُنْتِ اُمِّيْ بَعْدَ اُمِّيْ . . . . . . ثُمَّ خَلَعَ قَمِيْصَهٗ فَاَلْبَسَهَا اِيَّاهُ وَكَفَّنَهَا بِبُرْدٍ فَوْقَهٗ ثُمَّ دَعَا اُسَامَةَ وَاَبَا اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيَّ وَعُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَغُلَامًا اَسْوَدَ يَحْفِرُوْنَ فَحَفَرُوْهَا فَلَمَّا بَلَغَ اللَّحْدَ حَفَرَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَاَخْرَجَ تُرَابَهٗ بِيَدِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ دَخَلَ فَاضْطَجَعَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمِّيْ فَاطِمَةَ بِنْتِ

اَسَدٍ وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مُدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْاَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ قَبْلِيْ فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ وَكَبَّرَ عَلَيْهَا اَرْبَعًا وَاَدْخَلَهَا اللَّحْدَ هُوَ وَالْعَبَّاسُ وَاَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ"

(۱) مجمع الزوائد لنور الدین الہیثمی جلد تاسع، ص ۲۵۶-۲۵۷۔ باب مناقب فاطمہ بنت اسد)

(۲) جمع الفوائد لمحمد بن سلیمان الفاسی المغربی جلد ثانی، ص ۲۰۸۔ طبع جدید لائل پور)

(حاصل یہ ہے) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ علی المرتضیٰ کی والدہ مسماۃ فاطمہ بنت اسد کا جب انتقال ہوا تو نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا کر اس کے سر کی جانب بیٹھ گئے اور فرمانے لگے کہ اے فاطمہؓ بنت اسد آپ میرے لیے میری والدہ کے بعد والدہ کے قائم مقام تھیں . . . . (جب غسل دینے کے بعد کفنانے کا موقعہ آیا) تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنا قمیص مبارک اتار کر دیا اور کفن کے ساتھ اس کو پہنایا گیا۔ پھر آپؐ نے اسامہؓ و ابو ایوبؓ انصاری و عمر بن الخطاب اور غلام اسود کو بلا کر قبر کھودنے کے لیے ارشاد فرمایا ان حضرات نے قبر کھود دی۔ جب لحد بنانے لگے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنے ہاتھ شریف سے لحد تراش کر کے اس کی مٹی نکالی۔ جب قبر تیار ہو گئی تو حضور علیہ السّلام قبر میں (تھوڑی دیر کے لیے) اتر کر لیٹ گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زندہ کرتے ہیں مارتے ہیں، خود زندہ ہیں ان پر موت نہیں آتی۔ اے اللہ! فاطمہ بنتِ اسد کی مغفرت فرما دیجیے اس کو صحیح جواب سمجھا دیجیے اور اس کی قبر کو فراخ فرمایئے میرے وسیلہ سے اور سابقہ انبیاء کرام کے توسّل سے۔ تو ارحم الراحمین ہے۔ اور فاطمہ بنت اسد پر چہار تکبیروں کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی۔ پھر لحد میں خود نبی کریمؐ اور عباسؓ بن عبد المطلب اور ابوبکر الصدیق نے اتارا۔"

فوائدِ روایت

(۱) فاطمہؓ بنت اسد کا جنازہ نبی اقدس صلعم نے چہار تکبیروں کے ساتھ ادا فرمایا اور خلفاءِ اربعہ اس میں شامل تھے۔

(۲) حضرت علیؓ کی والدہ کی قبر کھودنے میں حضرت عمرؓ شریک تھے۔

(۳) اور ان کو لحد میں اتارنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ساتھ تھے۔

یہ تمام چیزیں باہم بہترین مراسم کی خاطر درخشندہ نشانات ہیں اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کے لیے علامات ہیں۔

ایک تنبیہ

جن لوگوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام اور حضور علیہ السّلام کے قریبی رشتہ داروں میں منازعت، مناقشت، مقاطعت، مخاصمت جیسی مذموم صفات کے ساتھ مکدّر فضا دکھلانا منظورِ خاطر ہوتا ہے، ان کے سامنے جس قدر ذخیرۂ روایات ہے وہ مندرجہ ذیل کیفیات سے خالی نہیں۔

۱ - وہ روایات ازرُوئے اسناد مُحدّثین کے نزدیک صحیح نہیں ہوتیں۔ ان کے راوی کذّاب، دروغ گو، شیعہ، ضعیف، متروک، مُنکر الحدیث، اور گوناگوں جرح کے ساتھ مجروح ہوتے ہیں۔

۲ - بالفرض اگر وہ روایت سنداً صحیح ہوتی ہے تو اس کے الفاظ و عبارت کا مطلب و مقصد کچھ ہوتا ہے اور یہ لوگ قلبی عناد کی وجہ سے حق سے انحراف کرتے ہوئے اس سے دوسرا مفہوم اخذ کر لیتے ہیں۔ اس وقت یہ مثال صادق آتی ہے "کَلِمَۃُ حَقٍّ اُرِیْدَ بِہِ الْبَاطِلُ"۔ یا یوں کہیے کہ "تَوْجِیْہُ الْقَوْلِ بِمَا لَا یَرْضٰی بِہٖ قَائِلُہٗ"۔

۳ - تیسری یہ صورت ہوتی ہے کہ سنداً روایت درست ہے۔ اصل روایت کا متن بھی ٹھیک ہے لیکن متنِ روایت میں رُواۃ کی طرف سے کچھ ملاوٹ اور تخلیط کر دی گئی ہے۔ اس اصل روایت میں اختلاط کو اِس فن کا واقف کار ہی معلوم کر سکتا ہے، ہر شخص کا کام نہیں ہوتا۔ اس متن میں آمیزش کی وجہ سے اصل مضمون میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور بعض اوقات اس وجہ سے روایت قابلِ تسلیم نہیں رہتی۔

ان معروضات کے بعد ہم ناظرین باتمکین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ:

مشاجرات اور مطاعن کی وہ روایات جو ناقدینِ صحابہؓ کی طرف سے پیش کی جاتی ہیں اور مسلمانوں میں پھیلائی جاتی ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر اور دیکھ سُن کر ردّ و قبول میں جلد بازی نہ کریں اور پریشان خاطر نہ ہوں۔ وہ روایات مندرجۂ بالا اقسام کی ہوتی ہیں۔ خدا کا کلام سچا ہے۔ علیمٌ بذاتِ الصُّدور کا فرمانِ مقدّس ہے کہ حضور علیہ السلام کی تمام جماعت آپس میں مہربان ہے" اِس قسم کی اخبارِ آحاد اور مذکورہ نوعیت کی تاریخی روایات نصِ قطعی کے مقابلہ میں قابلِ التفات نہیں قرار دی جا سکتیں۔

حضرت عائشہؓ کی جانب سے حضرت علیؓ کے حق میں دُعا و ثنا کے کلمات

——— حضرت عائشہ صدیقہؓ بنتِ صدیقؓ نے ایک خاص موقعہ پر حضرت علیؓ کے متعلق مدح و ثنا کے کلمات ارشاد فرماتے تھے۔ روایتِ ذیل میں وہ مذکور ہیں ان کو یہاں نقل کیا جاتا ہے مُسند احمد میں حضرت علیؓ کے مُسندات کے تحت لکھا ہے :-

قَالَتْ فَمَا قَوْلُ عَلِيٍّ حِينَ قَامَ عَلَيْهِ لِمَا يَزْعُمُ اَهْلُ الْعِرَاقِ قَالَ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ قَالَتْ هَلْ سَمِعْتَ مِنْهُ اَنَّهٗ قَالَ غَيْرَ ذَالِكَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَا ! قَالَتْ اَجَلْ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ يَرْحَمُ اللّٰهُ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّهٗ كَانَ مِنْ كَلَامِهٖ لَا يَرٰى شَيْئًا يُعْجِبُهٗ اِلَّا قَالَ صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ، فَيَذْهَبُ اَهْلُ الْعِرَاقِ يَكْذِبُوْنَ عَلَيْهِ وَيَزِيْدُوْنَ عَلَيْهِ فِي الْحَدِيْثِ ؛

(مسند احمد صـ ۸۶/۸۷ جلد اوّل تحت مسندات علی المرتضیٰؓ)

حاصل کلام یہ ہے کہ روایت کنندہ کہتا ہے کہ عبداللہ بن شداد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا ہم دیگر حاضرین بھی موجود تھے وہ عراق سے ان ایام میں آیا تھا جب حضرت علیؓ شہید کر دیئے گئے تھے۔ صدیقہ بنت صدیقؓ نے ابن شداد کو فرمایا کہ جس قوم کے حالات کے متعلق (جن کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا) تم سے میں دریافت کروں تو تو ٹھیک ٹھیک بیان کرے گا تو عبداللہ نے کہا کہ کیوں نہیں! ضرور صحیح بیان کروں گا حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ان کے واقعات بیان کیجیے۔ ابن شداد نے کہا کہ جب حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ سے مصالحت و صلح کی گفتگو کی اور متنازعہ فیہ معاملہ میں دو حکم (یعنی فیصلہ کنندگان) تسلیم کر لیئے تو لوگوں میں سے آٹھ ہزار آدمی (قراء) حضرت علیؓ کے خلاف ہو گئے اور کوفہ کے ایک طرف حروراء کے مقام میں مدمقابل بن کر سامنے آگئے۔ قتل و قتال تک نوبت پہنچی۔ وغیرہ تفصیلات ذکر کیں۔

حضرت عائشہؓ نے ابن شداد سے دریافت کیا کہ اہل عراق (خارجی) جب علیؓ کے مقابل ہو گئے تو علیؓ بن ابی طالب کیا کلام کرتے تھے تو عبداللہ نے کہا کہ میں نے سنا آپؓ فرماتے تھے صدق اللہ و رسولہٗ (اللہ اور اسکے رسولؐ نے سچ فرمایا) حضرت عائشہؓ نے پھر بات کو پختہ کرنے کیلئے ابن شداد کو کہا کہ تو نے خود سنا حضرت علیؓ بن ابی طالب یہی کلمہ کہتے تھے؟ اس نے کہا (صدق اللہ و رسولہٗ) کلمہ کے بغیر میں نے نہیں سنا۔ اس وقت حضرت صدیقہؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علیؓ سے راضی ہوں اور ان پر رحم فرمائیں ان کا تکیہ کلام تھا کہ جب کوئی عجیب و انوکھی چیز دیکھتے تو صدق اللہ و رسولہٗ کا کلمہ فرمایا کرتے تھے۔ اب عراقی (کوفی) لوگ علی بن ابی طالب پر جھوٹ باندھنے لگ گئے ہیں اور ان کے خلاف بات کو بڑھا دیتے ہیں۔

——— روایت ہذا نے حضرت علیؓ کے حق میں حضرت عائشہؓ کے اخلاص و عقیدت کو خوب واضح کر دیا اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جس وقت جمل و صفین کے قتال ہو چکے تھے۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کے درمیان ایک دوسرے کے حق میں کوئی کدورت نہ تھی اور باہم کوئی رنجش اور میل نہیں رکھتے تھے آپس میں سینہ صاف تھا عداوت و بغاوت مفقود تھی۔

عبداللہ بن عباسؓ کی جانب سے حضرت عائشہؓ کو خوشخبری

عبداللہ بن عباسؓ، حضرت علیؓ کے چچا زاد بھائی ہیں اور ہاشمیوں میں بڑے پایہ کی نامور شخصیت ہیں انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مرض الوفات میں حاضری دی اور ان کو بڑی قیمتی خوشخبری سنائی و فضیلت بیان کی۔ اس پر حضرت صدیقہؓ نے ان کو دعائیں دیں۔ مندرجہ ذیل روایت میں یہ چیز مذکور ہے :

"... عن ابن عباسؓ انه استأذن على عائشة في مرضها فارسلت اليه انى اجد غما وكربا فانصرف فقال للرسول ما انا بالذى ينصرف حتى ادخل فاذنت له فقالت انى اجد غما وكربا وانا مشفقة مما اخاف ان يهجم عليه فقال لها ابن عباسؓ فوالله لقد سمعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول عائشۃ زوجتی فی الجنۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکرم علی اللہ ان یزوج جمرۃ من جمر جہنم فقالت فرجت عنی فرج اللہ عنک۔

(۱) جامع مسانید الامام الاعظم الباب الثالث فی الایمان الفصل الرابع فی الفضائل، ج ۱ ص ۲۱۵ - طبع دائرۃ المعارف دکن۔

(۲) مسند الامام ابی حنیفہ عند اختتام باب الفضائل والشمائل ص ۱۰۹، طبع حلب۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدّیقہ کے مرض الوفات میں عبداللہ بن عباس (عیادت) کے لیے تشریف لاتے اور حاضری کی اجازت طلب کی۔ حضرت صدّیقہؓ نے کہلا بھیجا کہ بیماری کی پریشانی و مغمومی ہے۔ آپ واپس چلے جائیں! ابن عباس نے پیغام رساں کو کہا کہ میں تو واپس جانا نہیں چاہتا، حاضری کا اذن ملنا چاہیے۔ حضرت صدّیقہؓ نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ (ابن عباسؓ حاضر ہوئے)۔

—— حضرت صدّیقہ فرمانے لگیں بہت پریشان اور مغموم ہوں اور خائف ہوں کہ موت کے بعد کیا ہوگا۔ (اطمینان دلاتے ہوئے) ابن عباسؓ نے فرمایا: میں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا۔ آپؐ فرماتے تھے کہ عائشہؓ جنت میں میری زوجہ ہوگی" اور ابنِ عباسؓ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خداوند تعالیٰ کے ہاں اِس بات سے بلند و بالا ہیں کہ جہنم کے ایک پارۂ آتش کو ان کی زوجیت میں دیا جائے۔ یہ سُن کر اُمّ المومنین عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ نے میری پریشانی کو زائل کر دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تکالیف کو رفع فرمائے"۔

—— یہ واقعہ جنگِ جمل کے بعد کا ہے اس سے ثابت ہُوا کہ ہاشمی حضرات اور حضرت صدّیقہ کے درمیان خوشگوار تعلقات قائم تھے اور ایک دوسرے کے فضائل و مناقب کا پُورا پُورا اعتراف کرتے تھے۔

خلافتِ صدّیقؓ میں آلِ رسول (صلعم) کے "مالی حقوق کا تحفظ"

اب ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں صدّیق اکبرؓ اور آلِ رسولؐ و اہلِ بیتِ نبوّت کے درمیان تعلقات و روابط کو ذرا زیادہ واضح کیا جاتے سابقہ ابواب میں جو مراسم ذکر کیے گئے وہ صدّیقی دورِ خلافت سے پہلے کے ہیں۔ اب خصوصاً صدّیقی دَور کے واقعات پیش کرنا ملحوظِ خاطر ہے۔ اس کی خصوصی وجہ یہ ہے کہ لوگوں میں اِس دَور کے متعلق کثرت سے تشہیر کی گئی ہے کہ اہلِ بیتِ نبوّت اور آلِ رسولؐ کے ساتھ خلیفۂ اوّل و خلیفۂ ثانی کی طرف سے بڑے بڑے مظالم ڈھائے گئے، اُن کے مالی حقوق غصب کیے گئے اور ان کی جائز مراعاۃ سلب کر لی گئیں، بلکہ ان کے ساتھ مکمل دشمنی و عداوت کا برتاؤ روا رکھا گیا۔ ان پر ظلم و تشدّد کی انتہا کر دی گئی۔

ہمیں ان حالات و ضروریات کی بنا پر یہی بہتر معلوم ہُوا کہ خلافتِ صدّیقی میں جو جو مراحل موجبِ نزاع و مستوجبِ اعتراض سمجھے جاتے ہیں اُن کو تعلقات کی خوشگوار فضا میں پیش کیا جائے اور اصل حقیقت کو واضح کیا جائے، تاکہ مطاعن کے شکوک و شبہات خود بخود زائل ہو سکیں۔

پہلے ہم "مالی حقوق" کا مسئلہ زیرِ بحث لانا چاہتے ہیں جس طرح حضور علیہ السّلام اپنے اقارب اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے اور اپنے اہلِ بیت کی مالی اعانت فرماتے تھے اسی طرح صدیقی خلافت میں ان تمام مراعاۃ اور مالی حقوق کی ادائیگی میں سرِ مُو فرق نہیں آنے پایا۔

دوست کا دوست اپنا دوست ہوتا ہے مخلص دوست اپنے اخلاص کے پیشِ نظر پشتوں تک دیرینہ تعلقات کو قائم رکھتے ہیں اور ان کی تکمیل کو اپنے عملی لوازمات میں شمار کرتے ہیں چنانچہ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے بھی حضور علیہ السّلام کے خاندان کے ساتھ نبوی مراسم و روابط کو کما حقہٗ ملحوظ رکھا

اور ان کا ایک ایک حق ادا کیا۔ یہی ان کے کمالِ اخلاص اور مودّت کا بہترین نمونہ ہے۔

اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے ذیل میں ہم چند روایات پیش کرتے ہیں جو محدثین کے نزدیک صحیح ہیں۔ قرابتِ نبوی کا احترام و اکرام جو صدیق اکبرؓ کی نظروں میں ہے وہ ان میں عمدہ طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اور ان کے مالی حقوق کا اعتراف اور اس کی ادائیگی بہتر طور پر ذکر کی گئی ہے، روایات ملاحظہ ہوں:۔

روایتِ اوّل

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ فَاطِمَةَ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِیْ بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيْرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذَا الْمَالِ يَعْنِيْ مَالَ اللّٰهِ لَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَزِيْدُوْا عَلَى الْمَاْكَلِ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهَا فِيْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِيْهَا بِمَا عَمِلَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ ثُمَّ قَالَ اِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا اَبَا بَكْرٍ فَضِيْلَتَكَ وَذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ وَتَكَلَّمَ اَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ۔"

(صحیح بخاری جلد اوّل ص ۵۲۶ کتاب المناقب، باب مناقب قرابۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

روایتِ دوم

.... اِنَّ فَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسَ اَتَيَا اَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيْرَاثَهُمَا اَرْضَهٗ

مِنْ فَدَكَ وَسَهْمَهٗ مِنْ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَالِ وَاللّٰهِ لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ۔"

(بخاری شریف جلد ثانی ص ۵۷۶ کتاب المغازی
باب حدیث بنی نضیر۔ طبع نور محمدی دہلی)

روایتِ سوم

.. اِنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَتْ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيْرَاثَهَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَاطِمَةُ حِيْنَئِذٍ تَطْلُبُ صَدَقَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِيْنَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّا لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ اِنَّمَا يَاْكُلُ اٰلُ مُحَمَّدٍ (صلعم) فِيْ هٰذَا الْمَالِ اِنِّيْ وَاللّٰهِ لَا اُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَاَعْمَلَنَّ فِيْ ذَالِكَ بِمَا عَمِلَ فِيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ (شرح معانی الآثار المعروف طحاوی شریف
جلد اوّل ص ۲۹۰ کتاب الزکوٰۃ، باب الصدقۃ علی بنی ہاشم طبع دہلی)

حاصلِ ترجمہ

ہر سہ روایات مندرجہ بالا کا خلاصہ اور ماحصل یکجا درج کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ:

حضرت عائشہ (صدیقہ رضی اللہ عنہا) روایت کرتی ہیں کہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے

اور حضرت عباس بن عبد المطلب نے ابوبکر صدیقؓ (خلیفۂ اول) کی خدمت میں مدینہ کے صدقات اور فدک کی آمدنی اور خیبر کے خمس (ان تینوں چیزوں میں اپنے مالی حقوق) کا مطالبہ بطورِ میراث پیش کیا تو ابوبکر صدیقؓ نے (مطالبۂ میراث کے جواب میں) کہا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان ہے کہ "ہم انبیاء (علیہم السلام) کی وراثت (مالی) جاری نہیں ہوتی جو کچھ چھوڑ کر ہم رخصت ہوتے ہیں وہ (اللہ کی راہ میں وقف اور) صدقہ ہوتا ہے۔"

(اس مطالبۂ میراث کے جواب کے بعد آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مالی اخراجات نان نفقہ، خوراک و پوشاک وغیرہ کے سلسلہ میں) ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ مذکورۂ بالا اموال میں سے آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً خرچہ خوراک، نان نفقہ حاصل کرتی رہے گی اور جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ اقدس میں (مالی اخراجات) آلِ رسول کے لیے اِن اموالِ مذکورہ سے جاری رہتے تھے، ٹھیک اسی طرح ہم بھی اِس پر عمل درآمد جاری رکھیں گے۔ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں کریں گے (یعنی مالی مصارف کے حصول کے علاوہ تقسیمِ میراث کا تقاضا آپ کے لیے ٹھیک نہیں) پھر حضرت علیؓ تشریف لائے انہوں نے شہادتِ توحید و رسالت کے بعد کہا کہ اے ابوبکرؓ ہم آپ کی فضیلت و شرافت کا اعتراف کرتے ہیں اور (ابوبکرؓ کی جو رشتہ داری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے اس کا ذکر کیا اور ان کے حقوق کا بھی ذکر کیا۔ اس کے بعد ابوبکر صدیقؓ نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے حضور علیہ السلام کی رشتہ داری و قرابت کا لحاظ مجھے اپنی قرابتداری سے زیادہ محبوب اور مقدم ہے۔"

نتیجۂ روایات

۱۔ ایک تو یہ ثابت ہوا کہ صدیقی خلافت میں آلِ رسول و رشتہ دارانِ نبوی کو ان اموال

(مدینہ، فدک، خمسِ خیبر) سے اپنا حق ملتا تھا۔ البتہ تقسیمِ میراث اِن اموال میں ان حضرات کے لیے فرمانِ نبوی کی وجہ سے نہیں جاری ہوئی

۲۔ دوسرا یہ امر واضح ہوا کہ ان حضرات میں ان کے مالی حق کو صدیق اکبرؓ اپنی صوابدید کے مطابق نہیں تقسیم کرتے تھے بلکہ نبوی دور کے عمل درآمد کے موافق تقسیم کرتے تھے یعنی غصب نہیں کرتے تھے، خورد برد نہیں کرتے تھے، بلکہ ان بزرگوں کے حقوق تقسیمِ عہدِ رسالت کے مطابق ٹھیک ٹھیک ادا کرتے تھے۔

۳۔ تیسرا مسئلہ یہ عیاں ہوا کہ صدیق اکبرؓ کے سامنے اپنے قبیلہ کی بہ نسبت ہر مرحلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ساتھ صلۂ رحمی، وفاداری، حُسنِ سلوک، ادائیگی حقوق، بہرحال مقدم تھا۔ حضرت صدیق اکبرؓ اس چیز کو حلف اور قسم کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ اس میں وہ سو فیصد صادق اور سچے ہیں۔ انہوں نے حضور علیہ السلام کے اہلِ بیت کی اپنوں سے زیادہ قدر دانی کی۔ ان کے حقوق کو کامل طریقہ سے ادا کیا۔ یہ ان کی دوستی اور غمخواری کا درخشندہ نشان اور باہمی موالاۃ اور خیر خواہی کا زبردست ثبوت ہے جس سے دنیائے انصاف میں انکار نہیں کیا جا سکتا۔

صدیقی دورِ خلافت میں سہمِ ذوی القربیٰ
یا حقِ خمس کے حصول کا بیان

مذکورۂ بالا روایات میں اگرچہ یہ مسئلہ (خمس) بھی آ گیا ہے مگر دوسرے اموالِ فے کے ضمن میں مذکور ہوا۔ اب ہم علیحدہ ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ رشتہ دارانِ رسول کا خمس میں جو حق تھا وہ خلافتِ صدیقیؓ و فاروقیؓ میں بنی ہاشم کو باقاعدہ ملتا تھا اور حضرت علیؓ کے ہاتھوں تقسیم ہوتا تھا۔ خمس میں حق تلفی کی داستان صحیح نہیں۔ اس مسئلہ کو حضرت علی المرتضیٰؓ خود بیان

فرماتے ہیں:

"..... اِجْتَمَعْتُ اَنَا وَالْعَبَّاسُ وَفَاطِمَةُ وَزَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ رَأَيْتَ اَنْ تُوَلِّيَنِيْ حَقَّنَا مِنْ هٰذَا الْخُمُسِ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَاَقْسِمُهُ حَيَاتَكَ كَيْلَا يُنَازِعَنِيْ اَحَدٌ بَعْدَكَ فَافْعَلْ قَالَ فَفَعَلَ ذَالِكَ قَالَ فَقَسَمْتُهُ حَيَاةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ وَلَّانِيْهِ اَبُوْبَكْرٍ حَتّٰى اِذَا كَانَتْ آخِرُ سَنَةٍ مِنْ سِنِيْ عُمَرَ فَاِنَّهُ اَتَاهُ مَالٌ كَثِيْرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقُلْتُ بِنَا عَنْهُ الْعَامَ غِنًى وَبِالْمُسْلِمِيْنَ اِلَيْهِ حَاجَةٌ فَارْدُدْهُ عَلَيْهِمْ فَرَدَّهُ عَلَيْهِمْ"

(۱) ابوداؤد، کتاب الخراج، باب بیان مواضع قسم الخمس، جلد دوم، ص ۶۱۔

(۲) مسند امام احمد، جلد اول ص ۸۴-۸۵۔ مسندات علیؓ ابن ابی طالب۔

نیز حضرت علیؓ سے ایک روایت اسی مسئلہ خمس کے متعلق کتاب الخراج امام ابی یوسفؒ میں بھی مروی ہے۔ عبدالرحمٰن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ:

"سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُوْلُ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اِنْ رَأَيْتَ اَنْ تُوَلِّيَنِيْ حَقَّنَا مِنَ الْخُمُسِ فَاَقْسِمُهُ فِيْ حَيَاتِكَ كَيْ لَا يُنَازِعَنَاهُ اَحَدٌ بَعْدَكَ فَافْعَلْ قَالَ فَفَعَلَ قَالَ فَوَلَّانِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَسَمْتُهُ فِيْ حَيَاتِهِ ثُمَّ وَلَّانِيْهِ اَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَسَمْتُهُ فِيْ حَيَاتِهِ ثُمَّ وَلَّانِيْهِ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَسَمْتُهُ فِيْ حَيَاتِهِ حَتّٰى اِذَا كَانَ اٰخِرُ سَنَةٍ مِنْ سِنِيْ عُمَرَ فَاَتَاهُ مَالٌ كَثِيْرٌ فَعَزَلَ حَقَّنَا ثُمَّ اَرْسَلَ اِلَيَّ فَقَالَ خُذْهُ فَاَقْسِمْهُ فَقُلْتُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِنَا عَنْهُ الْعَامَ غِنًى وَبِالْمُسْلِمِيْنَ اِلَيْهِ حَاجَةٌ فَرَدَّهُ عَلَيْهِمْ"

(۳) کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ، باب فی قسمۃ الغنائم، ص ۲۰ طبع مصر)

روایاتِ ہٰذا کا خلاصہ اور ماحصل یہ ہے:

"حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں میں نے (عباسؓ و فاطمہؓ و زیدؓ بن حارثہ کی موجودگی میں) نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ ہم قرابتدارانِ رسول کا جو حصہ خمس میں ہے اس کی تقسیم کی ذمہ داری اگر جناب اپنی زندگی میں میرے سپرد فرما دیں تو بہتر ہوگا تاکہ جناب کے بعد کوئی شخص ہمارے ساتھ اس معاملہ میں نزاع نہ پیدا کر سکے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں حضور علیہ السلام نے مجھے اس کام کا متولی بنا دیا۔ نبوی دور میں میں اس خمس کے حصہ کو (بنی ہاشم) میں تقسیم کرتا رہا۔ پھر ابوبکرؓ نے مجھے اس خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو میں صدیقی دور میں بھی اس کو (بنی ہاشم میں) تقسیم کرتا رہا۔ پھر مجھے عمرؓ بن الخطاب نے اس خمس کی تقسیم کا والی بنایا تو عہد فاروقی میں بھی میں نے اس کو (بنی ہاشم میں) تقسیم کیا، حتیٰ کہ جب فاروقی خلافت کے آخری سال ہوئے تو عمرؓ بن الخطاب کے پاس بہت سا مالِ غنیمت آیا، پس اس نے ہم لوگوں کا حق خمس الگ کر کے میری طرف آدمی ارسال کیا اور فرمایا کہ آپ اس مال کو لے کر حسبِ دستور سابق تقسیم کر دیں۔ اس وقت میں نے جواب میں ذکر کیا کہ اے امیر المومنین! ہم لوگ (یعنی بنی ہاشم) اب مستغنی ہیں (ہماری معاشی حالت بہتر ہے) اور دوسرے مسلمانوں کو احتیاج ہے اور وہ ضرورت مند ہیں۔ تب عمرؓ ابن الخطاب نے (وہ مال) محتاج مسلمانوں کے لیے بیت المال میں واپس کر دیا۔"

نتیجۂ روایات

۱۔ ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ صدیقی خلافت و فاروقی خلافت کے ایام میں بنی ہاشم اور آلِ رسول کو غنائم کے خمس سے اپنا حصہ باقاعدہ ملتا تھا۔ ان کا حق کسی نے غصب

نہیں کیا، دبا نہیں رکھا۔ خورد برد نہیں کیا اور ضائع نہیں کیا۔

۲ - دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ ہاشمی حضرات و آلِ نبوت کو یہ حق خمس حضرت علیؓ کے ہاتھوں تقسیم ہو کر ملتا تھا کسی دوسرے صاحب کے ذریعہ نہیں پہنچایا جاتا تھا تاکہ اہلِ بیت کے ساتھ ناروا سلوک و نا انصافی و ناقدری کا گمان ہی نہ رہے۔

۳ - تیسری یہ چیز بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ہاشمی حضرات میں خمس تقسیم کرنے کے مسئلہ میں احتیاج و فقر کو بھی ملحوظ رکھا جاتا تھا، جیسا کہ فقہائے کرام نے اِس مسئلہ میں تفصیل سے بحث کی ہے فقہاء کا مستدل یہی حضرت علیؓ کا قول و عمل ہے۔ ملاحظہ ہو ہدآیہ جلد ثانی کتاب السیر فصل فی کیفیۃ القسمۃ۔ المبسوط للسرخسی، جلد عاشر کتاب السیر ص ۹-۱۰-۱۱۔

۴ - چوتھی یہ چیز بر آمد ہوتی ہے کہ ان حضرات کا آپس میں لین دین، اخذ و قبول، باہمی مودّۃ و اخوّۃ، شفقت و رفاقت کے علامات میں سے ہے جہاں آپس میں بغض و عداوت و خصومت و نفرت ہو وہاں اس نوع کے تعلقات و مراسم ہرگز قائم نہیں رہ سکتے۔

مالِ فئے اور آلِ رسُول (صلے اللہ علیہ وسلّم)

خُلفاءِ ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) کے ایّام میں

تقسیم کی بحث کے بعد مالِ فئے کے متعلق مختصر سی وضاحت پیش کرنا ضروری ہے قارئین کے فائدہ کے لیے پہلے یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ "مالِ غنیمت وہ مال ہے جو کفّار کے ساتھ جنگ کرنے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اِس مالِ غنیمت سے خمس یعنی پانچواں حصّہ نکالا جاتا ہے جو اپنی جگہ پھر پانچ حصّوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

اور مالِ فئے وہ مال ہے جو کفّار سے جنگ و قتال کیے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ لگے پھر مالِ فئے کے بہت سے حصّے کیے جاتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کا

حصّہ۔ رشتہ داران رسُول کا حصّہ۔ یتامیٰ کا حصّہ۔ مساکین کا حصّہ۔ مسافر کا حصّہ وغیرہ (جیسا کہ سُورۃ حشر، پارہ اٹھائیسویں میں حصص کی تفصیل مذکور ہے)۔

موقعہ ہٰذا کی روایات و احادیث میں جہاں "اموالِ مدینہ" کا ذکر آتا ہے وہاں عموماً بنی نضیر وغیرہ کے مال کا ذکر ہوتا ہے (یہ اموال مدینہ طیّبہ کے قرب و جوار میں تھے)۔

اِس مختصر سی وضاحت کے بعد ناظرین کی خدمت میں گذارش ہے کہ جیسے (رشتہ داران رسُول کے حصّہ) خمس خیبر (بشمولیّتِ فدک) کے متعلق تفصیل سے یہ بات پیش کی گئی ہے کہ آل رسُول (صلعم) کا حصّۂ خمس ان کو خلافتِ صدّیقیؓ کے ایّام میں صحیح طریقہ سے ملتا تھا اور حضرت علیؓ کی نگرانی (و تولیت) میں تقسیم ہو کر ملتا تھا۔

ٹھیک اِسی طرح مالِ فئے میں جو آلِ رسُول (صلعم) کا حق تھا وہ بھی حضرت علیؓ اور ان کی اولاد شریف کے ہاتھ میں دے دیا گیا تھا۔ ہاشمی حضرات مالِ فئے میں سے اپنے حصّہ کو آپس میں خود تقسیم کرتے تھے۔ مسند ابی عوانہ اسفرائینی اور صحیح بخاریؒ اور السنن الکبریٰ لِلبیہقی، وفاء الوفاء لنور الدین السمہودی میں یہ روایت طولانی مفصّل مذکور ہے۔ روایت ہٰذا کے آخر میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اموالِ فئے میں سے جو حق ان کو ملتا تھا اس کی تولیت اور نگرانی خود ان حضرات کے ہاتھ میں دے دی گئی تھی۔ عبارت درج ذیل ہے

وَ طَالَتْ فِيهِ خُصُومَتُهُمَا فَأَبَى عُمَرُ أَنْ يَقْسِمَهَا بَيْنَهُمَا حَتَّى أَعْرَضَ[1]

---

[1] قولہ وطالت فیہ خصومتہما الخ ہم نے جو روایت کا حصّہ نقل کیا ہے یہ آخری حصّہ روایت کا ہے۔ یہاں روایت طویلہ مذکورہ ختم ہو رہی ہے۔ اُوپر روایت ہٰذا میں یہ مسئلہ چل رہا ہے کہ اموالِ فئے و اموالِ بنی نضیر وغیرہا میں سے جو حصّہ ان ہاشمی بزرگوں کو ملتا تھا اسی میں ان حضرات کا آپس میں اختلاف رائے ہوا تھا۔ ایک فریق حضرت علیؓ تھے، دوسرا فریق عمِ نبوی حضرت عباسؓ تھے۔ محدثین فرماتے ہیں کہ ان بزرگوں کا باہمی نزاع اموالِ ہٰذا کی آمدنی میں تصرفات اور خرچ اخراجات کی کمی بیشی کی نوعیت کا تھا

عَنْهَا عَبَّاسٌ فَكَانَتْ هٰذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ ثُمَّ كَانَتْ بَعْدَ عَلِيٍّ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ كِلَاهُمَا كَانَا يَتَدَاوَلَانِهَا ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا"

(۱) صحیح بخاری جلد دوم ص ٥٧٦ - باب حدیث بنی نضیر (۲) مسند ابی عوانہ للحافظ یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی، جلد ۴ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن۔ (۳) السنن الکبریٰ، جلد ٦ ص ۲۹۹ - باب بیان مصرف اربعۃ اخماس الفیٔ (۴) وفاء الوفاء لنور الدین السمہودی - الباب السادس الفصل الثانی فی صدقاتہ صلی اللہ علیہ وسلم وما غرسہ بیدہ الشریفۃ

(تنبیہ حاشیہ) پھر یہ معاملہ خلیفۂ ثانی حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش ہوا اور متعدد بار پیش ہوا۔ ان ہاشمی بزرگوں کی رائے یہ تھی کہ جن رقبہ جات کی آمدنی ہمیں حاصل ہوا کرتی ہے وہ زمین کے قطعات ہمارے درمیان الگ الگ تقسیم کر دیئے جائیں۔ اس صورت سے ہمارا تنازعہ ختم ہو سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس طرح رقبہ جات کی تقسیم کر دینے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا کہ سابقہ طریقہ نبوی کے موافق اور خلیفۂ اول کے طریقہ کے مطابق جس طرح آپ لوگوں کو آمدنی پہنچتی رہتی ہے اسی طرح اب بھی یہ آمدنی جاری رہے گی لیکن حصولی کے سابقہ طریقہ کو بدل کر ہم ان میں تقسیم رقبہ کی صورت نہیں پیدا کریں گے۔ اور خلیفہ ثانی کی جانب سے اس معاملہ میں تقسیم رقبہ نہ جاری کرنے کی حکمت و مصلحت محدثین نے یہ ذکر کی ہے کہ اگر ان رقبہ جات کی تقسیم ان حضرات میں کر دی جائے تو بظاہر اس طرح کرنا ہوگا کہ نصف حضرت علی والے فریق کو دے دیا جاتے اور نصف حصہ عباسؓ کے فریق کے حوالہ کیا جاتے تو ایک ظاہر بین انسان کے سامنے یہ چیز آئے گی کہ یہ ترکۂ نبوی کی تقسیم کی گئی ہے ½ نصف حصہ ایک لڑکی کی میراث کی بنا پر اس کے خاوند علی المرتضیٰؓ کو ملا ہے اور ازواجِ مطہرات کا ثمن ⅛ دیکر باقی حصہ چچا کو بطور عصبہ ہونے کے حاصل ہوا ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام کی مالی میراث اپنے اقرباء میں نہیں تقسیم ہوا کرتی۔ ان کا ترکہ مسلمانوں پر وقف (اور صدقہ) ہوتا ہے تو اس اشتباہ سے بچانے کی خاطر حضرت عمرؓ نے ان اموال میں تقسیم کا طریقہ جاری نہ رکھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان اموال میں رقبہ جات کی تقسیم روا نہیں رکھی گئی تاکہ میراث کی تقسیم کا شبہ نہ ہو لیکن ان کی آمدنی بنی ہاشم و آل علی کو باقاعدہ ہمیشہ ملتی تھی۔ اس پر ہم مزید شواہد پیش کرنے والے ہیں۔ انتظار فرما دیں (منہ)

حاصلِ مطلب

بخاری و اسفرائینی و بیہقی و سمہودی کی مندرجہ بالا روایت کا مفہوم یہ ہے کہ:

"مدینہ کے اموال بنی نضیر وغیرہ میں بنی ہاشم و آلِ رسول (صلعم) کا حصہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے دستِ تصرف میں تھا۔

ان اموال کے متعلق حضرت علیؓ و حضرت عباسؓ چچا بھتیجہ کے درمیان ایک اختلاف رائے چل رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے (ان ہر دو کے تنازعہ کے تحت) ان اموال کو تقسیم کر دینے سے انکار کر دیا۔ یہ چیز دیکھ کر حضرت عباسؓ نے اس تنازعہ سے دستبرداری اختیار کر لی

پھر یہ حضرت علیؓ کے بعد امام حسن بن علیؓ کے ہاتھ میں تھا پھر امام حسین بن علیؓ کے ہاتھ میں تھا پھر امام زین العابدین کے ہاتھ میں تھا پھر حسن بن امام حسنؓ کے ہاتھ میں تھا پھر زید بن حسن کے ہاتھ میں تھا۔ یقیناً یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہی صدقات تھے۔"

نیز مال فیئے کی آمدن اور وصولی کے مسئلہ کو شیعہ علماء نے بھی ان کے زیر تصرف ہونا تسلیم کر کے ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی۔ ابن ابی الحدید شیعی نے شرح نہج البلاغہ میں فدک کی بحث مفصل ذکر کی ہے۔ عثمان بن حنیف حضرت علیؓ کی طرف سے بصرہ کا عامل تھا اس کو حضرت علیؓ نے ایک خط لکھا۔ اس کے الفاظ ہیں "بلی کانت فی ایدینا فدک الخ" اس متن کے تحت ابن ابی الحدید نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں فدک کے لیے تین فصل قائم کیے ہیں اور الفصل الاول میں ابوبکر الجوہری سے بہت سی باسند روایات ذکر کی ہیں۔ یہاں فصل اول میں متعدد دفعہ اس نے یہ مسئلہ تسلیم کیا ہے کہ اموال ہٰذا کی آمدن خود حضرت علیؓ اور ان کی اولاد شریف کے زیر تصرف تھی وہاں سے ایک مقام کی عبارت ملاحظہ فرما دیں

.... فَغَلَبَ عَلِيٌّ عَبَّاسًا عَلَيْهَا فَكَانَتْ بِيَدِ عَلِيٍّ ثُمَّ كَانَتْ بِيَدِ الْحَسَنِ ثُمَّ

کی قسم جس نے اپنا قرآن تمام عالم کے نذیر کی ذات پر نازل فرمایا، ان دونوں نے ہمارے حقوق میں ایک حبّہ کے برابر بھی ظلم روا نہیں رکھا"

شہادتِ دوم

علّامہ نُورالدین السمہودی نے اپنی تصنیف وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ الجزء الثالث میں بھی امام محمد باقرؒ کا یہ قول ابنِ شبّہ کی روایت سے ذکر کیا ہے۔ یہ روایت ابو طالب عشاری کی روایت مندرجہ بالا سے قدرے مفصّل ہے۔ الفاظ یہ ہیں:

"رَوَى ابْنُ شَبَّةَ اَيْضًا عَنْ كَثِيْرِ النَّوَّاءِ قَالَ قُلْتُ لِاَبِيْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ جَعَلَنِيَ اللهُ فِدَاكَ اَرَأَيْتَ اَبَابَكْرٍ وَعُمَرَ هَلْ ظَلَمَاكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئًا اَوْقَالَ ذَهَبَا بِهٖ مِنْ حَقِّكُمْ فَقَالَ لَا! وَالَّذِيْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا مَا ظَلَمَانَا مِنْ حَقِّنَا مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ اَفَاتَوَلَّاهُمَا؟ قَالَ نَعَمْ! وَيْحَكَ تَوَلَّهُمَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَا اَصَابَكَ فَفِيْ عُنُقِيْ ثُمَّ قَالَ فَعَلَ اللهُ بِالْمُغِيْرَةِ وَبَنَانٍ فَاِنَّهُمَا كَذَبَا عَلَيْنَا اَهْلَ الْبَيْتِ"

(وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ لنور الدین السمہودی الجزء الثالث، فصل فی صدقاتہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۰۰۱ جدید طبع مصری)

یعنی کثیر النواء کہتا ہے کہ مَیں نے امام محمد باقر کو کہا کہ اللہ مجھے آپ پر قربان ہونے کی توفیق دے، فرمائیے! کیا ابوبکرؓ و عمرؓ نے تمہارے حقوق میں کچھ ظلم جائز رکھا تھا؟ یا تمہارے حقوق کو ضائع کر دیا تھا؟ تو امام نے جواب دیا کہ نہیں! اُس ذات کی قسم جس نے اپنے بندے تمام عالم کے نذیر پر قرآن مجید اُتارا ہے، ہمارے حقوق کے متعلق ان دونوں نے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم نہیں کیا۔

پھر میں نے عرض کی، مَیں آپ پر قربان جاؤں کیا مَیں ان دونوں کے ساتھ

دوستی رکھوں؟ فرمایا کہ ہاں! تو ان دونوں کے ساتھ دنیا و آخرت میں دوستی و محبت رکھ! اور (بالفرض)، اس پر کوئی وبال پیش آئے تو وہ میری گردن پر ہوگا (یعنی تُو بے فکر ہو کر یہی راہ اختیار کر)۔

پھر فرمایا اللہ تعالیٰ مغیرہ و بنّان دونوں کے ساتھ وہی معاملہ فرمائے جس کے وہ اہل ہیں۔ اس لیے کہ ان دونوں (مغیرہ و بنّان) نے ہم اہلِ بیت پر جھوٹ تصنیف کر کے چسپاں کر دیئے ہیں اور دروغ بنا بنا کر ہماری جانب منسوب کر دیئے ہیں"

سُنّی علماء کی کتابوں سے دو عدد حوالے پیش کرنے کے بعد اب یہی قول شیعی تصنیف سے ذکر کیا جاتا ہے۔ ابن ابی الحدید شیعی نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں جہاں بحث فدک مفصّل ذکر کی ہے وہاں (جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا) تین فصلیں ذکر کی ہیں ان میں الفصل الاوّل میں محمد باقرؒ کا یہ قول بھی درج کیا ہے اور باسند درج کیا ہے اور یہ ابوبکر جوہری[1] کی روایات ہیں جو خالص و مخلص شیعہ ہے یہاں جوہری کی تمام روایات اس نے باسند ذکر کی ہیں۔

امام محمّد باقر کا فرمان

قَالَ اَبُوْبَكْرٍ (الْجَوْهَرِيُّ) وَاَخْبَرَنَا اَبُوْ زَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْمُتَوَكِّلِ اَبُوْ عَقِيْلٍ عَنْ كَثِيْرِ النَّوَّاءِ قَالَ قُلْتُ

---

[1] ناظرین کرام پر واضح ہو کہ ابن ابی الحدید شیعی نے اپنی تصنیف ہذا میں ابوبکر الجوہری کی روایات کا بے شمار ذخیرہ جمع کیا ہے اور اس پر اعتماد کیا ہے اور یہ بزرگ یعنی جوہری صاحب پُراپختہ شیعہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کے تشیّع کے اِثبات میں ہم عنقریب مفصّل کلام کریں گے۔ عام طور پر علماء کو اس سربستہ راز کی طرف توجہ نہیں تھی بفضلہٖ تعالیٰ اب یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ (منہ)

لِاَبِیْ جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ جَعَلَنِیَ اللّٰہُ فِدَاكَ اَرَأَیْتَ اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ ھَلْ ظَلَمَاکُمْ مِنْ حَقِّکُمْ شَیْئًا اَوْ قَالَ ذَھَبَا مِنْ حَقِّکُمْ بِشَیْئٍ فَقَالَ لَا وَالَّذِیْ اَنْزَلَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا مَا ظُلِمْنَا مِنْ حَقِّنَا مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ قُلْتُ جَعَلْتُ فِدَاكَ اَفَاَتَوَلَّاھُمَا؟ قَالَ نَعَمْ! وَیْحَكَ تَوَلَّھُمَا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَا اَصَابَكَ فَفِیْ عُنُقِیْ ثُمَّ قَالَ فَعَلَ اللّٰہُ بِالْمُغِیْرَۃِ وَبَنَانَ فَاِنَّھُمَا کَذَبَا اَھْلَ الْبَیْتِ ۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی المتوفی ۶۵۶ھ، جلد۴ ص۱۱۳۔ مطبوعہ بیروت وشام۔ سن طباعت جلد ہذا ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء ۔ الفصل الاول بحث فدک)

”حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقرؒ کا یہ قول سنی علماء نے اور شیعہ علماء نے اپنی اپنی سندات کے ساتھ کتابوں میں ذکر کیا ہے اس میں کچھ اشتباہ نہیں ہے۔

امام کے فرمان کے فوائد اور نتائج

۱ - امام محمد باقرؒ کے جواب نے مسئلہ صاف کر دیا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ نے آلِ رسول پر کوئی ظلم روا نہیں رکھا۔

۲ - خلیفۂ اوّل و خلیفۂ ثانی نے آل نبیؐ کے تمام حقوق کو ادا کیا اور کوئی ایک حق ذرہ برابر بھی ضائع نہیں کیا۔

۳ - دونوں ہستیوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے ساتھ دوستی و مودّت کے سوال پر تلقین فرمائی کہ اِس عالم اور اُس عالم دونوں جہان میں شیخینؓ کے ساتھ دوستی رکھنی لازم ہے۔

۴ - آلِ نبیؐ پر ظلم و ستم کی داستانیں اور ان کی حق تلفی کے قصہ جات مغیرہ بن سعید اور بنانؒ

ؒ نوٹ: مغیرہ و بنان البیان الخ اہل علم کی آگاہی کے لیے قلیل رہنمائی کافی ہوتی ہے شیعی علماء تراجم و رجال

دیا نیان، جیسے وضّاع و کذّاب لوگوں کی تصنیفات ہیں اور اہلِ بیت پر سراسر جھوٹ تجویز کیے گئے ہیں۔

۵ - اور یہ چیز بھی ثابت ہوئی کہ شیخینؓ کے درمیان اور آلِ رسول میں کوئی چپقلش و پرخاش دائمی نہ تھی ورنہ ان کے ساتھ مودّۃ و دوستی کی تلقین امام موصوف کیسے فرما سکتے تھے

شہادت (۲)

امام محمد باقرؒ کی شہادت کے بعد اب ان کے برادرِ حقیقی امام زید الشہید بن امام زین العابدین کی شہادت پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اِس لیے کہ جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک اِن بزرگوں کی صداقت، امانت، دیانت، راست گوئی، راست بازی پر پورا اعتماد ہے۔ اس خاندان کے افراد جو چیز بیان کریں گے وہ نفس الامر میں صحیح ہوگی۔ جھوٹ بولنا ان کا شیوہ نہیں۔ دھوکہ دینا ان کی روایات کے خلاف ہے جو زبان پر لائیں گے، وہی بات دل میں ہوگی۔ دل میں کچھ ہو

(بقیہ حاشیہ) نے مغیرہ بن سعید و بنان لہذا بر ائمہ کی طرف سے لعنت ذکر کی ہے اس کی وجہ یہی ذکر کی ہے یہ دونوں ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جھوٹ باندھتے تھے۔ افترا پردازی ان کا شیوہ بن گیا تھا چنانچہ ”رجال کشی طبع بمبئی“ تذکرہ مقلاص بن ابی خطاب میں ائمہ کی زبانی ان کا ملعون ہونا درج ہے۔ عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰہُ بَنَانَ الْبَیَانِ اِنَّ بَنَانًا لَعَنَ اللّٰہُ کَانَ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِی الخ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ لَعَنَ اللّٰہُ الْمُغِیْرَۃَ بْنَ سَعِیْدٍ اِنَّہٗ کَانَ یَکْذِبُ عَلٰی اَبِی الخ اسی طرح بہت سے مقامات پر ان دونوں پر ائمہ کی لعنت کی بارش ہو رہی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیعہ و سُنّی علماء تسلیم کر رہے ہیں کہ اس قسم کے کذّاب لوگوں نے اہلِ بیت و آل نبی کی حق تلفی و ضیاعِ حقوق کی کہانیاں قوم میں پھیلا دی ہیں۔

(نوٹ) بنظر اختصار ہم نے صرف ”رجال کشی“ کا حوالہ دے دیا ہے۔ مغیرہ و بنان کی لعنت کا تذکرہ باقی بہت سی شیعی کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً جامع الرواۃ محمد بن علی الاردبیلی۔ مجمع الرجال القہپائی۔ منتہی المقال (رجال ابی علی) وغیرہ۔ (منہ)

اور زبان سے کچھ کہیں۔ یہ ان کے اتقاء و پرہیزگاری کے بالکل برخلاف ہے اور مومن صادق کی شان کے برعکس ہے "آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بیباکی" ہوتا ہے۔ اللہ کے شیروں کو روباہی نہیں آیا کرتی جو زبان سے صادر ہوتا ہے وہ سو فیصد درست ہوتا ہے دفع الوقتی کا وہاں نام و نشان نہیں ہوتا۔ یہ بزرگ صادق القول و راست گو ہیں، کاذب نہیں۔ متقی و پرہیزگار ہیں، فاسق نہیں، دیانت دار ہیں خائن نہیں۔ عالم باعمل ہیں ناواقف نہیں۔ راشد و رہنما ہیں، گمراہ نہیں۔ ایسی بزرگ ہستی کی (فدک کے بارہ میں) رائے یقیناً وزنی ہے اور سو فیصدی درست ہے۔ پس ان میں سے امام زید شہیدؒ نے مالی حقوق کے مسائل میں سے خصوصی طور پر فدک کے مسئلہ کی وضاحت اس طرح بیان فرما دی ہے اور ایسے طریقہ سے اس بحث کو مختصر لفظوں میں طے کر دیا ہے کہ اگر ذرہ بھر انصاف سے کام لیا جائے تو اس مرحلہ کے تمام تنازعات ہی ختم ہو جاتے ہیں اور ادائیگی حقوق کا مسئلہ خود بخود طے ہو جاتا ہے۔

امام محمد باقرؒ کے فرمان نے یہ بات صاف کر دی تھی کہ خلفاء حضرات نے آلِ رسولؐ کا کوئی حق ضائع نہیں کیا اور ان پر کوئی ظلم روا نہیں رکھا۔ اب امام زید شہیدؒ مسئلہ فدک کو اس طرح سلجھا رہے ہیں کہ فدک کے بارے میں ابوبکر الصدیقؓ کا فیصلہ بالکل درست اور صحیح تھا۔ چنانچہ بیہقی نے اپنی تصانیف میں اور حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ والنہایہ" جلد خامس میں ذکر کیا ہے کہ۔

وقد اعترف علماء اهل البيت بصحة ما حكم به ابوبكرؓ في ذالك
قال الحافظ البيهقي انبأنا محمد بن عبد الله الحافظ حدثنا ابو عبدالله
الصفار حدثنا اسماعيل بن اسحٰق القاضي حدثنا نصر بن علي حدثنا
ابن داؤد عن فضيل بن مرزوق قال قال زيد بن علي بن الحسين بن علي
بن ابي طالب اما انا فلو كنت مكان ابي بكرؓ لحكمت بمثل ما حكم به
ابوبكرؓ في فدك "

(۱) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی، ص۱۸۱، طبع مصر

(۲) السنن الکبریٰ بیہقی جلد ۶ ص ۳۰۲ بحث بیان مصرف اربعۃ اخماس الفئ بعد رسول اللہ ﷺ

(۳) البدایہ لابن کثیر جلد ۵ ص ۲۹۰ طبع مصری۔

یعنی اہلِ بیت کے علماء نے اس چیز کا اعتراف کیا ہے کہ مسئلہ فدک کے بارے میں جو حکم ابوبکرؓ نے صادر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے . . . . (اس سند کے ساتھ بیہقی نے فضیل بن مرزوق کا قول ذکر کیا ہے) کہ فضیل کہتا ہے کہ امام زید شہیدؒ نے فرمایا کہ اگر ابوبکرؓ کی جگہ اس وقت والی اور حاکم ہوتا تو میں بھی فدک کے بارہ میں وہی حکم کرتا جو ابوبکرؓ نے صادر کیا۔"

ناظرین پر واضح رہے کہ امام زید شہیدؒ کا یہ قول صرف ہمارے علماء نے ہی ذکر نہیں کیا بلکہ شیعی علماء بھی ذکر کر رہے ہیں چنانچہ ابن ابی الحدید نے اپنی شرح نہج البلاغۃ میں ان الفاظ کے ساتھ امام زیدؒ کے فیصلہ ہذا کو لکھا ہے۔ "قال زید بن علی بن الحسینؒ وایم اللہ لو رجع الامر الیّ لقضیت فیہ بقضاء ابی بکر" یعنی امام فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم ہے اگر یہ معاملہ (فدک) میری طرف لوٹ کر آتا تو میں بھی اس کا وہی فیصلہ کرتا جو ابوبکر نے فیصلہ کیا۔"

(حدیدی شرح نہج البلاغہ جلد ۴، ص ۱۱۳ بحث فی الاخبار الواردۃ فی فدک
بحوالہ ابی بکر الجوہری۔ طبع بیروت شام۔ سن طباعۃ جلد ہذا ۱۳۷۵ھ / ۱۹۵۶ء)

امام زید شہیدؒ کے فرمان کے فوائد

(۱)

اہلِ بیت کے علماء کے فرمان سے ایک چیز تو یہ ثابت ہوئی کہ معاملۂ "فدک" کے متعلق جو طرز و طریق ابوبکر الصدیقؓ نے اختیار کیا تھا (یعنی فدک کی آمدن تو آلِ رسولؐ کو ملتی رہے گی، جیسے حضور علیہ السلام عنایت فرماتے تھے لیکن وراثت کی صورت میں تقسیم ہو کر نہیں دیا جائے گا) وہ بالکل درست تھا اور اس مسئلہ میں ابوبکر الصدیقؓ مصیب تھے۔ خطاکار نہیں تھے۔

(۲)

نیز یہ بھی ثابت ہُوا کہ جب فدک جیسی اہم آمدن کی ادائیگی میں ابوبکر الصدیقؓ نے کوئی کوتاہی نہیں کی اور نہ خطا کی بلکہ صحیح طور پر اس حق کو ادا کیا۔ تو معلوم ہُوا کہ دوسرے مالی حقوق (ذوی القربیٰ کا حصّہ۔ آلِ رسُول کا خمس۔ مالِ فے وغیرہ میں حصّے) کے ادا کرنے میں بھی سیدنا صدیق اکبرؓ خلیفۂ اوّل نے کوئی کمی و قصور نہیں کیا اور نہ ہی ان کا کوئی حق ضائع کیا ہے بلکہ ان بزرگوں یعنی آلِ رسولؐ کے تمام حقوق اپنے اپنے مواقع میں ٹھیک ٹھیک ادا کیے۔

(۳)

تیسری یہ چیز عیاں ہو رہی ہے کہ اولادِ علی و آلِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے دل میں خلیفۂ اوّل ابوبکر الصدیقؓ کے متعلق کسی قسم کا حسد و کینہ و عداوت و بغض و عناد وغیرہ نہ تھا ورنہ ابوبکر الصدیق کے فیصلہ کی وہ کسی مرحلہ پر بھی تصدیق و تصویب و تائید نہ کر سکتے تھے جہاں آپس میں عناد و تضاد ہوتا ہے وہاں ہر ایک فریق دوسرے کی تنقیص و تغلیط و تردید کے درپے رہتا ہے اس پر حالاتِ زمانہ گواہ ہیں۔

مزید مؤیّدات

مذکورہ شواہد کے بعد اس مسئلہ کے متعلق کہ آلِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے مالی حقوق ادا کیے جاتے تھے اور خصوصاً فدک کی آمد سے آلِ رسُول (صلعم) کا حصّہ باقاعدہ طور پر سیدہ فاطمہ اور ان کی اولاد کو ابوبکر صدیقؓ ادا کرتے تھے۔ ہم اس کی مزید تائیدات تحریر کرنا چاہتے ہیں جو شیعہ مجتہدین و شیعہ مصنفین نے اپنی تصانیف میں درج کی ہیں۔ سر دست یہ چار عدد مؤیدات پیشِ خدمت ہیں۔ ایک منصف طبع انسان ان مندرجات پر مطلع ہونے کے بعد خود بخود نتائج برآمد کر سکتا ہے اور بڑی سہولت سے فوائد مرتب کر سکتا ہے۔

اوّل

ابن ابی الحدید[1] نے شرح نہج البلاغہ میں اِس مسئلہ کو عبارتِ ذیل میں پیش کیا ہے اور باسند روایت لکھی ہے۔ اس میں یہ تصریح ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "کان ابوبکر یأخذ غلّتها فیدفع الیهم منها ما یکفیهم ویقسم الباقی وکان عمرؓ کذالك ثم کان عثمانؓ کذالك ثم کان علی کذالك"

یعنی ابوبکر فدک کا غلّہ لے کر جس قدر اہل بیتِ نبوی کی ضرورت کو کافی ہوتا ان کی طرف بھجوایا کرتے تھے اور باقی آمدن کو دوسرے ضرورت مندوں و حقداروں میں تقسیم کرتے تھے اور عمرؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے پھر عثمانؓ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے پھر علیؓ المرتضیٰ بھی اسی طرح تقسیم کرتے تھے۔

(حدیدی شرح نہج البلاغہ، ج ۲ ص ۲۹۶ - جزء شانزدہم - نسخی کلاں طبع قدیمی ایرانی)

(حدیدی شرح نہج البلاغہ طبع بیروت و شام، ج ۴ ص ۱۱۱، بحث فیما ورد من الاخبار والسیر فی فدک الفصل الاوّل)

دوم

ابن میثم بحرانی[2] شیعی نے بھی شرح نہج البلاغہ میں روایت درج کی ہے جس میں یہ مسئلہ مذکور ہے:

"وکان (ابوبکر) یأخذ غلتها فیدفع الیهم منها ما یکفیهم ثم فعلت الخلفاء بعدهٗ کذالك"

---

[1] قولہ ابن ابی الحدید، اس کا مکمل نام یہ ہے: بہاء الدین محمد بن محمد بن الحسین ابی الحدید المدائنی۔ اس کی ولادت ۵۸۶ھ میں ہے۔ اس نے شرح نہج البلاغہ ۶۴۶ھ میں تحریر کی ہے اور اس کی وفات ۶۵۶ھ میں ہے شیعی معتزلی عالم ہے اس کی کل عمر ستر برس ہوتی ہے اس نے شرح ہذا ابن علقمی شیعہ وزیر کی خاطر تحریر کر کے پیش کی تھی اس پر ابن علقمی شیعی نے بہت اس کو انعام و اکرام کیا۔ اس واقعہ کی تفصیلات شیعی تراجم کی کتب میں ملاحظہ ہوں مثلاً روضات الجنات خوانساری وغیرہ۔ باب العین ص ۴۷ (عبدالحمید) (منہ)

[2] قولہ ابن میثم بحرانی متوفی ۶۷۹ھ نے شرح ہذا میں عامل بصرہ عثمان بن حنیف کی طرف جو جناب علیؓ کی کتاب یا مکتوب ہے اس کی وضاحت و تشریح میں اٹھارہ عدد مفاسد بیان کیے ہیں وہاں آٹھویں نمبر میں یہ

"یعنی ابوبکر فدک کی آمدن سے کہ آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف بھیجتے تھے جس قدر ان کو کافی ہوتی تھی۔ پھر ابوبکرؓ کے بعد بھی خلفاء نے اسی طرح عمل درآمد جاری رکھا۔"

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم کمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی شیعی المتوفی ۶۷۹ھ -
سن تالیف شرح ہذا ۶۷۷ھ - جزء ۳۵ ص ۵۴۳ طبع قدیم ایرانی۔ ج ۵ ص ۱۰۷ طبع جدید طہرانی)

سوم

تیسری تائید شیخ ابراہیم بن حاجی الحسین بن علی بن الغفار الدنبلی کی شرح نہج البلاغہ (درۃ نجفیہ) میں مذکور ہے۔ عثمان بن حنیف عاملِ بصرہ کی طرف جو حضرت علیؓ کا مکتوب لکھا گیا ہے اس خطبہ کی عبارت کی تشریح کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"وکان یاخذ غلتها فیدفع الیهم منها ما یکفیهم ثم فعلت الخلفاء بعده کذالک"

"یعنی فدک کی آمدن (غلہ) آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف ابوبکر بھیجا کرتے تھے جتنی مقدار ان کو کافی ہوتا تھا۔ پھر ابوبکر (خلیفہ اول) کے بعد کے خلفاء نے اس کے موافق عمل درآمد کیا۔"

(تنبیہ حاشیہ) روایت لکھی ہے جس کے الفاظ بعینہٖ ہم نے نقل کیے ہیں۔ اہلِ علم پر واضح رہے کہ اس روایت کے اندراج کے بعد صاحب کتاب ہذا نے اس پر کوئی جرح و نقد نہیں کیا نہ اس کو رد کیا ہے۔ یہ روایت ان کے علماء میں جاری و ساری ہے مگر اس کو لوگوں کے سامنے لانے سے پوری طرح پرہیز کرتے ہیں اس کتمان و پوشیدگی و تستر میں بڑے بڑے مصالح و منافع ہیں۔ فافہم۔ اور اگر بالفرض اہل السنۃ کی روایت ہوتی تو انہوں نے یہ رہنمائی ضروری کر دینی تھی اس مصنف محدث کا نام اور اس کی تصنیف کا نام یقیناً بیان کر دیتے۔ مگر ایسا نہیں کیا اور ان حضرات کی عادت ہے کہ اس قسم کی چیز جو ان کے خلاف ان کے ذخیرہ جات میں پائی جائے تو اس کا وزن گھٹانے کے لیے قِیل کے لفظ سے یا رُوِیَ کے لفظ سے تعبیر کر دیتے ہیں۔ (منہ)

(کتاب الدرۃ النجفیہ شرح نہج البلاغہ لابراہیم بن الحاجی حسین۔ تاریخ تالیف ہذا ۱۲۹۱ھ۔ مطبوعہ ایرانی طبع قدیم)

چہارم

چوتھی تائید اس سدی کے شیعی عالم و مجتہد سید علی نقی فیض الاسلام نے اپنی فارسی شرح نہج البلاغہ میں تحریر کی ہے لکھتے ہیں کہ "خلاصہ ابوبکر غلہ و سود آں گرفتہ بقدر کفایت باہل بیت علیہم السلام میداد و خلفاء بعد از وے ہم برآں اسلوب رفتار نمودند"

حاصل یہ ہے کہ فدک کی آمدن (غلہ وغیرہ) بقدرِ کفایت اہل بیت کو ابوبکرؓ دیا کرتے تھے اور آپ کے بعد کے خلفاء نے بھی اسی کے موافق عمل درآمد جاری رکھا۔"

(ترجمہ و شرح فارسی نہج البلاغہ از فیض الاسلام علی نقی، ج ۵ ص ۹۶۰ طبع طہرانی۔
عبارت بلی کانت فی ایدینا فدک من کل ما اظلتہ السماء کے تحت شرح میں یہ درج ہے)

تائیدات کے فوائد و نتائج

(۱)

اب تو یہ چیز عیاں ہو کر سامنے آگئی ہے کہ اہلِ بیت و آلِ رسول (صلعم) کے مالی حقوق ابوبکر صدیقؓ نے صحیح طور پر ادا کیے ہیں اور خاصکر فدک کی آمد بھی ابوبکر الصدیقؓ ان حضرات کو پہنچاتے رہے ہیں۔ جیسا کہ شیعی علماء و شیعی مصنفین نے بھی اس مسئلہ کو صاف کر دیا ہے کہ ان حضرات اہلِ بیت کی ضروریات کے موافق ان کے اخراجات خلیفہ اول کی طرف سے فدک کی آمد سے ہی پورے کیے جاتے تھے۔

(۲)

حضرت ابوبکر الصدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیؓ چاروں خلفاء کی کارکردگی مسئلہ فدک کے متعلق ایک طرح کی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے دورِ خلافت میں اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی تھی (جیسا کہ ان دوستوں نے مشہور کر رکھا ہے)۔

(۳)

جب مندرجہ چیزیں ثابت ہیں تو نتیجہ یہ برآمد ہُوا کہ ابوبکر خلیفۂ اوّل نہ ظالم تھے نہ جابر تھے۔ نہ غاصب تھے نہ خائن تھے نہ غادر تھے، بلکہ حقداروں کے حق ادا کرنے والے تھے اور اہلِ بیت کے حقوق کی کماحقہٗ رعایت رکھنے والے تھے۔ آلِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلقہ وعدوں کو ایفا کرنے والے تھے۔ آلِ نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق معاشرتی اُمور میں پُوری پاسداری کرنے والے تھے۔ جہاں خلیفۂ اوّل نے تمام مسلمانوں کے ساتھ حُسنِ سلوک، رواداری اور خدمت گذاری کا حق ادا کیا ہے وہاں اس نے حضور علیہ السّلام کے رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کی بہترین خدمت سرانجام دی ہے۔ (جزاہ اللہ احسن الجزاء)

(۴)

ان تمام مندرجات سے صاف واضح ہو رہا ہے کہ خلیفۂ اوّل (ابوبکر الصدّیق) کے درمیان اور آلِ رسول (صلعم) کے مابین مساعدت تھی، موافقت تھی، مراعات تھی موالات تھی۔ مواساۃ و مواخاۃ تھی۔ تب ہی تو آپس میں لین دین اور اخذ و قبول جاری تھا۔ خمس کا حق ان کو ملتا تھا۔ مالِ فَے سے ان کو حق ملتا تھا اور سہم ذوی القربیٰ ان کو حاصل ہوتا تھا۔ فدک کی آمدن ان کو پہنچتی تھی (جیسا کہ فریقین کی کتابوں سے اس پر شواہد و مؤیدات پیش کیے گئے ہیں)۔

اور اگر بالفرض والتقدیر آل رسُول (صلی اللہ علیہ اللہ وسلم) اور خلیفۂ اوّل و ثانی کے درمیان منافرت و مخالفت اور معادات و مخاصمت و معاندت ہے تو مذکورہ مراسم و روابط کیسے قائم و دائم رہ سکتے تھے؟ خمسِ غنائم کیسے لے سکتے تھے؟ مالِ فَے کے متولّی کیسے بن سکتے تھے؟ فدک کی آمدن کیسے قبول کر سکتے تھے؟ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَار

ایک جائز سوال اور مناسب جواب

"آلِ رسول صلعم اور مالی حقوق" کے عنوان کے تحت فریقین کی کتابوں سے جو حوالہ جات آپ نے درج کیے ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابوبکر الصدّیقؓ نے آل رسول (صلعم) کے ان حقوق کو ادا کیا ہے اور خصوصاً "فدک" کی آمدن سے آل نبی (صلعم) کے تمام اخراجات کو پورا کرتے تھے۔ ساتھ ہی صحاح کی انہی بعض روایات میں لکھا ہے فَاَبیٰ ابوبکر علیہما ذالک یا فَاَبیٰ ابوبکر ان یدفع الیٰ فاطمۃ منہا شیئًا وغیرھا (یعنی جب حضرت فاطمہ نے ابوبکر الصدّیقؓ سے اپنے حق کا مطالبہ کیا ہے تو ابوبکرؓ نے فاطمہؓ کا مطالبہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا) تو یہ چیز اس ثابت شدہ امر کے بالکل برخلاف ہے وہاں ادائیگی حق کا اقرار ہے اور اس جملہ میں حق ادا کرنے سے بالکل صاف انکار ہے۔ اس تضاد بیانی اور تعارضِ روایت کا کیا حل ہے؟

الجواب

جن روایات میں حضرت فاطمہؓ نے خلیفۂ اول ابوبکر الصدّیقؓ سے متروکہ مال نبوی کا مطالبہ کیا ہے۔ اس نوع کی سب روایات پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ کو مخصوص نوعیت یعنی توریث کی شکل میں ادا کرنے سے ابوبکر صدیق نے انکار کیا ہے مطلقاً حق ادا کرنے سے انکار نہیں کیا۔ آسان لفظوں میں اس طرح ہے کہ فاطمہؓ اپنے خیال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے متروکہ مال میں سے بطورِ وراثت اپنا حق طلب کرتی تھیں اور خلیفہ اوّل صدیقِ اکبرؓ نے اس فرمانِ نبوی کو (کہ ہمارے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ اور وقف ہوتا ہے) پیش کر کے بطورِ وراثت تقسیم کر دینے سے انکار کیا ہے۔ سرے سے ان کو حق ادا کرنے سے منع نہیں کیا۔ (شتّان بین المرتبتین)

اس چیز پر قرائن و شواہد خود روایت میں موجود ہیں جو غور کرنے سے معلوم ہو رہے ہیں۔

۱۔ پہلا یہ ہے کہ روایاتِ ہٰذا میں درج ہے کہ صدیق اکبرؓ فرماتے ہیں کہ انما یاکل آل محمد من هٰذا المال الخ (ضرور بضرور آل محمدؐ اس مطلوبہ مال سے کھاتی رہے گی۔

۲۔ دوسرا یہ کہ صدیق اکبرؓ کہتے ہیں کہ میں ان اموال میں نبی کریم صلعم جیسا عمل درآمد یقیناً جاری

رکھونگا۔ (لا عملنّ فیہا بما عمل فیہا رسول اللہ صلعم الخ)
اور مسلّم چیز ہے کہ حضور علیہ السّلام کا عمل درآمد حق ادا کرنے کا عمل تھا نہ کہ حق کو روکنا اور منع کرنا تھا۔

۳- تیسرا صدّیق اکبرؓ حلف و قسم کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ نبی کی قرابت و رشتہ داری مجھے اپنی رشتہ داری سے زیادہ محبوب ہے (واللہ لقرابۃ رسول اللہ صلعم احبّ الیّ من قرابتی) اور ظاہر ہے کہ رسول (صلعم) کے رشتہ داروں کو حقوق ادا کرنے کی صورت میں یہ اپنی قسم میں بار اور صادق ہو سکتے ہیں نہ کہ دوسروں کا حق ضائع کر دینے میں سچے ہو سکتے ہیں۔

اسلامی دنیا تسلیم کرتی ہے کہ ابوبکر الصدّیقؓ اپنے اقوال میں اعمال میں وعدہ کے وفا کرنے میں سچے و صادق تھے۔ تب ہی تو آپ کو صدّیق کا لقب عطا ہوا ہے۔

اب ان قرائن مندرجہ میں غور کرنے سے ایک منصف طبع انسان آسانی سے فیصلہ کر سکتا ہے جو شخص ان ہر سہ امور بالا کو تسلیم کر رہا ہے یا ان کا اقرار کر رہا ہے وہ حق ادا کرنے سے کیسے انکار کر سکتا ہے؟

بہر کیف حضرت صدیق اکبرؓ نے جو وعدے کیے ہیں وہ یقیناً پورے کیے ہیں اور آلِ رسول (صلعم) کے حقوق ٹھیک ٹھیک ادا کیے ہیں اور آلِ رسول کو ادائیگی حقوق کے لحاظ سے ہر مرحلہ پر مقدم رکھا ہے۔ اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔ اور جہاں ابوبکر الصدیق کی طرف سے انکار کا ذکر ہے وہاں تقسیم وراثت کی صورت میں انکار کیا ہے۔ مطلقاً حق کو نہ ادا کرنا یا ضائع کر دینا ہرگز مراد نہیں۔ فافہم و استقم۔

مزید برآں

یہ چیز عرض کی جاتی ہے کہ الجواب کے تحت بالا عبارت میں ہم نے واضح کر دیا ہے کہ صدیق اکبرؓ نے آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حقوق کی ادائیگی میں انکار کس صورت میں کیا ہے؟ اور اقرار کس صورت میں کیا ہے؟ یعنی حقداروں کے درمیان اراضی تقسیم کر دینے سے انکار کیا تھا اور آمدن اراضی ہذا کی تقسیم پر عمل درآمد کیا کرتا تھا؟ یہ عمل درآمد تمام خلفاء ثلاثہؓ کے دور میں جاری رہا۔ حتیٰ کہ جب حضرت علی المرتضیٰ کا دورِ خلافت آیا ہے اس وقت بھی فدک کے بارہ میں وہی سابق عمل درآمد چلتا رہا جس کو خلفائے ثلاثہ جاری کیے ہوئے تھے۔

جب حضرت علی المرتضیٰؓ سے بعض لوگوں نے فدک کی واپسی کے متعلق کلام کیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے میں اس چیز کو لوٹا دوں جس کو ابوبکرؓ نے منع کیا تھا اور عمرؓ نے اس حکم کو جاری رکھا۔ عبارتِ ذیل میں یہ مفہوم موجود ہے:

.... فَلَمَّا وَصَلَ الْاَمْرُ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ کُلِّمَ فِیْ رَدِّ فَدَكَ فَقَالَ اِنِّیْ لَاَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰهِ اَنْ اَرُدَّ شَیْئًا مَنَعَ مِنْهُ اَبُوْبَکْرٍ وَّاَمْضَاهُ عُمَرُ۔"

(۱) الشافی فی الامامۃ از سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ طبع قدیم ص ۲۳۱-۱۴۳۰ فصل فی تتبع کلامہ علی الطاعن علی ابی بکر و ما اجابہ بہ الخ۔ (۲) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید جلد رابع طبع بیروت شام ص ۱۳۰ - بحث فدک۔ الفصل الثانی)

خلاصہ یہ ہے کہ سیّد مرتضیٰ نے اور ابن ابی الحدید دونوں شیعی علماء نے یہ حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے۔ اس میں صاف ثابت ہو رہا ہے کہ شیخینؓ نے فدک کے بارے میں جو شکل اختیار کی تھی وہ حضرت علیؓ کے نزدیک صحیح اور درست تھی، ناجائز اور ناروا نہیں تھی۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں اسی پر عمل جاری رکھا گیا۔ گویا صدّیق اکبرؓ کی صداقت کے لیے یہی کافی ہے کہ حضرت علیؓ کا قول اور عمل ان کا مؤیّد و مصدّق ہے۔ ایک منصف مزاج اور حق پسند کے لیے اس سے بڑھ کر کونسی شہادت کی ضرورت ہے؟

ایک معقول سوال

ماقبل میں جو چیزیں آپ نے پیش کی ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کے رشتہ داروں اور ابوبکر الصدیق رضی کے درمیان معاملات بہت بہتر تھے۔ ایک دوسرے
کے قدردان تھے، ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والے اور وعدہ وفا تھے جو ان کے مابین
حسنِ سلوک کا بہترین ثبوت ہے۔

لیکن آپ کی حدیث کی کتابوں (بخاری شریف و دیگر کتب) میں پایا جاتا ہے کہ جب
ابوبکر الصدیق رض نے حضرت فاطمہ رض کو حقِ وراثت دینے سے انکار کیا تو فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ
فَهَجَرَتْهُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ۔ یعنی فاطمہ غضبناک ہو گئیں اور وفات تک ابوبکر رض کو
چھوڑ دیا اور پھر کوئی کلام نہ کی۔"

سو معلوم ہوا کہ آلِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خصوصاً سیدہ فاطمہ رض اور ابوبکر الصدیق کے
درمیان سخت ناچاکی واقع ہو گئی تھی اور باہمی ناراضگی آگئی تھی۔ اور ان کی یہ چیز مدۃ العمر
چلی گئی۔

یہ بات آپ کے سابقہ بیانات اور پیش کردہ روایات و حسنِ معاملات سب کی
تغلیط و تردید کر رہی ہے لہٰذا اس معمہ کو حل کیا جائے۔ کیونکہ تعلقات کے تمام سابقہ واقعات
اس روایت نے مشتبہ کر ڈالے ہیں۔ جب زندگی کے آخری لمحات میں کشیدگی و رنجیدگی پائی
جاتی ہے تو گذشتہ مراسم و تعلقات کا کیا فائدہ ہوا۔ وہ تو خود بخود کالعدم متصور ہو کر رہ گئے۔
بنابریں آپ اس مسئلہ کو صاف کریں۔

مرغوب جواب

سوال مندرجہ کا جواب پیش کرنے سے پہلے یہ لکھنا مفید ہے کہ
(۱)۔ مسئلہ فدک کی یہ نازک اور اہم بحث ہے۔ اس پر علماء نے اپنے اپنے دور میں عمدہ
کلام کیا ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ چودھویں صدی ہجری کا آخری دور جا رہا ہے یعنی اس
وقت ۱۳۹۱ھ شروع ہے۔ مسئلہ فدک پر ہمارے استاذِ محترم حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب

بخاری مرحوم و مغفور نے ایک کتاب "تحقیق فدک" کے نام سے ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۵ء میں تحریر فرمائی تھی۔ جو اس بحث کے
متداول پہلوؤں پر مشتمل لاجواب کتاب ہے۔ عوام و خواص کو اس کتاب سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ ہم نے بھی تحقیق فدک کے
فوائد سے انتفاع کیا ہے جن مسائل کی حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے بنیاد قائم کی تھی ان کی تکمیل کرنے
میں ہم نے اپنے مقدور کے موافق سعی کی ہے۔ مالک کریم منظور فرماتے تو اس کی نوازش ہوگی۔

(۲) دوسری یہ چیز مفید معلوم ہوتی ہے کہ اس جواب کے دو حصے کر دیئے جائیں۔ ایک
تو عوام کے لیے یہاں متن میں ہی درج کیا جاتا ہے جس میں ان کے معیارِ لیاقت کے مطابق کلام
لکھا جاتا ہے اور اہلِ علم حضرات کے لیے یہاں حاشیہ میں ان کے مذاق کے موافق ذرا تشریح
کے ساتھ ان کی تسلی کا سامان پیش کیا جائے فلہٰذا اہلِ فہم و علم کے لیے یہاں ایک ضروری
حاشیہ کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ امید ہے با ذوق اور تحقیق پسند حضرات ہماری معروضات
کی قدردانی فرمائیں گے اور اگر پیش کردہ علمی چیز میں کوئی خامی اور نقص ہوا تو اس کی اصلاح فرمائیں گے۔

ان معروضات کے بعد واضح ہو کہ حضرت فاطمہ رض کے مطالبۂ فدک و خمس وغیرہ کے
جواب میں ابوبکر الصدیق رض نے ان کے والد شریف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان پیش کیا کہ
لا نورث ما ترکنا فھو صدقۃ یعنی "ہم جماعتِ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو ترکہ ہم چھوڑ
جائیں وہ صدقہ (اور مسلمانوں پر وقف) ہوتا ہے۔" او کما قال علیہ السلام۔

غور و فکر کی یہاں یہ چیز ہے کہ صدیقِ اکبر رض کے اس جواب میں خاتونِ جنت کے لیے ناراضگی
کا کوئی پہلو نکل سکتا ہے؟

(۱)

اول تو حدیثِ نبوی سن کر ناراض ہو جانا نقل کے برخلاف ہے۔ قرآن مجید کی ذیل کی

---

[1] تحقیق فدک، کتاب ہذا ضمیمہ جات کے ساتھ اضافہ ہو کر دوبارہ بلکہ سہ بارہ بھی طبع ہو چکی ہے اور
پتہ ذیل سے دستیاب ہو سکتی ہے:
سرگودھا شہر و بشیر کالونی، "مسجد ثانی اثنین" مولوی محمد قاسم شاہ صاحب ابن حضرت مولانا سید احمد شاہ صاحب قبلہ مرحوم

آیات کا حکم ملاحظہ ہو:-

(۱) وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِيْنًا۔ (پ۲۲)

(یعنی اللہ اور اس کا رسول جس بات کا فیصلہ فرما دیں تو مومن مرد و مومنہ عورت کے لیے اپنا اختیار باقی نہیں رہتا۔ جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی وہ واضح طور پر گمراہ ہو گیا اور بھٹک گیا۔)

(۲) فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ (پ۵)

"یعنی تیرے رب کی قسم ہے وہ مومن نہ ہونگے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان واقع ہو۔ پھر نہ پا دیں اپنے جی میں کسی قسم کی تنگی تمہارے فیصلہ سے اور تسلیم کر لیں۔"

(۲)

دوسرا عقل و اصول کے متضاد یہ چیز ہے کہ جو ارشاد سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں اسے آپ کی اولاد شریف سن کر تسلیم نہ کرے اور چیں بجبیں ہونے لگے۔ اس کو عقل سلیم باور نہیں کر سکتی۔

جب عقل و نقل کے اعتبار سے یہی صحیح ہے کہ حضور علیہ السلام کے فرمان کو تسلیم کرنا ہر ایک کے لیے فرضِ منصبی ہے اور اُمتِ مُسلمہ میں سے کوئی ایک فرد بھی اس مسئلہ سے مستثنیٰ نہیں ہے تو حضرت فاطمہؓ بھی انہی اصُول کے ماتحت شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پابند ہیں اور اس پر کاربند ہیں۔ بنا بریں یقیناً یہ درست ہے جب ابوبکر الصدیقؓ خلیفۂ اول رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ کے مطالبۂ میراث کے جواب میں مذکورۂ بالا فرمانِ نبوی پیش کیا تو سیدہ فاطمہؓ

نے مسئلہ ہذا کی صحیح پوزیشن معلوم کر لینے کے بعد خاموشی اختیار کر لی اور صدیق اکبرؓ کے پیش کردہ مسئلہ کو صحیح طور پر تسلیم کر لیا اور کسی قسم کی ناراضگی کی روش نہیں اختیار کی۔ اور اس چیز پر ہم انشاءاللہ شواہد قرائن پیش کرنا چاہتے ہیں۔ مگر اس سے قبل ان روایات کا مطلب اور حل بیان کر دینا لازمی ہے جن میں ابوبکر الصدیقؓ کا جواب سُن کر فاطمہؓ کے غضبناک ہو جانے کا ذکر پایا جاتا ہے۔ تاکہ ناظرین کرام کی وہ پریشانی زائل ہو سکے جو ان روایات کے ملاحظہ کرنے کے بعد ایک ظاہر بین آدمی کے لیے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے اوّلاً ہم ان روایات کا حل سامنے رکھتے ہیں، اس کے بعد ہم اصل مسئلہ کی طرف عود کر کے یہ ثابت کریں گے کہ ان دونوں بزرگ ہستیوں (ابوبکر الصدیقؓ و سیدہ فاطمہؓ) کے درمیان کسی قسم کی ناراضگی اور رنجیدگی نہ تھی اور ان کے مابین تعلقات صحیح اور درست تھے۔ ان شاء اللہ الرحمٰن۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

حلِ روایات

مُحدِّثین کے ہاں ایک مسئلہ کسی روایت سے معلوم کرنا ہو تو اس کے متعلق طریقہ یہ ہے کہ اس نوع کی تمام روایات کو پیشِ نظر لانے کے بعد مسئلہ کو مستنبط کیا جاتا ہے۔ اس طرز کے اختیار کرنے سے اس مسئلہ کے جمیع جوانب و اطراف سامنے آجاتے ہیں اور اگر بالفرض رُواۃ کی طرف سے کوئی اس متن میں کمی و بیشی ہو گئی ہو یا راویوں کی تعبیر میں فرق پیدا ہو گیا ہو یا ناقلینِ روایت کی طرف سے الفاظ میں تغیر و تبدل واقع ہو گیا ہو تو وہ آسانی سے دریافت ہو سکتا ہے۔

قدیم عُلماء میں حدیث سے مسئلہ کے اثبات کے لیے یہی طریقہ استعمال کیا جاتا ہے اہلِ علم اس چیز کو بخوبی جانتے ہیں، عوام ناظرین کے لیے یہ چیز بطورِ تمہید بیان کر دی گئی ہے اس تمہیدی امر کو ذہن نشین کر لینے کے بعد اب ناظرین کی خدمت میں عرض ہے کہ :-

(۱)

جن روایات میں ابوبکر الصدیقؓ کا جواب سُن لینے کے بعد فاطمہؓ کا غضبناک ہو جانا، ناراض ہو جانا، ابوبکرؓ کو چھوڑ دینا، کلام نہ کرنا وغیرہ مذکور ہے ان روایات کو ہم نے اپنے مقدور کے موافق متعلق حدیث کی متداول کتب سے تلاش کیا ہے۔ تقریباً سولہ عدد مقامات متونِ حدیث و تاریخ میں سے دستیاب ہوئے ہیں جہاں یہ مذکورہ مضمون مروی ہے۔ اِن تمام مقاماتِ مذکورہ میں ابن شہاب الزہری ہی اس روایت کا راوی ہے۔ کوئی ایک مقام بھی اس روایت کے متعلق اب تک ایسا نہیں مل سکا جہاں حضرت فاطمہؓ کی ناراضگی و ہجران کا ذکر پایا جائے اور وہ روایت ابن شہاب زہری کے بغیر کسی دوسرے راوی سے مروی ہو۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کے مطالبہ کی روایات جہاں جہاں محدثین نے اپنی پوری سند کے ساتھ ذکر کی ہیں ان جمیع مقامات پر نظر غائر کرنے سے یہ دریافت ہوا ہے کہ ابن شہاب زُہری (محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری) کے بغیر کسی راوی نے بھی سیدہ فاطمہؓ کی غضبناکی، ہجران وغیرہ کا روایت ہٰذا میں ذکر نہیں کیا۔ فاطمۃ الزہراءؓ کی طرف سے مناقشانہ گفتگو صرف اس ایک (زہری) نے ہی نقل کی ہے اور کسی راوی نے بالکل نہیں نقل کی۔

(۲)

نیز ان سب روایات میں (جن میں ناراضگی کے کلمات وغیرہ کا ذکر ہے) تدبّر و تفکّر کرنے سے یہ چیز بھی دستیاب ہوئی ہے کہ ابوبکر الصدیقؓ نے جب مطالبہ ہٰذا کے جواب میں فرمانِ نبوی (لا نورث ما ترکنا صدقۃ) ذکر کیا اور کہا کہ انما یاکل آل محمدؐ من ھٰذا المال الخ تو ابوبکر الصدیقؓ کے جواب ہٰذا مکمّل ہونے کے بعد اس روایت میں اس طرح درج ہے کہ "قَالَ فَھَجَرَتْہُ فَاطِمَۃُ فَلَمْ تُکَلِّمْہُ حَتّٰی مَاتَتْ" یعنی اس مرد

روایت کرنے والے نے کہا کہ (فاطمہؓ نے ابوبکرؓ کو چھوڑ دیا اور کلام تک نہ کی حتیٰ کہ وفات پائی۔)

مطلب یہ ہے کہ لفظ قَالَ کے بعد یہ ناراضگی وغیرہ کا ذکر پایا جاتا ہے اور یہ قَالَ کا مقولہ ہے، سابقہ روایت جو حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اس کا یہ حصّہ نہیں ہے بلکہ اس سے خارج ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس قَالَ کا فاعل کون مرد مذکّر ہے؟ عورت کا قول تو نہیں ہے تاکہ کہا جا سکتا کہ اوپر واقعہ ہٰذا حضرت عائشہؓ نے نقل کیا ہے یہ کلام بھی ان کا قول ہو گا اس لیے کہ حضرت عائشہؓ کا قول ہو تو عربی زبان کے قواعد کے اعتبار سے لفظ قَالَتْ (صیغۂ واحد مؤنث غائب کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا جانا چاہیے تھا، مگر اس طرح نہیں ہے تو معلوم ہُوا کہ لفظ قَالَ (جو صیغۂ واحد مذکر غائب ہے) کا فاعل دوسرا مذکّر شخص ہے وہ ابن شہاب الزہری ہے، اس لیے کہ (جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے) ان کلماتِ مناقشہ کو نقل کرنے والا اس کے بغیر اور کوئی شخص نہیں۔

(۳)

تیسری چیز یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے اپنے مطالبہ کے جواب میں جب ابوبکر الصدیقؓ کا مذکورہ جواب تسلّی بخش اور اطمینان دہ پایا تو اِس مسئلہ کے متعلق خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اصل واقعہ اتنا ہی ہے جیسا کہ حافظ ابنِ کثیرؒ نے البدایہ جلد ۵ ص ۲۸۹ پر یہ چیز بڑے عمدہ الفاظ میں درج فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"وقد روینا ان فاطمۃ رضی اللہ عنہا احتجت اوّلا بالقیاس وبالعموم فی الآیۃ الکریمۃ فاجابھا الصدیق بالنص علی الخصوص بالمنع فی حق النبی وانھا سلمت لہ ما قال وھٰذا المظنون بھا رضی اللہ عنہا۔"

یعنی روایات بتلاتی ہیں کہ خاتونِ جنّت نے پہلے پہلے اپنے قیاس اور آیتِ

وراثت کے عموم کے ساتھ استدلال پکڑا تھا۔ پھر ابوبکر الصدیقؓ نے جواب دیا کہ اس وراثت کے عمومی مسئلہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خارج ہیں اور ان کے لیے حکم مخصوص ہے پس ابوبکر الصدیقؓ نے جو جواب دیا اس کو خاتونِ جنت نے تسلیم کر لیا۔ حضرت فاطمہؓ کے متعلق ہمارا یہی حسنِ ظن ہے۔"

(البدایہ لابن کثیر ج ۵، ص ۲۸۹، بیان روایۃ الجماعۃ لما رواہ الصدیقؓ وموافقتھم علی ذالک)

لیکن راوی (زہری) نے جو عروہ سے اور وہ عائشہؓ سے ناقل ہے، اپنے زعم میں سیدہ فاطمہؓ کی خاموشی اختیار کرنے کو ناراضگی اور غضبناکی پر محمول کر کے یہ الفاظ ذکر کر دیئے۔ حالانکہ کسی چیز کے متعلق سکوت و خاموشی اختیار کر لینا ہمیشہ رنجیدگی کی وجہ سے ہی نہیں ہوتا۔ خاموشی نیم رضا بھی ہوا کرتی ہے (جیسا کہ عوام میں بطور منقولہ مشہور ہے)۔ اور اس بات کے متعلق اطمینان ہو جانے کی صورت میں بھی انسان سکوت اختیار کر لیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل علم کی اصطلاح میں اس کو ظنِ راوی (یعنی راوی کا گمان) کہا جاتا ہے۔ روایت ہذا میں راوی کا اپنا ظن و گمان ہے وہ راوی ابن شہاب زہری ہیں۔ (عافاہ اللہ تعالیٰ)

ان تمام مقامات میں جہاں یہ الفاظ غضبت، وجدت، ھجرت وغیرہ پائے گئے ہیں ظنِ راوی ہے پھر ان سولہ مواضع میں سے چھ مقامات میں قَالَ کا لفظ روایت میں مذکور ہے اور باقی مقامات میں زہری کے بعض شاگردوں نے قَالَ کے لفظ کو ساقط کر دیا ہے۔ اور عموماً مشاجرہ کے الفاظ قَالَ کے بعد مذکور پائے جاتے ہیں (جہاں قَالَ موجود ہوتا ہے)۔ اہل علم کے اطمینان کے لیے اس مقام کے حاشیہ میں ہم نے مقاماتِ مذکورہ کی نشان دہی کر دی ہے عوام کو اس کی حاجت نہ تھی اس لیے یہاں نہیں ذکر کیے۔

مختصر یہ ہے کہ سوال مذکور کا جواب اس طرح اختتام پذیر ہوا ہے کہ ابوبکر الصدیقؓ کے جواب باصواب پر حضرت فاطمہؓ بالکل ناراض نہیں ہوئی ہیں (جیسا کہ مفصلاً عرض ہو چکا ہے)۔ بلکہ جواب مطمئن حاصل ہونے پر خاموشی اختیار کی۔ اس روایت میں جو ان کی رنجیدگی کا ذکر کہیں کہیں پایا جاتا ہے وہ سراسر راوی کا اپنا وہم اور خیال ہے جو روایت میں ملا دیا گیا ہے اور لوگوں کے لیے غلط فہمی کا موجب بن گیا۔

اب روایت ہٰذا ملاحظہ کرتے وقت آپ کے لیے انشاءاللہ تعالیٰ باعثِ اشکال نہ ہوگا۔ بلکہ موجبِ اطمینان ہوگا۔ (بفضلہ تعالیٰ)

مسئلہ کی تکمیل

حضرت ابوبکر الصدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ کے مطالبۂ میراث کے جواب میں جب حدیث (نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ) پیش کی تو حضرت فاطمہؓ اس مسئلہ کا صحیح جواب پا کر خاموش ہو گئی تھیں

اس مقام میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ اس چیز پر ہمارے پاس شواہد موجود ہیں اور قرائن پیش کیے جا سکتے ہیں کہ ہماری گذارش درست ہے۔ فلہٰذا اب مسند امام احمد سے ایک روایت ہم تحریر کرتے ہیں جو ہمارے معروضات کی تائید کرتی ہے۔

مسنداتِ فاطمہؓ میں امام احمدؒ نے اپنی سند کے ساتھ ذیل کی روایت تخریج کی ہے:-

.... حَدَّثَنِی جَعْفَرُ بْنُ عَمْرِو بْنِ اُمَیَّۃَ قَالَ دَخَلَتْ فَاطِمَۃُ عَلٰی اَبِی بَکْرٍ فَقَالَتْ اَخْبَرَنِی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّی اَوَّلُ اَھْلِہٖ لُحُوْقًا بِہٖ۔ (مسند احمد، ج ۶ ص ۲۸۳ - احادیث فاطمہؓ)۔

یعنی .... حضرت فاطمہؓ ابوبکر الصدیقؓ کے پاس تشریف لے گئیں اور کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ آپ کے گھر والوں میں سے

سب سے پہلے میں آپ سے جا کر ملوں گی۔"

روایت ہٰذا کے فوائد و نتائج

—— ان دونوں بزرگ ہستیوں کے درمیان عداوت اور مناقشت ہرگز نہیں۔ ورنہ ایک دوسرے کے پاس تشریف لے جانے کا کوئی مطلب نہیں ہے۔

—— دوسری یہ چیز ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے ابوبکرؓ الصدیقؓ کے ہاں جا کر عام گفتگو نہیں کی بلکہ حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جا کر سنائی ہے۔ نبی کریمؐ کی حدیث ایک دوسرے کو سنانا مستقل ثواب اور خیر و برکت کی چیز شمار ہوتی تھی۔ یہ معمولی بات چیت کے درجہ میں نہیں تھی۔ یہ مؤانست اور موافقت کی علامات میں سے ہے۔

—— تیسرا یہ امر واضح ہوا کہ حضور علیہ السلام نے ایک راز دار چیز فاطمہؓ کو بطورِ پیشینگوئی بیان کی ہوئی تھی۔ وہ راز انہوں نے صدیق اکبرؓ کو جا کر بتایا ہے جو خوشخبری کے درجہ میں تھا۔ دوست دوستوں کا راز سُن کر مسرور اور خوش ہوا کرتے ہیں۔ اسی بنا پر حضرت فاطمہؓ نے محبت کے انداز میں محبوب کی چیز محبوب کے محبوب کو جا کر سنائی۔ (فسبحان اللہ علیٰ حسنِ سلوکہم)

—— نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ فلم تتکلم حتی ماتت کا جملہ اپنے اطلاق پر چھوڑا جائے تو راویوں کا محض اپنا خیال شریف ہے اور صرف اپنا ظنِ منیف ہے اور بالکل اپنا گمانِ لطیف ہے اور واقعات کے سراسر خلاف ہے۔ یہاں تو ان حضرات کی ملاقات برابر جاری ہے۔ گفتگو ہوتی ہے، آمد و رفت رہتی ہے۔ دینی مسائل آپس میں سُنے سنائے جاتے ہیں۔ تا وفات نہ کلام کرنا کیسے صحیح ہوا؟ (اہلِ فکر غور کریں)

مُطالبہ کی روایت کے متعلق ایک حاشیہ

عرض یہ ہے کہ بخاری شریف کی ایک روایت جس کا مفہوم یہ ہے (غضبت فاطمۃ فھجرتہ، فلم تتکلمہ حتی ماتت الخ) سے مخالفین صحابہ کرامؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی باہمی دائمی رنجیدگی و ناراضگی ثابت کرتے ہیں اور اولادِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حق تلفی کی بنیاد اس پر قائم کرتے ہیں

اس روایت کی وجہ سے مخالف دوستوں کی طرف سے ملک بھر میں اس قدر انتشار و خلفشار، افتراق و انشقاق پیدا کر دیا گیا ہے جس کی نظیر نہیں۔ اس لیے اس کے جواب میں کچھ تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

چند چیزیں یہاں اہلِ علم کے لیے ذکر کرنا مناسب ہیں پسند خاطر ہوں تو قبول فرمائیں ورنہ ترک کر دیں۔

(۱)

(ظنِ راوی کا بیان)

—— اولاً عرض ہے کہ اس روایت میں غضب و وجد و ہجران و عدمِ تکلم وغیرہ اشیاء اصل روایت کا جزء نہیں بلکہ یہ ظنِ راوی ہے۔

چنانچہ بعض علماء نے یہ توجیہ ذکر کر دی ہے۔ ایک تو شیخ العلماء حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقریر لامع الدراری علیٰ جامع البخاری جلد ثانی میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

قولہ فغضبت فاطمۃ الخ ھذا ظن من الراوی حیث استنبط من عدم تکلمھا ایاہ انما غضبت علیہ الخ

(لامع الدراری علی جامع البخاری، جلد ثانی، ص ۵۰۰۔
کتاب الجہاد۔ باب فرض الخمس۔ طبع سہارنپور، یوپی)

دوسرا حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتاویٰ امدادیہ۔ جلد چہارم کتاب المناظرۃ میں اس روایت کی توجیہ اس طرح تحریر کی ہے کہ:۔

"علماء محققین لم تتکلم را بر معنی لم تتکلم فی ہٰذا الامر محمول کردہ اند۔ ولو سلمنا کہ لم تتکلم بر معنی متبادر محمول باشد تاہم چہ دلیل کہ ایں ہجران از ملالت بود و اگر بروایتے تصریح ہم برآید ممکن کہ ظن راوی باشد" الخ۔

(فتاویٰ امدادیہ جلد چہارم، کتاب المناظرۃ
ص ۱۳۲ ۔طبع قدیم مجتبائی، دہلی)

اس کے بعد یہ مسئلہ پیش آئے گا کہ آیا "صحیحین" میں ظنِ راوی جاری ہو سکتا ہے؟ تو اس کے متعلق اکابر علماء نے ذکر کیا ہے کہ "صحیحین" بیشتر صحیح ہیں لیکن کہیں کہیں وہم راوی پایا جاتا ہے۔

چنانچہ فیض الباری علی صحیح البخاری (از علامہ کبیر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تعالیٰ) جلد چہارم، کتاب بدء الخلق میں مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

"واتی اعتماد بہ (بالتاریخ) اذا لم یخلص الصحیحان عن الاوہام حتی صنفوا فیہا کتباً عدیدۃً فاین التاریخ الذی یدوّن بافواہ الناس وظنون المؤرخین لا سند لہا ولا مدد۔ الخ"

(فیض الباری حاشیہ بخاری، ج ۴ ص ۷۷، جلد رابع،
باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

حاصل یہ ہے کہ صحیح روایت میں جب وہم راوی کی گنجائش ہے اور خاص اس روایت

ہیں علماء کبار ظنِ راوی کا قول بھی کر رہے ہیں تو آسانی سے جواب مرتب ہو گیا کہ کشیدگی پر دلالت کرنے والے یہ الفاظ سب کے سب وہم راوی ہیں اور اصل روایت سے خارج ہیں۔

——— بعد ازاں یہ صاف کرنے کا معاملہ ہے کہ وہ کون بزرگ ہیں؟ جن کا یہ ظن اور گمان ہے۔

ہماری جستجو اور تلاش کے موافق اس سند کے رواۃ میں سے ابن شہاب زہریؒ ہیں، یہ سب الفاظ ان کے گمان کی پیداوار ہیں۔

اس چیز پر قرینہ یہ ہے کہ مذکورہ چیزیں (غضب و عدمِ تکلّم وغیرہ) صرف ابن شہاب زہری کی مرویات میں ہی دستیاب ہوتی ہیں۔ مطالبہ (فدک و خمس و توریث) کی روایت جہاں بھی ابن شہاب زہری کے ماسوا کسی سند سے پائی گئی ہے تو وہاں مذکورہ الفاظ بالکل ندارد ہیں۔ ہم نے اپنی ناقص تلاش کے موافق مسئلہ ہٰذا کو اسی طرح پایا ہے۔ آپ حضرات بھی تحقیق فرمالیں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ چیز درست ثابت ہو گی۔

(۲)

(ادراجِ راوی کا بیان)

——— سوال مذکور کے جواب میں "وہم راوی" کے بجائے اس طرح بھی آپ تعبیر کر سکتے ہیں کہ (مطالبہ والی) "روایت مدرج" ہے اور راوی کی طرف سے روایت ہٰذا میں ادراج پایا گیا ہے وہ اس طرح کہ اس روایت کے بعض مواضع میں "قَالَ" کا لفظ پایا جاتا ہے اور "قَالَ" کے بعد (فہجرتہ فلم تکلمہ حتی ماتت) وغیرہ الفاظ مذکور ہیں۔ یہ کلمات "قَالَ" کا مقولہ ہیں یعنی عائشہ صدیقہؓ کی اصل روایت سے یہ الفاظ خارج ہیں۔ اور راوی کی جانب سے روایت میں بطورِ ادراج مذکور ہوتے ہیں۔

پھر یہ چیز قابلِ توجہ ہو گی کہ کن کن مواقع میں لفظ "قَالَ" پایا جاتا ہے؟ جس کو آپ

اِدراج فی الروایۃ کا قرینہ قرار دیا ہے اور کن محدثین و مؤرخین نے اس روایت کو تخریج کیا ہے ؟

تو اس کے متعلق (مطالبہ کی روایات کا) ہم ایک اجمالی خاکہ پیش کرتے ہیں جو ہم کو اِس بحث کے مطالعہ کے تحت حاصل ہُوا ہے ۔ اس کے ملاحظہ کرنے سے ناظرین کو ایک گونہ رہنمائی حاصل ہو سکے گی ۔ مزید برآں آپ تتبّع و تعمّق فرما کر مسئلہ ہٰذا کو پایۂ تحقیق تک پہنچا سکتے ہیں ۔ (اعاننا اللہ تعالیٰ و ایاکم)

تعدادِ مرویات کا اجمالی نقشہ

—— سیّدہ فاطمہؓ کی طرف سے سیدنا ابوبکر الصدیقؓ سے مطالبہ کی روایت احادیث و روایات و تاریخ کی مندرجہ ذیل باسند کتب سے قریباً چھتیس[۳۶] مواضع سے دریافت ہُوئی ہے ۔

اَسماءِ کُتُب

(۱) المصنّف لعبد الرزاق میں (ایک عدد) (۲) بخاری شریف میں (۵ عدد)
(۳) مُسلم شریف میں (۲ عدد) (۴) مُسند امام احمد میں (۵ عدد)
(۵) طبقات ابن سعد میں (۲ عدد) (۶) مُسند ابی عوانہ اسفرائینی میں (۳ عدد)
(۷) ترمذی شریف میں (۲ عدد) (۸) ابوداؤد شریف میں (۴ عدد)
(۹) نسائی شریف میں (ایک عدد) (۱۰) المنتقیٰ لابن جارود میں (ایک عدد)
(۱۱) شرح معانی الآثار طحاوی میں (ایک عدد) (۱۲) مشکل الآثار طحاوی میں (ایک عدد)
(۱۳) السنن الکبریٰ للبیہقی میں (۶ عدد) (۱۴) تاریخ الامم والملوک لابن جریر طبری (ایک عدد)
(۱۵) فتوح البلدان بلاذری میں (ایک عدد)

—— اِن مقامات میں مذکورہ روایت بعض جگہ مفصل ہے اور بعض مواضع میں مجمل ہے اور تفحّص و تفکّر سے واضح ہُوا ہے کہ مندرجہ چھتیس[۳۶] مواضع میں قریباً گیارہ عدد مطالبہ ہٰذا کی

وہ روایات ہیں (جن کی سند میں ابنِ شہاب زہری نہیں ہے) اور دیگر صحابۂ کرام مثلاً حضرت ابو ہریرہؓ ۔ ابو الطفیل عامر بن واثلہ امّ ہانی وغیرہم سے مروی ہیں یعنی حضرت عائشہؓ سے منقول نہیں ۔ یہاں کسی ایک مقام میں بھی رنجیدگی و کشیدگی کا نام و نشان نہیں ۔

ان کے ماسوا پچیس[۲۵] مقامات (جن کی سند میں زہری موجود ہے) دو طرح پائے گئے ہیں ۔ ایک صورت یہ ہے کہ سند میں زہری موجود ہونے کے باوجود مناقشہ نما الفاظ بالکل مفقود ہیں اور کشیدگی سیّدہؓ کا کوئی تذکرہ نہیں ۔ ایسے مواضع قریباً نو[۹] عدد ہیں ۔

دوسری شکل یہ ہے کہ اس روایت میں وجد و عدمِ تکلّم وغیرہما یہ چیزیں منقول ہیں ۔ ان مقامات کی ہر سند میں زہری موجود ہے (زہری سے کوئی ایک سند بھی خالی نہیں) قریباً یہ سولہ[۱۶] مواضع ہیں ۔

لفظ "قال" کی دریافت

مذکورہ سولہ[۱۶] مقامات میں (جہاں مناقشانہ کلمات پائے جاتے ہیں) تدبّر کرنے سے یہ چیز واضح ہوتی ہے کہ مذکورہ الفاظ مندرجہ ذیل مواضع میں قَالَ کے بعد مذکور ہوئے ہیں ۔ یعنی قَالَ کا مقولہ ہیں قَالَتْ کا مقولہ نہیں اور حضرت عائشہ صدّیقہؓ کی کلام سے خارج ہیں ۔

اِس قَالَ کا قائل زہری کا کوئی شاگرد ہے، معمر بن راشد یا کوئی دوسرا آدمی ۔ اور قَالَ کا فاعل خود ابنِ شہاب زہری ہے اور کشیدگی کے مذکورہ کلمات اس کے اپنے فرمودات میں سے ہیں جو اصل روایت میں آمیخت کر دیئے گئے ہیں ۔

قَالَ کے مواقع

ہمارے محترم حضرات کو انتظار ہو گی کہ مطالبہ کی روایت میں قَالَ کن مواضع میں دستیاب ہُوا ہے ؟

اس کے متعلق عرض ہے کہ ایک ناقص جستجو کے موافق مندرجہ ذیل مقامات میں قَالَ کا لفظ روایت میں پایا گیا ہے ۔

(١)

حافظ کبیر ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام المتوفی ۲۱۱ھ کے "المصنف" جلد خامس میں روایت ہٰذا منقول ہے:

۹۷۷۴۔ اخبرنا عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة ان فاطمةؓ والعباسؓ اتیا ابا بکر یلتمسان میراثهما من رسول الله صلی الله علیه وسلم وهما حینئذٍ یطلبان ارضهٗ من فدك وسهمه من خیبر فقال لهما ابوبکرؓ سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا نُورَث ما ترکنا صدقة انما یأکل آل محمد صلی الله علیه وسلم من هذا المال وانی والله لا ادع امرًا رأیتُ رسولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم یصنعهٗ الا صنعتهٗ" قال" فهجرته فاطمه فلم تکلّم فی ذالك حتی ماتت فدفنها علیؓ لیلًا ولم یؤذن بها ابا بکرؓ الخ

(المصنف لعبد الرزاق، ص ۴۷۲-۴۷۴، جلد خامس تحت عنوان خصومة علیؓ والعباسؓ مطبوعہ مجلس علمی کراچی و دار الجیل طبع بیروت)

(۲)

امام محمد بن اسماعیل البخاری نے بخاری جلد ثانی کتاب الفرائض میں روایت ہذا ذکر کی ہے:-

حدثنی عبد الله بن محمد قال حدثنا هشام (بن یوسف الیمانی) قال اخبرنا معمر عن الزهری عن عروة عن عائشةؓ ان فاطمة والعباس اتیا ابا بکر یلتمسان میراثهما من رسول الله صلی الله علیه وسلم وهما یومئذٍ یطلبان ارضیهما من فدك وسهمه من خیبر فقال لهما ابو بکر سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لا نورث ما ترکنا صدقة انما یأکل آل محمد من هذا المال قال ابوبکرؓ والله لا ادع امرًا رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصنعهٗ فیه الا صنعته" قال" فهجرته فاطمة فلم تکلمه حتی ماتت"۔

(الصحیح للبخاری المجلد الثانی، کتاب الفرائض، باب قول النبی صلی الله علیه وسلم لا نورث ما ترکنا صدقة ص ۹۹۶ طبع مجتبائی۔ نور محمدی دہلی)

(۳)

مُسند ابی عوانہ جلد رابع میں منقول ہے:

.... حدثنا الدبری عن عبد الرزاق عن معمر عن الزهری عن عُروة عن عائشة (رضی الله تعالی عنها) ان فاطمةؓ والعباسؓ اتیا ابا بکرؓ یلتمسان میراثهما من رسول الله صلی الله علیه وسلم وهما حینئذٍ یطلبان ارضهٗ من فدك وسهمهٗ من خیبر فقال لهما ابوبکرؓ انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم لا نورث ما ترکنا صدقة انما یأکل آل محمد (صلی الله علیه وسلم) من هذا المال وانی والله لا ادع امرًا رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یصنعهٗ الا صنعتهٗ" قال" فهجرته فاطمة فلم تکلمه فی ذالك حتی ماتت فدفنها علیؓ لیلًا ولم یؤذن ابا بکرؓ الخ"۔

(مسند ابی عوانہ، جلد رابع ص ۱۴۵-۱۴۶ - باب اخبار الدالة علی الاباحة ان یعمل فی اموال من لم یوجف علیه الخیل - طبع دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

(۴)

علامہ ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی نے اپنی تصنیف مشہور السنن الکبریٰ جلد سادس میں اس روایت کو درج کیا ہے:

اخبرنا ابو محمد عبد اللہ بن یحییٰ بن عبد الجبار ببغداد انا اسماعیل بن محمد الصفار ثنا احمد بن منصور ثنا عبد الرزاق انا معمر عن الزہری عن عُروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ والعباس اتیا ابابکر رض یلتمسان میراثہما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہما حینئذٍ یطلبان ارضہ من فدک وسہمہ من خیبر فقال لہما ابوبکر سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل آل محمدؐ من ہذا المال واللہ انی لا ادع امرًا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصنعہ بعد الا صنعتہ "قال" فغضبت فاطمۃ رضی اللہ عنہا فہجرتہ فلم تکلمہ حتّٰی ماتت فدفنہا علی لیلاً ولم یؤذن بہا ابابکر الخ"

("السنن الکبریٰ" بیہقی جلد سادس، ص ۳۰۰۔
کتاب قسم الفئی والغنیمۃ الخ)

(۵)

مسلم شریف میں مذکور ہے:

.... عن ابن الشہاب (الزہری) عن عُروۃ عن عائشۃ ....

...... ومطالبہ کی تمام سابقہ روایات کی طرح درج ہے اگرچہ رواۃ کی جانب سے تصرف وتغیر پایا گیا ہے تاہم اس میں عبارت ہذا موجود ہے) .... فقال فہجرتہ فلم تکلمہ حتّٰی توفیت الخ"

(مسلم شریف، جلد ثانی، ص ۹۱-۹۲ - باب حکم الفئی، طبع نور محمدی دہلی)

(۶)

تاریخ الامم والملوک لابی جعفر محمد بن جریر الطبری المتوفی ۳۱۰ھ میں ہے:

حدثنا ابو صالح الضراری قال حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ والعباس اتیا ابابکر یطلبان میراثہما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہما حینئذٍ یطلبان ارضہ من فدک وسہمہ من خیبر فقال لہما ابوبکرؓ اما انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا نورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل آل محمدؐ فی ہذا المال وانی واللہ لا ادع امراً رأیت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یصنعہ الا صنعتہ "قال" فہجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ فی ذالک حتّٰی ماتت فدفنہا علیؓ لیلاً ولم یؤذن بہا ابابکر الخ"

(تاریخ ابن جریر طبری، ص ۲۰۱، ۲۰۲، جلد ثالث،
تحت حدیث السقیفہ والسنۃ الحادی عشرۃ)

حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ نے البدایہ جلد خامس ص ۲۸۵ و ص ۲۸۷ باب بیان انہ علیہ السلام قال "لا نورث" میں یہ روایت بخاری سے نقل کی ہے وہاں روایت میں اسی طرح لفظ درج ہیں کہ... قال فہجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ حتی ماتت"۔ یعنی کشیدگی کے الفاظ بعد از قال روایت میں مندرج پائے گئے ہیں۔ اور سند ہذا میں زہری موجود ہے۔

(۷) سابقہ حوالہ جات ذیل کے متعلق اہل سنت کی کتابوں میں سے نقل کیے ہیں۔ اب یہ ایک حوالہ شیعی کتب سے بھی بطور تائید مسئلہ یا بطور الزام تحریر کیا جاتا ہے۔ ملاحظہ فرمادیں:

ابن ابی الحدید شیعی معتزلی ان کے مشہور عالم ہیں اور نہج البلاغہ کے قدیمی شارح ہیں۔ انہوں نے

اپنی شرح ہٰذا میں فدک کے لیے ایک طویل بحث کی ہے، تین فصلیں قائم کی ہیں۔ الفصل الاوّل میں ابوبکر الجوہری سے مکمل سند کے ساتھ مطالبۂ فدک کی روایت ذکر کی ہے وہاں لفظ قَالَ روایت میں موجود ہے اور بعد از قَالَ الفاظ وہی منقول پائے گئے ہیں جو سابقہ حوالہ جات میں درج ہیں۔ تمام روایت ملاحظہ ہو:

قال ابوبکر (الجوھری) اخبرنا ابو زید قال حدثنا اسحاق بن ادریس قال حدّثنا محمد بن احمد عن معمر عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ والعباس اتیا ابابکر یلتمسان میراثھما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وھما حینئذٍ یطلبان ارضہ بفدک وسھمہٗ بخیبر فقال لھما ابوبکر انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یقول لانورث ما ترکنا صدقۃ انما یاکل آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ من ھٰذا المال وانی واللہ لا اغیّر امراً رأیتُ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یصنعہٗ الا صنعتہٗ قال فھجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ حتّٰی ماتت۔

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی جلد رابع ص ۱۱۲ بحث فی ذکر ماجریٰ علی فدک بعد رسول اللہ صلعم الخ طبع بیروت شام درچہار جلد کلاں)

اگر بعض لوگ یہ خیال کریں کہ یہ سُنّیوں کی روایت ہے (جو ابھی ابوبکر جوہری کی سند سے نقل ہوئی ہے) اور جوہری ہٰذا سُنّی ہے اس سے ان پر الزام کیسے قائم ہو سکتا ہے؟؟

تو اس کا مختصر و معقول جواب یہ ہے کہ

ابوبکر الجوہری کا مقام

(۱) کتاب شرح نہج البلاغہ حدیدی ابوبکر جوہری کی روایات سے مملو ہے۔ اوّل، اوسط، آخر کتاب میں سب جگہ ابن ابی الحدید نے اس کی روایات اپنی تائید میں مدوّن کی ہیں اور حدیدی کے جس مقام سے ہم نے روایت مندرجہ نقل کی ہے وہاں حدیدی نے بحث فدک کے لیے تین فصل

قائم کیے ہیں وہاں بحث ہٰذا کی ابتدا میں تصریح کر دی ہے کہ وجمیع ما نوردہٗ فی ھٰذا الفصل من کتاب ابی بکر احمد بن عبد العزیز الجوھری فی السقیفۃ وفدک وما وقع من الاختلاف والاضطراب عقب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم۔

(۲) دوسری یہ عرض ہے کہ جوہری بزرگ نے ایک مستقل کتاب بنام کتاب السقیفہ تصنیف کی ہے۔ یہ چیز اس کے تشیُّع کی قوی علامت ہے۔ اہلِ سُنّت کو اس واقعہ کے لیے (یعنی سقیفہ کے لیے) الگ کتاب مُرتّب کرنے کی حاجت نہیں ہے جس طرح خمِ غدیر کے واقعہ کے لیے یہ لوگ بڑی بڑی تصانیف مُرتّب کرتے ہیں، اہلِ سُنّت کو اس میں الگ الگ کتاب مُرتّب کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح یہ بھی ہے۔

(۳) تیسری یہ چیز ہے کہ ابوبکر جوہری ان کی معتبر کتاب "فروع کافی" جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ باب السُّجود والتسبیح ص ۱۹۱ طبع نول کشور لکھنؤ میں سند میں موجود ہے۔ اور اصولِ اربعہ کے لیے معتبر راوی ہے۔ اسی طرح اصُولِ اربعہ کی کتاب "تہذیب الاحکام" باب کیفیۃ الصلوٰۃ ج ۱، ص ۱۷۲ طبع ایرانی قدیم طبع تختی کلاں کی سند میں موجود ہے ثقہ راوی ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس ان کی اصولِ اربعہ میں یہ بہت جگہ راوی ہے۔

(۴) چوتھی یہ گذارش ہے کہ شیعی تراجم کی معتبر کتابوں میں اس کا تذکرہ دریافت کیا گیا ہے وہاں اس کی توثیق موجود ہے اس پر کچھ رد نہیں کیا گیا۔ اگر یہ شخص قابلِ رد ہوتا تو اس کے ترجمہ میں اس کو رد کر دیتے ہیں اور اس کی تنقیص واضح کر دیتے۔ کسی جرح کا نہ پایا جانا ہی اس کے عند الشیعہ مقبول ہونے کی بیّن دلیل ہے۔ عباراتِ ذیل ملاحظہ ہوں۔

(۱) —— "جامع الرواۃ" محمد بن علی الاردبیلی، ج ۱ ص ۵۲ میں درج ہے:

احمد بن عبد العزیز (ق ست) الجوھری لہٗ کتاب السقیفۃ الکوفی الخ۔

(۲) —— "روضات الجنات" خوانساری الموسوی (میرزا محمد باقر) ص ۱۱۱ پر درج ہے کہ

"منھم الشیخ المتقدم البارع احمد بن عبد العزیز الجوھری صاحب کتاب السقیفۃ

الذی یعتمد علی النقل عنه ابن ابی الحدید وغیرہ۔"

(۳) ——— "مجمع الرجال" (مولیٰ عنایت اللہ علی القہپائی) ج ۱ ص ۱۲۳ پر درج ہے (ست) احمد بن عبد العزیز الجوہری له کتاب السقیفه"۔

نوٹ۔ لفظ (ست) سے مراد "فہرست" شیخ ابی جعفر طوسی "شیخ الطائفہ" ہے یعنی اس میں یہ جوہری بزرگ مندرج و مذکور ہے۔

حاصل یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں دلالت کرتی ہیں کہ جوہری صاحب دوستوں کے فریق کے یگانہ فرد ہیں اور ان کے مذہب کے خاص آدمی ہیں فلہٰذا ان کی روایات و مرویات اہل سنت کی روایات نہیں ہو سکتیں۔ ان گذارشات کے بعد اصل مسئلہ کی طرف عود کرتے ہوئے لکھا جاتا ہے

بہر کیف روایت ہٰذا میں لفظ قَالَ کے ساتھ راوی کا ادراج اس مقام میں مسلّم و متیقّن ہے۔ قریباً چھ مقامات و مواضع میں لفظ قَالَ کا پایا جانا کوئی اتفاقی امر نہیں ہے بلکہ واقع میں یہ اضافہ فی الروایۃ ہے۔ اُمّید ہے کہ حق پسند طبائع اور حمایتِ حق کرنے والے عُلماء اس کو شرفِ قبولیت بخشیں گے۔

بعد ازاں یہ چیز مزید قابلِ وضاحت باقی ہے آیا قَالَ کے ساتھ جو ادراج فی الروایۃ کا مسئلہ ثابت کیا گیا ہے یہ فاضل زہری سے صادر ہوا ہے؟ یا کہ قَالَ کا فاعل کوئی دوسرا راوی ہے؟

تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ ہمارا پختہ خیال ہے کہ یہ ادراج زہری کی ہی طرف سے ہے۔ اس چیز کے ثبوت کے لیے ہمارے پاس قرائن و شواہد موجود ہیں۔ بلا دلیل اور سینہ زوری سے یہ مسئلہ نہیں طے کیا گیا۔ آئندہ سطور میں ہم اس چیز کے متعلقات پیش کرتے ہیں۔ بنظرِ غائر ملاحظہ فرما کر حق بات کی حمایت فرما دیں۔

مُحدِّث زُہری کے متعلقہ کوائف

ان کا پورا نام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبد اللہ بن شہاب الزہری (المتوفی سنہ ۱۲۴ھ) ہے۔

پہلی یہ گذارش ہے کہ ہمارے تراجم و رجال کی کتابوں میں ان کی بڑی توثیق موجود ہے۔ بڑے پایہ کے محدّث اور فاضل ہیں جو چیزیں ہم آئندہ سطور میں درج کر رہے ہیں ان کی اتنی حیثیت ہی آپ تصوّر کریں کہ ان کی تصویر کا دوسرا رُخ یہ بھی ہے جو ہم نے مختلف مواضعات سے فراہم کر کے پیش کر دیا ہے۔

——— ایک چیز تو اس مقام میں وہی ہے جو سابقاً ہم نے ذکر کر دی ہے یعنی مطالبۂ فدک و خمس خیبر وغیرہ کی روایات میں جہاں کہیں کشیدگی و رنجیدگی کے الفاظ (مثلاً غضبناک ہونا۔ ہجران۔ عدمِ تکلّم۔ عدمِ اطلاع وفاتِ فاطمہ وغیرہ وغیرہ) دستیاب ہوتے ہیں وہاں سند میں ابن شہاب زہری ضرور موجود رہے۔ زُہری سے خالی سند تا حال نہیں ملی۔ یہ امر اس بات کا مستقل قرینہ ہے کہ قَالَ کا فاعل ان مقاماتِ مذکورہ میں یہی ابن شہاب زُہری ہے دوسرا شخص نہیں ہے۔

نیز ابن شہاب زُہری کے متعلق بعض کتابوں میں یہ چیز ملتی ہے کہ یہ صاحب بعض اوقات روایات کی وضاحت کے لیے از خود تفسیر کر دیتے تھے پھر اس مُفسّرانہ کلام کے تفسیری حروف و اداۃ کو بعض مواضع میں ساقط بھی کر دیتے تھے۔ اس طریقہ سے روایت کے اصل الفاظ اور تفسیری الفاظ میں فرق نہیں ہو سکتا تھا بلکہ نفس الامر میں اختلاط ہو جاتا تھا۔

زُہری کے اس طریقۂ کار کو علّامہ سخاوی نے اپنی کتاب فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث العراقی بحث مُدرج میں ذکر کیا ہے اور حافظ ابن حجرؒ نے اپنی تصنیف "النکت" میں لکھا ہے، فرماتے ہیں کہ:

"كذا كان الزهري يفسر الاحاديث كثيرًا وربما اسقط اداة التفسير فكان بعض اقرانه دائمًا يقول له افصل كلامك من كلام النبي صلى الله عليه وسلم الى غير ذالك من الحكايات"۔

(۱) النکت علی کتاب ابن صلاح والفیۃ العراقی لابن حجر عسقلانی بحث النوع العشرون (المدرج) قلمی در کتب خانہ پیر جھنڈا (سندھ)

(۲) فتح المغیث سخاوی، ص ۱۰۳، بحث مدرج مطبوعہ انوار محمدی لکھنؤ طبع قدیم۔

اب اس چیز کی مزید وضاحت کے لیے (ابن شہاب) کے متعلق چند ایک حوالہ جات ناظرینِ کرام کی خدمت میں ہم پیش کرتے ہیں کہ جن سے بعض روایات میں ان کا طریقِ کار مزید روشن ہو جائے گا اور بعض اقران جو زہری کو بطورِ نصیحت افہام و تفہیم کر رہے ہیں وہ بھی متعیّن ہو سکیں گے۔

ایک تو امام بخاریؒ نے اپنی تاریخ کبیر جلد ثانی قسم اوّل ص ۲۶۲ تذکرہ ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن (ربیعۃ الرّأی) میں امام مالکؒ کے حوالہ سے زُہری کے حق میں ربیعہ ہٰذا کا قول ذکر کیا ہے وہ ملاحظہ فرماویں۔

. . . . قال عبد العزیز بن عبد اللہ حدّثنا مالك كان ربیعة یقول لابن شہاب انّ حالتی لیس تشبہ حالك انا اقول برأیي من شاء اخذہٗ وانت عن النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم فتحفظ ۔" الخ

(تاریخ کبیر، ج ۲، ق ۱، ص ۲۶۲)

دوسرا خطیب بغدادی نے اپنی کتاب " الفقیہ والمتفقّہ" باب ذکر اخلاق الفقیہ وادبہٖ وما یلزمہ استعمالہٗ مع تلامیذہٖ واصحابہٖ" میں دو روایتیں اپنی مکمل سند کے ساتھ درج کی ہیں وہ ملاحظہ فرماویں ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے بعد زہری کا طریقِ کار (بعض روایات میں) آپ پر پوری طرح منکشف ہو جاتے۔ یہاں ان کے ہم عصر ربیعہ مذکور اور زُہری صاحب ان دونوں کی باہمی گفتگو ہو رہی ہے۔

(۱) اخبرنا عثمان بن محمد بن یوسف العلّاف انبأنا محمد بن عبد اللہ الشافعی حدثنا ابو اسماعیل الترمذی حدثنی ابن بکیر حدثنا اللیث قال قال ربیعة لابن شہاب یا ابابکر اذا حدثت الناس برأیك فاخبرھم بانّہ رأیك واذا حدثت الناس بشيء من السُّنّة

فاخبرھم انہ سُنَّةٌ لا یظنّون انہٗ رأیك "

۲۔ اخبرنا محمد بن الحسن بن الفضل القطان اخبرنا عبد اللہ بن جعفر بن درستویہ حدثنا یعقوب بن سفیان ثنا محمد بن ابی زکریا انبأنا ابن وھب قال حدثنی مالک قال قال ربیعہ لابن شہاب اذا اخبرت الناس بشيءٍ من رایك فاخبرھم انہٗ رایك "

(کتاب "الفقیہ والمتفقہ" للخطیب البغدادی۔ باب ذکر اخلاق الفقیہ وادبہٖ الخ ص ۱۴۸۔ طبع مکہ شریف)

تیسرا حافظ شمس الدّین الذہبیؒ نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام وطبقات المشاہیر والاعلام میں بعبارت ذیل ربیعہ مذکور کی کلام ذکر کی ہے جو علّامہ زُہری کے ساتھ ہوئی۔

. . . قال الاویسی قال مالك كان ربیعة یقول للزھری انّ حالی لیست تشبّہ حالك قال وكیف؟ قال انا اقول برأیي من شاء اخذہٗ ومن شاء ترك وانت تحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیحفظ "

(تاریخ اسلام ذہبی جلد خامس، ص ۲۴۸ تذکرہ ربیعۃ الرائی طبع مصر)

حاصل یہ ہے کہ فاضل سخاوی کی عبارت میں بعض اقران جو مذکور ہے اس سے مُراد ربیعۃ الرأی ہے۔ ربیعہ علّامہ زُہری کو نصیحت کرتے ہیں کہ جب لوگوں کو آپ روایت بیان کریں تو اپنی رائے اور روایت میں فرق قائم رکھا کریں تاکہ لوگوں کو آپ کی رائے میں اور روایت میں مفارقت معلوم ہو سکے، دونوں میں تخلیط نہ رہے۔

ناظرینِ باتمکین پر عیاں ہو گیا کہ ابن شہاب زُہری اپنی مرویات میں اختلاط و تخلیط فرمایا کرتے تھے اِس وجہ سے ان کے ہم عصر حضرات کو اس گفتگو اور اس مکالمہ کی ضرورت پیش آئی۔

——— نیز اہلِ علم کے اطمینان کے لیے یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ علامہ ابنِ شہاب زہریؒ کے ادراجات فی الروایات بے شمار پائے جاتے ہیں۔ بہت سے اکابر علماء مثلاً دار قطنیؒ، طحاویؒ، ابن عبدالبرؒ، بیہقیؒ، ابوبکر الحازمیؒ، امام نوویؒ، جمال الدین الزیلعیؒ، ابن کثیرؒ، ابن حجرؒ عسقلانی، جلال الدین سیوطیؒ اور ملا علی قاری وغیرہم نے زہری کے ادراجات کو تصریحاً ذکر کیا ہے اور ان کی عبارات کو ہم نے جمع کیا ہے۔

اندریں حالات اگر مطالبۂ فدک کی مذکورہ (معہودہ) روایت میں مناقشانہ الفاظ کا اضافہ (جو قال کے بعد مذکور ہے) ابنِ شہاب زہری کی طرف سے "مدرج" تسلیم کر لیا جائے اور زہری کا "ظن" قرار دیا جائے تو اس چیز میں کوئی امر مانع نہ ہوگا اور قیاس کے موافق و واقع کے مطابق ہوگا۔

حضرت الاستاذ مولانا سید احمد شاہ صاحب (اجنالوی و چوکیروی) مرحوم و مغفور نے اپنی کتاب "تحقیقِ فدک" میں اس مسئلہ کی ابتدا فرمائی تھی۔ ہم نے اپنی حقیر تلاش کی رو سے اس کے مزید مواقع و مواضع فراہم کر کے علماء کرام کی خدمت میں پیش کیے ہیں جن کی حمایت کرنے والے علماء عظام اُمید ہے اس کی تائید فرمائیں گے اور اگر کوئی خامی نظر آئے گی تو اس کی اصلاح فرمائیں گے۔

ماحصل بحث یہ ہے کہ جن کلمات پر اعتراضات کی بنیاد قائم کی جاتی ہے وہ اصل روایت میں نہیں بلکہ رُواۃ کی جانب سے درج شدہ الفاظ ہیں۔"

(منہ)

سوالِ مذکور کا الزامی جواب

اس سوال کا اصل جواب تو عرض کر دیا ہے الحجج الالزامیۃ شائعۃ فی الکتب کے تحت اب الزامی جواب پیشِ خدمت ہے جس طرح اِس روایت میں فاطمہؓ کا صدیق اکبرؓ پر ناراض ہونا اور رنجیدہ خاطر ہونا مذکور ہے بعینہٖ اسی طرح حضرت فاطمہؓ کا علی المرتضیٰؓ کے ساتھ متعدد بار ناراض ہونا اور رنجیدہ دل ہونا شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں میں درج ہے (ما ھو جوابکم فھو جوابنا) یعنی ان واقعات کے متعلق جو جواب آپ پیش کریں گے ہم بھی اس روایت کا وہی جواب عرض کریں گے۔

اب سیدہ فاطمہؓ کی رنجیدگی و کشیدگی جو حضرت علیؓ کے ساتھ پیش آتی رہی ہے اس کے واقعات ملاحظہ ہوں:-

پہلا واقعہ

شیعہ کے مشہور و معروف عالم شیخ صدوق اپنی تصنیف علل الشرائع میں لکھتے ہیں کہ:-

"ایک بار کا ذکر ہے کہ ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ میں اور علی المرتضیٰ کے بھائی جعفر بن ابی طالب ہجرتِ حبشہ سے واپس ہوئے تو اس وقت جعفر نے علی المرتضیٰ کو ایک خادمہ (لونڈی) ہدیہ کے طور پر دے دی (یہ خادمہ حضرت جعفرؓ کو بھی بطورِ ہدیہ ملی تھی اور اس کی قیمت چار ہزار درہم تھی)۔

یہ خادمہ حضرت علیؓ کی اسی گھر میں خدمت کرتی تھی جس میں فاطمۃ الزہراؓ بھی رہتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ نے حضرت علیؓ کو اس خادمہ کے ساتھ بے تکلفی کی حالت میں (سر کو گود میں رکھے ہوئے دیکھ لیا) اسی وقت (غیرت کی وجہ سے) علی المرتضیٰؓ سے رنجیدہ ہو کر کہنے لگیں "یہ کام آپ نے کیا ہے مجھے

اجازت دے دو میں اپنے والد شریف کے گھر جاتی ہوں" حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ جا سکتی ہیں۔ فاطمہؓ اپنی چادر سے کر اور برقعہ اوڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانے لگیں۔ ادھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں جبرائیلؑ نازل ہوئے کہ علی المرتضیٰؓ کے خلاف فاطمہؓ شکوہ و شکایت و ناراضگی لے کر آ رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سلام فرماتے ہیں اور حکم دیتے ہیں کہ علیؓ کے حق میں جو شکوہ شکایت، ناراضگی وغیرہ یہ ظاہر کریں اس کو قبول نہ کرنا الخ (یہ بڑی طویل روایت ہے) مختصر یہ کہ حضرت فاطمہؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بفرمانِ خداوندی علی المرتضیٰؓ کے گھر واپس کر دیا اور حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کی پاسِ خاطر کے لیے اس خادمہ مذکورہ کو آزاد کر دیا اور ساتھ ہی چار سو درہم اہلِ مدینہ پر صدقہ کیا۔ اس طرح یہ تمام معاملہ سلجھایا گیا۔"

(۱) علل الشرائع باب نمبر ۱۳۰ ص ۱۶۳-۱۶۴ طبع جدید نجف اشرف۔ عراق
(۲) بحار الانوار ملا باقر مجلسی جلد عاشر ص ۴۳-۴۴۔ باب کیفیتہ معاشرتہا مع علیؓ

رنجیدگی کا دوسرا واقعہ

بحار الانوار ملا باقر مجلسی جلد عاشر (دہم) میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام کہتے ہیں کہ ایک روز صبح کی نماز ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی چہرہ مبارک غمناک تھا (بعد از نماز) فاطمہؓ کے گھر کی طرف تشریف لے گئے ہم ساتھ تھے۔ فاطمۃ الزہراءؓ کے دروازہ پر پہنچ کر دیکھتے ہیں کہ علی المرتضیٰؓ دروازہ کے سامنے زمین پر لیٹے ہوئے ہیں۔ نبی کریم صلعم تشریف فرما ہو کر علی المرتضیٰؓ کی پشت سے اپنے ہاتھ مبارک سے مٹی جھاڑنے لگے اور فرما رہے تھے: "قُم یا ابا تراب (اے ابو تراب کھڑے ہو جائیے) پھر یہ دونوں حضرات فاطمہؓ کے گھر میں داخل ہو گئے۔ کچھ دیر ہم لوگ دروازہ پر ٹھہرے رہے کچھ دیر کے بعد حضور نبی کریم

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم خوش چہرہ کے ساتھ منزلِ فاطمہؓ سے باہر تشریف لے آئے۔ ہم نے عرض کیا کہ جناب غمناک حالت میں داخلِ خانہ ہوئے تھے۔ اب مسرت و خوشنودی کے آثار نمایاں ہیں۔ فرمایا کہ كَيْفَ لَا أَفْرَحُ وَقَدْ أَصْلَحْتُ بَيْنَ اثْنَيْنِ أَحَبَّ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلَى أَهْلِ السَّمَاءِ یعنی میں کس طرح نہ خوش ہوں حالانکہ میں نے ایسی دو ہستیوں کے درمیان صلح و مصالحت کرا دی ہے جو آسمان والوں کے ہاں زمین والوں سے زیادہ پسندیدہ ہیں"

(بحار الانوار ملا باقر مجلسی جلد عاشر باب کیفیتہ معاشرتہا مع علیؓ ص ۴۳-۴۴)

(نوٹ) یہ ظاہر بات ہے کہ پہلے ان دونوں کے درمیان ناراضگی و رنجیدگی تھی تب ہی تو مصالحت کرا کے آپ خوش ہو رہے ہیں۔

ناراضگی کا تیسرا واقعہ

حضرت فاطمہؓ جب ابوبکر الصدیقؓ کے ہاں سے فدک نہ ملنے کی بنا پر واپس ہوئی ہیں تو اس وقت سخت پریشانی و غضبناکی کی حالت میں حضرت فاطمہؓ نے علی المرتضیٰؓ کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ اشْتَمَلْتَ مَشِيمَةَ الْجَنِينِ وَقَعَدْتَ حُجْرَةَ الظَّنِينِ الخ
یعنی اے ابو طالب کے فرزند آپ چادر میں چھپ گئے ہیں گویا رحم کے اندر بچہ چھپا ہوا ہو اور آپ لوگوں سے پوشیدہ ہو کر بیٹھ گئے ہیں جیسے تہمتناک آدمی پوشیدہ بیٹھ جاتا ہے الخ

(۱) الامالی للشیخ الطوسی ابی جعفر الجزء الثانی ص ۲۹۵-۲۹۶ طبع جدید نجف اشرف عراق
(۲) احتجاج للطبرسی ص ۵۹ طبع قدیمی احتجاج فاطمہ علی القوم لما منعوها فدک۔
(۳) ناسخ التواریخ لسان الملک میرزا تقی جلد چہارم از کتاب دوم ص ۱۲۹-۱۳۰
(۴) بحار الانوار مجلسی جلد دہم (عاشر) ۴۳-۴۴۔ باب کیفیتہ معاشرتہا مع علی

نوٹ۔ سیدہ فاطمہؓ کی ناراضگی کا تیسرا واقعہ ملا باقر کی عبارت میں ذرا مفصل درج ہے

جب فاطمہؓ ابوبکر الصدیقؓ کے پاس سے واپس ہوئی ہیں اس وقت کا کلام ہے لکھتے ہیں:

"پس حضرت فاطمہؓ بجانب خانہ برگردید و حضرت امیر المؤمنینؑ انتظار معاودۂ اومی کشید چوں بمنزل شریف قرار گرفت . . . . خطابہائے درشت باسید اوصیاء نمود کہ مانندِ جنین در رحم پردہ نشیں شدہ و خائناں در خانہ گریختہ بعد از آنکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب ایں نامرداں گردیدہ اینک پسر ابوقحافہ بظلم و جبر بخشیدۂ پدر مرا و معیشت فرزندانم از من می گیرد و بہ آوازِ بلند با من مخاصمہ و لجاج میکند و انصار مرا یاری نمی کنند و مہاجران خود را بکنار کشیدہ اند و سائر مردم دیدہ ہا را پوشیدہ اند نہ واقعے دارم نہ مانعے و نہ یاورے دارم نہ شافعے۔ خشمناک بیروں رفتم و غمناک برگشتم۔ خود را ذلیل کردی در روزیکہ دست از سطوت خود برداشتی گرگان می درندومی برند و تو از جائے خود حرکت نمی کنی۔ کاش ازیں پیش مذلت و خواری مردہ بودم وائے برمن در ہر صبحی و شامی محل اعتماد من مرد و یاور من سست شد شکایتِ من بسوئے پدر من ست و مخاصمۂ من بسوئے پروردگار من ست الخ۔

(حق الیقین ملا باقر مجلسی اصفہانی بحث کلام جناب سیدہ در طلب فدک (ص ۱۲۵ - طبع لکھنؤ، ص ۲۰۳ - ۲۰۴ - طبع ایرانی جدید)

یعنی حضرت فاطمہؓ گھر کی جانب واپس آئیں علی المرتضیٰؓ ان کی واپسی کی انتظار کر رہے تھے۔ جب فاطمہؓ گھر میں پہنچی ہیں . . . . تو حضرت علیؓ کو سخت الفاظ کے ساتھ خطاب کرنے لگیں کہ جیسے رحمِ مادر میں بچہ ہوتا ہے اس طرح تم پردہ نشین ہو کر بیٹھ گئے ہو۔ خائب و خاسر لوگوں کی طرح گھر میں بھاگ کر آگئے ہو۔ زمانہ کے بڑے بہادر لوگوں کو آپ نے پچھاڑ دیا لیکن نامرادوں سے مغلوب ہو گئے ہو۔ میرے باپ کی بخشید کو اور میرے فرزندوں کی معیشت و گذران کو مجھ سے ابوقحافہ کا بیٹا (ابوبکرؓ) چھین رہا ہے اور بلند آواز سے میرے ساتھ لڑائی جھگڑا کر رہا ہے۔ انصار میری مدد نہیں کر رہے اور مہاجر لوگ کنارہ کشی کر چکے ہیں تمام آدمیوں نے چشم پوشی اختیار کر لی ہے۔ نہ ہمارا کوئی جنگ کرنے والا ہے نہ مددگار رہے نہ سفارشی ہے۔ غصہ کی حالت میں باہر گئی تھی، غمناک حالت میں واپس ہوئی ہوں جس روز سے آپ نے سطوت و دبدبہ سے ہاتھ کھینچ لیا اُس روز سے اپنے آپ کو ذلیل کر دیا ہے۔ بھیڑیے پھاڑ رہے ہیں (درندے کھا رہے ہیں) آپ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے۔ کاش کہ اِس ذلّت و خواری سے قبل مَیں مر جاتی۔ افسوس کہ ہر صبح و شام میرے اعتماد کا مقام ختم ہو گیا اور میرا معاون سُست ہو گیا۔ اب میری شکایت میرے والد کی خدمت میں ہے اور میرا تنازعہ میرے پروردگار کے حوالہ ہے۔ الخ"

(حق الیقین ص ۱۲۵ - طبع قدیم لکھنؤ -
" " ص ۲۰۳ - ۲۰۴، طبع ایران جدید طبع
کلامِ فاطمہؓ در طلب فدک الخ)

ناراضگی کا چوتھا واقعہ

ان کے شیخ صدوق ابن بابویہ القمی نے علل الشرائع باب نمبر ۱۴۸ ص ۱۸۵ - ۱۸۶ طبع جدید میں یہ واقعہ تفصیلاً نقل کیا ہے اس کا خلاصہ ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

"ایک بدبخت شخص نے حضرت فاطمہؓ کو آکر اطلاع دی کہ علی المرتضیٰؓ ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ نکاح و شادی کرنا چاہتے ہیں۔ خطبہ (منگنی) انہوں نے کر لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں میں فطرۃً غیرت پیدا کی ہے اس وجہ سے فاطمہؓ بڑی غمناک ہوئیں۔ اسی پریشانی و رنجیدگی کی حالت میں سارا دن گذار کر شام کو حسن و حسین و اُمِّ کلثوم کو ساتھ لے کر اپنے والد شریف کے گھر آگئیں۔ حضرت علیؓ جب اپنے گھر آتے تو ناتونِ جنت و بال بچوں کو گھر

میں نہ پایا بڑے فکرمند ہوئے اور ان پر یہ بات سخت ناگوار گذری۔ پھر مسجد میں جا کر لیٹ گئے۔

اِدھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جب فاطمہؓ سے یہ واقعہ معلوم کیا اور فاطمہؓ کی غمناکی و بیقراری دیکھی تو کپڑے زیب تن کر کے مسجد میں تشریف لاتے اور عبادت میں مشغول ہو گئے اور دُعا کی، یا اللہ ان کی آپس میں غضبناکی و رنجیدگی دُور فرما۔ اس کے بعد بال بچوں کو ساتھ لے کر علیؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ سوتے ہوئے تھے ان کے پاؤں پر پاؤں رکھ کر بیدار کیا فرمایا قُمْ یا اباتراب! آرام کرنے والوں کو تُو نے بے قرار کر دیا ہے جاؤ ابوبکرؓ کو، عمرؓ کو، اور طلحہؓ کو بلا لاؤ۔ علی المرتضیٰؓ ان ہر سہ کو بلا لائے۔ سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ سب جمع ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے علی المرتضیٰ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ یَا عَلِیُّ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ فَاطِمَۃَ بِضْعَۃٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہَا فَمَنْ اٰذَاھَا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللہَ ۔ ۔ ۔ فَقَالَ عَلِیٌّ بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللہِ یعنی اے علیؓ! آپ کو معلوم نہیں ہے کہ فاطمہؓ میرے جسم کا ٹکڑا ہے میری نسل سے ہے جس نے اس کو دُکھایا اس نے مجھے دُکھ دیا جس نے مجھے دُکھایا اس نے اللہ کو دُکھایا ۔ ۔ ۔ تو علی المرتضیٰؓ نے عرض کیا، جی ہاں یا رسُول اللہ درست ہے۔ الخ

پھر اس کے بعد حضرت علیؓ نے معذرت کی کہ میں نے یہ ارادہ نہیں کیا ہے۔ (اس طرح یہ ناراضگی ختم ہوئی) روایت طویل چل رہی ہے۔"

(۱) علل الشرائع ص ۱۸۵-۱۸۶، نمبر باب ۱۴۸، طبع جدید عراق۔

(۲) جلاء العیون ص ۱۶۳-۱۶۴، بیان فتنہ منافقین درباره امیر المومنین

تنبیہ

یاد رہے کہ ابوجہل کی لڑکی کے ساتھ علی المرتضیٰؓ کی منگنی و خطبہ کرنے کا واقعہ ہماری حدیث کی کتابوں میں بھی درج ہے۔ ان دوستوں نے تو واقعہ ہذا کو بڑے اضافہ جات کے ساتھ طول طویل

کر دیا ہے۔ ہمارے ہاں اصل واقعہ اتنا ہی پایا جاتا ہے کہ اطلاع مذکور ملنے پر حضرت فاطمہؓ راضی ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلی گئیں حضور علیہ السلام کو اس چیز کی وجہ سے بڑا رنج ہوا۔ آپؐ نے منبر پر خطبہ دے کر فرمایا کہ میں اس چیز کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔ اگر علیؓ وہاں نکاح کرنا چاہتے ہیں تو میری لڑکی کو طلاق دے دیں۔ اللہ کے دشمن کی لڑکی (ابوجہل کی لڑکی) اور اللہ کے رسُول کی لڑکی ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو بات اس کو بُری لگتی ہے وہ مجھے بھی بُری معلوم ہوتی ہے اور جو چیز اس کو دکھ دیتی ہے وہ مجھے بھی دکھ دیتی ہے۔ "فَاِنَّمَا ھِیَ بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ یُرِیْبُنِیْ مَا اَرَابَھَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَا اٰذَاھَا۔

(بخاری شریف جلد ثانی ص ۷۸۷، وجلد اول ص ۵۲۸)۔

اس وعید اور زجر کے فرمان سننے کے بعد علی المرتضیٰ نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔"

حاصل یہ ہے کہ ان متعدد واقعات نے روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ حضرت علی پر حضرت فاطمہؓ کئی دفعہ غضبناک ہوئی ہیں اور رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی ناراض ہوئے۔ اس قسم کے تمام واقعات کا جو جواب پیش کیا جاتا ہے وہی جواب ابوبکر الصدیق پر ناراضگی کا پیش خدمت ہے۔ اس الزام کو اب اس مصرعہ پر ہم ختم کرتے ہیں۔

ع این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

ایک لطیفۂ عجیبہ

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ جو وعید اور تنبیہ کے کلمات مذکورہ (اِنَّمَا ھِیَ بِضْعَۃٌ مِّنِّیْ وَمَنْ اٰذَاھَا فَقَدْ اٰذَانِیْ وغیرہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ کو رنجیدہ ہو کر فرمائے تھے وہ کلمات یار لوگوں نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے حق میں وارد کر دیئے ہیں۔ دوستوں کی تالیفات و تصنیفات کو دیکھ لیں ان کے وعظ کی مجالس کو سن لیں، ان میں یہی عجیب و غریب کارروائی آپ کو دکھائی دے گی پیغمبر علیہ السلام کی زبان وحی ترجمان سے

یہ وعید علی المرتضیٰ کے حق میں صادر ہوئی ہے اور اس کا مورد و محمل ابوبکر الصدیق کو بنا دیا گیا ہے (سُبحَانَ اللهِ عَلٰی حُسنِ مَکرِهِم وَنُدرَةِ تَدبِیرِهِم وَکَمَالِ حَذَاقَتِهِم)

اہلِ علم حضرات کے لیے یہ مضمون بعبارتِ ذیل مذکور ہے۔ ملاحظہ فرماویں:

"فان کان ھٰذا وعیدا لاحقا بفاعلہ لزم ان یلحق ھٰذا الوعید علی بن ابی طالبؓ وان لم یکن وعیدا لاحقاً بفاعلہ کان ابوبکرؓ ابعد عن الوعید من علیؓ"

(المنتقیٰ (مختصر منہاج السنہ) للحافظ ابی عبداللہ محمد بن عثمان الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ ص ۲۰۶-۲۰۷ طبع مصر، سنِ طباعت ۱۳۷۴ھ - بحواشی محب الدین الخطیب)

علی سبیل التنزّل جواب

ماقبل میں ایک "معقول سوال" کے عنوان سے مخالفینِ صحابہ کرامؓ کی جانب سے ایک اعتراض ذکر کیا تھا اس کا اصل جواب ذکر ہو چکا ہے۔ پھر اس کا الزامی جواب بھی پیش کیا گیا ہے اب اس بحث کے آخر میں علی سبیل التنزّل اور بالفرض والتقدیر کے درجہ میں ہم ایک جواب ذکر کرنا مناسب خیال کرتے ہیں وہ اس طرح ہے کہ بالفرض تھوڑی دیر کے لیے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ اختلافِ رائے کی بنا پر ایک وقت میں حضرت فاطمہؓ، حضرت ابوبکر الصدیقؓ سے ناراض ہو گئی تھیں تو ساتھ ہی ان کی باہمی رضامندی کی روایات بھی موجود ہیں جو دونوں فریق کی کتابوں میں مروی ہیں اس وجہ سے بھی ان دونوں ہستیوں کی باہمی رنجش ختم ہو کر اصل مودت و محبت قائم ہے جو کمالِ ایمان کا تقاضا ہے اور اتقاء و پرہیزگاری کا نشان ہے۔ اب رضامندی کی روایات درج کی جاتی ہیں جو ہماری معروضات کی تائید کرتی ہیں پہلے اپنی کتابوں سے نقل کی جائیں گی اس کے بعد دوستوں کی کتابوں سے بھی اس کی توثیق نقل ہو گی

طبقات ابنِ سعد کی روایت

اخبرنا عبد اللہ بن نمیر ثنا اسماعیل عن عامر قال جَآءَ اَبُوبَکرٍؓ اِلٰی فَاطِمَةَؓ حِینَ مَرِضَت فَاستَأذَنَ فَقَالَ عَلِیٌّؓ ھٰذَا اَبُوبَکرٍ عَلَی البَابِ فَاِن شِئتِ اَن تَأذَنَ لَهٗ قَالَت وَ ذَالِكَ اَحَبَّ اِلَیكَ قَالَ نَعَم فَدَخَلَ عَلَیهَا وَاعتَذَرَ اِلَیهَا وَکَلَّمَهَا فَرَضِیَت عَنهُ۔

یعنی عامر (شعبی) کہتے ہیں جب فاطمہؓ بیمار ہوئیں تو ان کے ہاں ابوبکرؓ نے تشریف لا کر حاضر ہونے کی اجازت طلب کی تو علی المرتضیٰ نے کہا اے فاطمہؓ ابوبکرؓ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں (اگر اجازت ہو) تو فاطمہؓ نے کہا کہ ان کی آمد آپ کو پسند ہے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ ہاں! (پس اجازت ہوئی) ابوبکرؓ فاطمہؓ کے ہاں داخل ہوئے اور ان سے عذر و معذرت ذکر کی پس فاطمہؓ ابوبکرؓ سے راضی ہو گئیں۔

(۱) طبقات ابن سعد[1] ج ۸ ص ۱۷ تذکرہ فاطمہؓ طبع یورپ لیدن طبع بیروت جدید، ص ۲۷۔

(۲) سیرت حلبیہ، جلد سوم، ص ۳۹۹ تحت حالات بعد از وفات نبوی

---

[1] محمد بن سعد ۲۳۰ھ نے اپنی سند کے ساتھ علامہ شعبی سے یہ مرسل روایت نقل کی ہے پھر ابن سعد سے بے شمار لوگوں نے اس مرسل کو روایت کیا ہے۔ اور یہ روایت ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ جلد اول ص ۱۵۶ باب ذکر انّ فاطمۃ لم تمت الا راضیۃ عن ابی بکر میں بھی مذکور ہے اور صاحب "ریاض النضرۃ" ابوجعفر المحب الطبری (المتوفی ۶۹۴ھ) نے کتاب "الموافقۃ بین اہل البیت والصحابۃ" للشیخ اسماعیل بن علی بن الحسن بن زنجویہ الرازی البصری المتوفی ۴۲۵ھ میں سے یہ روایت اخذ کی ہے۔ یہ چیز اہلِ علم کے رجوع کرنے کے لیے برائے اطمینان ذکر کی ہے۔ (منہ)

السنن الکبریٰ بیہقی کی روایت

.... حدثنا ابو حمزۃ عن اسماعیل بن ابی خالد عن الشعبی قَالَ لَمَّا مَرِضَتْ فَاطِمَةُ اَتَاهَا اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا فَقَالَ عَلِيٌّ يَا فَاطِمَةُ هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكِ فَقَالَتْ أَتُحِبُّ اَنْ اٰذَنَ لَهُ قَالَ نَعَمْ فَاَذِنَتْ لَهُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَتَرَضَّاهَا وَقَالَ وَاللّٰهِ مَا تَرَكْتُ الدَّارَ وَالْمَالَ وَالْاَهْلَ وَالْعَشِيْرَةَ اِلَّا ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللّٰهِ وَمَرْضَاةِ رَسُوْلِهٖ وَمَرْضَاتِكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ثُمَّ تَرَضَّاهَا حَتّٰى رَضِيَتْ۔ هذا مرسل حسن باسناد صحیح۔

خلاصہ یہ ہے کہ جب فاطمہؓ بیمار ہوئی ہیں تو ابوبکر الصدیقؓ (ان کے ہاں آئے) درآمد کی اجازت طلب کی۔ علی المرتضیٰؓ نے فاطمہؓ سے کہا کہ ابوبکرؓ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ فاطمہؓ نے کہا آپ کو پسند ہو تو ان کو اجازت دے دی جائے۔ علی المرتضیٰؓ نے کہا کہ مجھے پسند ہے۔ اجازت ہوئی۔ ابوبکرؓ اندر تشریف لائے اور رضامندی حاصل کرنے کی خاطر کلام کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اللہ کی قسم خدا تعالیٰ اور رسول اللہ کی رضا کی خاطر اور تمہاری خوشنودی کے لیے ہم نے اپنا گھر بار، مال، دولت، خویش و اقرباء کو چھوڑا۔ (اس طرح کی) کلام جاری رہی حتیٰ کہ فاطمہ (ابوبکرؓ سے) رضامند ہو گئیں۔[1]

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی مع الجوہر النقی جلد ۶ ص ۳۰۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن۔

(۲) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی، ص ۱۸۱۔ طبع مصر۔

---

[1] قولہ السنن الکبریٰ، بیہقی نے خود بھی اس مُرسل کی توثیق کی ہے اور مندرجہ ذیل علماء نے بھی بیہقی کی اس مرسل روایت کو نقل کرنے کے بعد بعبارات ذیل تصدیق و تائید کی ہے (۱) حافظ ابن کثیر دمشقی عماد الدینؒ متوفی ۷۷۴ھ

(باقی ص ۱۴۹ پر)

علامہ اوزاعی کی روایت

قبل ازیں شعبی کی (رضامندی والی روایت) متعدد کتب سے درج کی گئی ہے اب علامہ اوزاعی کی روایت پیش کی جاتی ہے جو شیخ ابن السمان نے "کتاب الموافقہ" میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔ یہ کتاب ہمیں حاصل نہیں ہے لیکن ساتویں صدی کے مشہور مصنّف ابو جعفر محب الطبری نے اپنی کتاب "ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ" میں کتاب الموافقت

(بقیہ حاشیہ) نے البدایہ ج ۵ ص ۲۸۹ میں لکھا ہے کہ "هذا اسناد جيد قوی والظاهر ان عامر الشعبی سمعه من علی او ممن سمعه من علی"۔ اسی طرح البدایہ ج ۶ ص ۳۳۳ میں لکھا ہے کہ "هذا مرسل حسن باسناد صحیح"

(۲) اور حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے فتح الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۱۵۱۔ کتاب فرض الخمس میں تحت حدیث الثانی لکھا ہے کہ "وهو وان كان مرسلاً فاسناده الی الشعبی صحیح"

(۳) اور حافظ بدر الدین عینیؒ متوفی ۸۵۵ھ عمدۃ القاری شرح بخاری باب فرض الخمس تحت حدیث ثانی ج ۱۵ ص ۲۰ میں اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ "وهذا قوی جید والظاهر ان الشعبی سمعه من علی رضی اللہ عنہ او ممن سمعه من علیؓ"

اور حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے شعبی کی روایت ہذا مذکورہ الفاظ کے ساتھ اپنی تصنیف "سیر اعلام النبلاء" جلد ثانی ص ۹۴ - ۸۹ طبع جدید مصری میں ذکر کی ہے۔ اس روایت کے ارسال کنندہ عامر بن شرحبیل شعبی ثقہ تابعی مشہور آدمی ہیں اور ان کی ملاقات حضرت علیؓ کے ساتھ علماء کے نزدیک ثابت ہے چنانچہ مستدرک حاکم جلد رابع ص ۳۶۵ کی عبارت اس چیز کی تصدیق کرتی ہے کہ ملاقات ثابت ہے۔

اور یہ بھی مسلم الطرفین امر ہے کہ ثقہ آدمی کی مرسل روایت معتمد و معتبر ہوتی ہے اور قابلِ استدلال ہوتی ہے۔ خلاصۃ المرام یہ ہے کہ مندرجات بالا کی روشنی میں روایت ہذا کو درست تسلیم کرنا قرین قیاس ہے اور قواعد کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔ (منہ)

اخذ کر کے عبارتِ ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

—— وَعَنِ الْاَوْزَاعِیِ قَالَ فَخَرَجَ اَبُوْبَکْرٍ حَتّٰی قَامَ عَلٰی بَابِہَا فِیْ یَوْمٍ حَارٍّ ثُمَّ قَالَ لَا اَبْرَحُ مَکَانِیْ حَتّٰی تَرْضٰی عَنِّیْ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عَلَیْہَا عَلِیٌّ فَاَقْسَمَ عَلَیْہَا لِتَرْضٰی فَرَضِیَتْ۔" خرجہ ابن السمان فی الموافقۃ۔

(۱) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ، جلد اول ص ۱۵۶-۱۵۷
باب ذکر ان فاطمۃ لم تمت الا راضیۃ عن ابی بکرؓ۔

(۲) تحفہ[ل] اثنا عشریہ فارسی، جواب طعن سیزدہم۔ طبع نول کشور لکھنؤ۔ باب مطاعن ابی بکر۔

خلاصہ یہ ہے کہ فاضل اوزاعی (ابوعمرو عبدالرحمٰن بن عمرو الدمشقی) سے روایت ہے کہ ابوبکرؓ فاطمہؓ کے دروازہ پر گرمی کے ٹائم میں پہنچے اور کہنے لگے کہ میں یہاں سے

ل: تحفہ اثنا عشریہ فارسی میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فاضل اوزاعی کی روایت کو "کتاب الموافقہ" سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "و ابن السمان" در "کتاب الموافقۃ" از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیروں آمد ابوبکرؓ بہ درِ فاطمہؓ در روزِ گرم و گفت نمی روم ازینجا تا راضی نگردد از من بنت پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پس درآمد بروی علیؓ پس سوگند داد بر فاطمہؓ کہ راضی شو پس راضی شد۔"

(تحفہ اثنا عشریہ باب مطاعن ابی بکر در جواب طعن سیزدہم ذکر نمودہ)

مطلب یہ ہے کہ یہ روایت ابن السمان نے اوزاعی سے باسند نقل کی ہے۔ پھر "کتاب الموافقۃ" سے صاحب ریاض النضرۃ نے نقل کی ہے اور شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی کتاب الموافقۃ لابن السمان سے یہ روایت نقل کی ہے۔ علماء میں اس طرح یہ متداول روایت ہے۔ اس روایت کے اصل مآخذ یہ ہیں باقی ناقلین ہیں جن کا کوئی شمار و حساب نہیں ہے۔ (منہ)

نہیں ہٹوں گا جب تک کہ فاطمہؓ مجھ سے رضامند نہ ہو جائیں۔ پھر علی المرتضیٰؓ فاطمہؓ کے پاس آئے اور ان کو قسم دی کہ آپ ابوبکرؓ سے رضامند ہو جائیں پس فاطمہؓ راضی ہو گئیں۔"

حاصلِ روایات

یہ ہے کہ مندرجہ روایات جو حضرت فاطمہؓ کی رضامندی پر دلالت کرتی ہیں۔ ان سب پر نظر کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بتقاضائے بشریت بالفرض اگر کسی وقت حضرت فاطمہؓ کو ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ رنجش ہو گئی تھی تو بعد میں رفع ہو چکی ہے اور وہ معاملہ باہمی صلح و آشتی پر اختتام پذیر ہو چکا ہے۔ ان ہر دو بزرگ ہستیوں کے درمیان بحمد اللہ کسی قسم کی کدورت باقی نہیں رہی، جیسا کہ متقی لوگوں کی شان ہے۔

اس کے بعد ہمارے کرم فرما کہہ سکتے ہیں کہ رضامندی کی روایات اگرچہ آپ نے اپنی کتابوں سے پیش کر دی ہیں مگر ہمارے لیے کیسے قابلِ تسلیم ہو سکتی ہیں؟ تو اس کے لیے عرض ہے کہ ضد اور ہٹ دھرمی کا تو کوئی علاج نہیں ہے البتہ تھوڑی سی مقدار انصاف لے لیا جائے اور قلیل سی خشیتِ الٰہی ساتھ ملا لی جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ان دونوں کی آمیخت و ملاوٹ کر لینے سے مقصد حل ہو جائے گا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ انہی رضامندی کی روایات کو "شیعی تصانیف" میں تلاش کر لیں۔ اگر شیعہ علماء و شیعہ مصنفین رضامندی فاطمہؓ کی روایت کو ذکر کر دیں اور اس پر کوئی ردّ و نقد نہ کریں تو مسئلہ بہت جلد صاف ہو جائے گا اور فاطمہؓ کی ناراضگی کی بحثیں جو اپنی پہنائیوں اور طوالتوں کے ساتھ نشر کی ہوئی ہیں وہ سب کی سب ختم ہو کر رہ جائیں گی۔

رضامندی کی روایات

بنا بریں اب ہم حضرت فاطمہؓ کی رضامندی کی روایت شیعہ کتب سے پیش کرتے ہیں

اُمید ہے موجبِ اطمینان ہو سکے گی۔ مشہور شیعہ فاضل ابن میثم بحرانی نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں مندرجہ ذیل روایت درج کی ہے اس میں حضرت ابوبکر الصدیق اور حضرت فاطمہؓ کی گفتگو مذکور ہے۔ ابوبکر الصدیقؓ جنابِ فاطمہؓ کو کہتے ہیں کہ

(۱) قَالَ اِنَّ لَكِ مَا لِاَبِيْكِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاْخُذُ مِنْ فَدَكَ قُوْتَكُمْ وَيَقْسِمُ الْبَاقِيَ وَيَحْمِلُ مِنْهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَكِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ اَصْنَعَ بِهَا كَمَا كَانَ يَصْنَعُ فَرَضِيَتْ بِذٰلِكَ وَاَخَذَتِ الْعَهْدَ عَلَيْهِ بِهٖ الخ

یعنی ابوبکر الصدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ کو کہا کہ آپ کے لیے حقوق وہی ہیں جو آپ کے والد شریفؐ کے لیے تھے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم "فدک" کی آمدن سے تمہارا خرچہ خوراک الگ کر لیتے تھے اور باقی ماندہ کو اہلِ حاجت میں تقسیم فرما دیتے تھے اور اس سے اللہ کی راہ میں سواری (وغیرہ) مہیا فرماتے تھے اور رضائے الٰہی کے لیے آپ کا مجھ پر حق ہے۔ فدک کے معاملہ میں میں وہی عمل درآمد کروں گا جو خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ جاری رکھتے تھے پس اس چیز پر فاطمہؓ راضی اور خوشنود ہو گئیں اور اس پر انہوں نے ابوبکر سے پختہ وعدہ اور اقرار لے لیا۔ الخ

شرح نہج البلاغۃ لابن میثم بحرانی طبع قدیم، ج ۳۵ ص ۵۴۳، اور طبع جدید طہرانی، ج ۵ ص ۱۰۷ - جلد پنجم)

لہ یہاں چند چیزیں قابلِ وضاحت ہیں:

(۱) نہج البلاغہ کے اس شارح کا مکمل نام کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی ہے اور اس کا سنِ وفات ۶۷۹ھ ہے۔

(۲) اس شرح کو مصنف مذکور نے ۶۷۷ھ میں تالیف کیا ہے۔ یہ شرح متعدد بار طبع ہوئی ہے قدیم طبع

(۲) . . . . وَذٰلِكَ اِنَّ لَكِ مَا لِاَبِيْكِ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ يَاْخُذُ مِنْ فَدَكَ قُوْتَكُمْ وَيَقْسِمُ الْبَاقِيَ وَيَحْمِلُ مِنْهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَكِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ اَصْنَعَ بِهَا كَمَا كَانَ يَصْنَعُ فَرَضِيَتْ بِذٰلِكَ وَاَخَذَتِ الْعَهْدَ عَلَيْهِ بِهٖ الخ

یعنی ابوبکر الصدیقؓ نے حضرت فاطمہؓ کو اس مسئلہ میں اطمینان دلاتے ہوئے کہا کہ آپ کے والد محترم کے لیے جو حق تھا وہی حق آپ کے لیے ثابت ہے۔

---

۴ - ایک ہی ضخیم جلد میں تقریباً ۳۵ اجزاء کے ساتھ مدون و مرتب ہے اس حوالہ مندرجہ بالا کے لیے قدیم طبع کا جزء ۳۵ ص ۵۴۳ ہے اور جدید طبع ۱۳۸۴ھ میں طہران میں پھر طبع ہوئی ہے۔ پانچ جلدوں میں ہے، جدید طبع کا ج ۵ ص ۱۰۷ ہے۔ اور بقول صاحب "کشف الظنون" اس شرح کا نام "مصباح السالکین" ہے تحفہ اثنا عشریہ میں ناقلین کے تصرف قلمی کی وجہ سے محاج السالکین لکھا گیا ہے۔ اللہ اعلم (ملاحظہ ہو کشف الظنون تحت نہج البلاغہ۔

(۳) یہاں شارح نے تفصیلی کلام کیا ہے۔ تمن نہج البلاغہ کی شرح میں یہاں اٹھارہ مقاصد بیان کیے ہیں ان میں مقصد ثامن میں یہ روایتِ طویلہ لائے ہیں اصل حضرت علیؓ کا ایک طولانی خطبہ ہے جو انہوں نے عثمان بن حنیف الانصاری (البصرہ کے عامل) کو لکھا ہے اس کی تشریح میں یہ بحث چلائی گئی ہے۔

(۴) نیز یہ بھی معلوم رہے کہ خالص و مخلص شیعوں کی یہ روایت ہے (البتہ عوام تک اس کو پہنچنے نہیں دیتے تاکہ اختلاف و انتشار کی گرم بازاری قائم و دائم رہے اور کہیں سرد نہ ہونے پائے) اگر سنیوں کی یہ روایت ہوتی تو فوراً شیعی علماء اس کا انتساب بیان کر دیتے اور سنی مصنف اور اس کی تصنیف کی بلا تاخیر نشان دہی کر دیتے اگر ایسا ہوتا تو یہ بزرگ معاف کرنے والے نہیں تھے۔

(۵) نیز ایک یہ چیز بھی اہلِ علم کے نوٹس میں لانی مفید تر ہے کہ اس روایت کا ذکر کرنے کے بعد اس روایت پر ان کے سابق مصنفین و گذشتہ مجتہدین نے کوئی تنقید و تنقیص نہیں کی اور نہ ہی اس کی تردید کی ہے۔ فافہم فانہ لطیف۔ گویا یہ چیز اس روایت کی مقبولیت کی بڑی عمدہ تائید ہے اور قابلِ قبول ہونے کے قرائن میں سے ایک قرینہ ہے (منہ)

حضور علیہ السلام" فدک کی آمد سے تمہارے اخراجات لے لیتے تھے اور باقی کو ضرورتمند لوگوں میں تقسیم کر دیتے تھے اور اللہ کے راستہ میں اس سے سواری وغیرہ تیار کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر مجھ پر آپ کا حق ہے کہ فدک کے متعلق میں وہی طریق کار جاری رکھوں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جاری رکھتے تھے پس اس معاملۂ فدک کے متعلق فاطمہؓ راضی اور خوش ہوگئیں اور اس چیز پر فاطمہؓ نے ابوبکرؓ سے پختہ وعدہ اور عہد لے لیا۔"

(درۂ نجفیہ شرح نہج البلاغہ ص ۳۳۱-۳۳۲ تالیف ابراہیم بن حاجی حسین بن علی بن الغفار الدنبلی تاریخ تصنیف ہذا ۱۲۶۱ھ طبع ایران)

نتیجۂ روایات

ناظرین با انصاف کی خدمت میں گذارش ہے کہ مندرجہ شیعی حوالہ جات سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ :

(۱) حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت ابوبکر الصدیقؓ سے فدک کے بارے میں راضی ہوگئی تھیں اور صدیقی دور کا عمل درآمد ان کو پسند تھا اور اس پر مطمئن اور خوش ہوگئی تھیں۔

(۲) دوسری یہ چیز واضح ہوگئی کہ فدک کے معاملہ میں نبوی طرزِ عمل اور صدیقِ اکبرؓ کے طرزِ عمل میں کوئی فرق نہیں تھا۔

(۳) تیسری یہ چیز بھی عیاں ہو کر سامنے آگئی کہ ابوبکر الصدیقؓ، اہلِ بیت کے سالانہ خانگی اخراجات فدک کی آمدن سے پورا کیا کرتے تھے۔

یہ تمام تر معاملات بآوازِ بلند پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ اور تمام اہلِ بیت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ راضی اور خوش تھے، ان کے درمیان کوئی رنجش اور کدورت باقی نہ تھی۔

الحمد للہ کہ مذکور معقول سوال جو بخاری شریف کی عبارت سے پیدا ہوتا تھا، کے جوابات

اب مکمل ہوگئے ہیں۔ اصل جواب بھی عرض کیا گیا۔ پھر الزامی جواب لکھا گیا پھر اب علی سبیل التنزل جواب کو پورا کر کے جوابات کے سلسلہ کو ختم کیا جاتا ہے، اور پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا جاتا ہے۔ (بعونہٖ تعالیٰ)

زوجۂ صدیق اکبرؓ (اسماء بنت عمیسؓ) اور حضرت فاطمہؓ

گذشتہ اوراق میں حضور علیہ السلام کے رشتہ داروں کے "مالی حقوق" کا مسئلہ زیر تحریر رہا، خواہ وہ از قسم خمس تھا یا از قسم مالِ فئے تھا یا سہم ذوی القربیٰ کے متعلق تھا۔ ان تمام مالی حقوق کی تفصیلات کو منصفانہ انداز میں ہم نے پیش کر دیا ہے منصف طبائع و حقائق پسند حضرات امید ہے اس حقیر کوشش کی قدردانی کرینگے اور دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

اس کے بعد سابق مضمون کے موافق ہم تعلقات کا عنوان چلانا چاہتے ہیں حضرت فاطمہؓ اور خاندانِ صدیق اکبرؓ کے خوش اسلوبی کے واقعات میں یہ چیز بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ حضرت خاتونِ جنت (سیدہ فاطمہؓ) کی زندگی کے آخری لمحات میں بھی صدیق اکبرؓ کی بیوی اسماء بنتِ عمیسؓ نے تمام خدمات سرانجام دی ہیں حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری و عیادت و بعد از وفات غسل وغیرہ سب چیزیں صدیق اکبرؓ کی بیوی کے ہاتھوں اتمام پذیر ہوئیں اس سے بڑھ کر ہر دو خاندانوں کے مابین مودّۃ اور دوستی کا نشان اور کیا ہو سکتا ہے؟ گویا دوستوں نے اپنی دوستی کا ثبوت آخری دم تک پیش کر دیا۔

اسماء بنتِ عمیس (صدیق اکبرؓ کی بیوی) کی ان خدمات کو جو حضرت فاطمہؓ کے متعلق ہیں حوالہ جات کی شکل میں پیش کرنے سے قبل خود اسماء مذکورہ کا بنی ہاشم کے ساتھ رشتہ داری کا تعلق بیان کرنا بہت مناسب ہے، فلہٰذا اسماء کا مختصر سا بیان پہلے پیش کیا جاتا ہے۔

اسماء کا اجمالی تعارف و رشتہ داری کا تعلق

— ان کا نام اسماء بنتِ عمیس ہے۔ قبیلہ بنی خثعم سے ہیں۔

— نہایت شریف، دیندار اور خدمت گزار عورتوں میں سے تھیں۔ ابتداء میں ہی نعمتِ اسلام سے مشرف ہوئیں۔

— علمائے انساب بیان کرتے ہیں کہ اسماء حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس بن عبد المطلب عم النبی کی بیویوں کی بہن تھیں یعنی امّ المؤمنین میمونہ بنت الحارث کی ماں جائی بہن (اُخت لامّ) تھیں۔ اسی طرح امّ الفضل زوجۂ عباس کی بھی ماں جائی بہن (اخت لامّ) تھیں۔ دوسرے لفظوں میں اسماء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباسؓ کی سالی تھیں اور نبی کریمؐ و حضرت عباسؓ و ابوبکر الصدیق یہ تینوں ہم زلف تھے۔ یہ نو عدد ماں جائی بہنیں تھیں، ان کی ماں کا نام ہند بنتِ عوف تھا۔

اسماء بنتِ عمیس حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی بھی سالی تھیں۔ اسماء کی بہن سلمیٰ بنت عمیس حمزہ کے گھر تھیں (کذا فی اسد الغابہ ج ۵ ص ۳۹۶)۔

— پہلے اس کا نکاح اور شادی حضرت علی المرتضیٰؓ کے برادر حقیقی حضرت جعفر طیارؓ بن ابی طالب سے ہوئی تھی، پھر میاں بیوی دونوں کو دیگر مسلمانوں کے ساتھ ہجرتِ حبشہ نصیب ہوئی۔ ہجرتِ حبشہ کا نصیب ہونا اسلام میں بہت بڑی فضیلت تھی۔ پھر دونوں میاں بیوی حبشہ سے مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ مسلمانوں کو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔

جعفر طیارؓ سے اسماء کی اولاد ہوئی ہے۔ دو لڑکے مشہور ہیں۔ عبد اللہ و محمد ان کے نام تھے۔

جب ۸ھ میں غزوۂ موتہ پیش آیا، اس میں جعفر طیارؓ شہید ہو گئے۔ کچھ ایام کے بعد اسماء بنتِ عمیس کا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح ہوا۔ جعفر طیارؓ کی بیوہ کا

ابوبکر الصدیقؓ کے نکاح میں آنا یہ دونوں خاندانوں کے درمیان صلح و آشتی کے آثار و نشانات پر دلالت کرتا ہے۔

پھر ابوبکر الصدیقؓ سے اسماء بنت عُمَیس کی اولاد بھی ہوئی ہے، اس کے لڑکے کا نام محمد بن ابی بکرؓ ہے۔ (۱) کتاب المحبّر ص ۴۴۲- (۲) الاستیعاب مع الاصابہ، ج ۴ ص ۲۳۱- تذکرہ اسماء۔ (۳) اُسد الغابہ، ج ۵ ص ۳۹۵ - تذکرہ اسماء)۔

اَسماء کے متعلقہ اس مختصر بیان کے بعد اب وہ واقعات خدمات کی صورت میں پیشِ خدمت ہیں جو اسماء زوجۂ صدیق نے حضرت فاطمہؓ کے آخری اوقاتِ زندگی میں سرانجام دیئے۔

اَسماء کی آخری خدمات

صدیقِ اکبرؓ کی زوجۂ محترمہ اسماء بنت عُمَیس حضرت فاطمہؓ کی ہمیشہ دریافت خیریّت و مزاج پُرسی کیا کرتی تھیں۔ آخری اوقات میں اور مشکل ترین ایّام میں بھی اَسماء نے حضرت فاطمہؓ کی پُوری پوری خدمت کی۔ جب سیّدہ خاتونِ جنت بیمار ہوئیں اس وقت کا واقعہ امام زین العابدین نے ابن عباس سے نقل فرمایا ہے کہ

(۱)

حضرت فاطمہؓ سخت بیمار ہوگئیں (اسماء ابوبکر الصدّیقؓ کی زوجہ تیمار دار تھیں) اَسماء کو فرمانے لگیں کہ تم معلوم کر رہی ہو کہ یہ میرے آخری اوقات ہیں، میرے جنازہ کو اس طرح بلا پردہ اٹھایا جائے گا؟ تو اَسماء بولیں کہ بالکل نہیں! لیکن آپ کے لیے ایک باپردہ چارپائی تیار کرتی ہوں جیسا کہ حبشہ کے علاقہ میں میں نے طریقہ دیکھا ہے تو فاطمہؓ نے فرمایا مجھے اس طرح بنا کر دکھاؤ تو اَسماء نے کھجور کی تازہ چھڑیاں اسواف (یعنی حرمِ مدینہ) سے کٹوا کر منگوائیں اور چارپائی پر چھپر کھٹ کی طرح تیار کر دی۔ وہ پہلی باپردہ چارپائی تیار ہوئی تھی۔ دیکھ کر حضرت فاطمہؓ متبسّم ہوئیں۔ حضور علیہ السّلام کی وفات کے بعد صرف اس دن آپ نے

تبسّم فرمایا۔ (اس سے قبل اس طرح نہیں دیکھا گیا)۔

پھر ان کی وفات کے بعد ان کو ہم نے (اسی طرح باپردہ) اُٹھایا اور رات کو دفن کر دیا۔"

(۱) مستدرک للحاکم جلد ثالث، ج ۳ ص ۱۶۲، طبع دکن۔

(۲) طبقات ابن سعدؒ تذکرہ اسماءؓ ج ۸ ص ۱۸، طبع لیدن یورپ)

(۲)

اس کے بعد ناظرینِ کرام پر واضح ہو کہ شیعہ مُصنّفین نے بھی اسماء (زوجہ ابوبکر الصّدیقؓ) کا تیمارداری کرنا اور علالتِ فاطمہؓ کے دوران شریکِ خدمت رہنا بڑی صراحت سے ذکر کیا ہے عباراتِ ذیل ملاحظہ فرما کر تسلّی کریں۔ امالی شیخ ابی جعفر محمد بن حسن الطوسی، ج ۱ ص ۱۰۷ پر درج ہے . . . . وکان (علیؓ) یمرّضها بنفسه وتعینه علی ذالك اسماء بنت عمیس رحمهما الله علی استمرار بذالك الخ

ملّا باقر مجلسی نے بھی جلاء العیون میں اسی چیز کو بالفاظ ذیل بیان کیا ہے . . . . پس حضرت بوصیت او عمل نمودہ خود متوجہ تیمارداری او بود اسماء بنت عُمَیس آں حضرت را دریں امور معاونت می کرد۔"

(جلاء العیون ص ۷۲، طبع جدید در بیان پیغام عبّاس با امیر المومنینؑ)

نیز واضح ہو کہ حضرت فاطمہؓ کی چارپائی کو باپردہ بنانے کا واقعہ جو ہم نے ابن عباسؓ کی روایت سے اپنی کتابوں سے درج کیا ہے، یہی واقعہ ذرا مفصل انداز میں امام جعفر صادق کی روایت سے شیعی علماء نے بھی عبارت ذیل میں لکھا ہے۔ ہم اصل مسئلہ کی تائید کی خاطر یہ واقعات شیعی حوالہ جات کے ذریعہ بھی درج کر رہے ہیں مگر اُردو میں ترجمہ لکھنے کی حاجت نہیں ہے۔ واقعہ وہی ہے جو مستدرک حاکم سے نقل کیا گیا ہے۔

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:

"شیخ طوسی بسند معتبر از آں حضرت صادق علیہ السلام روایت کردہ ست، اوّل نعشے کہ در اسلام ساختند نعشِ فاطمہؓ بود سببش آں بود کہ

چوں حضرت فاطمہؓ بیمار شد باں بیماری کہ از دنیا رحلت کرد، با اسماء بنت عمیس
گفت ای اسماء من ضعیف و نحیف شدہ ام و گوشت از بدنِ من رفتہ
ست آیا چیزے از برائے من راست نمی کنی کہ بدن مرا از مرداں بپوشاند
اسماء گفت کہ من چوں در بلادِ حبشہ بودم ۔ دیدم کہ ایشاں کارے می کردند
اگر خواہی برائے تو بکنم، فرمود کہ بلے پس اسماء تختے آورد و سرنگوں گذاشت
و جرید ہائے خرما طلبید و بر پا ہائے آں بست پس جامہ بر روئے آں
کشید و گفت کہ ایں روش دیدم کہ می کردند حضرت فرمود کہ چنیں چیزے
از برائے من بساز و بدن مرا از مرداں بپوشاں خدا بدن ترا از آتشِ
دوزخ بپوشاند ۔"

(۱) جلاء العیون ملا باقر ص ۱۷۵ ۔ طبع جدید ایرانی ، در بیان
ساختن اسماء صورت نعش برائے فاطمہؓ ۔
(۲) کتاب ترجمہ جعفریات او الاشعثیات ۔ باب ابتداء النعش
کیف کان الخ ص ۲۰۵ ۔ طبع ایران ، مطبوعہ مع قرب الاسناد
عبد اللہ بن جعفر الحمیری)

(۳)

اس کے بعد حضرت فاطمہؓ کی عین وفات کے وقت کا ایک واقعہ جس میں جنت کی
کافور کا تین حصوں میں منقسم ہونا درج ہے اس میں بھی اسماء (زوجۂ ابی بکر الصدیقؓ) کے
ساتھ آخری کلام کرنا و وصیت کرنا مذکور ہے ۔ پھر اس وصیت پر عمل در آمد کرنا اس
کے بعد حسنین شریفین کا گھر آنا اور اسماء کا حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع کرنا یہ سب
حالات و واقعات آخری ایام میں پیش آتے ہیں ان کو صاحب " اخبار ماتم " شیعوں
کے معتبر عالم نے دوسری مجلس وفات بتول علیہا السلام ، ص ۱۰۱ مطبوعہ مطبع حسینی رامپور

سن طباعت ۱۲۸۵ھ) میں مفصل درج کیا ہے ۔ رجوع کرنے والوں کے لیے ہم نے حوالہ
عرض کر دیا ہے ، رجوع فرمالیں ۔ اور شیعہ کی مشہور کتاب کشف الغمہ ج ۲ ، ص ۶۲ ، طبع جدید ایرانی
مع ترجمۃ المناقب باب ذکر وفاتہا و ما قبل ذالک من ذکر مرضہا و وصیتہا علیہا السلام میں
بھی یہ واقعہ مفصلاً موجود ہے ملاحظہ فرماویں ۔

(۴)

پھر حضرت فاطمہؓ کے انتقال کے بعد غسلِ سیدہ کا مسئلہ پیش آیا جیسا کہ اسلامی
شریعت کا حکم ہے کہ میت کو پہلے غسل دیا جاتے ۔ پھر جنازہ پڑھا جاتے ، پھر دفن کیا
جاتے ۔ اس مرحلہ میں بھی ابوبکر الصدیقؓ کی بیوی اسماء بنتِ عمیس ان خدمات میں برابر شریک
تھیں ۔ ان مواقع میں میت کے خاص تعلقات والے خاندان اور افرادِ شریکِ کار رہا کرتے
ہیں ۔

معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت خاتونِ جنتؓ کے نہلانے اور آخری غسل دینے کا انتظام
تین افراد نے کیا ہے ۔ ایک حضرت علیؓ المرتضیٰ تھے ، دو عورتیں ان کے ساتھ اس سعادت
میں شریکِ کار تھیں ۔ ایک ابوبکر الصدیقؓ کی بیوی اسماء بنتِ عمیس تھیں ۔ دوسری عورت
سلمیٰ تھی (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع کی بیوی تھی) ان حضرات نے حضرت
فاطمہؓ کا غسل تمام کیا ۔ ملاحظہ ہو :

(۱) الاستیعاب لابن عبد البر مع اصابہ ج ۴ ص ۳۲۲ تذکرہ سلمیٰ
(۲) اسد الغابہ لابن اثیر جزری ، ج ۵ ، ص ۴۷۸ ، تذکرہ سلمیٰ ۔
(۳) المصنف لعبد الرزاق ، ج ۳ ص ۴۱۰ ۔ طبع مجلس علمی کراچی ۔

اور شیعی علماء نے اپنی معتبر کتابوں میں اسماء مذکورہ کا غسلِ فاطمہؓ میں شریک ہونا
درج کیا ہے ۔ ملاحظہ ہو : (۱) کتاب " مناقب " ابن شہر آشوب جلد رابع فصل فی وفاتہا ۔
(۲) اور کتاب کشف الغمہ ، ج ۲ ص ۶۱ ۔ طبع جدید ایرانی میں یہ مسئلہ بصراحت مندرج ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ ابوبکر الصدیق کی بیوی اسماء کا ان خدمات میں شریک رہنا مسلّم بین الفریقین ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

ان کا انحصار مندرجہ ذیل عبارت میں درج کیا جاتا ہے:-

(۱) سیدہ فاطمہؓ کی خواہش کے مطابق چارپائی کو باپردہ تیار کرنا۔ یہ رسم اہلِ اسلام میں فوت شدہ عورتوں کے لیے اسماء کے ذریعہ جاری ہوئی جو اب تک مسلمانوں میں جاری و ساری ہے۔

(۲) سیدہ فاطمہؓ کی علالت کے دوران تیمارداری کی خدمات اسماء کے ہاتھوں مکمل ہوئیں۔

(۳) حضرت فاطمہؓ کے آخری وصایا کی تکمیل بھی ابوبکر الصدیقؓ کی زوجہ اسماء کے ذریعہ ہی ہوئی، جیسا کہ "اخبارِ ماتم" کے حوالہ میں تصریح ہے۔

(۴) بعد از وفاتِ فاطمہؓ ابوبکر الصدیقؓ کی بیوی ان کے غسل کی آخری خدمت میں برابر شریک کار رہی۔

اِن تمام تر واقعات پر نظرِ انصاف ڈالنے سے صاف معلوم ہوا کہ خاندانِ صدیقِ اکبرؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کے درمیان کسی قسم کی عداوۃ و کشیدگی وغیرہ ہرگز نہیں تھی بلکہ ان دونوں گھرانوں کے مابین پوری طرح دوستی اور یگانگت تھی تب ہی تو تکلیف اور ضرورت کے وقت ایک کے اہلِ خانہ نے دوسرے کے گھر جاکر ہر کام میں امداد اور معاونت کی۔

پھر کوئی خام خیال آدمی یہ تصوّر قائم کرنے لگے کہ اسماء باوجودیکہ ابوبکر الصدیقؓ کی بیوی تھیں لیکن یہ از خود حضرت علیؓ کے گھر جاکر یہ خدمات سرانجام دیتی تھیں۔ یا تو پھر خلیفۂ وقت ابوبکر الصدیقؓ کو اطلاع کرنے و اذن لینے کے بغیر صدیقؓ کے گھر سے باہر چلی جاتی تھیں یا اذن لے کر و اطلاع دے کر جاتی تھیں مگر کسی اور کام کا بہانہ بنا کر ادھر حضرت علیؓ کے گھر میں پہنچ کر فاطمہؓ کی خدمت میں لگ جاتی تھیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ یہ خدمات چند گھنٹوں کی

بات نہیں ہے، کئی ایّام یعنی شب و روز اس طرح خدمات میں صرف ہوتے تھے۔ کیا ان تمام ایّام میں خلیفۂ وقت کی بیوی نے اپنے خاوند کو دھوکے اور فریب میں ڈالے رکھا تھا یا ان دنوں میں اپنے شوہر کے لیے ناشزہ اور نافرمان بن گئی تھیں؟

ان تمام شبہات و خام خیالیوں کا جواب صحیح العقل اور سلیم الفطرت انسان خود دے سکتا ہے تاہم علماء کبار نے یہاں ایک جملہ حضرت اسماء بنت عُمیس (ابوبکر الصدیقؓ کی بیوی) کے حق میں لکھا ہے جو تمام سوالات کا ایک جواب ہے۔ بشرطِ انصاف سب شبہات ختم ہو جاتے ہیں، صرف خدا کا خوف اور اس کی ہدایت درکار ہے اور بس!!

علّامہ ترکمانی فرماتے ہیں کہ "وَرَعُ اَسْمَاءَ يَمْنَعُهَا اَنْ لَا تَسْتَاْذِنَهٗ"

یعنی اسماء کا تقویٰ اور پرہیزگاری اس کو مانع ہے کہ ابوبکر الصدیق سے اجازت حاصل نہ کرے (اور ویسے ہی گھر سے باہر چلی جائے)۔"

(الجوہر النقی علی السنن للبیہقی جلد ثالث، ج ۳ ص ۳۹۶-
مطبوعہ حیدر آباد دکن)

حاصل یہ ہے کہ یہ تمام تر حالات بطورِ شاہد اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان ہر دو خاندانوں کے درمیان اور حضرت فاطمہؓ اور صدیقِ اکبرؓ کے درمیان عداوۃ و بغاوۃ کا کوئی شائبہ نہیں نہ ناراضگی ہے نہ رنجیدگی ہے نہ کشیدگی ہے۔ ان بزرگانِ دین میں باہمی صلح و آشتی تھی، معاونت و موافقت تھی، مودّت و محبّت تھی، پیوستگی اور وابستگی تھی۔ اور دیندار و پرہیزگار لوگوں کا طریقِ زندگی اسی طرح ہوتا ہے۔

اب اسماء بنت عُمیس کا ایک اور واقعہ ذکر کر کے اِس بحث کو ہم ختم کرنا چاہتے ہیں اس میں صدیقِ اکبرؓ کی فضیلت واضح ہو رہی ہے اور حضرت علیؓ کی صدیقِ اکبرؓ کے حق میں عقیدتمندی بھی نمایاں ہو رہی ہے جو باہمی حُسنِ سلوک کی علامت ہے۔

ناظرینِ کرام پر واضح ہو کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد

اسماء بنت عُمَیس نے حضرت علی المرتضیٰؓ کے ساتھ نکاح کیا۔ پھر ان کی اولاد بھی ہوئی۔ اسماء سے جو حضرت علیؓ کا لڑکا ہوا ہے اس کا نام یحییٰ بن علیؓ المرتضیٰ ہے۔

ایک روز کا واقعہ ہے جو علامہ ابن السکن نے صحیح سند کے ساتھ شعبی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ اور اسماء اور ان کے بیٹے محمد بن جعفر طیارؓ اور محمد بن ابی بکر الصدیقؓ یہ سب حضرات گھر میں تشریف فرما تھے۔ محمد بن جعفر اور محمد بن ابی بکر ہر ایک آپس میں بطور فخر کہنے لگے کہ میں تجھ سے زیادہ باعزت ہوں اور میرا والد تیرے والد سے زیادہ بہتر ہے (یہ سن کر حضرت علیؓ (اپنی بیوی اسماء) کو فرمانے لگے کہ تو ہی ان کے درمیان فیصلہ کر دے تو اس وقت اسماء بنت عُمَیس نے (فیصلہ کرتے ہوئے) فرمایا کہ جعفرؓ بن ابی طالب سے بہتر میں نے کوئی جوان نہیں دیکھا اور ابوبکرؓ سے بہتر میں نے ادھیڑ (یعنی پختہ عمر) کا آدمی نہیں دیکھا۔ (یہ سنجیدہ جواب سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تو نے ہمارے لیے تو کچھ چھوڑا ہی نہیں!

—— اہل علم احباب کی ضیافتِ طبع کی خاطر بلفظہٖ عبارت بھی درج کی جاتی ہے۔ بڑے بڑے مشاہیر علماء نے اس واقعہ کو نقل کیا ہے:

وَاَخْرَجَ ابْنُ السَّکَنِ بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ تَزَوَّجَ عَلِیٌّ اَسْمَاءَ بِنْتَ عُمَیْسٍ فَتَفَاخَرَ ابْنَاهُمَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ کُلٌّ مِّنْهُمَا اَنَا اَکْرَمُ مِنْکَ وَاَبِیْ خَیْرٌ مِّنْ اَبِیْکَ فَقَالَ لَهَا عَلِیٌّ اَقْضِیْ بَیْنَهُمَا فَقَالَتْ مَا رَاَیْتُ شَابًّا خَیْرًا مِّنْ جَعْفَرٍ وَّلَا کَهْلًا خَیْرًا مِّنْ اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ لَهَا عَلِیٌّ فَمَا اَبْقَیْتِ لَنَا؟

(۱) طبقات ابن سعد تذکرہ اسماء ج ص ۲۰۸ جلد ہشتم

(۲) حلیۃ الاولیاء تذکرہ اسماء بنت عمیس لابی نعیم اصفہانی جلد دوم ص ۷۵-۷۶

(۳) سیر اعلام النبلاء ذہبی جلد اول ص۱۵۰ تحت جعفر بن ابی طالب۔

(۴) الاصابہ مع استیعاب ج ۴ ص ۲۲۶ تحت تذکرہ اسماء بنت عمیس۔

نوٹ۔ حضرت علیؓ کا جوابی جملہ فاضل ذہبی نے سیر اعلام النبلاء، ج ۱ ص ۱۵۲ میں بالفاظ ذیل ذکر کیا ہے:

"فَقَالَ لَهَا عَلِیٌّ مَا تَرَکْتِ لَنَا شَیْئًا وَلَوْ قُلْتِ غَیْرَ هٰذَا لَمَقَتُّکِ"

"یعنی میں تجھے ناپسند جانتا اگر تو یہ جواب نہ دیتی۔"

مختصر یہ ہے کہ انبساطِ طبع کے واقعات ان کے باہمی اخلاص اور مودّت پر دلالت کرنے والے بے شمار پائے جاتے ہیں۔ ایک واقعہ ہم نے بھی عرضِ خدمت کر دیا ہے۔ قبول فرما دیں۔

سیّدہ فاطمہؓ کے آخری لمحات اور بعض وصایا

سابقہ اوراق میں حضرت فاطمہؓ اور اسماء مذکورہ کے متعلقات درج ہوتے ہیں اب آخری لمحات کی مزید چند ایک چیزیں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱)

حضرت فاطمہؓ نے اپنے انتقال سے پہلے حضرت علیؓ کو ایک یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ میری وفات کے بعد اگر آپ نکاح کرنا چاہیں تو میری خواہر زادی یعنی زینبؓ کی بیٹی امامہ بنت ابی العاص کے ساتھ نکاح کرنا، کیونکہ یہ میری اولاد کے حق میں میری طرح (معاون و خیر خواہ) ہوگی۔

(۱) اصابہ لابن حجر والاستیعاب لابن عبدالبرؒ تذکرہ امامہ بنت ابی العاص)

اس وصیت کو شیعی علماء نے بھی درج کیا ہے۔ چنانچہ یہاں صرف ایک کتاب کا حوالہ ذکر کر دینا ہم مناسب خیال کرتے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی یہ وصیت حضرت علیؓ کے

لیے بایں الفاظ مذکور ہے:

وَ اَنَا اُوصِیْكَ اَنْ تَتَزَوَّجَ بِنْتَ اُخْتِیْ[1] زَیْنَبَ تَكُوْنُ لِوَلَدِیْ مِثْلِیْ"

"(یعنی میں آپ سے وصیت کرتی ہوں کہ میری بہن زینب کی لڑکی کو نکاح میں لانا یہ میری اولاد کے حق میں میری مثل ہوگی۔"

(کتاب سلیم بن قیس الہلالی العامری الکوفی الشیعی ص۲۲۶ مطبوعہ مطبعہ حیدریہ نجف اشرف۔ عراق)

---

[1] قولہٗ اُختی زینب الخ — چند چیزیں یہاں قابلِ ذکر ہیں:

(۱) زینب حضور علیہ السلام کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ حضرت فاطمہؓ کی حقیقی بڑی بہن ہیں اور حضرت علیؓ کی سالی ہیں۔ زینب ابوالعاص بن ربیع کی زوجہ تھیں۔ ابوالعاص کا نسب چوتھی پشت میں حضور علیہ السلام سے اور حضرت علیؓ سے جا کر مل جاتا ہے۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے: ابوالعاص بن ربیعؓ بن عبدالعزیٰ بن عبدشمسؓ بن عبدمنافؓ۔ اور مادری تعلق اس طرح ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی حقیقی بہن ہالہ بنت خویلد کا ابوالعاص حقیقی بیٹا ہے۔ دوسرے لفظوں میں حضرت خدیجہؓ ام المومنین کا خواہرزادہ ہے اور زینبؓ اور فاطمہؓ کے لیے خالہ زاد بھائی ہے۔ ابوالعاص مذکور کو اللہ کریم نے یہ عزت بخشی ہے کہ دامادِ نبیؐ اور ہم زلفِ علیؓ ہے پھر بعد از وفات فاطمہؓ خسرِ علی بھی ہے اور علیؓ اس کے داماد بھی ہوتے ہیں۔ یہ سب شرافتیں ان کو نصیب ہوئی ہیں (اسد الغابہ۔ الاستیعاب۔)

(۲) اور علماء نے لکھا ہے کہ "وسار مع علیؓ الی الیمن فاستخلفہ علیؓ علی الیمن لما رجع ثم کان ابوالعاص مع علی یوم بویع ابوبکر" یعنی حضرت علیؓ جس وقت یمن کی طرف تشریف لے گئے ہیں۔ ابوالعاص ساتھ گیا تھا اور جب واپس ہوئے ہیں تو ابوالعاص کو اپنا قائم مقام بنا کر آئے تھے اور جس روز ابوبکر الصدیقؓ کی حضرت علیؓ نے بیعت کی ہے اس روز ابوالعاص حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ (اصابہ مع استیعاب باب کنیۃ ابی العاص ج ۴ ص۱۲۱، تذکرہ ابی العاص۔

(۳) علماء فرماتے ہیں کہ ابوالعاص کا نام لقیط ہے، بعض نے کہا ہے مقسم ہے وغیرہ۔ اور

(۲)

نیز شیعہ علماء نے لکھا ہے جن ایام میں حضرت فاطمہؓ آخری مرض میں بیمار تھیں اور حضرت علی المرتضیٰ پنجگانہ نماز میں مسجد نبوی میں تشریف لایا کرتے تھے تو اس وقت ابوبکر الصدیق و عمر فاروقؓ، حضرت فاطمہؓ کی بیماری کا حال احوال بھی حضرت علیؓ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کے خاص شاگرد سلیم بن قیس الہلالی العامری شیعی سے یہ واقعات ان کی کتاب سلیم بن قیس میں نقل کیے گئے ہیں۔ عبارت ملاحظہ فرماویں۔

—— وَكَانَ عَلِیٌّ (ع) یُصَلِّیْ فِی الْمَسْجِدِ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ فَلَمَّا صَلّٰی قَالَ لَهٗ اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ كَیْفَ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلٰی اَنْ ثَقُلَتْ فَسَاَلَا عَنْهَا الخ

(کتاب سلیم بن قیس ص۲۲۴-۲۲۵ مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف عراق)

۴- زینب دختر نبوی سے اس کی ایک لڑکی ہوئی تھی جس کا نام امامہ تھا جس کے حق میں وصیت گزری ہے اور ایک لڑکا ہوا تھا جس کا نام علی تھا، وہ قریب البلوغ ہو کر فوت ہو گیا تھا۔

(۴) ایک یہ چیز بھی یہاں قابلِ وضاحت ہے کہ حضرت زینبؓ دختر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ربیبۃ النبیؐ (یعنی خدیجہؓ کے سابق خاوند کی بیٹی) ہونے کا شبہ مخالفین کی جانب سے بعض عبارات سے پیش کیا جاتا ہے وہاں الفاظ اس طرح ہیں کہ زینب ربیبۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان ظاہر الفاظ کو لیکر اپنا غلط مطلب برآمد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ حالانکہ دوسرے مقامات میں علماء انساب نے اس اجمال کو بالکل صاف کر کے بیان کر دیا ہے۔ چنانچہ کتاب اسد الغابہ لابن اثیر جزری جلد پنجم ص ۴۶۸ میں زینب کا تذکرہ کرتے ہوئے تصریح کر دی ہے کہ زینب ربیبۃ النبی وہ ہے جو ام سلمہؓ (ام المومنین) کی لڑکی ہے اس کا والد ابوسلمہؓ ہے۔ وہ زینب نبی کریم کی ربیبہ ہے اور حضرت زینب جو صاحبزادی ہے وہ دوسری زینب ہے۔ اس کی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہے حضور کی حقیقی صاحبزادی ہے۔ اس تفصیل و تصریح کے بعد اب مخالفین کا دھوکہ نہ چل سکے گا۔ (منہ)

یعنی حضرت علیؓ پانچوں نمازیں مسجد نبوی میں پڑھا کرتے تھے جب نماز پڑھ چکے تو ابوبکرؓ اور عمرؓ نے علی المرتضیٰؓ کو کہا کہ حضور علیہ السلام کی صاحبزادی کا کیا حال ہے؟ کیسے مزاج ہیں؟

تنبیہ: اگرچہ شیعہ بزرگوں نے اس مقام میں بہت کچھ تصرفات کرکے منافرت و عداوت کی چیزیں ملا کر واقعہ ہٰذا بیان کیا ہے مگر اتنی بات تو بہرکیف ثابت ہوگئی کہ حضرت علیؓ پنجگانہ نماز مسجد میں باقی صحابہؓ سے مل کر ابوبکر الصدیقؓ کے پیچھے پڑھتے تھے۔ دوسری یہ چیز معلوم ہوگئی کہ حضرت فاطمہؓ کی بیماری کا ان حضرات کو علم تھا، ان کی عیادت و بیمارپرسی کیا کرتے تھے۔ تیسری یہ بات واضح ہوئی کہ ان حضرات کی آپس میں تکلم کلام کرنا حال احوال دریافت کرنا خانگی خیر خیریت دریافت کرنا جاری رہتا تھا کسی قسم کا مقاطعہ اور بائیکاٹ باہمی نہ تھا۔

(۳)

اور شیعہ علماء نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ جس روز حضرت فاطمہؓ فوت ہوئی ہیں اس روز مدینہ میں بڑی قیامت برپا ہوئی، اس دن بھی ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں حضرت علیؓ کے پاس تعزیت کے لیے آئے اور جنازہ سیدہ کا ذکر بھی ہوا۔ عبارت ملاحظہ فرمادیں۔ ابن عباس کی یہ روایت ہے، لکھتے ہیں:

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قُبِضَتْ فَاطِمَةُ مِنْ يَوْمِهَا فَارْتَجَّتِ الْمَدِينَةُ بِالْبُكَاءِ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَدَهِشَ النَّاسُ كَيَوْمٍ قُبِضَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ فَاَقْبَلَ اَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ يُعَزِّيَانِ عَلِيًّا وَيَقُولُونَ لَهُ يَا اَبَا الْحَسَنِ لَا تَسْبِقْنَا بِالصَّلٰوةِ عَلٰى اِبْنَةِ رَسُولِ اللهِ ... الخ

حاصل یہ ہے کہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں فاطمہ جس دن فوت ہوئی ہیں، مدینہ کے تمام مرد اور عورتیں رونے لگے۔ لوگوں پر اس طرح حیرانی و دہشت

طاری ہوئی جس طرح حضور علیہ السلام کے انتقال کے روز تحیر و پریشانی چھائی تھی۔ پس ابوبکرؓ اور عمرؓ دونوں نے علی المرتضیٰؓ کے پاس آکر تعزیت اور اظہار افسوس کیا اور ان کو کہنے لگے کہ ابوالحسن فاطمہ بنت رسول اللہ کی نماز جنازہ کے لیے سبقت نہ کرنا ... الخ

(کتاب سلیم بن قیس الہلالی العامری ص ۲۲۶۔
مطبع حیدریہ۔ نجف اشرف عراق)

روایاتِ ہٰذا کے فوائد

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ، حضرت فاطمہؓ کی حقیقی بہن تھی، ربیبہ نہیں تھی۔ زینبؓ کے ساتھ اور اس کی اولاد کے ساتھ خاتون جنت کو خصوصی محبت تھی۔ اسی طرح ہم ایمانداروں کو فاطمہؓ کی بہنوں کے ساتھ عقیدت رکھنی لازم ہے۔

(۲) حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور حضرت عمرؓ فاروق نے حضرت فاطمہؓ کے ساتھ آخری دم تک تعلق نبوی کا لحاظ و احترام قائم رکھا۔ ان کی بیمارپرسی و عیادت آخری مرض کے دوران میں بھی کرتے رہے اور حضرت علیؓ کے ذریعہ بار بار مزاج پرسی کرتے تھے۔ نیز حضرت علیؓ ان حضرات کے ساتھ مل کر مسجد نبوی میں نمازیں ادا کرتے تھے۔ کوئی باہمی عداوۃ اور منافرۃ نہ تھی۔

(۳) حضرت فاطمہؓ کی وفات کی اطلاع ملنے پر ابوبکر الصدیقؓ اور عمر فاروقؓ نے حضرت علیؓ سے جاکر تعزیت کی اور جنازہ ہٰذا پڑھنے کی استدعا کی تاکہ جنازہ سے رہ نہ جائیں۔

یہ تمام امور دونوں خاندانوں کے خوشگوار تعلقات کے درخشندہ نشانات ہیں، اگرچہ مخالفین احباب ان واقعات کو مروڑ توڑ کر باہمی عداوۃ اور بغاوۃ کے کیس تیار کیا کرتے ہیں۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔

سیّدہ فاطمہؓ کے جنازہ کا مسئلہ

——— سابقہ اوراق میں حضرت فاطمہؓ کے آخری مرض میں پیش آمدہ بعض واقعات پیشِ خدمت کیے گئے ہیں اور ساتھ ساتھ سیدنا صدیقِ اکبرؓ اور حضرت عمرؓ کے متعلقات بھی ذکر کیے ہیں جن سے ان حضرات کا باہمی تعلق معلوم ہو سکتا ہے۔

اب سیّدہ فاطمہؓ کی وفات کے بعد ان کے جنازہ کا مسئلہ درپیش ہے۔ اس کے متعلقات اپنی کوشش و بساط کے موافق یکجا کر کے حاضرِ خدمت کیے جاتے ہیں۔ امید ہے ناظرینِ کرام منظور فرما کر دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

لوگوں میں مشہور کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہؓ، حضرت ابوبکر الصدیقؓ سے سخت ناراض تھیں، انہوں نے آخری وقت میں حضرت علیؓ کو وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ میں وہ نہ شریک ہوں تو حضرت علیؓ نے رات کو ہی فاطمہؓ کا جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ ابوبکرؓ کو ان کی اطلاع ہی نہ کی۔ (کذا فی بعض الروایات)

مسئلہ ہٰذا کو بعض روایات کی بنا پر بہت اہمیت دی گئی ہے۔ خلاف پروپیگنڈا کرنے والے دوستوں نے اس مسئلہ کو مخالفت کا اور عناد کا زبردست ثبوت بنا کر ناواقف عوام میں پھیلا دیا ہے۔ بنا بریں ضرورت ہوئی کہ اس مسئلہ کو بڑے عمدہ انداز سے صاف کر دیا جائے اور صدیقؓ کا فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل ہونا دوستی و آشنائی کا مستقل نشان ہے۔ اس کو حقائق کی روشنی میں قوم کے سامنے رکھا جائے۔ اور اس دوران میں کچھ طوالت آجائے تو امید ہے کہ ناظرینِ کرام گرانی محسوس نہیں فرمائیں گے۔ جو کچھ معروض ہو گا وہ ضرورت کے تحت ہو گا۔

——— اس بحث کو مدوّن کرنے کی ترتیب یہ تجویز کی گئی ہے کہ سب سے پہلے اصل مسئلہ کے لیے ثبوت روایات سامنے رکھی جائیں گی۔ پھر اس مسئلہ کے مؤید قواعدِ شرعی ذکر ہوں گے۔ پھر اس پر تاریخی شواہد پیش کیے جائیں گے جن سے بنی ہاشم کا تواترِ عملی واضح ہو سکے گا۔ اس کے بعد ازالۂ شبہات کے لیے مزید قابلِ ذکر امور درج ہوں گے (ان شاء اللہ تعالیٰ)۔

(۱)

اصل مسئلہ کے لیے روایات

(۱) صاحبِ طبقات نے اپنی تصنیف طبقات ابن سعد میں اپنی مکمل سند کے ساتھ مندرجہ ذیل روایت ذکر کی ہے۔

. . . . عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ النَّخَعِیِّ قَالَ صَلّٰی اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقُ عَلٰی فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَکَبَّرَ اَرْبَعًا۔

"یعنی ابراہیم نخعی نے کہا کہ ابوبکر الصدیقؓ نے فاطمہؓ دخترِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نمازِ جنازہ پڑھی اور چار تکبیریں کہیں۔"

(طبقات ابن سعد جلد ثامن ص ۱۹ - تذکرہ فاطمہؓ مطبوعہ لیدن (یورپ))

(۲) ——— اسی طبقات ابن سعد میں اسی مسئلہ کے لیے دوسری روایت ملاحظہ ہو:

. . . . عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِیِّ قَالَ صَلّٰی عَلَیْهَا اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهَا۔

"یعنی شعبی کہتے ہیں کہ فاطمہؓ پر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھی۔"

(طبقات ابن سعد، ج ۸ ص ۱۹ - تذکرہ فاطمہ طبع لیدن، یورپ)

لیکن صحیح بخاری جلد ثانی ص ۶۰۹ کہ خود حضرت علیؓ نے سیدہ فاطمہ کا جنازہ پڑھایا اور حضرت ابوبکر کو اطلاع تک نہ دی

(۳) تیسری روایت مسئلہ ہذا کے لیے بیہقی سے اپنی سند کے ساتھ منقول ہے۔
لکھتے ہیں :-

"..... ثنا محمد بن عثمان بن ابی شیبة ثنا عون بن سلام ثنا سوار بن مصعب عن مجالد عن الشعبی اِنَّ فَاطِمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا لَمَّا مَاتَتْ دَفَنَہَا عَلِیٌّ لَیْلًا وَاَخَذَ بِضَبْعَیْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَقَدَّمَہٗ یَعْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَیْہَا۔"

"یعنی جب فاطمہؓ فوت ہوئیں تو حضرت علیؓ نے ان کو رات میں دفن کیا اور (جنازہ کے موقعہ پر) حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کے دونوں بازو پکڑ کر جنازہ پڑھانے کے لیے مقدم کیا۔"

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی مع الجوہر النقی، جلد ۴، ص ۲۹۔
کتاب الجنائز۔

(۲) کنز العمال جلد ۷، ص ۱۱۴، بحوالہ بیہقی۔ کتاب الفضائل (فضائل فاطمہ) ۔طبع اول، تختی کلاں)

(۴) امام محمد باقرؒ سے مروی روایت صاحب کنز العمال علی المتقی الہندی نے بحوالہ خطیب ذکر کی ہے۔ عبارت روایت یہ ہے:

"عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ لِیُصَلُّوْا فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ لِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ تَقَدَّمْ! فَقَالَ مَا کُنْتُ لِاَتَقَدَّمَ وَاَنْتَ خَلِیْفَةُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَقَدَّمَ اَبُوْبَکْرٍ وَصَلّٰی عَلَیْہَا۔"

"یعنی امام جعفر صادق امام محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہؓ دختر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئیں تو ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں

نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے تشریف لاتے۔ ابوبکرؓ نے علی المرتضیٰ کو (جنازہ پڑھانے کے لیے) کہا کہ آگے تشریف لائیے! تو علی المرتضیٰ نے جواب دیا کہ آپ خلیفۂ رسول ہیں، میں آپ سے پیش قدمی نہیں کر سکتا پس ابوبکرؓ نے مقدم ہو کر نماز جنازہ پڑھائی۔"

(کنز العمال (خطی فی رواۃ مالکؒ) جلد ۶ ص ۳۱۸ طبع قدیم۔ روایت ۵۲۹۹۔ باب فضائل الصحابہ فضل الصدیق مسندات علیؓ تختی کلاں)

(۵) اب امام زین العابدین کی ایک روایت حاضر خدمت ہے۔ اس مسئلہ کو اس روایت نے بڑی وضاحت کے ساتھ صاف کر دیا ہے۔ محب الطبری نے ریاض النضرۃ میں اس کو نقل کیا ہے:

"عن مالک عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ علی بن حسین قَالَ مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَحَضَرَہَا اَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَالزُّبَیْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فَلَمَّا وُضِعَتْ لِیُصَلّٰی عَلَیْہَا قَالَ عَلِیٌّ تَقَدَّمْ یَا اَبَا بَکْرٍ قَالَ وَاَنْتَ شَاہِدٌ یَا اَبَا الْحَسَنِ؟ قَالَ نَعَمْ! تَقَدَّمْ! فَوَاللّٰہِ لَا یُصَلِّیْ عَلَیْہَا غَیْرُکَ فَصَلّٰی عَلَیْہَا اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ وَدُفِنَتْ لَیْلًا۔ خَرَّجَہُ البصری وخرّجہ ابن السمان فی الموافقة۔

"حاصل یہ ہے کہ جعفر صادقؒ اپنے والد محمد باقرؒ سے اور وہ اپنے والد زین العابدین سے روایت کرتے ہیں کہ مغرب اور عشاء کے درمیان فاطمۃ الزہراؓ کی وفات ہوئی (ان کی وفات پر) ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و زبیرؓ و عبدالرحمٰنؓ بن عوف (حضرات) حاضر ہوتے۔ جب نماز جنازہ پڑھنے کے لیے جنازہ (سامنے) رکھا گیا تو حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کو کہا کہ اے ابوبکر! (نماز پڑھانے کے لیے) آگے تشریف لائیے۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ اے ابوالحسن! آپ

کی موجودگی میں ؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ! آپ آگے تشریف لائیے اللہ کی قسم آپ کے بغیر کوئی دوسرا شخص فاطمہؓ پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھائے گا۔ پس ابوبکرؓ نے فاطمہؓ پر نمازِ جنازہ پڑھائی اور رات کو دفن کی گئیں۔"

(ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ لمحب الطبری
ج ۱، ص ۱۵۶ - باب وفات فاطمہ)

حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفہ اثنا عشریہ (مطاعن صدیقی) میں طعن ۱۴ کے آخر میں "فصل الخطاب" سے نقل کرتے ہوئے مذکورہ مندرجہ روایت کے قریب قریب ذکر کی ہے۔ ناظرین کے فائدہ کے لیے ریاض النضرۃ کی مذکورہ روایت کی تائید میں یہ درج کی جاتی ہے :-

"در فصل الخطاب آوردہ کہ ابوبکر صدیق و عثمان و عبدالرحمٰن بن عوف و زبیر بن عوام وقت نماز عشاء حاضر شدند و رحلت حضرت فاطمہؓ درمیان مغرب و عشاء شب سہ شنبہ سوم ماہ رمضان در ۱۱ھ بعد از ششماہ از وقعہ سرورِ جہان بوقوع آمدہ بود و سنین عمرش بست و ہشت بود و ابوبکر بموجب گفتۂ علی مرتضیٰ پیش امام شد و نماز بروے گذاشت و چہار تکبیر برآورد۔"

(تحفہ اثنا عشریہ، مطاعن صدیقی، آخر طعن ۱۴
ص ۴۴۵ - طبع نول کشور لکھنؤ)

روایت ہٰذا کا خلاصہ یہ ہے کہ "فصل الخطاب" کے مصنف نے ذکر کیا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ و عثمانؓ و عبدالرحمٰنؓ بن عوف و زبیرؓ بن عوام تمام حضرات عشاء کی نماز کے وقت حاضر ہوئے اور سیدہ فاطمہؓ کی رحلت مغرب اور عشاء کے درمیان ہوئی تھی منگل کی رات تیسری رمضان شریف تھی۔ حضور علیہ السلام کے بعد چھ ماہ بعد فاطمہؓ کا انتقال ہوا۔ اس وقت فاطمہؓ کی عمر اٹھائیس برس تھی۔ علی المرتضیٰؓ کے فرمان کے مطابق ابوبکر الصدیقؓ نمازِ جنازہ کے امام بنے اور چہار تکبیروں کے ساتھ اس پر نماز گذاری۔[1]"

(۶) حافظ ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں اپنی مکمل سند کے ساتھ ابن عباسؓ سے جنازہ کی روایت نقل کی ہے :-

"عن میمون بن مہران عن عبد اللہ بن عباس ان النبی صلی اللہ

---

[1] "صلیت جنازۃ الزہراء بامامۃ الصدیقؓ باصرار علیؓ ہٰذا ہو الصحیح روایۃً ودرایۃً" (مولانا شمس الحق افغانی)

ایک تنبیہ

نوٹ : روایات ہٰذا کے اندراج کے بعد ضروری اشیاء ذکر کرنے سے قبل دوستوں کے رفعِ وہم کے لیے ان کو ایک اطلاع کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے، اور چیزیں بعد میں ذکر ہوتی رہیں گی۔

وہ یہ ہے کہ ان کے مشہور معتمد عالم و مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے کتاب الشافی میں کتاب المغنی کا رد کرتے ہوئے حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کے مسئلہ میں لکھا ہے کہ فهو شيء ما سمع الا منك وان كنت تلقيته من غيرك فمن يجري مجراك في العصبية والا فالروايات المشهورة وكتب الآثار والسير خالية من ذالك الخ" (کتاب الشافی، ص ۲۳۹ مع تلخیص، طبع قدیم)

خلاصہ یہ ہے کہ (ابوبکر الصدیق کا فاطمہؓ کے جنازہ کو چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھنا) یہ چیز صرف آپ سے ہی سنی جا رہی ہے اگر تم نے کسی دوسرے سے اخذ کی ہے تو وہ بھی آپ جیسا متعصب ہے ورنہ مشہور روایات و سیرت و آثار کی تمام کتابیں اس ذکر سے خالی ہیں"۔ اور یہ شافی کی عبارت شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید میں بحث فدک فصل ثالث میں بھی منقول ہے۔ شافی اور شرح نہج حدیدی کی ہر دو عبارات ہذا پیش کرنے سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ اتنی مرسل و مسند روایتیں با اسناد لوگوں سے ہم نے جمع کر کے پیش کی ہیں اور بھی ذخیرۂ روایات سے دستیاب ہونے کی توقع ہے۔ پھر اس مسئلہ کے حق میں یہ تحریر کرنا کہ کتب سیرت و آثار اس سے خالی ہیں کہاں تک دیانتدارانہ تحقیق ہے ؟ اور اکابر مجتہدینِ شیعہ کا فرمان کس حد تک درست ہے : ناظرین کرام انصاف فرمائیں اور ان کی محققانہ رائے زنی کی داد دیں۔ (منہ)

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ بِجَنَازَۃٍ فَصَلّٰی عَلَیْہَا وَکَبَّرَ عَلَیْہَا اَرْبَعًا وَقَالَ کَبَّرَتِ الْمَلَائِکَۃُ عَلٰی اٰدَمَ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ وَکَبَّرَ اَبُوْبَکْرٍ عَلٰی فَاطِمَۃَ اَرْبَعًا وَکَبَّرَ عُمَرُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ اَرْبَعًا وَکَبَّرَ صُہَیْبٌ عَلٰی عُمَرَ اَرْبَعًا"

یعنی ابن عباسؓ ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا۔ آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور چہار تکبیریں کہیں اور فرمایا کہ ملائکہ نے آدم علیہ السّلام پر چہار تکبیریں کہیں تھیں۔ اور (ابن عباس کہتے ہیں کہ) ابوبکر الصدّیقؓ نے فاطمہؓ (کے جنازہ کے موقعہ) پر چہار تکبیریں کہیں اور عمرؓ نے ابوبکرؓ پر چہار تکبیریں کہیں۔ اور صہیبؓ نے عمرؓ پر چہار تکبیریں کہیں"

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی، ج ۴ ص ۹۶ - تذکرہ میمون بن مہران)

مندرجہ روایات کے فوائد و نتائج

قریبًا چھ سات عدد روایات اس مسئلہ کے لیے آپ کے سامنے پیش کی ہیں ان میں تین عدد روایات غیر ہاشمی حضرات کی ہیں اور تین عدد خود ہاشمی بزرگوں (یعنی امام محمد باقرؒ امام زین العابدینؒ اور عبداللہ بن عباسؓ بن عبد المطلب) کی روایت کردہ ہیں ان تمام مرویات سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ:

(۱) حضرت فاطمہؓ کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ان بڑے بڑے اکابر صحابہ کرام سب کو ہوگئی تھی (خصوصًا صدّیق اکبرؓ کو تو اپنی زوجہ اسماء بنتِ عُمَیس کے ذریعہ بھی خاتونِ جنت کے تمام احوال کی خبر یقینًا ہوتی رہتی تھی اور وفات کی اطلاعات نہ ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں تھی۔ اس نہایت اندوہناک واقعہ کی خبر ان کو بالیقین حاصل تھی)۔

(۲) دوسری چیز ان روایات نے بتلائی کہ اطلاع وفات کے بعد جنازہ کے

لیے تمام حضرات بمع ابوبکر الصدّیقؓ و عمر فاروقؓ کے تشریف لائے اور حضرت علیؓ سے تکلم و کلام بات چیت ہوئی ہے خاص طور پر یہ تذکرہ ہوا کہ جنازہ پڑھانے کی کون سعادت حاصل کرے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کی باہمی گفتگو کے بعد علی المرتضیٰؓ کے فیصلہ کے مطابق یہ طے ہوا کہ خلیفۂ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم ابوبکرؓ ہیں۔ فلہٰذا جنازہ کی امامت کے بھی حقدار ہیں۔

گویا اکابر صحابہ کرامؓ اور ہاشمی بزرگوں کی موجودگی میں یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ مسلمانوں کے خلیفۂ وقت کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا شخص امامت کا حقدار نہیں ہوتا۔ پنجگانہ نماز ہو یا جنازہ کی نماز ہو ان میں ایک ہی حکم ہے۔

(۳) تیسری یہ بات واضح ہوئی کہ حضرت ابوبکر الصدّیقؓ نے یہ جنازہ پڑھایا اور چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھایا۔ یعنی پانچ تکبیروں کے ساتھ یہ جنازہ نہیں پڑھایا گیا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بھی (آخری) جنازوں پر صرف چہار تکبیریں کہیں تھیں اور آدم علیہ السّلام کا جنازہ جو فرشتوں نے پڑھا تھا وہ بھی چار تکبیرات کے ساتھ ہوا تھا۔ اور ابوبکر الصدّیقؓ کا جنازہ عمر فاروقؓ نے پڑھایا تھا وہ چار تکبیروں کے ساتھ پڑھا گیا تھا۔ اور حضرت صہیبؓ رومی صحابی رسولؐ نے جب عمر فاروقؓ کا جنازہ پڑھایا وہ بھی چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھا گیا تھا۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ناظرینِ کرام کو یاد رہنی چاہیے کہ علمائے کرام نے لکھا ہے کہ جب علی المرتضیٰؓ کی شہادت ہوئی ہے تو اس وقت امام حسنؓ نے جنازہ پڑھایا اور چہار تکبیروں کے ساتھ پڑھایا تھا (ملاحظہ ہو مستدرک حاکم، ج ۳، ص ۱۴۳) اور حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہؓ بنتِ اسد کا جنازہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے چہار تکبیرات کے ساتھ ادا فرمایا (ملاحظہ ہو جمع الفوائد، ج ۲ ص ۴۰۸ بحوالہ طبرانی کبیر و اوسط)۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ان تمام حضرات کے جنازے حضرت علیؓ کے جنازے تک سب چہار تکبیروں کے ساتھ مروی ہیں

اور اسی پر عمل کرنا صحیح ہے - پانچ تکبیروں پر عمل کرنا متروک ہے -

(۴) چوتھی یہ چیز مذکور ہوتی ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو جنازہ کرنے کے بعد رات کو ہی دفن کر دیا تھا - یہ چیز عام روایات میں مذکور ہے - ایک تو اس کی وجہ یہ ہے کہ شرع اسلامی کا قاعدہ ہے کہ وفات کے بعد میّت کو زیادہ دیر نہ روکا جائے بلکہ جلد تر اس کے کفن و دفن کا انتظام کیا جائے - اور حضرت فاطمہؓ کی وفات مغرب کے بعد اور عشاء سے قبل ہوئی تھی - اس بنا پر بھی رات کو ہی دفنانے کا انتظام جلد تر مناسب تھا - دوسری یہ چیز ہے کہ رات کے اندر دفنانے میں پوری طرح پردہ داری رہتی ہے - خاتونِ جنت کے جنازہ میں ان کی وصیت کے مطابق تستّر و پردہ داری ہی مطلوب تھی، اس وجہ سے بھی رات کو ہی دفن کرنا درست تھا - شب کے اندر دفنانے میں یہ ہرگز مقصود نہیں تھا کہ ابو بکر الصدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے فاطمہؓ کے جنازہ میں شامل ہونے سے پرہیز کیا جائے اور ان کو اس کی اطلاع نہ ہونے پائے - یہ چیز سراسر واقعات کے خلاف تیار کر لی گئی ہے اس کے متعلق ازالۂ شبہات کے درجہ میں ہم عنقریب ان شاء اللہ تعالیٰ کلام چلائیں گے -

(۵) ہمارا اصل مسئلہ باہمی مودّت و دوستی اور خوشگوار تعلقات کا جاری تھا - روایات مندرجہ بالا سے جہاں اور مسائل ثابت ہو رہے ہیں وہاں علی المرتضیٰؓ و فاطمہؓ اور صدیق اکبرؓ کے باہمی مراسم اور خوشتر تعلقات بھی نمایاں ہو رہے ہیں لیکن مخالفینِ صحابہ کرام ان واقعات صحیحہ اور حقائقِ صریحہ کو قطع و برید کر کے اور غیر واقعی چیزوں کی آمیخت و ملاوٹ کر کے منافرت کی وبا اور مخالفت کی ہوا پھیلانے کو اپنا فریضۂ منصبی خیال کرتے ہیں نصوص صریحہ اور مسلّمہ واقعات کے خلاف کرنے میں ذرہ بھر بھی خدا کا خوف نہیں کرتے - فالی اللہ المشتکیٰ -

(۲)

امامتِ نماز کے متعلق اسلامی دستور

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ کی بحث میں پہلے اگر اسلام کا قاعدہ اور قانون معلوم کر لیا جائے تو بڑی آسانی سے یہ مسئلہ سمجھ میں آ سکتا ہے -

شرع اسلامی میں پنجگانہ نماز ہو یا نماز جنازہ ہو، کے متعلق دستور ہے کہ مسلمانوں کا امیر اور خلیفۂ وقت نماز کی امامت کا اصل حقدار ہوتا ہے - اگر وہ خود موجود نہ ہو یا کوئی عذر ہو تو امیر المومنین کی طرف سے جو آدمی مقرر ہو وہ امامت کا مستحق ہوتا ہے -

ہر دور کے تمام مسلمان اس مسئلہ کو بالاتفاق تسلیم کرتے ہیں اور اسلامی کتابیں اور اسلامی تاریخ اس مسئلہ پر شاہد و گواہ ہے -

ناظرین کرام اور احباب کی تسلی کے لیے چند ایک حوالہ جات ان کی اپنی روایات و مسلّمات سے پیش کرنے کا خیال ہے - امید ہے منظورِ خاطر ہو سکیں گے -

اِس مسلّمہ دستور کے ثبوت کے لیے اپنی کتابوں کے کسی حوالہ کی حاجت نہیں ہے - فقہ کی کتابوں میں باب الامامۃ اٹھا کر ملاحظہ کر لیں، تسلی ہو جائے گی -

البتہ احباب کے اطمینان کی خاطر ان کی شیعی کتابوں سے چند ایک معتبر حوالہ جات سپردِ قلم کیے جاتے ہیں - بغور مطالعہ فرمانے سے مقصد برآری ہو سکے گی -

(۱) لوگوں نے امام جعفر صادقؒ سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا تو امام نے جو جواب فرمایا ہے وہ فروع کافی جلد اول کتاب الصلوٰۃ "باب من احق ان یؤم القوم" میں مروی ہے:

" فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ قَالَ یَتَقَدَّمُ الْقَوْمَ اَقْرَأُھُمْ لِلْقُرْاٰنِ فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاۃِ سَوَاءً فَاَقْدَمُھُمْ ھِجْرَۃً فَاِنْ کَانُوْا فِی الْھِجْرَۃِ سَوَاءً فَاَکْبَرُھُمْ سِنًّا " (فروع کافی جلد اول، کتاب الصلوٰۃ باب

من احق ان یؤم القوم ، ج ۳ ص ۲۲۵ ، طبع نول کشور لکھنؤ)۔

(۲) ... وَاَوْلَى النَّاسِ بِالتَّقَدُّمِ فِي جَمَاعَةٍ اَقْرَأُهُمْ لِلْقُرْآنِ فَاِنْ كَانُوا فِي الْقُرْآنِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَسَنُّهُمْ "

(امالی الشیخ الصدوق ص ۳۴۲ ، المجلس الثالث والتسعون)

ان ہر دو حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ امام جعفر صادقؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کا فرمان ہے جو شخص دوسرے لوگوں میں سے قرآن مجید کا زیادہ قاری ہو وہ قوم کی امامت کرائے ۔ اگر حاضرین قرأت کے اعتبار سے مساوی ہوں تو جو شخص ہجرت میں مقدم ہو وہ امامت کرائے اور اگر ہجرت میں مساوی ہوں تو ان میں سے جو عمر رسیدہ ہو وہ جماعت کرائے ۔"

(۳) شیعہ مجتہدین نے اس مسئلہ میں اپنا مفتیٰ بہ فیصلہ یوں تحریر کیا ہے :

"فَاِنْ تَسَاوَوْا فِي الْفِقْهِ وَالْقِرَاءَةِ فَالْاَقْدَمُ هِجْرَةً مِنْ دَارِ الْحَرْبِ اِلَى دَارِ الْاِسْلَامِ .... فَاِنْ تَسَاوَوْا فِي ذٰلِكَ فَالْاَسَنُّ مُطْلَقًا .... وَالْاِمَامُ الرَّاتِبُ فِي مَسْجِدٍ مَخْصُوْصٍ اَوْلَى مِنَ الْجَمِيْعِ لَوِ اجْتَمَعُوْا وَكَذَا صَاحِبُ الْمَنْزِلِ اَوْلَى مِنْهُمْ وَمِنَ الرَّاتِبِ وَصَاحِبُ الْاِمَارَةِ فِي اِمَارَتِهٖ اَوْلَى مِنْ جَمِيْعِ مَنْ ذُكِرَ اَيْضًا "

(شرح لمعہ ، ج ۱ ص ۱۰۱ ۔ کتاب الصلوٰۃ فصل الحادی عشر فی الجماعۃ ۔ طبع تبریز ۔ طبع جدید)

"خلاصہ یہ ہے کہ اگر (حاضرین نماز) علم فقہ و قرأۃ میں برابر ہوں تو دار الحرب سے دار الاسلام کی طرف ہجرۃ کرتے ہیں جو شخص مقدم ہو وہ امامت کے لیے زیادہ حقدار ہے ۔ ... اگر (حاضرین) اس فضیلت ہجرۃ میں برابر ہوں تو ان میں سے جو عمر رسیدہ ہوگا وہ مطلقاً زیادہ مستحق ہے اور مقرر امام جو مسجد

مخصوص کے لیے متعین ہو وہ دیگر سب لوگوں سے زیادہ حق رکھنے والا ہے اسی طرح "صاحب خانہ" باقی لوگوں سے امامت کا زیادہ حق رکھتا ہے اور امیر المومنین اور خلیفۂ وقت تو تمام مذکورہ لوگوں سے امامت کا زیادہ حقدار ہوتا ہے ۔"

(۴) آخری حوالہ امام جعفر صادق کا قول ہے ملاحظہ فرمائیں :

.... عَنْ اَبِي عَبْدِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ اِذَا حَضَرَ الْاِمَامُ الْجَنَازَةَ فَهُوَ اَحَقُّ النَّاسِ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهَا "

یعنی امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ جب وقت کا امیر جنازہ کے موقعہ پر موجود ہو تو وہ تمام لوگوں سے نماز پڑھانے کا زیادہ حقدار اور زیادہ مستحق ہے

(فروع کافی جلد اول کتاب الجنائز ، ص ۹۳ طبع نول کشور لکھنؤ باب اولی الناس بالصلوٰۃ علی المیت)

(۵) خود حضرت علیؓ سے اس طرح مروی ہے کہ

قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَلْوَالِي اَحَقُّ بِالصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ مِنْ وَلِيِّهَا "

"یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ والی و حاکم وقت نماز جنازہ کا زیادہ حقدار رشتہ داران میت سے ہوتا ہے ۔ (قرب الاسناد معہ الاشعثیات ص ۲۱ ۔ باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت)۔

ان تمام شیعی حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ امام المسلمین خلیفۃ المومنین کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے مومن مسلمان کو امامت نماز کی اجازت نہیں ہے ۔ امامت کرنا صرف اسی کا حق ہے نماز پنجگانہ کی امامت ہو یا نماز جنازہ کی امامت ہو ۔

ائمہ کرام کے فرمودات معلوم کر لینے کے بعد آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ امامت

کے شرائط کس شخص میں پائے جاتے ہیں۔ یہاں ان کے ائمہ اور بزرگوں نے فرمان دیا ہے کہ مسلمانوں کی حاضر جماعت میں سے اگر تمام حاضرین فقہ دینی اور قرأۃ قرآنی میں برابر ہوں تو۔ (۱) اس شخص کو نماز کا امام بنائیں جو ہجرت کرنے میں متقدم اور سابق ہو اور اگر حاضرین اس ہجرت میں مساوی ہوں تو امام اس کو بنائیں جو شخص عمر رسیدہ ہو اور معمّر ہو۔ پھر اس کے بعد محلہ کی مسجد کا مخصوص امام امامت کا زیادہ حقدار ہے اور پھر اس کے بعد امام وقت وخلیفۃ المسلمین کا درجہ امامت کرانے میں سب سے فائق ہوتا ہے جہاں خلیفۂ وقت اور مسلمانوں کا امیر ہو وہاں کسی کو بھی امامت کرانے کا حق نہیں ہے صرف اسی کو حق ہے۔

اب مہربانی فرما کر اصل مسئلہ (یعنی سیدہ فاطمہؓ کے جنازہ) کے متعلق توجہ فرمائیے کہ ان قواعدِ مندرجۂ بالا کی رُو سے اِس چیز کا حقدار کون ہو سکتا ہے ؛

خدا کی قدرت یہ ہے کہ جو اس وقت حضرات جنازۂ ہذا کے لیے موجود تھے ان میں سیدنا ابوبکر الصدیقؓ (۱) ہجرت اسلامی میں سب سے مقدم وسابق تھے۔ (۲) اور دوسرا ان حضرات میں ابوبکر الصدیق عمر رسیدہ تھے۔ (تیسرا یہ کہ حضرت علیؓ وحضرت فاطمہؓ کے محلہ کی مسجد (یعنی مسجد نبویؐ) کے امام بھی ابوبکر الصدیقؓ تھے۔ (۴) چوتھی چیز یہ ہے جو نہایت ہی اہمیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت کے تمام مسلمانوں امیر وخلیفۂ وقت وامام المسلمین بھی ابوبکر الصدیقؓ تھے۔

پھر یہ چیز بھی قابلِ لحاظ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی تاریخِ وفات پر ابوبکر الصدیقؓ مدینہ طیبہ میں موجود اور حاضر ہیں، کہیں غائب نہیں نہ کہیں سفر میں ہیں۔ پھر ان کو فاطمہؓ کے جنازہ کی اطلاع بھی ہوئی اور جنازہ پر تشریف لے گئے۔ قدرت کی طرف سے اتفاق ہی ایسا ہے کہ تمام بالا اوصاف وشرائط ان میں بطریقِ اتم موجود تھیں

ان معروضات کے بعد انصاف ناظرین پر چھوڑ دیا جاتا ہے خود فیصلہ فرمالیں

جنازہ ہذا کا حقدار کون ہے ؟ اور کس نے پڑھایا ؟ مندرجۂ بالا کوائف کی روشنی میں انصافاً یہی کہنا پڑتا ہے کہ وہ خلیفۂ رسولِ خدا صدیقِ اکبرؓ ہی ہیں جنہوں نے سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ پڑھایا اور رفاقت کا حق ادا کیا۔

(۳)

مسئلہ ہذا کی تائید وتصدیق میں تاریخی شواہد

قارئین کرام خیال فرما دیں کہ پہلے ہم نے اس مسئلہ کے اثبات کے لیے چھ عدد روایات پیش کی ہیں۔ اس کے بعد ہم نے اس مسئلہ کو اسلامی قانون و دستور کی صورت میں (جو فریقین میں مسلّم ہے) پیش کیا ہے اور اس دستور کے متعلقہ حوالہ جات بھی حاضر کر دیئے ہیں۔

اب ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اس شرعی قانون وقاعدہ پر (کہ نماز جنازہ پڑھانا امیر المومنین کا حق ہوتا ہے) بنی ہاشم حضرات کا کہاں تک عمل درآمد رہا ہے ؟ اور میدانِ عمل میں ہاشمیوں نے اس کو قابلِ عمل سمجھا ہے یا نہیں ؟ یہ ایک تاریخ کا مسئلہ ہے۔ تاریخی واقعات کی رُو سے اس کو ثابت کرنا اور مکمّل کرنا مناسب ہے۔ اِس سلسلہ میں ہم نے قلیل سی جستجو کی ہے جو ہم ناظرین کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں پیش کردہ واقعات کی روشنی میں آسانی کے ساتھ مسئلہ ہذا کی تائید دستیاب ہو سکے گی اور واضح ہو جائے گا کہ بنی ہاشم حضرات کے جنازے ہمیشہ خلفائے وقت اور مسلمانوں کے امیر پڑھاتے رہے ہیں یا کوئی اور صاحب پڑھاتا تھا۔ مسئلہ ہذا کو تاریخی شواہد کی صورت میں پیش کرنے کی خاطر چند ہاشمی حضرات کے جنازے اسلامی تاریخ سے ذکر کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ فرما دیں۔

(۱)

جنازہ اوّل

ہاشمی بزرگوں میں سے نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں ان کی وفات

سنہ ۱۵ھ میں مدینہ شریف میں ہوئی حضرت عمرؓ خلیفہ وقت تھے حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

"وَتُوُفِّيَ نَوْفَلُ بْنُ الْحَارِثِ بَعْدَ اَنِ اسْتُخْلِفَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بِسَنَةٍ وَثَلَاثَةِ اَشْهُرٍ فَصَلّٰى عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ تَبِعَهُ اِلَى الْبَقِيْعِ حَتّٰى دُفِنَ هُنَاكَ" یعنی نوفل حضرت عمرؓ کی خلافت کے ایک سال تین ماہ بعد ۱۵ھ میں فوت ہوئے۔ ان پر حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر بقیع تک ساتھ گئے اور وہاں دفن ہوئے۔" (طبقات ابن سعد ص ۳۱-۳۲۔ جلد ثانی قسم اوّل تذکرہ نوفلؓ)

(۲)

جنازہ دوم

دوسرے ہاشمی بزرگ ابوسفیان بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ ابوسفیان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں حلیمہ سعدیہؓ دونوں کی رضاعی ماں ہیں۔ ان کے متعلق لکھا ہے:

"وَتُوُفِّيَ اَبُوْسُفْيَانَ سَنَةَ عِشْرِيْنَ وَصَلّٰى عَلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَقِيْلَ مَاتَ بِالْمَدِيْنَةِ بَعْدَ اَخِيْهِ نَوْفَلِ بْنِ الْحَارِثِ بِاَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ الخ"

یعنی یہ ابوسفیانؓ ۲۰ھ میں مدینہ میں فوت ہوئے اور ان پر حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھی۔ اور بعض نے یہ کہا ہے کہ یہ اپنے بھائی نوفل سے چار ماہ بعد فوت ہوئے۔"

(اسد الغابہ لابن اثیر الجزری جلد خامس ص ۲۱۴-۲۱۵۔ طبع تہران۔ تذکرہ ابی سفیان)

(۳)

جنازہ سوم

تیسرا موقعہ حضرت عباس بن عبدالمطلب عم النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا ہے۔ ان کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ:

"تُوُفِّيَ الْعَبَّاسُ بِالْمَدِيْنَةِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ (سنہ ۳۲ھ) قَبْلَ قَتْلِ عُثْمَانَ بِسَنَتَيْنِ وَصَلّٰى عَلَيْهِ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَدُفِنَ بِالْبَقِيْعِ وَهُوَ ابْنُ ثَمَانٍ وَّثَمَانِيْنَ سَنَةً"

مطلب یہ ہے کہ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کا انتقال جمعہ کے روز مدینہ شریف میں ۳۲ھ میں ہوا تھا۔ اور حضرت عثمانؓ بن عفان کی شہادت سے دو سال قبل ہوا۔ حضرت عثمان خلیفہ وقت نے ان کا جنازہ پڑھایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر اٹھاسی سال تھی۔"

(۱) الاستیعاب لابن عبدالبر مع الاصابہ تذکرہ عباس بن عبدالمطلب جلد ثالث ص ۱۰۰-۱۰۱ (۲) (البدایہ ج ۷ ص ۱۶۲)

تنبیہ: مذکورہ بالا تینوں جنازوں کے موقع پر مدینہ شریف میں حضرت علی المرتضیٰؓ خود موجود تھے اور تینوں جنازے خلفاء و اُمراء وقت نے پڑھائے ہیں۔

(۴)

جنازہ چہارم

اس مسئلہ میں چوتھا جنازہ امام حسنؓ کا ہے۔ ان کا انتقال بھی مدینہ شریف میں ہوا۔ اُس وقت (نزد بعض علماء) ۵۰ھ (پچاس ہجری) تھا خلیفہ و امیر وقت امیر معاویہؓ

تھے ، لیکن وہ شام میں تھے ۔ ان کی جانب سے امیرِ مدینہ سعید بن العاص اموی تھا حضرت امام حسین بہ نفسِ نفیس خود موجود تھے ۔ جنازہ کے لیے سعید مذکور کو امام حسین نے مقدم کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ سُنّت نہ ہوتی تو میں آپ کو مقدّم نہ کرتا ۔

"وَقَدَّمَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلصَّلٰوةِ سَعِيْدَ بْنَ الْعَاصِ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ وَقَالَ تَقَدَّمْ فَلَوْلَا اَنَّهَا سُنَّةٌ لَمَا قَدَّمْتُكَ "

(ترجمہ) "امام حُسینؓ نے امام حسنؓ کے جنازہ پر سعید بن العاص کو جو اُس وقت امیرِ مدینہ تھا فرمایا کہ آگے ہو کر جنازہ پڑھایئے ۔ اگر یہ سُنّت اسلام کی نہ ہوتی تو میں آپ کو مقدّم نہ کرتا ۔"

(۱) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی معتزلی جلد رابع ص ۲۵ طبع بیروتی ۔ ذکر موت الحسن و دفنہؑ)

(۲) مقاتل الطالبیین لابی الفرج علی بن الحسین بن محمد الاصفہانی الشیعی المتوفی ۳۵۶ھ جزء اوّل ۔ آخر تذکرہ امام حسنؑ ج ۱ ص ۵۱ طبع بیروت)

(نوٹ) شیعی علماء مجتہدین نے امام حسینؓ کا یہ فرمان نقل کیا ہے ۔ اب یہ جملہ جو امام حُسین نے امام حسنؓ کے جنازہ پر ارشاد فرمایا ۔ اہلِ سُنّت کی کتابوں سے بھی آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں صرف حوالہ دے دینا کافی سمجھا گیا ہے ۔ پُوری عبارتیں نقل کرنا مُوجبِ طوالت تھا اس لیئے ترک کر دی ہیں ۔ ذیل مقامات میں الفاظ وہی موجود ہیں کہ "لولا انّھا السُّنّۃ لما قدمتک"

(۱) تاریخ صغیر امام بخاری ، ص ۵۴ ۔ طبع الٰہ آباد ، الہند ۔

(۲) الاستیعاب معہ اصابہ جلد اول ص ۳۷۳ ۔ تذکرہ امام حسنؓ

(۳) کنز العمال ، ج ۸ ص ۱۱۴ ۔ (بحوالہ طب ۔ ابونعیم ۔ کر ۔ طبع قدیم تختی کلاں

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی ، جلد ۴ ، کتاب الجنائز ، ص ۲۹

(۵) المصنف لعبدالرزاق ، ج ۳ ص ۴۷۲ ۔ طبع مجلس علمی)

(نوٹ) امام حسینؓ کے جملۂ مذکورہ کے تحت شاہ عبدالعزیزؒ نے تحفۂ اثنا عشریہ میں ایک توضیحی فقرہ ذکر کیا ہے ۔ اہلِ علم کے لیے ہم بھی اس کو نقل کرتے ہیں :

"پس معلوم شد کہ حضرت زہراءؓ بنا بر پاس نماز ابوبکر ایں وصیت نہ فرمودہ بود و الّا حضرت امام حسینؓ خلافِ وصیتِ زہراء چہ قسم بعمل می آورد و ظاہر ست کہ سعید بن العاص بہزار مرتبہ از ابوبکرؓ کمتر بود در لیاقت امامتِ نماز ۔"

(تحفہ اثنا عشریہ ، باب المطاعن طعن صدیقی ۱۱ ، ص ۴۴۵ فارسی طبع نول کشور لکھنؤ)

(۵)

جنازہ پنجم

عبداللہ بن جعفر طیّار کا جنازہ

"وَعَلَيْهِ اَكْثَرُهُمْ اَنَّهُ تُوُفِّيَ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ (سنہ ۸۰ھ) وَصَلّٰى عَلَيْهِ اَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ اَمِيْرُ الْمَدِيْنَةِ وَذَالِكَ العام یعرف بعام الجحاف" الخ

"یعنی اکثر لوگ اس طرف ہیں کہ عبداللہ بن جعفر طیار ۸۰ھ میں فوت ہوئے اور اُس وقت (عبدالملک بن مروان کی طرف سے) امیر مدینہ ابان بن عثمان غنی تھے ۔ انہوں نے عبداللہ پر نماز جنازہ پڑھائی ۔ یہ وہ سال تھا جس کو عام الجحاف کہتے تھے (یعنی سیلاب کا سال) ۔"

(۱) کتاب نسب قریش ص ۸۲ ۔ تذکرہ ولد جعفرؓ بن ابی طالب

(۲) الاستیعاب معہ اصابہ ، ج ۲ ص ۲۶۷ ۔ تذکرہ عبداللہ بن جعفر طیّار

(۳) اُسد الغابہ لابن اثیر ، ج ۳ ص ۱۳۵ ۔ تذکرہ عبداللہ مذکور ۔

تنبیہ - اور شیعہ علماء نے بھی اس مسئلہ کو (عبداللہ کے جنازہ کو) عبارت ذیل میں ذکر کیا ہے:

"وَمَاتَ عَبْدُ اللّٰهِ بِالْمَدِيْنَةِ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَصَلّٰى عَلَيْهِ اَبَانُ بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ وَدُفِنَ بِالْبَقِيْعِ۔

"منتہی الآمال" شیخ عباس قمی میں ہے کہ "در عمدۃ الطالب ست کہ عبداللہ بن جعفر در سنہ ۸۰ ہجری در مدینہ وفات یافت ابان بن عثمان بن عفان بر وے نماز گذاشت۔"

(۱) عمدہ الطالب فی انساب آل ابی طالب ص ۳۸ بحث عقب جعفر طیار طبع جدید

(۲) منتہی الآمال ج ۱ ص ۲۰۵ فصل ہفتم ذکر عبداللہ بن جعفر طیار)

(۶)

جنازہ ششم

حضرت علی المرتضیٰؓ کے بیٹے محمد بن حنفیہ ۸۱ھ میں فوت ہوئے ہیں جب ان کا جنازہ لایا گیا تو محمد بن حنفیہ کے لڑکوں نے ابان بن عثمان غنیؓ کو (یہ اس وقت عبدالملک بن مروان کی طرف سے امیر مدینہ شریف تھے) خطاب کر کے کہا کہ:

"نَحْنُ نَعْلَمُ اَنَّ الْاِمَامَ اَوْلٰى بِالصَّلٰوةِ وَلَوْلَا ذٰلِكَ مَا قَدَّمْنَاكَ .... فَتَقَدَّمَ فَصَلّٰى عَلَيْهِ"

"یعنی ہم یقیناً جانتے ہیں کہ امام وقت اور امیر وقت نماز کے لیے زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ اگر یہ دستور شرعی نہ ہوتا تو ہم آپ کو مقدم نہ کرتے .... پھر ابان آگے ہوئے اور جنازہ پڑھایا۔"

(طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۸۶، تذکرہ محمد بن حنفیہ - طبع لیدن، یورپ)

(۷)

جنازہ ہفتم

ایک جنازہ یہ بھی ذکر کیا جاتا ہے جو شیعہ عالم ابو علی محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی نے اس طرح نقل کیا ہے کہ:

"عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِيْهِ لَمَّا تُوُفِّيَتْ اُمُّ كُلْثُوْمٍ بِنْتُ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ وَهُوَ اَمِيْرٌ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِيْنَةِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَوْلَا السُّنَّةُ مَا تَرَكْتُهُ يُصَلِّيْ عَلَيْهَا۔"

"یعنی امام جعفر صادق امام محمد باقر سے ذکر کرتے ہیں۔ جب حضرت علی المرتضیٰؓ کی لڑکی ام کلثوم فوت ہوئی تھیں تو اس وقت امیر مدینہ مروان بن حکم تھا وہ جنازہ کے لیے نکل کر آیا تو امام حسینؓ نے فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی تو میں مروان کو نماز پڑھانے کی اجازت نہ دیتا۔"

(کتاب الجعفریات ص ۲۱۰ - باب من احق بالصلوٰۃ علی المیت۔

طبع ایران سن طباعت محرم الحرام ۱۳۷۰ھ مطبوعہ مع قرب الاسناد حمیری۔

(نوٹ) مندرجہ روایت شیعہ بزرگوں کی ہے۔ ہمارے ہاں اس جنازہ میں مختلف اقوال ہیں۔ بہر کیف دوستوں کی تسلی کے لیے ان کی اپنی روایات کے اعتبار سے یہ جنازہ بھی پیش کر دیا جاتا ہے تو امید ہے ان کے لیے موجب اطمینان ہو سکے گا۔

آخر میں عرض ہے کہ اس طرح تلاش جاری رکھی جائے تو بہت سے ہاشمی حضرات کے جنازے تاریخ اسلامی میں دستیاب ہو سکتے ہیں مثلاً حضرت عباس بن مطلب کی اولاد فضل ابن عباس قثم بن عباس عبیداللہ بن عباس وغیرہم کے جنازے اگر تلاش کیے جائیں تو

یقیناً وہ اسی طرح ملیں گے کہ خلفاء و اُمراءِ وقت کے حکم کے تحت ہی ادا ہوتے ہوں گے۔
خلاصہ یہ ہے اس اسلامی دستور و قاعدہ کو بنی ہاشم نے ہمیشہ تسلیم کیا ہے اور اس پر عمل درآمد جاری رکھا ہے۔

ناظرین حضرات! اس قلیل سی جستجو و تلاش کی بنا پر بنی ہاشم بزرگوں کے چند ایک جنازے ہم نے ذکر کر دیئے ہیں۔ ان تاریخی واقعات پر غور و فکر کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ مسئلہ ہذا کی حقانیت پر بنی ہاشم کے بزرگوں کے عمل نے مُہرِ تصدیق ثبت کر دی اور اپنے تواترِ عملی کو اس مسئلہ کی صداقت پر انہوں نے شاہد و گواہ بنا دیا ہے۔ اب روزِ روشن کی طرح یہ چیز صاف ہو گئی کہ امامتِ نماز کا حق خلیفۃ المسلمین و امامِ زمان و امیرِ وقت کو ہی حاصل ہوتا ہے یا جس کو وہ اجازت دے وہ کرا سکتا ہے۔

اس کے بعد حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جنازہ کے متعلق اُمید ہے قارئین کرام کسی دوسری تشریح و توضیح کے محتاج نہ ہوں گے۔ کیونکہ اس موقع پر امام المسلمین، خلیفۃ المومنین، حاکمِ وقت، مسجدِ مخصوص (یعنی مسجدِ نبوی) کے امام صرف سیدنا ابوبکر الصدیقؓ تھے۔ فلہذا ہر لحاظ سے اس نمازِ جنازہ کے حقدار بھی یہی "یارِ غار" ہیں اور دوسرا شخص مستحق نہیں اور حضرت سیّدہ فاطمہؓ کا جنازہ انہوں نے پڑھایا ہے۔

چند قابلِ ذکر اُمور

اہلِ علم کی توجّہ کے لیے

سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی بحث کے آخر میں چند چیزیں قابلِ وضاحت تھیں۔ اگر یہ ذکر نہ کی جائیں تو یہ بحث ناقص رہے گی۔ اس لیے ان کا بیان کرنا مفید معلوم ہوتا ہے۔ البتہ یہ امور عوام ناظرین کی لیاقت سے شاید کچھ بلند ہوں تو وہ حضرات ملال نہ فرما دیں۔ ہماری کوشش یہ ہو گی کہ سہل عبارت میں بیان ہو۔ اہلِ علم و فہم

کی توجّہ کی خاطر ذکر کیے جاتے ہیں اگر منظورِ خاطر ہو سکیں تو مہربانی ہو گی۔

پہلی عرض تو یہ ہے کہ جن حضرات کی روایات پر نظر وسیع ہے وہ ہماری سابقہ بیان کردہ اشیاء (ساٹھ عدد روایات، پھر امامتِ نماز کے قواعد، پھر بنی ہاشم کا عملی تواتر) ملاحظہ کرنے کے بعد خود بخود متقاضی ہوں گے کہ یہ چیزیں فلاں روایت کے برخلاف آپ نے ذکر کی ہیں۔ لہٰذا اس کو صاف کیا جائے"

تو اس کے متعلق گذارش ہے کہ جس روایت سے تعارض و تخالف کا شبہ پیدا کیا جاتا ہے وہ صحاح و غیر صحاح دونوں جگہ میں اس مفہوم کے ساتھ مروی ہے "وَدَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا" یعنی فاطمہؓ کو اس کے زوج علیؓ نے رات کو دفن کر دیا اور ابوبکرؓ کو جنازہ کی اطلاع نہیں کی اور اس پر علیؓ نے نماز پڑھی۔"

اس مسئلہ میں ان کی جانب سے یہ انتہائی روایت ہے۔ اور اس روایت سے تین چیزیں مرتّب کی جاتی ہیں۔ ایک تو فاطمہؓ کو راتوں رات دفن کیا گیا۔ دوسرا ابوبکر الصدیقؓ کو علی المرتضیٰؓ نے اس سانحہ کی اطلاع نہ کی۔ تیسرا فاطمہؓ کو خود علیؓ نے نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔"

گویا ان حضرات کے درمیان آخر تک مناقشت و مخالفت قائم و دائم رہی۔

——— اب اس کے متعلق چند معروضات پیشِ خدمت ہیں۔

تفرّد و اِدراجِ زُہری

(۱) ایک تو یہ عرض ہے کہ جہاں جہاں یہ روایت ہم نے تلاش کی ہے اس کی ایک فہرست ہمارے سامنے ہے۔ ان تمام مقامات کی سند ابن شہاب زُہری سے مروی ہے۔ اس روایت کی کوئی ایک سند بھی ہماری جستجو کے موافق تاحال اس سے خالی نہیں مل سکی۔ یہ واقعہ دوسرے رواۃ بھی اپنی جگہ ذکر کرتے ہیں۔ اس میں اس قسم کی کشیدگی کی چیزیں نہیں ملتیں، لیکن ابنِ شہاب کی روایات میں مناقشہ نما چیزیں دستیاب ہوتی ہیں (فیہ ما فیہ)۔ چنانچہ ناظرین صاحبان دیکھ چکے ہیں کہ جہاں حضرت فاطمہؓ کے مطالبۂ فدک وغیرہ کا مسئلہ پیش آیا تھا وہاں

بھی غضب - وجد - ہجران، عدمِ تکلّم وغیرہ منفرد اشیاء صرف اسی زُہری کی روایت میں منقول تھیں - اب جنازۂ فاطمہؓ کا موقعہ ہے تو یہاں بھی ابنِ شہاب زُہری کی مرویات میں ہی یہ مسئلہ میسّر ہو رہا ہے - اسی طرح آئندہ بھی مقامات آرہے ہیں جہاں فاضل زُہریؒ کی روایات میں ہی یہ اشیاء آپ کو مترشح ہوتی نظر آئیں گی - انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بھی ہم اِس بزرگ کے تفرّدؔ و اِدراج کی نشان دہی کر دیں گے - اس لیے یہ چیز اہلِ علم و فن کی خاص توجہ کے قابل ہے کہ جب یہی واقعات ابنِ شہاب زُہری کے ماسوا رُواۃ سے آپ تلاش کریں تو وہی واقعات ملتے ہیں اور کتابوں میں درج ہیں مگر زُہری کی روایت والے کلمات وہاں نہیں پائے جاتے - مالک تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ زُہری سے یہ منفرد و مُدرج اشیاء دانستہ صادر ہوتی ہیں یا نادانستہ صادر ہوئیں - ایک سطحی نظر ڈالنے والے آدمی کے لیے ان کی مرویات موجبِ شبہات بن سکتی ہیں - مالک کریم ان کو معاف فرمائیں اور ہم کو ان مشتبہ چیزوں کے داغِ شبہات سے محفوظ فرما دیں - مبادا کہ یہ چیزیں صحابۂ کرامؓ کے حق میں سُوءِ ظنی پیدا ہونے کا باعث بننے لگیں - (اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ)

توجیہِ روایت

(۲) دوسری یہ عرض ہے کہ یہ تین چیزیں جو روایتِ مندرجہ سے بظاہر پیدا ہو سکتی ہیں ان کو شراحِ حدیث نے قبل ازیں توجیہِ روایات کے طور پر بڑے عمدہ طریقہ سے بیان کر دیا ہے - چنانچہ "فتح الباری" میں حافظ ابنِ حجرؒ نے اس روایت کی مندرجہ ذیل توجیہ کر دی ہے - فرماتے ہیں کہ:

"وَکَانَ ذَالِکَ (اَلدَّفْنُ فِی اللَّیْلِ) بِوَصِیَّۃٍ مِّنْہَا لِاِرَادَۃِ الزِّیَادَۃِ فِی التَّسَتُّرِ وَلَعَلَّہٗ لَمْ یُعْلِمْ اَبَابَکْرٍ بِمَوْتِہَا لِاَنَّہٗ ظَنَّ اَنَّ ذَالِکَ لَا یَخْفٰی عَنْہُ وَلَیْسَ فِی الْخَبَرِ مَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ اَبَابَکْرٍ لَمْ یَعْلَمْ بِمَوْتِہَا وَلَا صَلّٰی عَلَیْہَا"

"یعنی حضرت فاطمہؓ نے زیادۂ تستُّر اور پردہ پوشی کے ارادہ پر رات میں دفن کر دینے کی وصیّت کی تھی اور علی المرتضیٰؓ نے وفاتِ فاطمہؓ کی اطلاع ابوبکر الصدّیقؓ کو شاید اِس لیے نہیں کی ہو گی کہ یہ بات ان پر کوئی مخفی رہنے والی نہیں تھی - روایتِ مذکورہ میں یہ ذکر نہیں ہے کہ ابوبکر الصدّیقؓ کو وفاتِ فاطمہؓ کی خبر معلوم نہ ہو سکی اور نہ انہوں نے اِس پر نمازِ جنازہ پڑھی"

(فتح الباری، ج ۷ ص ۳۹۷ - آخر غزوۂ خیبر - طبع مصری)

تنبیہ - دوسرے لفظوں میں آپ اسکو یوں بھی تعبیر کر سکتے ہیں کہ علی المرتضیٰؓ کو ابوبکر الصدّیقؓ کی طرف اِس سانحہ کی اطلاع کرنے کی حاجت ہی نہیں ہوئی - ان کو اپنی زوجہ اسماءؓ بنت عُمَیس کے ذریعہ سے یہ تمام احوال و کوائف معلوم تھے - نیز یہ چیز بھی ہے کہ حضرت علیؓ کا نمازِ جنازہ پڑھنا ابوبکر الصدّیق کی نماز کی نفی نہیں کر سکتا - پس ان پیش کردہ توجیہات کے بعد ان چند روایات کے ساتھ جو ہم نے ابوبکر الصدّیقؓ کے متعلق فاطمہؓ کے جنازہ پڑھانے کے بارے درج کی ہیں - کوئی تعارُض و تخالف و تضاد باقی نہیں رہ جاتا بشرطیکہ کچھ قلیل مقدار انصاف و دیانت کی آمیزش کر لی جائے اور دونوں کو ملا کر کام لیا جائے -

ترجیحِ روایت

(۳) تیسری یہ چیز ذکر کی جاتی ہے کہ روایات و اخبارِ آحاد کے ردّ و قبول اور اخذ و ترک اور راجح و مرجوح معلوم کرنے کے لیے ماہرینِ فن نے قوانین و قواعد مُرتّب و مدوّن کر دیئے ہیں - اہلِ علم و فہم حضرات ان ضوابط کو خوب جانتے ہیں -

اب ہم ان قواعد کی طرف صرف توجہ دلاتے ہیں اور ان پر عمل کی درخواست کرتے ہیں - اصولِ حدیث و اصولِ فقہ کی کتابوں میں یہ اپنی تفصیلات کے ساتھ مندرج ہیں التفات فرما دیں -

(۱)

خطیب بغدادی کی کتاب "الکفایہ" سے ایک دو قاعدہ کی عبارت پیش خدمت ہے لکھتے ہیں کہ:

"وَلَا یُقْبَلُ خَبَرُ الْوَاحِدِ فِیْ مُنَافَاةِ حُکْمِ الْعَقْلِ وَحُکْمِ الْقُرْآنِ الثَّابِتِ الْمُحْکَمِ وَالسُّنَّةِ الْمَعْلُوْمَةِ وَالْفِعْلِ الْجَارِیْ مَجْرَی السُّنَّةِ وَکُلِّ دَلِیْلٍ مَقْطُوْعٍ بِهٖ"

(کتاب الکفایہ ص ۴۳۲ - باب ذکر ما یقبل فیہ خبر الواحد وما لا یقبل فیہ از خطیب بغدادی - طبع دکن -

یعنی جو خبرِ واحد عقل کے حکم کے منافی ہو اور قرآن محکم کے حکم کے خلاف ہو اور سنتِ معلومہ ومشہورہ کے برخلاف ہو اور جو سنت کے مقام میں فعل جاری ہے اس کے مخالف ہو اور جو یقینی دلیل ہے اس کے برخلاف ہو۔ ان سب صورتوں میں خبرِ واحد کو قبول نہ کیا جائے گا"

(۲)

پھر دوسرا قاعدہ باب القول فی ترجیح الاخبار میں خطیب نے بیان کیا ہے کہ

"وَکُلُّ خَبَرٍ وَاحِدٍ دَلَّ الْعَقْلُ اَوْ نَصُّ الْکِتَابِ اَوِ الثَّابِتُ مِنَ الْاَخْبَارِ اَوِ الْاِجْمَاعُ اَوِ الْاَدِلَّةُ الثَّابِتَةُ الْمَعْلُوْمَةُ عَلٰی صِحَّتِهٖ وُجِدَ خَبَرٌ آخَرُ یُعَارِضُهٗ فَاِنَّهٗ یَجِبُ اِطْرَاحُ ذٰلِکَ الْمُعَارِضِ وَالْعَمَلُ بِالثَّابِتِ الصَّحِیْحِ اللَّازِمِ لِاَنَّ الْعَمَلَ بِالْمَعْلُوْمِ وَاجِبٌ عَلٰی کُلِّ حَالٍ"

(کتاب الکفایۃ للخطیب بغدادی ص ۴۳۴ طبع حیدرآباد دکن
باب القول فی ترجیح الاخبار -)

یعنی "ہر وہ خبرِ واحد جس کی صحت اور ثبوت پر عقل دلالت کرے یا کتاب اللہ کی نص دلالت کرے یا جو چیز اخبار سے ثابت ہے وہ دلالت کرے یا اجماع اس کی صحت پر دلالت کرے یا یقینی دلائل اس کی صحت وثبوت پر دلالت کریں۔ اس خبرِ واحد کے خلاف ایک دوسری خبرِ واحد دستیاب ہو جو اس (پہلی کی) معارض ومخالف ہو تو ایسی صورت میں اس معارض خبرِ واحد کو ترک کر دینا واجب ہے اور صحیح ثابت (پہلی خبر) پر عمل کرنا بہر حال لازم ہوگا"

ان "ترجیح" کے قوانین ملاحظہ کرنے کے بعد مسئلہ ہذا (جنازہ سیدہ فاطمہؓ) کے متعلق دو قسم کی روایات اہل علم ونظر کے سامنے آگئی ہیں۔ ایک وہ روایات چھ عدد ہیں جو ہم نے اوپر مع حوالہ بیان کر دی ہیں (ان میں صدیق اکبرؓ کا علی المرتضیٰ کے حکم سے یہ جنازہ پڑھانا اور شامل ہونا بیان کیا گیا ہے)۔ دوسری وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے "دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِیٌّ وَلَمْ یُؤْذِنْ اَبَابَکْرٍ وَصَلّٰی عَلَیْهَا" یعنی حضرت علیؓ نے فاطمہؓ کو ابوبکر الصدیقؓ کو اطلاع کیے بغیر جنازہ پڑھ کر رات کو ہی دفن کر دیا۔

اب قواعد مذکورہ کی روشنی میں بڑی آسانی سے فیصلہ ہو سکتا ہے کہ ان دونوں قسم اور دو نوع کی روایات میں سے "سنتِ معلومہ ومشہورہ" کے موافق ومطابق جو روایت ہے وہ قابل عمل ہوگی اور جو روایت طریقہ مشہورہ (سنتِ معلومہ) کے برخلاف ہے وہ لائق ترک ہوگی۔ سنتِ جاریہ اور تواتر عملی اور اُس دورِ مقدس کا طرز عمل یہ بتلاتا ہے کہ جنازہ کا حق مسلمانوں کے خلیفہ اور مسلمانوں کے حاکم کو ہے یا جس کو وہ اجازت دے۔ لہٰذا وہ روایات قابل قبول ہیں جن میں اس کے موافق بیان مذکور ہے اور جس روایت میں اس طرح نہیں بلکہ اس کے خلاف واقعہ ذکر کیا گیا ہے وہ مرجوح ومتروک ہوگی۔

ان قوانین واصول کے اعتبار سے بھی واضح ہو گیا کہ امیر المومنین سیدنا ابوبکر الصدیقؓ تھے۔ لہٰذا سیدہ فاطمہؓ کا جنازہ پڑھانا انہی کا حق تھا۔ انہوں نے پڑھایا ہے اور آخری دم تک اپنے محبوب آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے ساتھ حسنِ سلوک ونیک اسلوب کا معاملہ

مکمل کیا ہے۔ (فسبحان اللہ علی حسن رفاقتہم)

(۳)

نیز ترجیح قواعد کے سلسلہ میں یہ امر بھی قابلِ التفات ہے کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ کی ثبت روایات مذکورہ مندرجہ اگرچہ اخبار آحاد ہیں (جو مفید الظن ہوتی ہیں) لیکن جب ان کے ساتھ تعاملِ صحابہ کرام، تعاملِ اُمت (خصوصاً تعاملِ بنی ہاشم بھی) مؤید و مصدق ثابت ہو جائے (جیسا کہ ہم نے وضاحت سے عرض کر دیا ہے) تو پھر یہ درجہ ظن میں نہیں رہتیں بلکہ درجہ شہرت کی قوت میں پہنچ کر مفید للیقین ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا مذکورہ الفاظ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِیٌّ لَیْلًا الخ وغیرہ سے جو بظاہر اشکال متصور ہو سکتا تھا اس کے ازالہ کا سامان فراہم کر دیا گیا ہے۔ مذکورہ معروضات پر تدبر فرمائیں۔

(۴)

چوتھی یہ چیز قابلِ غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں صدیق اکبر کے شریک ہونے اور غیر مطلع ہونے کا قول زہری کا اپنا قول اور اپنا گمان ہے کسی صحابی کی طرف منسوب نہیں اور جو صحابہ اس وقت موجود تھے ان کا شرکتِ جنازہ کا بیان (جیسا کہ ابن عباس سے منقول ہے) اس کے مقابلہ میں راجح اور مقبول ہو گا اور قولِ زہری مرجوح اور غیر مقبول ہو گا۔

(۲)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کی اہمیت

دوسرا یہ عرض کرنا مناسب ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے شامل ہونے اور جنازہ پڑھانے کی روایات چھ عدد ہم نے پیش کی ہیں۔ ایک ابراہیم نخعی کی مرسل روایت ہے۔ پھر عامر الشعبی کی دو عدد مرسل روایتیں ہیں۔ یہ دونوں تابعین ثقہ و معتمد و معتبر بزرگ ہیں۔ ان کی مرسلات بھی مسندات کے حکم میں معتبر شمار کی جاتی ہیں۔ (بلکہ اصولِ فقہ میں تو یہ قول بھی ملتا ہے کہ (المرسل فوق المسند) مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات ثقہ کی

مرسل روایت مسند روایت سے بھی فائق ہو سکتی ہے۔ نیز قارئین کرام کو معلوم ہونا چاہیے کہ عامر شعبی مذکور کی ملاقات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہو مستدرک حاکم ج ۴ ص ۳۶۵۔ لہٰذا اس مرسل کو اور تقویت ہو گئی۔ پھر ہم نے امام محمد باقر رحمہ اللہ کی مرسل روایت ذکر کی ہے۔ پھر اس کے بعد امام زین العابدین کی مرسل روایت درج کی ہے۔ یہ دونوں حضرات اہل السنۃ و شیعہ دونوں کے ہاں مستند و معتمد و مسلّم بزرگ ہیں۔ ان کی روایت تو تمام کے نزدیک مسلّمات میں سے ہے۔

اس کے بعد آخر میں ہم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کی مسند روایت مسئلہ ہذا کے اثبات و تائید میں پیش کی ہے اور باسند کتاب حلیۃ الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی جلد رابع تذکرہ میمون بن مہران سے نقل کی ہے۔ پوری سند آپ وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہاں صرف عن میمون بن مہران عن ابن عباس کے الفاظ کے ساتھ ذکر کر دی ہے۔ یہ روایت مسند ہے و متصل السند ہے۔

جب تک ابن عباس کی یہ مسند روایت ہمیں دستیاب نہیں تھی اس وقت تک مذکور ثقہ لوگوں کے مرسلات پر ہم صرف اعتماد کیے ہوئے تھے۔ اب اس مسند و متصل روایت (ابن عباس) حاصل ہو جانے سے مسئلہ ہذا کو بڑی تقویت و تائید پہنچ گئی ہے اور مذکورہ مرسل روایات اس مسند روایت کے ذریعہ موثق و مؤید ہو گئی ہیں۔

اس میں چند چیزیں توجہ کے لائق ہیں۔

۱۔ ایک تو ابن عباس (چچا زاد برادر) اور صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس وقت قریب پندرہ برس کی عمر کے نوخیز جوان تھے۔

۲۔ یہ قبیلہ بنی ہاشم کے چشم و چراغ ہیں صحابی ہونا ہی اعتماد کے لیے کافی ہوتا ہے۔ پھر یہ ہاشمی صحابی ہیں جس قبیلہ کا واقعہ ہے ان کو بہ نسبت اور لوگوں کے زیادہ علم ہونا قرینِ قیاس ہے۔

۳۔ پھر یہ عرض ہے کہ شیعہ دوستوں کی معتبر تصانیف و معتمد تالیفات میں ابن عباسؓ کے علم و دیانت و ثقاہت پر پورا پورا اعتماد کیا گیا ہے۔ مخالف اہلِ بیت ہونے کا الزام دے کر غیر معتمد نہیں بنایا جا سکتا۔

اس چیز کی پیش بندی کے لیے مندرجہ ذیل حوالے بطور نمونہ تحریر کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے ابن عباسؓ کا علمی و دینی مقام دوستوں کے ہاں بھی واضح ہو سکے گا۔

(۱) ان کے شیخ الطائفہ ابوجعفر الطوسی نے اپنی سند کے ساتھ آمالی میں ذکر کیا ہے:

"قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍؓ فَلَمْ اَزَلْ لَهُ (لِعَلِيٍّؑ) كَمَا اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللهِ وَ وَصَّانِيْ بِمَوَدَّتِهٖ وَ اِنَّهُ الْاَكْبَرُ عَمَلِيْ عِنْدِيْ"

"یعنی ابن عباس بن عبدالمطلبؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مجھے جیسے حکم تھا اسی کے موافق میں حضرت علیؓ کے ساتھ رہا ہوں اور نبی کریم (صلعم) نے حضرت علیؓ کی دوستی و مودّت کے متعلق مجھے وصیت کی تھی۔ یہی میرے نزدیک زندگی کا بڑا عمل ہے۔"

(امالی شیخ طوسی، ج ا ص ۱۰۴۔ طبع نجف اشرف عراق)

(۲) (قال ابن عباس) عَلِيٌّ عَلَّمَنِيْ وَكَانَ عِلْمُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَرَسُوْلُ اللهِ عِلْمُهٗ مِنْ فَوْقِ عَرْشِهٖ فَعِلْمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مِنَ اللهِ وَعِلْمُ عَلِيٍّ مِنَ النَّبِيِّ وَعِلْمِيْ مِنْ عِلْمِ عَلِيٍّؑ"

"یعنی عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے مجھے تعلیم دی ہے اور علیؓ کا علم رسول اللہ (صلعم) کے علم سے آیا ہے اور رسول اللہ کا علم عرش سے اوپر سے آیا ہے پس نبی کا علم اللہ کی جانب سے ہے اور علیؓ کا علم نبی کی طرف سے ہے اور میرا علم علیؓ کے علم سے۔ (ماخوذ ہے)"

(امالی شیخ طوسی ج ا ص ۱۱)

ان معروضات کے بعد مزید کسی تصدیق کی امید ہے حاجت نہ ہوگی۔ ابن عباسؓ فریقین کے مسلّم بزرگ و معتمد ہیں۔ ان سے میمون بن مہران نے خود سنا ہے۔ یہ سماع ثابت ہے۔ چنانچہ ہماری کتابوں میں سے تاریخ کبیر امام بخاری جلد رابع تذکرہ میمون دیکھنے سے ہماری بات کی تائید ہو جائے گی۔ اور اگر شیعہ احباب کو میمون اور ابن عباس کے مابین روایت حاصل کرنے کے متعلق کچھ تردّد ہو تو وہ اپنی معتبر کتاب امالی شیخ طوسی ہذا جلد ثانی ص ۴۰۔ ملاحظہ فرما دیں وہاں متعدد اسانید مروی ہیں جن میں میمون ابن عباسؓ سے روایت کر[...] یہ تمام مرویات ان میں مقبول و منظور ہیں یعنی مجروح یا مردود نہیں۔

تنبیہ: ابن عباسؓ و میمون مذکور کی متعلقہ چیزیں اس لیے یہاں ذکر کر دی ہیں تاکہ دونوں فریق کو تسلی ہو جائے اور جواب الجواب کی تکلیف ہی نہ کرنی پڑے (فافہم)

خدا کا شکر ہے کہ اس مسئلہ کے متعلقہ امور بیان کرنے کی ہمیں توفیق نصیب ہوئی۔ یہ حضرت فاطمہؓ کے جنازہ کا مسئلہ باب اوّل کے آخری مسائل میں سے تھا یہ پورا کر دیا گیا ہے یہاں تک صدیق اکبرؓ اور سیدہ فاطمہؓ کے متعلقات کی چیدہ چیدہ فراہم شدہ اشیاء عرض خدمت کر دی ہیں۔ اس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ باب دوم شروع ہوگا۔ مالک کریم اتمام و تکمیل کی توفیق نصیب فرمائیں۔

باب دوم

——— صدیقی حصّہ کے باب اوّل میں زیادہ تر حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تعلقات درج کیے گئے ہیں۔ اب باب دوم میں دو مسئلہ ذکر کرنے کا قصد ہے۔

——— ایک مسئلہ تو یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت کی تھی جس طرح دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صدیق اکبرؓ کو خلیفۂ رسول تسلیم کر لیا تھا۔ اور بیعت کر لی تھی۔ ٹھیک اسی طرح علیؓ المرتضیٰ نے بھی ابوبکر الصدیقؓ کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا صحیح جانشین اور خلیفہ تسلیم کر لیا تھا اور جلدی ہی بیعت کر لی تھی۔

——— دوسرا مسئلہ اس باب میں یہ ذکر کیا جائے گا کہ حضرت علی المرتضیٰؓ، صدیق اکبرؓ کی اقتدا میں ان کے پیچھے پانچوں وقت مل کر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت علیؓ الگ نمازیں نہیں پڑھتے تھے یا الگ جماعت نہیں قائم کرتے تھے۔ ایک ہی نماز ایک ہی جماعت کی صورت میں متحداً و متفقاً صرف مسجد نبوی میں پڑھی جاتی تھی اور امام ابوبکر الصدیقؓ ہوتے تھے۔

——— ان دو چیزوں کو ذکر کرنے کے بعد "فوائد و نتائج" کے نام سے ایک عنوان قائم کیا جائے گا جو اس باب کے لیے ثمرہ و خلاصہ کا درجہ رکھتا ہے اس پر باب دوم ختم کر دیا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

——— یہ دونوں مسئلے اس چیز کا واضح اور بیّن ثبوت ہیں کہ یہ بزرگانِ دین آپس میں متفق تھے، متحد تھے۔ ایک دوسرے کے معاون و مددگار تھے۔ ان حضرات میں کسی قسم کا دائمی انشقاق و اختلاف نہ تھا۔ "رحماء بینہم" کا صحیح مصداق اور بہترین محمل یہ حضرات تھے۔ خدا کا کلام سچا ہے کہ حضور علیہ السّلام کے ساتھ رہنے والے آپس میں رحمدل اور مہربان ہیں۔ اور

باہم بھائی بھائی ہیں۔

مسئلہ اوّل

حضرت علیؓ کا صدیقِ اکبرؓ کے ساتھ بیعت کرنا

مسئلہ اوّل بیان کرنے کے لیے چند فصلیں مُرتّب ہوں گی ان میں مسئلہ ہٰذا کو صاف کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ (ان شاء اللہ)

فصل اوّل (اثباتِ بیعت کے لیے روایات)

حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر الصدّیقؓ کے ساتھ انتقالِ نبوی کے بعد جلد بیعت کر لی تھی اور دو تین روز کے اندر ہی یہ بیعت ہو گئی تھی اور یہ بات درست نہیں ہے کہ:

(۱) حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت نہیں کی تھی۔

(۲) یا بیعت کی مگر شش ماہ کے بعد جا کر کی تھی، یعنی حضرت فاطمہؓ کی زندگی تک بیعت نہیں کی۔

(۳) یا لوگوں کے جبر و قہر کرنے کی وجہ سے اُوپر اُوپر سے بیعت کر لی تھی لیکن دل سے بیعت نہیں کی تھی۔

——— یہ تینوں چیزیں صحیح نہیں ہیں۔ واقعات کے بالکل برخلاف ہیں۔ یہ چیزیں راویوں کی کرم نوازیوں میں سے ہیں۔ پھر ان کو پھیلانے والوں نے بڑا دیدہ زیب بنا کر قوم میں نشر کر دیا ہے۔

اب ہم آپ کی خدمت میں روایات پیش کرتے ہیں جو احادیث و تاریخ اسلامی کی کتابوں میں موجود ہیں۔ علماء کرام نے اس مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے ان کو بطورِ استدلال ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی مشہور کتاب "البدایہ" جلد خامس و سادس میں متعدد مقامات پر روایات ہٰذا کو ایک ترتیب سے پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"قد اتفق الصحابة رضی الله عنهم علی بیعة الصدیق فی ذالك الوقت حتی علی بن ابی طالب و الزبیر و الدلیل علی ذالك ما رواه۔

اوّل (۱) البیهقی حیث قال ۔ ۔ ۔ ۔ حدثنا وهیب ثنا داؤد بن ابی هند ثنا ابونضرة عن ابی سعید الخدریؓ قال توفی رسول الله صلی الله علیه وسلم و اجتمع الناس فی دار سعد بن عبادة و فیهم ابوبکرؓ و عمرؓ قال فقام خطیب الانصار فقال اتعلمون ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان من المهاجرین و نحن کنا انصار رسول الله فنحن انصار خلیفته کما کنا انصاره قال فقام عمر بن الخطاب فقال صدق قائلکم اما لو قلتم غیر هذا لم نبایعکم فاخذ بید ابی بکر و قال هذا صاحبکم فبایعوه فبایعه عمر و بایعه المهاجرون و الانصار و قال فصعد ابوبکر المنبر فنظر فی وجوه القوم فلم یر الزبیر قال فدعا الزبیر فجاء قال قلت ابن عمة رسول الله صلی الله علیه وسلم و حواریه اردت ان تشق عصا المسلمین؟ قال لا تثریب یا خلیفة رسول الله قام فبایعه ثم نظر فی وجوه القوم فلم یر علیا فدعا بعلی بن ابی طالب قال قلت ابن عم رسول الله صلی الله علیه وسلم و ختنه علی ابنته اردت ان تشق عصا المسلمین؟ قال لا تثریب یا خلیفة رسول الله صلی الله علیه وسلم فبایعه او معناه۔

——— حاصل یہ ہے کہ (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد)

حضرت علیؓ و حضرت زبیرؓ سمیت تمام صحابۂ کرامؓ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ
کی بیعت پر اتفاق کر لیا۔ اِس چیز پر مندرجۂ ذیل روایات اور تصریحات
بطورِ ثبوت پیش کی جاتی ہیں۔

ایک تو بیہقیؒ نے مندرجہ ہٰذا اسناد کے ساتھ داؤد بن ابی ہند سے اس نے ابو نضرۃ (منذر بن مالک بن قطعۃ) سے اس نے ابوسعید (سعد بن مالک بن سنان المنذری) الخدریؓ سے ذکر کیا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد سعد بن عبادہؓ کے مکان (سقیفہ بنی ساعدہ) پر لوگ جمع ہوئے۔ اِن حضرات میں ابوبکر الصدیقؓ اور عمر فاروقؓ موجود تھے انصار کے ایک خطیب (زید بن ثابتؓ انصاری) کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ تم حضرات کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اور ہم ہمیشہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار یعنی معاون و مددگار بنے رہے (اب جو خلیفہ ہو گا) اس کے بھی ہم انصار و مددگار رہیں گے جیسا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاون تھے۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ تمہارے خطیب نے درست کہا اگر اس چیز کے بغیر کوئی اور صورت پیش کر دیتے تو ہم تمہارے ساتھ موافقت نہ کر سکتے۔ پھر ابوبکر الصدیقؓ کا ہاتھ پکڑ کر عمر فاروقؓ نے کہا اے حاضرین، تم سب کے یہ امیر ہیں ان کی بیعت کی جائے خود عمرؓ نے اور تمام مہاجرین و انصار (جو موجود تھے) سب نے ابوبکر الصدیقؓ کی بیعت کی۔ پھر (مسجد نبوی میں تشریف لا کر) ابوبکر الصدیقؓ ممبر پر بیٹھے اور (حمد و ثنا کے بعد) حاضرین کی طرف نظر اٹھائی تو زبیرؓ بن عوام نہیں نظر آئے تو ان کو بلا بھیجا (ان کے پہنچنے کے بعد) فرمایا کہ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی کے بیٹے ہیں اور حواری ہیں۔ آپ مسلمانوں کے اتفاق کی لٹھ کو توڑنا چاہتے ہیں؟ تو زبیرؓ نے جواب میں کہا کہ اے خلیفۂ رسولؐ مجھ پر کوئی الزام (یا عتاب) نہ ہونا چاہیے (اس لیے کہ میں آپ کے ساتھ متفق ہوتا ہوں)۔ پس یہ اٹھے اور ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کر لی۔

پھر ابوبکر الصدیقؓ نے مجمع کی طرف توجہ کی تو علیؓ المرتضیٰ کو موجود نہ پایا تو ان کو بلوایا۔ علیؓ کے پہنچنے پر ان کو ابوبکر الصدیقؓ نے کہا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں اور داماد ہیں! آپ مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کی لکڑی کو ریزہ ریزہ اور پارہ پارہ دیکھنا چاہتے ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ اے خلیفۂ رسولؐ! میرے حق میں کوئی سرزنش نہیں ہونی چاہیے۔ پھر حضرت علیؓ نے بیعت کی۔"

(۱) السنن الکبریٰ بیہقی جلد ۸ ص ۱۴۳۔ باب قتال اہل البغی۔

(۲) الاعتقاد علی مذہب السلف بیہقی۔ ص ۱۷۸

(۳) البدایہ لابن کثیر، ج ۵ ص ۲۴۹۔ (۴) کنز العمال طبع اول، ج ۳ ص ۱۴۰)۔

دوم (۲) قَالَ اَبُوْعَلِیِّ الْحَافِظُ النَّیْسَابُوْرِیْ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ اِسْحَاقَ بْنَ خُزَیْمَۃَ یَقُوْلُ جَاءَنِیْ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ (اَلْقُشَیْرِیْ) فَسَأَلَنِیْ عَنْ ھٰذَا الْحَدِیْثِ فَکَتَبْتُہٗ لَہٗ فِیْ وَرَقَۃٍ (رُقْعَۃٍ) وَقَرَأْتُ عَلَیْہِ فَقَالَ ھٰذَا حَدِیْثٌ یُسَوِّیْ بَدَنَۃً فَقُلْتُ بَلْ ھٰذَا یُسَوِّیْ بَدْرَۃً۔

"خلاصہ یہ ہے کہ حافظ ابوعلی نیشاپوری کہتے ہیں کہ میں نے ابن خزیمہ سے سنا وہ کہتے تھے (ایک دفعہ) امام مسلم بن الحجاج (قشیری) میرے پاس آئے اور مطالبہ کیا کہ میں (اپنی سند کے ساتھ) ان کو یہ روایت (سابقہ مندرجہ) تحریر کر دوں۔ پس میں نے ان کو (ابی سعید خدری) کی روایت ایک کاغذ پر

تنبیہ:۔ تعبیر راویوں میں روایت بالمعنیٰ ہونے کی وجہ سے قلیل سا فرق پایا جاتا ہے۔ لہٰذا بیہقی کی روایت (سننِ کبریٰ) میں اور البدایہ کی منقولہ روایت میں جو قلیل سا فرق پایا جاتا ہے وہ قابلِ اعتنا نہیں۔ اصل مفہوم روایت ایک ہی ہے۔ اسی طرح مستدرک حاکم میں یہی روایت آ رہی ہے۔ اس میں بھی الفاظ کا تھوڑا سا تفاوت ہو گا لیکن اصل روایت درست ہے۔ روایت بالمعنیٰ میں اس طرح ہو جاتا ہے۔

لکھ کر دی اور پڑھ کر سُنائی تو وہ کہنے لگے کہ یہ روایت تو بدنہ (یعنی قربانی کی گائے یا اونٹ) کے برابر قیمتی ہے۔ مَیں نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ تو بدرہ (یعنی ایک ہزار کی تھیلی کے) مساوی قیمت رکھتی ہے۔

(۱) السنن الکبریٰ بیہقی، ج ۸ ص ۱۴۳ - (۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۵ ص ۲۴۹)

سوم (۳) ——— وقد رواہ الامام احمدؒ عن الثقۃ عن وھیب مختصراً

"اور اس روایت کو امام احمدؒ نے وہیب سے اختصاراً ذکر کیا ہے (زیادہ تفصیل نہیں پائی گئی)

((۱) مُسند احمد جلد ۵ - مسندات زید بن ثابت -

(۲) البدایہ لابن کثیر، ج ۵، ص ۲۴۹)

چہارم (۴) واخرجہ الحاکم فی مستدرکہ من طریق عفان بن مسلم عن وھیب مطولاً کنحو ما تقدّم -

((۱) البدایہ، ج ۶، ص ۳۰۲)

(۲) البدایہ، ج ۵، ص ۲۴۶)

یہ روایت تلاش کرنے سے مستدرک جلد ثالث ج ۳ ص ۷۶، کتاب معرفۃ الصحابہ میں دستیاب ہوگئی ہے۔ بنابریں اس کا خلاصہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ اہلِ علم اصل کتاب سے رجُوع فرمالیں۔

ابوسعید خُدریؓ سے روایت ہے کہ جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا انتقال ہُوا تو خطباءِ انصار کھڑے ہوگئے اور ایک شخص اُن میں سے کہنے لگا اے قومِ مہاجرین جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم تم لوگوں میں سے کسی کو عامل مقرر فرماکر روانہ کیا کرتے تھے تو ہماری قوم انصار سے بھی ایک شخص ساتھ ملا دیتے تھے تو اسی طرح اس امر (خلافت) میں بھی دو شخص والی اور امیر مقرر ہونے چاہییں ایک والی ہم میں سے ہونا چاہیے اور ایک تم لوگوں کی جانب سے۔

ابوسعید کہتے ہیں کہ اسی طرح لگاتار انصار کے خطباء اس امر میں گفتگو کرتے رہے۔ پھر زید بن ثابت اُٹھے، انہوں نے کہا کہ بے شک حضور علیہ السّلام مہاجرین میں سے تھے اور امام مہاجرین سے ہونا چاہیے اور ہم اس کے انصار (یعنی مددگار و معاون) ہوں گے جیسا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے انصار (و مددگار) ہُوا کرتے تھے۔ اب ابوبکر الصدّیقؓ اُٹھے اور فرمایا کہ اے جماعت انصار! جزاکم اللہ خیراً (اللہ تمہیں اچھی جزا دے) تمہارے خطیب (زید بن ثابت) نے ٹھیک بات کہی نیز کہا کہ اگر تم اس کے خلاف کوئی تجویز کرتے تو ہم صلح و مصالحت کے لیے آمادہ نہ ہوسکتے۔ پھر زید (مذکور) ہی نے اُٹھ کر ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی اور کہا کہ یہ تمہارا صاحب (امر) ہے یعنی حاکم ہے، سب اس کی بیعت کرو۔

(پھر بیعت کے بعد اپنی ضروریات کی طرف) اُٹھ کھڑے ہُوئے۔

(اس کے بعد) جب ابوبکر الصدّیقؓ منبر پر تشریف فرما ہُوتے ہیں تو حاضرینِ مجلس میں علی المرتضیٰؓ کو نہ پایا تو اُن کے متعلق دریافت کیا (اس اثنا میں) بعض انصار علی المرتضیٰؓ کے ہاں گئے اور ان کو ساتھ لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت علیؓ کو کہا کہ آپ ابنِ عمِ رسُولؐ (چچا کے بیٹے) ہیں اور دخترِ رسُولؐ کے شوہر ہیں کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی (متحدہ) جماعت میں اختلاف رونما ہوجاتے؟ اور پھُوٹ پڑ جاتے؟ تو علی المرتضیٰؓ نے جواب دیا کہ اے خلیفۂ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) مجھ پہ کوئی سرزنش اور الزام نہیں (یعنی میں حاضر ہوگیا ہُوں ہمیں اِس چیز میں آپ سے کوئی اختلاف نہیں)۔

پھر اسی طرح زبیر بن عوام کی عدم موجودگی پر ابوبکر الصدّیقؓ نے دریافت کیا تو ان کو بھی لوگ جا کر لے آتے۔ ابوبکر الصدّیقؓ نے ان کو بھی کہا کہ آپ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی پھوپھی کے بیٹے ہیں اور حوارِیِ رسُول ہیں! آپ مسلمانوں کے جماعتی اتفاق کو پارہ پارہ

کرنا چاہتے ہیں؟ انہوں نے بھی یہ کہا کہ مجھ پر کچھ الزام و عتاب نہ ہونا چاہیے اَے خلیفہ رسولؐ!
اور دونوں حضرات نے ابوبکر الصدیقؓ سے بیعت کرلی۔"

(۱) مستدرک حاکم، ج ۳ ص ۷۶، کتاب معرفۃ الصحابہ۔

(۲) السنن الکبریٰ بیہقی، ج ۸ ص ۱۴۳، باب قتال اہل البغی۔ الائمۃ من القریش۔

(۳) کنز العمال، ج ۳ ص ۱۳۱۔ طبع اوّل تختی کلاں۔

پنجم (۵) ورویناً من طریق المحاملی عن القاسم بن سعید بن المسیّب عن علی بن عاصم عن الجریری عن ابی نضرۃ عن ابی سعید الخدریؓ فَذَکَرَہٗ مِثْلَہٗ فِی مُبَایَعَۃِ عَلِیٍّ وَالزُّبَیْرِ یَوْمَئِذٍ۔"

(کنز العمال جلد ثالث، ص ۱۴۷، طبع قدیم، حیدرآباد دکن)

یعنی ابن کثیرؒ کہتے ہیں کہ یہ روایت ہمیں محاملی کے ذریعہ سے پہنچی اس نے قاسم بن سعید بن مسیّب سے اس نے علی بن عاصم سے، اس نے الجریری سے۔ اس نے ابونضرہ سے اس نے ابوسعید خدریؓ سے سابقہ روایت کی طرح نقل کی کہ اسی روز علی المرتضیٰؓ اور زبیرؓ بن عوام نے ابوبکر الصدیقؓ کی بیعت کرلی تھی۔" (البدایہ لابن کثیر ج ۶ ص ۳۰۲)

(قال ابن کثیر) ھذا اسناد صحیح محفوظ من حدیث ابی نضرۃ المنذر بن مالک بن قطعۃ عن ابی سعید سعد بن مالک بن سنان المنذری وَفِیْہِ فَائِدَۃٌ جَلِیْلَۃٌ وَھِیَ مُبَایَعَۃُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اِمَّا فِیْ اَوَّلِ الْیَوْمِ اَوْ فِی الْیَوْمِ الثَّانِیْ مِنَ الْوَفَاۃِ وَھٰذَا حَقٌّ فَاِنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ لَمْ یُفَارِقِ الصِّدِّیْقَ فِیْ وَقْتٍ مِّنَ الْاَوْقَاتِ وَلَمْ یَنْقَطِعْ فِیْ صَلٰوۃٍ مِّنَ الصَّلٰوَاتِ خَلْفَہٗ کَمَا سَنَذْکُرُہٗ وَخَرَجَ مَعَہٗ اِلٰی ذِی الْقَصَّۃِ لَمَّا خَرَجَ الصِّدِّیْقُ شَاھِرًا سَیْفَہٗ یُرِیْدُ قِتَالَ اَھْلِ الرِّدَّۃِ کَمَا سَنُبَیِّنُہٗ قَرِیْبًا۔"

"یعنی یہ محاملی کا اسناد صحیح ہے اور محفوظ طریقہ سے ہے۔ ابونضرہ نے ابوسعید سے نقل کیا ہے اور اس سے بڑی مفید چیز ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی بیعت حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ انتقالِ نبوی کے بعد اوّل روز میں یا دوسرے روز ہوئی اور یہی بات حق اور صحیح ہے کیونکہ حضرت علیؓ، حضرت ابوبکرؓ سے کسی وقت میں بھی جدا نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی کسی ایک نماز کے تاہم ان سے پیچھے رہے ہیں (جیسا کہ عنقریب بحث آئے گی)۔ اور جب ابوبکر الصدیقؓ تیغ برہنہ لے کر ذی القصّہ کے مقام کی طرف مرتدوں کے ساتھ جنگ و جدال کے لیے نکلے تو حضرت علیؓ بھی ان کے (معاون بن کر) ان کے ساتھ نکلے تھے (اس کا واقعہ بیان میں آئے گا)۔

البدایہ لابن کثیر ص ۲۴۸-۲۴۹ جلد خامس)

ششم (۶) قَالَ مُوْسٰی بْنُ عُقْبَۃَ فِیْ مَغَازِیْہِ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاھِیْمَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ اَنَّ اَبَاہُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ کَانَ مَعَ عُمَرَ وَاَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَۃَ کَسَرَ سَیْفَ الزُّبَیْرِ ثُمَّ خَطَبَ اَبُوْبَکْرٍ وَاعْتَذَرَ اِلَی النَّاسِ وَقَالَ وَاللّٰہِ مَا کُنْتُ حَرِیْصًا عَلَی الْاِمَارَۃِ یَوْمًا وَّلَا لَیْلَۃً وَلَا سَاَلْتُھَا فِیْ سِرٍّ وَّلَا عَلَانِیَۃٍ فَقَبِلَ الْمُھَاجِرُوْنَ مَقَالَتَہٗ وَقَالَ عَلِیٌّ وَالزُّبَیْرُ مَا غَضِبْنَا اِلَّا لِاَنَّا اُخِّرْنَا عَنِ الْمَشُوْرَۃِ وَاِنَّا نَرٰی اَنَّ اَبَا بَکْرٍ

(ایک توضیح)

لہ قولہٗ مَا غَضِبْنَا اِلَّا اُخِّرْنَا عَنِ الْمَشُوْرَۃِ الخ

یہ روایت جہاں جہاں مروی ہے ان مقامات میں یہ مذکورہ الفاظ بظاہر ذرا سخت معلوم ہوتے

اَحَقُّ النَّاسِ بِهَا اِنَّهٗ لَصَاحِبُ الْغَارِ وَثَانِیَ اثْنَیْنِ وَاِنَّا لَنَعْرِفُ شَرَفَهٗ

---

۴۳ - ہیں اور اس بات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ انتقالِ نبوی کے بعد ان حضرات کے درمیان کوئی بڑا ہنگامہ یا سخت تنازعہ رونما ہوا تھا جس کی وجہ سے یہ لوگ باہمی بڑے غضبناک ہوئے تو اس کے متعلق مختصر سی گذارش ہے کہ جو حضرات ایک مضمون کی روایت کو مختلف طرق سے مروی شدہ کو یکجا کر کے ملاحظہ فرمانے کے عادی ہیں۔ ان پر مخفی نہیں ہے کہ ایک واقعہ ذکر کرنے میں رواۃ میں سے راوی کی تعبیر کو بڑا دخل ہوتا ہے ۔ ایک ہی بات کو معبّر سخت الفاظ سے بھی تعبیر کر دیتا ہے اور نرم الفاظ سے بھی ادا کر سکتا ہے۔ لہٰذا خدریؓ کی اس روایت میں بھی یہی صورت واقع ہوئی ہے ۔

وجہ یہ ہے کہ اس روایت کے ماسوا روایات جو اس موقعہ کی ابو سعید خدریؓ سے مروی ہیں یا دوسرے کسی صحابی سے منقول ہیں (بشرطیکہ صحیح و معتبر ہوں) ان میں مَا غَضِبْنَا والے الفاظ نہیں پائے جاتے تو معلوم ہوا کہ کسی راوی نے اس بات کو ان الفاظ کے ساتھ تعبیر کر دیا ہے ۔

اور یہ حقیقت ہے کہ اس موقعہ پر سقیفہ والے پہلے اجتماع میں حضرت علیؓ حاضر و شامل نہ تھے وہاں خلیفہ کا انتخاب ہو گیا۔ حضرت علی یا بعض دیگر حضرات جو اس وقت موجود نہ تھے ان کو اگر اوّل اوّل عدمِ شمولیّت کا افسوس ہوا ہو تو یہ کچھ بعید نہیں ۔ یہ جو کچھ اس موقعہ پر اختلاف معلوم ہوتا ہے یہ تمام تر وقتی طور پر اختلاف رائے کے درجہ میں ہے اور کسی مسئلہ میں اختلاف رائے کا پایا جانا اہلِ عقل اور اہلِ فہم کے نزدیک معیوب نہیں اور اس کو کوئی بُرا نہیں جانتا ۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس موقعہ کے وقتی اختلاف رائے کو (جو ان بزرگوں نے ایک دو روز کے اندر ہی بیعت کر کے ختم کر دی تھی) رواۃ نے غضب وغیرہ کے الفاظ میں نقل کر دیا ۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں ۔ کیونکہ خود انہی روایات میں مندرج ہے کہ حضرت علیؓ ابو بکر الصدیقؓ کو اس خلافت و امارت کا زیادہ حقدار تسلیم کر رہے ہیں اور ان کی اس اہلیت کے متعلق فضائل و دلائل پیش فرما رہے ہیں ۔ یہ سب چیزیں اس بات کا قرینہ ہیں کہ مشورہ کا یہ اختلاف بالکل عارضی اور وقتی تھا ۔ قلبی عناد نہیں رکھتے تھے اور کوئی دلی عداوۃ ان کے درمیان نہیں تھی ۔ واللہ علی ما نقول وکیل ۔[۴۴]

وَخَیْرَہٗ وَلَقَدْ اَمَرَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالصَّلٰوۃِ بِالنَّاسِ وَھُوَ حَیٌّ - اِسْنَادُہٗ جَیِّدٌ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ ۔

(۱) مستدرک حاکم، کتاب معرفۃ الصحابہ، ج ۳ ص ۶۶ -

(۲) السنن الکبریٰ بیہقی، باب قتال اہل البغی جلد ۸ ص ۱۵۲-۱۵۳

(۳) الاعتقاد علیٰ مذہب السلف للبیہقی ص ۱۷۹ - طبع مصر

(۴) البدایہ لابن کثیر، جلد خامس ص ۲۵۰ - ج ۶ ص ۳۰۲ -

وھذا اللائق بعلیّ رضی اللہ عنہ والذی یدلّ علیہ الآثار من شہودہٖ معہٗ الصلوات وخروجہٖ معہٗ الیٰ ذی القصّۃ بعد موت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کما سنوردہٗ وبذلہٗ لہٗ النصیحۃ

---

۴۴ - نیز مذکورہ قابلِ اعتراض کلمہ کے متعلق اہلِ فہم اور اہلِ دانش فرمایا کرتے ہیں کہ باہمی رنج اور آپس میں رنجیدگی عموماً دو وجہ سے ہوتی ہے ۔ گاہے بوجہ عداوۃ اور دشمنی کے ہوتی ہے اور کبھی محبّت کی بنا پر ہوتی ہے ۔ پھر عداوۃ کی وجہ سے تو ظاہر ہے کہ دشمن کو دشمن کے ساتھ رنج ہوتا ہے اور محبّت کی وجہ سے رنجیدگی اس طرح ہوتی ہے کہ دوست دوست کی مرضی کے خلاف یا خلافِ توقع کام کر ڈالتا ہے تو یہ رنج فقط محبت و تعلق کی بنا پر ہوتا ہے ۔ اگر باہمی تعلق نہ ہوتا تو یہ دکھ بھی نہ ہوتا ۔

واقعہ بیعت میں بھی یہی صورت پیش آئی ۔ حضرت علیؓ المرتضیٰؓ و حضرت زبیرؓ بن العوام کو اگر کچھ رنجیدگی پیش آئی تو اسی باہمی تعلق کی بنا پر تھی ۔ اپنوں سے امید کے برخلاف ایک کام صادر ہو جاتا ہے تو ظاہر ہے کہ انسان کو وقتی طور پر ناگوار معلوم ہوتا ہے اور اس ناگواری کی بنا آپس کا تعلق وارتباط اور محبّت ہی ہوتی ہے ۔ لہٰذا ما غضبنا الّا انّا اخّرنا عن المشورۃ کا جملہ اگر رواۃ کی طرف سے روایت میں مدرج و مخلوط نہیں تو اس کا صادر ہونا بھی اسی مذکورہ شکل میں ہے ۔ ایسے کہیے کہ برادرانہ شکوہ ان کلمات کے ساتھ ظاہر فرمایا ہے ۔ (منہ)

وَالْمَشُوْرَةَ بَيْنَ يَدَيْهِ ۔ (البدایہ لابن کثیر جلد سادس، ص ۳۰۲ ۔)

(تحت سنۃ احدی عشرۃ، خلافۃ الصدیق وما کان فی ایامہ)

حاصل یہ ہے کہ:

"حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ موسیٰ بن عقبہ نے اپنے مغازی میں مذکور اسناد کے ساتھ عبدالرحمٰن بن عوف سے (واقعہ بیعت کو) نقل کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف اور محمد بن مسلمہ (انصاری) عمر بن الخطابؓ کے ساتھ تھے۔ محمد بن مسلمہ نے (اس خوف سے کہ کہیں فتنہ برپا نہ ہو جائے) زبیرؓ سے تلوار لے کر توڑ ڈالی۔ اس کے بعد ابوبکر الصدیقؓ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور اپنی معذرت پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی قسم مجھے اس امارۃ وخلافت کی خاطر رات دن میں کبھی حرص نہیں ہوئی اور نہ میں نے پوشیدہ یا علانیہ کبھی اس کی طلب کی۔ پس مہاجرین نے ان کی معذرت کو بجا قرار دیا۔ اور حضرت علیؓ اور زبیرؓ نے (اپنا اظہار خیال فرماتے ہوئے) فرمایا کہ ہماری (وقتی) شکر رنجی اور (عارضی) کشیدگی کی صرف وجہ یہ ہوئی ہے کہ ہم (اول موقعہ پر) مشورہ میں شامل نہیں رکھے گئے۔ بے شک ہم ابوبکر کو (خلافت کیلئے) سب لوگوں سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں۔ یقیناً یہ صاحبِ غار ہیں (جن کا لقب "ثانی اثنین" ہے)۔ ہم ان کی شرافت و بزرگی کے معترف ہیں۔ اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی حیات میں ان کو تمام لوگوں کی نماز کا امام مقرر فرمایا تھا"

اس روایت کی سند عمدہ ہے۔

—— پھر ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ علی المرتضیٰؓ کے شایانِ شان بھی یہی چیز ہے اور اس چیز پر روایات دلالت کرتی ہیں کہ:

(۱) حضرت علیؓ ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ تمام نمازوں میں حاضر اور شامل رہتے تھے۔"

(۲) اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (قتالِ مرتدین کے لیے) حضرت علیؓ ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ مل کر (مدینہ سے باہر) نکلے تھے۔"

(۳) اور ابوبکر الصدیقؓ کے حق میں حضرت علیؓ ہمیشہ خیر خواہی و نصیحت کے ساتھ پیش آتے رہے اور مشورہ میں شریکِ کار رہے۔ (البدایہ لابن کثیر جلد ۶، ص ۳۰۲)۔

(۷)

مذکورہ روایات کے بعد احمد بن یحییٰ الشہیر بلاذری (المتوفی ۲۷۹ھ) کی ایک روایت انساب الاشراف سے پیش کی جاتی ہے۔ جو تعجیل بیعت کے مسئلہ کو صاف طور پر بیان کرتی ہے اور مندرجہ بالا روایات کی مکمل تائید کرتی ہے۔

..... ثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ اَنْبَأَنَا الْجَرِيْرِيُّ عَنْ اَبِيْ نَضْرَةَ قَالَ لَمَّا بَايَعَ النَّاسُ اَبَا بَكْرٍ اِعْتَزَلَ عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ فَبَعَثَ اِلَيْهِمَا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَزَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَاَتَيَا مَنْزِلَ عَلِيٍّ فَقَرَعَا الْبَابَ فَنَظَرَ الزُّبَيْرُ مِنْ قَتْرَةٍ ثُمَّ رَجَعَ اِلَى عَلِيٍّ فَقَالَ هٰذَانِ رَجُلَانِ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَلَيْسَ لَنَا اَنْ نُقَاتِلَهُمَا قَالَ افْتَحْ لَهُمَا ثُمَّ خَرَجَا مَعَهُمَا حَتّٰى اَتَيَا اَبَا بَكْرٍ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا عَلِيُّ اَنْتَ ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَصِهْرُهٗ (صلعم) فَتَقُوْلُ اِنِّيْ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ۔ لَاهَا اللّٰهِ لَاَنَا اَحَقُّ بِهٖ مِنْكَ۔ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ (صلعم) اُبْسُطْ يَدَكَ اُبَايِعْكَ فَبَسَطَ يَدَهٗ فَبَايَعَهٗ۔ ثُمَّ قَالَ لِلزُّبَيْرِ (بن عوام) تَقُوْلُ اَنَا ابْنُ عَمَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَحَوَارِيُّهٗ وَفَارِسُهٗ وَاَنَا اَحَقُّ بِالْاَمْرِ۔ لَاهَا اللّٰهِ اَنَا اَحَقُّ بِهٖ مِنْكَ فَقَالَ لَا تَثْرِيْبَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُبْسُطْ يَدَكَ فَبَسَطَ يَدَهٗ فَبَايَعَهٗ"

(انساب الاشراف بلاذری ص ۵۸۵ جلد اول طبع مصری۔ جدید طبع سن طباعت ۱۹۵۹ء)

حاصل روایت یہ ہے کہ جب لوگوں نے ابوبکرؓ سے بیعت کی تو (اُس وقت)
علی المرتضیٰ اور زُبیر بن عوام (بیعت سے الگ رہے) پس ابوبکر الصدیقؓ نے
ان دونوں کی طرف عُمر بن الخطابؓ اور زیدؓ بن ثابت انصاری کو بھیجا۔ حضرت
علیؓ کے مکان پر پہنچ کر دستک کی۔ زُبیرؓ نے (اس وقت) دروازہ کی طرف
نگاہ ڈالی اور لوٹ کر حضرت علیؓ کو کہنے لگے کہ یہ دونوں بزرگ بہشتی لوگوں
میں سے ہیں۔ ان سے ہمارا جھگڑا کھڑا کرنا درست نہیں۔ پھر علی المرتضیٰؓ کے
کہنے پر دروازہ کھول دیا اور باہر تشریف لا کر ان دونوں کے ساتھ ہو لیے
حتیٰ کہ دونوں حضرات ابوبکر الصدیقؓ کے پاس پہنچے۔ ابوبکرؓ کہنے لگے کہ اے
علیؓ، آپ رسُولِ خدا کے چچا زاد بھائی ہیں اور داماد نبوی ہیں۔ آپ اس معاملہ
(خلافت) میں اپنے آپ کو زیادہ حقدار خیال کرتے ہیں۔ (واقع میں) مَیں
زیادہ مستحق ہُوں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اے خلیفۂ رسولِ خدا، کوئی سرزنش
نہیں ہونی چاہیے، ہاتھ پھیلائیے مَیں بیعت کرتا ہُوں۔ ابوبکرؓ نے ہاتھ آگے
کیا اور حضرت علیؓ نے بیعت کی۔

پھر ابوبکر الصدیقؓ نے زبیر بن عوام کو اسی طرح کہا کہ اے زُبیر! آپ
حضور علیہ السّلام کے پھوپھی زاد بھائی ہیں اور حواریٔ رسُول ہیں اور شاہ سوار
ہیں۔ آپ اپنے متعلق خیال رکھتے ہیں کہ اس کام کے آپ زیادہ مستحق ہیں
(حالانکہ مَیں زیادہ حق رکھتا ہُوں) تو زُبیر بن عوام نے کہا کہ اے خلیفۂ رسُولِ
خدا عتاب و ملامت نہیں ہونی چاہیے۔ اپنا ہاتھ دراز کیجیے۔ انہوں نے
اپنا ہاتھ دراز کیا اور زُبیرؓ نے بیعت کر لی۔"

ان تمام روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علیؓ نے صدیقِ اکبرؓ کے ساتھ تعجیلاً
بیعت کر لی تھی، شش ماہ تاخیر کرنے کا مسئلہ راویوں کا اپنا گمان و خیال ہے (اور حقیقت

کے خلاف ہے) جس کو اصل روایات میں ملا دیا گیا ہے تعجیل کی روایات کے اسانید میں ابنِ
شہاب زُہری راوی نہیں۔ زہری کے ماسوا راویوں کی یہ روایات ہیں جن میں تاخیرِ بیعت
کا کوئی ذکر نہیں اور تاخیرِ بیعت کی مرویات میں ابنِ شہاب زُہری راوی ہر جگہ موجود ہے
اس چیز کو ناظرینِ کرام اچھی طرح ملحوظ رکھیں۔ عنقریب اس امر کی تحقیق و تفصیل آ رہی ہے۔

قارئینِ کرام کی معلومات میں اضافہ کے لیے اور افادہ کی خاطر درج کیا جاتا ہے کہ
مذکورہ روایات میں جو روایت موسیٰ بن عقبہ کے مغازی سے منقول ہے اس کو شیعہ
علماء نے بھی اپنی کتابوں میں اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس پر کوئی نقد و جرح نہیں
کی۔ چنانچہ نہج البلاغہ کے مشہور شارح ابن ابی الحدید شیعی نے اپنی شرح نہج میں اس
روایت کو نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

قَالَ عَلِیٌّ وَالزُّبَیْرُ مَا غَضِبْنَا اِلَّا فِی الْمَشُوْرَۃِ وَاِنَّا لَنَرٰی اَبَابَکْرٍ اَحَقَّ
النَّاسِ بِهَا اِنَّهٗ صَاحِبُ الْغَارِ وَاِنَّا لَنَعْرِفُ لَهٗ سِنَّهٗ . . . . .
وَاَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ بِالصَّلٰوۃِ وَهُوَ حَیٌّ "

(شرح نہج البلاغہ حدیدی بحث بقیۃ السقیفۃ واختلاف آراء الناس بعد النبیؐ)
جلد اول، ص ۴۵ ا جلد اوّل طبع بیروت در چہار جلد کلاں)

(خلاصہ یہ ہے) کہ:
حضرت علیؓ اور زبیرؓ بن عوام دونوں نے کہا کہ ہماری یہ (عارضی) رنجیدگی
صرف مشورہ میں نہ شامل ہو سکنے کی وجہ سے ہوئی (حالانکہ) ہم ابوبکرؓ کو اور
لوگوں سے خلافت کا زیادہ حقدار جانتے ہیں۔ اور غار کی صحبت کی فضیلت
ان کو حاصل ہے (یعنی ثانی اثنین کا لقب رکھتے ہیں) ہم ان کی بزرگی کا
اعتراف کرتے ہیں، اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کو اپنی زندگی
میں (مسلمانوں کی) نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔"

اب ان تمام پیش کردہ روایات کا حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد ایک دو روز کے اندر جلد ہی حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت کر لی تھی اور ان کے مسلمہ فضائل و مناقب کا اعتراف کرتے ہوئے ان کو خلیفہ برحق تسلیم کر لیا تھا۔ ششماہ کی تاخیر قطعاً بیعت میں واقع نہیں ہوئی۔

چند دیگر روایات

مسئلہ بیعت کے سلسلہ میں مزید روایات بھی ملتی ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا کہ مسجد نبوی میں بیعت کے لیے ابوبکر الصدیقؓ بیٹھ گئے ہیں تو اسی وقت تشریف لا کر بیعت کر لی، کوئی تاخیر نہیں کی۔

البتہ بعض دوسری روایات میں تھوڑا سا مؤخر ہونے کا ذکر پایا گیا ہے لیکن وہ بھی دو روز کے اندر کی بات ہے اس سے زیادہ نہیں۔

اب ہم آپ کے سامنے دونوں نوع کی روایات مختصراً بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔

پہلی نوع کی روایت ابن جریر طبری نے تاریخ طبری باب حدیث السقیفہ میں ذکر کی ہے۔

. . . . عَنْ حَبِیْبِ بْنِ اَبِیْ ثَابِتٍ قَالَ کَانَ عَلِیٌّ فِیْ بَیْتِہٖ اِذْ اُتِیَ فَقِیْلَ لَہٗ قَدْ جَلَسَ اَبُوْبَکْرٍ لِلْبَیْعَۃِ فَخَرَجَ فِیْ قَمِیْصٍ مَا عَلَیْہِ اِزَارٌ وَّلَا رِدَاءٌ عَجِلًا کَرَاھِیَۃً اَنْ یُّبْطِئَ عَنْھَا حَتّٰی بَایَعَہٗ ثُمَّ جَلَسَ اِلَیْہِ وَبَعَثَ اِلٰی ثَوْبِہٖ فَاَتَاہُ فَتَجَلَّلَہٗ وَلَزِمَ مَجْلِسَہٗ۔"

"یعنی حبیب بن ابی ثابت روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ اپنے گھر تشریف رکھتے تھے، اطلاع ملی کہ حضرت ابوبکرؓ بیعت (خلافت) کے لیے مسجد میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو حضرت علیؓ بلا تاخیر فوراً ضروری لباس میں گھر سے باہر تشریف لاتے اور مجلس بیعت میں پہنچ کر حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ

بیعت کی اور اس جگہ ان کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ وہاں سے آدمی بھیج کر گھر سے اوپر اوڑھنے کی چادر وغیرہ منگائی اور مجلس ہذا میں شامل رہے۔"

(تاریخ ابن جریر طبری ج ۳ ص ۲۰۱۔ تحت السنۃ الحادی عشر۔ باب حدیث السقیفہ)

اس روایت سے صاف ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت علیؓ نے ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کی۔

دوسرے نوع کی وہ روایات ہیں جن میں حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد قرآن مجید جمع کرنے کا پروگرام ذکر کیا ہے۔ استیعاب ابن عبدالبر وغیرہ میں ہے کہ:

. . . لَمَّا بُوْیِعَ اَبُوْبَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَبْطَاَ عَلِیٌّ عَنْ بَیْعَتِہٖ وَجَلَسَ فِیْ بَیْتِہٖ فَبَعَثَ اِلَیْہِ اَبُوْبَکْرٍ مَا اَبْطَاَ بِکَ عَنِّیْ اَکَرِھْتَ اِمَارَتِیْ؟ فَقَالَ عَلِیٌّ مَا کَرِھْتُ اِمَارَتَکَ وَلٰکِنِّیْ اٰلَیْتُ اَنْ لَّا اَرْتَدِیَ رِدَائِیْ اِلَّا اِلٰی صَلٰوۃٍ حَتّٰی اَجْمَعَ الْقُرْاٰنَ[1]۔"

---

[1] قولہ اجمع القرآن ۔ خاص صاحب علم حضرات کی توجہ کے لیے عرض کیا جاتا ہے کہ اثبات بیعت کے لیے ہم نے متعدد روایات پیش کی ہیں۔ اس کے بعد یہ روایات جن میں جمع قرآن مجید کا ذکر موجود ہے بظاہر سابقہ پیش کردہ روایات کے خلاف نظر آتی ہیں۔ ان کی توفیق کے لیے ایک توجیہ ہم نے عرض کر دی ہے اور قواعد کے اعتبار سے یہ معروض ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا یہ مذکورہ اثر عام طور پر محمد بن سیرین (مشہور تابعی) سے منقول پایا جاتا ہے اور بعض مواضع میں عکرمہ (تابعی) سے بھی مذکور ہے۔ اس کے متعلق فاضل سیوطیؒ نے اپنی تصنیف "اتقان" میں حافظ ابن حجرؒ کے حوالہ سے یہ نقل کیا ہے کہ:

(باقی ص ۲۱۸ پر)

"حاصل یہ ہے کہ جب ابوبکر الصدیقؓ سے لوگوں نے بیعت کی تو علی المرتضیٰؓ نے اِس بیعت سے تاخیر کی اور اندرونِ خانہ بیٹھے رہے پس ابوبکر الصدیقؓ نے ان کی طرف آدمی بھیج کر دریافت کیا کہ آپ (بیعت کے معاملہ میں) مؤخر کیوں ہوتے ہیں؟ کیا آپ ہمارے امیر بننے کو ناپسند کرتے ہیں؟ تو علی المرتضیٰؓ نے جواب دیا کہ میں نے آپ کی امارت کو ناپسند نہیں کیا لیکن مَیں نے قسم کھا رکھی ہے کہ مَیں اپنے اوپر چادر

(بقیہ حاشیہ ص ۲۱۷) قال ابن حجر ھٰذا الاثر ضعیف لانقطاعہٖ وبتقدیر صحتہٖ فمرادہٗ بجمعہٖ حفظہٗ فی صدرہٖ۔"

(الاتقان للسیوطی جلد اول ص ۵۷۔ النوع الثامن عشر فی جمعہٖ وترتیبہٖ)

یعنی اثر منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے (متصل السند نہیں) اور بالفرض اس کی صحت تسلیم کرلی جائے تو جمع کرنے کا مطلب اپنے سینہ میں محفوظ کر لینا اور یادداشت میں کرلینا مقصود ہے۔"

نتیجہ یہ ہوا کہ ان اکابر علماء کے نزدیک بھی جمعِ قرآن کی روایات تعجیلِ بیعت کی روایات کے خلاف نہیں ہیں۔ فافہم۔

تنبیہ۔ اہلِ علم کی توجہ کے لیے مزید عرض ہے کہ بعض مقام میں جمع قرآن والی روایت جو عکرمہ سے مروی ہے یعنی عکرمہ حضرت علیؓ سے ذکر کرتا ہے تو یہ بھی مرسل ہے جیسا کہ ابن ابی حاتم رازی نے اپنی کتاب کتاب المراسیل میں تصریح کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ "قال ابو زرعہ عکرمۃ عن علیؓ مرسل"

(کتاب المراسیل ص ۱۰۱۔ مطبوعہ مکتبۃ المثنیٰ بغداد)

اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب میں بھی ابی زرعہ کا قول روایت کے مرسل ہونے کے متعلق درج کیا ہے جہاں عکرمہ (مولیٰ ابن عباسؓ) کا ترجمہ ختم کیا ہے وہاں مذکور ہے۔ رجوع فرمالیں۔ فلہٰذا مسئلہ بیعت میں جو روایات صحیح اور متصل السند ہیں ان کو ترجیح ہوگی اور جو روایات ان کے مقابلہ میں مرسل و منقطع ہوں وہ مرجوح قرار پائیں گی۔" (منہ)

نہیں اوڑھوں گا۔ مگر نماز پڑھنے کے لیے، حتیٰ کہ میں قرآن مجید کو (مختلف مواضع) سے جمع کرلوں۔"

(الاستیعاب جلد ثانی معہ اصابہ ج ۲ ص ۲۴۴۔ تذکرہ صدیق)

تو اس سے معلوم ہوا کہ پہلے قرآن مجید کو جمع کرنے کا کام شروع فرمایا ہے پھر بیعت کی ہے۔

اب گذارش یہ ہے کہ جمع قرآن والی روایات کو اگر بالفرض والتقدیر درست تسلیم کرلیا جائے تب بھی ان کو سابقہ روایات کے ساتھ اس طرح مطابق بنایا جاسکتا ہے کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت علیؓ کی اوّل اوّل یہ رائے قائم ہوئی تھی کہ قرآن مجید کو جمع کرنا سب سے مقدم کام ہے مگر بعد میں رائے تبدیل ہوئی کہ حالات کا تقاضا یہ ہے کہ مسئلہ بیعت کو سب سے مقدم سرانجام دینا چاہیے۔ اس لیے سبقت فرماتے ہوئے تمام صحابۂ کرام (مہاجرین و انصار) کے ساتھ اسلام کے اس اہم مسئلہ میں موافقت کرتے ہوئے بیعت کرلی اور اپنے سابقہ پروگرام کو دوسرے وقت کے لیے ذرا مؤخر کر دیا (جیسا کہ بعض مرویات میں ثُمَّ خَرَجَ فَبَایَعَہٗ کے الفاظ اس کی تائید کرتے ہیں) اِس طریقہ سے یہ روایات مفہوماً ایک دوسرے کے قریب ہو سکتی ہیں۔ اللہ اعلم بالصواب۔

فصل ثانی (برائے جوابات)

گذارش ہے کہ اس فصل میں مسئلہ بیعت کی متعلقہ روایات میں توجیہ و تطبیق و ترجیح و تحقیق وغیرہ اختصاراً بیان کرنے کا ارادہ ہے فلہٰذا اس میں علمی مصطلحات و اطلاقات ذکر ہونگے جو عوام قارئین کرام کی لیاقت سے بالاتر ہونگے۔ بنا بریں عرض ہے کہ اُمید ہے عوام حضرات اس بات پر ملال نہیں فرمائیں گے۔ گویا یہ فصل صرف اہلِ علم کے مناسب ہے۔ نیز عرض ہے کہ اگر کوئی چیز خلافِ تحقیق معلوم ہو اور قابلِ اِصلاح نظر آئے تو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔ البتہ اَلْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ کا قول بھی پیشِ نظر رکھیں اور دعائے خیر سے یاد فرماویں۔

گذشتہ فصل میں حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ تعجیلاً بیعت کرنا ثابت کیا گیا ہے۔ اور سُننِ کبریٰ بیہقی، مُستدرک حاکم، ابن جریر طبری، البدایہ لابن کثیر وغیرہ سے چند روایات ہم نے نقل کر دی ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں مسئلہ ہٰذا کے اثبات کی خاطر روایات کا ایک ذخیرہ ہے جس میں سے چند ایک روایات ہم نے یہاں درج کی ہیں۔ یہ مسئلہ ہٰذا کا مثبت پہلو ہے۔ اس کی دوسری جانب یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے ایک مدت تک بیعت نہیں کی۔ یہ اس مسئلہ کا منفی پہلو ہے۔ منفی مضمون کی روایات بھی کتبِ حدیث و تاریخ میں پائی جاتی ہیں۔

اب معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ کونسی چیز درست ہے؟ منفی مضمون کی روایات صحیح ہیں یا غیر صحیح؟ اگر غیر صحیح ہیں تو قابلِ توجہ ہی نہ ہونگی اور متروک العمل ہونگی اور اگر سنداً صحیح ہیں تو پھر ان کا کیا محمل ہے؟ ان کی کیا توجیہ ہے؟ قواعد کے اعتبار سے ان کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟

فلہٰذا اکابر علماء و مشہور مُصنّفین کے بیانات کی روشنی میں چند چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ اُمید ہے کہ ان کے ملاحظہ کے بعد مسئلہ ہٰذا بڑی عمدگی سے صاف ہو سکے گا۔ (بعونہ تعالیٰ)

—— تعجیلاً بیعت کی نفی کنندہ روایات میں سب سے اہم وہ مرویات ہیں جن میں مذکور ہے کہ حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد جب تک حضرت فاطمہؓ حیات میں تھیں (یعنی شش ماہ تک) حضرت علیؓ نے ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت نہیں کی تھی بلکہ بعض مواضع میں مذکور ہے کہ بنی ہاشم میں سے کسی ایک نے بھی اس مدت تک بیعت نہیں کی تھی فلہٰذا اوّلاً ان کے متعلقات ذکر کرنے مناسب ہیں۔

(۱)

گذارش ہے کہ ایک عام تفحص و جستجو کے مطابق شش ماہی والی روایت بخاری جلد ثانی، مسلم جلد ثانی، مسند ابی عوانہ جلد رابع، سُننِ کبریٰ بیہقی، تاریخ ابن جریر طبری (بحث السقیفہ) جلد ثالث، کتاب انساب الاشراف بلاذری جلد اوّل وغیرہ میں پائی جاتی ہے۔

ان تلاش شدہ مقامات کی سند میں سب مواضع میں ابن شہاب زہری موجود ہیں اور اس روایت میں غور و فکر کرنے سے دریافت ہوا کہ تمام روایت غلط نہیں بلکہ اس جگہ اصل روایت صحیحہ میں تخلیط اور راوی کی جانب سے ادراج ہے۔ ان مخلوط شدہ اشیاء میں سے ایک یہ چیز بھی ہے کہ مدتِ حیاتِ فاطمہؓ میں یعنی شش ماہ تک حضرت علیؓ نے بیعت نہیں کی۔ اور بعض جگہ یہ مزید اضافہ ہے کسی ایک بنی ہاشم نے بھی بیعت نہیں کی تھی۔

چنانچہ اس موقع کی روایت کے مدرج الفاظ اس طرح پائے جاتے ہیں:۔

۱/۲ "فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ (فَاطِمَةُ) اِسْتَنْكَرَ عَلِيٌّ وُجُوْهَ النَّاسِ فَالْتَمَسَ مُصَالَحَةَ اَبِيْ بَكْرٍ وَمُبَايَعَتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْاَشْهُرَ الخ"

(۱) بخاری شریف، جلد ثانی۔ آخر غزوہ خیبر۔

(۲) مسلم، جلد ثانی، باب حکم الفئ

(۳) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لَمْ يُبَايِعْ عَلِيٌّ اَبَا بَكْرٍ حَتّٰى مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ فَلَمَّا مَاتَتْ ضَرَعَ اِلٰى صُلْحِ اَبِيْ بَكْرٍ الخ ۔ ۔ ۔ ۔

(۳) انساب الاشراف بلاذری، جلد اوّل، ص ۵۸۶ ۔

(۴، ۵) فَقَالَ رَجُلٌ لِلزُّهْرِيِّ اَفَلَمْ يُبَايِعْهُ عَلِيٌّ سِتَّةَ اَشْهُرٍ قَالَ لَا وَلَا اَحَدٌ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ حَتّٰى بَايَعَهُ عَلِيٌّ الخ

(۴) تاریخ ابن جریر طبری بحث السقیفہ)

(۵) مسند ابی عوانہ جلد ۴، ص ۱۴۶)

(۶) قَالَ مَعْمَرٌ قُلْتُ لِلزُّهْرِيِّ كَمْ مَكَثَتْ فَاطِمَةُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سِتَّةَ اَشْهُرٍ فَقَالَ رَجُلٌ لِلزُّهْرِيِّ فَلَمْ يُبَايِعْهُ عَلِيٌّ حَتّٰى مَاتَتْ فَاطِمَةُ قَالَ وَلَا اَحَدٌ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ ۔

(السنن الکبریٰ ج ۶ ص ۳۰۰ ۔ کتاب قسم الفیٔ والغنیمۃ)

جملہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ مصالحت و صلح کر کے بیعت کر لی اور حضرت فاطمہؓ کا شش ماہ کے بعد انتقال ہوا ۔ ان چھ ماہ تک نہ حضرت علیؓ نے بیعت کی اور نہ بنی ہاشم میں سے کسی ایک نے بیعت کی ۔

—— پیش کردہ حوالہ جات کے الفاظ میں تدبّر فرماویں ۔ یہ حضرت عائشہ کی روایت کا ایک درمیانی حصہ ہیں ۔ ایک شخص مردِ مذکر زہری صاحب کو کہتا ہے، پھر زہری خود جواب دیتے ہیں کہ نہ حضرت علیؓ نے شش ماہ بیعت کی نہ کسی فرد بنی ہاشم نے ابوبکر الصدیقؓ سے بیعت کی ۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا کلام یہ ہرگز نہیں ۔ یہ اس راوی کا اپنا ظنِ لطیف اور زعمِ شریف ہے ۔ قَالَ و قَالَتْ کے مقولہ میں بدیہی فرق ہر ایک ہی علم خوب جانتا ہے وہ یہاں موجود ہے ۔ ان سے مافوق کون سے قرینہ کی حاجت

باقی ہے ؟

بس اتنی چیز ہے کہ بخاری و مسلم کی عبارت میں راوی کی طرف سے اختصارًا وجہ سے قال رجل للزہری یا قلت للزہری وغیرہ اس موقعہ کے کلمات ع سے ساقط ہیں اور تاریخ طبری، مسند ابی عوانہ، سنن کبریٰ بیہقی وغیرہ میں یہ کلمات واضحاً موجود ہیں جو اصل واقعہ کو صاف صاف بیان کر رہے ہیں کہ مضمون جناب ابن شہاب زہری کی جانب سے روایت میں مُدرج و مخلوط ہے ۔ (یا اُولی الابصار) ۔

مسلم شریف جلد ثانی میں چند ایک چیزیں علامہ ابن شہاب زہریؒ کے متعل ہوتی ہیں ۔ یہاں ان کا ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہیں ہے ۔

(۱)

مسلم شریف کتاب الوصیۃ کی چھٹی حدیث میں زہری کی طرف سے ادراج موجود ہے ۔ اس روایت کا اسناد اس طرح ہے :

" حدثنا یحیی بن یحیی التمیمی قال انا ابراہیم بن سعد عن ابن شہاب (الزہری) عن عامر بن سعد عن ابیہ قال عادنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ "

(اس روایت کے آخر میں یہ لفظ ہے کہ " قال رثی لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ان توفی بمکۃ "

آخری جملہ کے متعلق امام نوویؒ نے شرح مسلم میں لکھا ہے کہ " ھٰذا ھو کلام الراوی ولیس ھو من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم "

بعد ازاں اختلاف ذکر کیا ہے کہ یہ کس راوی کا کلام ہے ؟ پھر فرمایا ہے :

" قال القاضی (العیاض) واکثر ما جاء انہ من کلام الزہری ۔ ۔ ۔ ۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۴۰۔ کتاب الوصیۃ۔ طبع نور محمدی)

روایت ہذا میں ثابت ہوا اور علماء نے تصریح کر دی کہ یہ ادراج ابن شہاب زہریؒ کی طرف سے ہے۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ امام مسلم بن حجاج نے مسلم شریف جلد ثانی کتاب الایمان والنذور میں ابن شہاب زہری کے متعلق لکھا ہے کہ ابن شہاب زہری بعض دفعہ عمدہ اسانید کے ساتھ روایات ذکر کر دیتے ہیں، ان کے نقل کرنے میں وہ منفرد ہوتے ہیں اور کوئی راوی ان کے ساتھ شریک نہیں ہوتا۔ امام مسلم کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

"قَالَ ابو الحسین (مسلم بن حجاج القشیری) ھٰذا الحرف (قَولُهٗ تَعَالیٰ اقامرکَ فَلْيَتَصَدَّقْ) لَا يَرْوِيهِ اَحَدٌ غَيْرُ الزُّهْرِیّ قَالَ وَلِلزُّهْرِیّ نَحْوٌ مِنْ تِسْعِيْنَ حَرْفًا يَرْوِيْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُشَارِكُهٗ فِيْهِ اَحَدٌ بِاَسَانِيْدَ جِيَادٍ۔"

(مسلم شریف جلد ثانی۔ کتاب الایمان والنذور۔ النہی عن الحلف لغیر اللہ)

(۳)

تیسری یہ چیز معروض ہے کہ مسلم شریف جلد ثانی کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم میں روایت ہے:۔

"... سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِیّ سَمِعَ جُبَيْرَ بْنَ مُطْعِمٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَّ اَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ يُمْحٰی بِیَ الْكُفْرُ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی عَقِبِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ۔"

اس کے بعد اسی باب کی تیسری سند میں مذکور ہے کہ وفی حدیث معمر قال قُلْتُ لِلزُّهْرِیّ وَمَا الْعَاقِبُ؟ قَالَ الَّذِیْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ۔

(مسلم شریف ج ۲ ص ۲۶۱ کتاب الفضائل باب فی اسمائہ)

عاقب کی یہ تفسیر زہری نے کی ہے۔ اس کو علماء نے ادراج فی الروایۃ کہا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالک جلد ثالث کے آخر میں مذکور حدیث (وَاَنَا الْعَاقِبُ) کے تحت ذکر کیا ہے کہ:

"زَادَ مُسْلِمٌ وَغَيْرُهٗ مِنْ طَرِيْقِ ابْنِ عُيَيْنَةَ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ وَهُوَ مُدْرَجٌ مِنْ تَفْسِيْرِ الزُّهْرِیِّ۔"

(تنویر الحوالک شرح مؤطا مالکؒ، ج ۳ ص ۱۶۳ آخر جلد ثالث۔ طبع مصری)

یہ چند چیزیں صرف مسلم شریف سے نقل کی گئی ہیں۔ بخاری شریف میں بھی زہریؒ کے ادراج کو بعض علماء نے ذکر کیا ہے۔

اور مزید تسلی کرنا مطلوب ہو تو اس کتاب کی بحث فدک کے حواشی کی طرف رجوع فرماویں۔ وہاں تاریخ کبیر امام بخاری اور فتح المغیث سخاوی اور الفقیہ والمتفقہ خطیب بغدادی وغیرہ سے چند اشیاء زہری کے متعلق جمع کی ہیں وہ ملاحظہ فرماویں۔

ـــــ ان تمام محولہ مقامات کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ چیز بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ شش ماہ تک تاخیر بیعت کی روایات میں رواۃ کی طرف سے ادراج فی الروایۃ پایا گیا ہے (اگرچہ وہ روایات صحاح ستہ میں پائی جاتی ہیں) اور یہ ادراج کرنے والے بزرگ علامہ ابن شہاب زہری ہیں۔

اس کے بعد یہ مرحلہ باقی ہے کہ محدث زہریؒ کے اس قول کو (یا ان کے اس ظن و گمان کو) اکابر علماء محدثین نے آیا تسلیم کر لیا ہے؟ یا اس کو رد کیا ہے؟ یا اس کے متعلق

کوئی جرح و تنقید کی ہے ؟ یا اِس پر کچھ کلام کیا ہے ؟

اب اِس چیز کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے ۔ ناظرین با انصاف سے امید ہے کہ مندرجہ ذیل معروضات کو معاینہ و ملاحظہ فرما کر حق و انصاف کا ساتھ دینگے ۔ (وَالْحَقُّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ) ۔

مُحدّث زُہریؒ کا قول عُلماء کی نظروں میں

حضرت علیؓ کی تاخیرِ بیعت کے متعلق جو (ابنِ شہاب) زہریؒ کا قول روایات میں مذکور پایا گیا ہے ۔ اس کو بہت سے جیّد علماء نے مرجوح و متروک و ضعیف قرار دیا ہے ۔ چنانچہ ان علماء کی تحقیقات اس مسئلہ کے متعلق ہم ایک ترتیب سے پیش کرتے ہیں ۔

(۱)

فاضل بَیہقی نے اپنی مشہور تصنیف السنن الکبریٰ جلد سادس میں فرمایا ہے کہ

" وَقَوْلُ الزُّهْرِیِ فِی قُعُوْدِ عَلِیٍّ عَنْ بَیْعَةِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حَتّٰی تُوُفِّیَتْ فَاطِمَۃُ مُنْقَطِعٌ وَحَدِیْثُ اَبِی سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ فِی مُبَایَعَتِہٖ اِیَّاہُ حَتّٰی بُوْیِعَ بَیْعَۃُ الْعَامَّۃِ بَعْدَ السَّقِیْفَۃِ اَصَحُّ الخ "

" زہریؒ (جو تابعین میں سے ہے) کا یہ قول کہ علی المرتضیٰؓ، ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت کرنے سے فاطمۃ الزہراؓ کی وفات تک رکے رہے تھے (سنداً) منقطع ہے اور (ابو سعید خدری صحابی) کی وہ روایت جس میں سقیفہ کے بعد متصلاً بیعت کرنا مروی ہے جبکہ عامۃ المسلمین نے بیعت کی تھی وہ (روایت متصل) اصح ہے "۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۳۰۰ جلد ۶ ۔ کتاب قسم الفیٔ والغنیمۃ)

تنبیہ : حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی وہی روایت مراد ہے جو اوپر فصل اوّل

میں البدایہ و مستدرک حاکم وغیرہ کے حوالہ سے پیش کی گئی ہے جس کو امام مسلم و ابن خزیمہ وغیرہ محدثین نے صحیح فرمایا ہے ۔

دوسری یہ عرض ہے کہ علّامہ بیہقی نے اپنی دوسری تصنیف " الاعتقاد " میں واشگاف الفاظ میں اس مسئلہ کو مزید صاف کر دیا کہ حضرت علیؓ کی تاخیرِ بیعت کا مسئلہ محدّث ابن شہاب زہریؒ کا اپنا قول منقطع ہے ۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا فرمان نہیں ہے ۔ چنانچہ لکھتے ہیں کہ :

والذی روی ان علیاً لم یبایع ابابکرؓ ستۃ اشھرٍ لیس من قول عائشۃؓ انما ھو من قول الزھری فادرجہ بعض الرواۃ فی الحدیث عن عائشۃؓ فی قصۃ فاطمۃؓ وحفظہ معمر بن راشد فرواہ مفصّلاً وجعلہ من قول الزھری منقطعًا من الحدیث وقد روینا فی الحدیث الموصول عن ابی سعید الخدری ومن تابعہ من اھل المغازی ان علیاً بایعہ فی بیعۃ العامۃ بعد البیعۃ التی جرت فی السقیفۃ "

(الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۰ طبع مصر)

(۲)

حافظ ابن حجرؒ عسقلانی شرح بخاری فتح الباری جلد سابع آخر غزوۂ خیبر میں مسئلہ بیعت کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

" وقد صحح ابن حبان وغیرہ من حدیث[1] ابی سعید الخدری وغیرہ

" الفائدہ "

[1] قولہ من حدیث ابی سعید الخدریؓ

قول ابی سعید ان علیاً بایع الصدیق وقت بیعۃ العامۃ اصح

(۱) لانہ متصل وقول الزھری منقطع والمتصل راجح علی المنقطع ۔

"ان علیاً بایع ابابکرؓ فی اوّل الامر واما ما وقع فی مسلم عن الزهری ان رجلاً قال له لم یبایع علیٌ ابابکر حتی ماتت فاطمة قال لا ! ولا احد من بنی هاشم فقد ضعفه البیہقی بان الزهری لم یسنده وان الروایة الموصولة اصح"۔ (فتح الباری لابن حجر، ج ۷ ص ۳۹۹)

یعنی ابن حبان اور دیگر علماء نے ابو سعید خدریؓ وغیرہ کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس میں علی المرتضیٰؓ کا ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ اوّلاً ہی بیعت کر لینا مذکور ہے۔ اور جو مسلم شریف میں آیا ہے کہ زہری سے کسی صاحب نے دریافت کیا کہ ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ علی المرتضیٰؓ نے وفات فاطمہؓ تک بیعت نہیں کی تھی؟ تو زہریؒ نے جواب دیا کہ وفات فاطمہؓ تک بنی ہاشم میں سے کسی ایک نے بھی بیعت نہیں کی تھی۔ زہری کے اس قول کو فاضل بیہقیؒ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس وجہ سے کہ زہری کا یہ قول مسند و متصل نہیں ہے اور ابو سعید خدری کی روایت موصول و متصل السند ہے فلہٰذا وہ قول زہری سے زیادہ صحیح ہے۔"

(۳)

فاضل قسطلانی نے اپنی شرح بخاری مسمّٰی ارشاد الساری جلد ۸ ص ۱۵۸، آخر غزوۂ

---

۶۴ (۲) ولانه قول الصحابی والزهری من صغار التابعین وقول الصحابی ارجح۔

(۳) ولان علیاً قَبِل امامة الصدیق فی الصلوٰة بامر النبی صلی الله علیه وسلم من غیر تاخیر فکیف یتأخر فی بیعة الخلافة۔

(۴) ولانه لم یقبل الخلافة بعد قتل عثمان الا کرهاً لدفع الفتنة مع انه لم یکن حینئذٍ من یدانیه فضلاً عمن یساویه فکیف یتأمّل فی البیعة عند وجود الصدیق۔

(من جانب العلامه مولانا شمس الحق افغانی)

خیبر میں فتح الباری مذکور کے حوالہ سے وہی سابق تنقیح و تحقیق درج کی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:-

"وقد صحح ابن حبان وغیرہ من حدیث ابی سعید الخدریؓ ان علیاً بایع ابابکر فی اول الامر واما ما فی مسلم عن الزهری ان رجلاً قال له لم یبایع علی ابابکر حتی ماتت فاطمة قال ولا احد من بنی هاشم فقد ضعفه البیہقی بان الزهری لم یسنده وان الروایة الموصولة عن ابی سعید اصح"۔

(ارشاد الساری شرح بخاری جلد ہشتم ص ۱۵۸ للقسطلانی)

(ترجمہ سابق کافی ہے) گویا حافظ ابن حجر کی تحقیق کی فاضل قسطلانی نے حرف بحرف تصدیق کر دی۔ یعنی بیہقی اس تحقیق میں منفرد نہیں رہے بلکہ بعد کے علماء اس کی تائید و تصویب کر رہے ہیں۔

اس کے بعد مولانا حیدر علی فیض آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تالیف "منتہی الکلام" میں اس مسئلہ کے بارے میں تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) ۔۔۔۔ پس احادیث اصحاب رضی اللہ عنہم کہ شریک واقعہ (بیعت) باشند بمقتضائے حدیث لیس الخبر کالمعاینة بر حدیث ام المومنین مسطورہ کہ حضور او در ایں مجامع ۔۔۔۔ ہرگز ثابت نیست رجحانے داشتہ باشد

(۲) چہ جائے آنکہ محصلش نفی بیعت تا شش ماہ بعد و محصول روایات اصحاب بیعت مرتضوی قریب وفات جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باشد کہ اسہل از نفی مذکور است و قد ثبت ان الاثبات مقدم علی النفی۔

(۳) در روایت معرفت امام یعنی من لم یعرف امام زمانه مات میتة جاهلیة و مانند آن کہ در کتب معتمدہ مندرج است مؤید ہمیں ست کہ طول مکث در بیعت واقع نشدہ"۔ (کتاب منتہی الکلام ص ۵۲ مطبوعہ نول کشور لکھنؤ از مولانا حیدر علی طبع قدیم)

(۴) پھر اس بحث کو تمام کرتے ہوئے شرح بخاری کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ:

"میتوانم گفت کہ ایں روایت کہ دال بر تاخیر بیعت ست بہ سبب عدم اتصال اسناد زہری ضعیف ست و غیر مقبول و روایت ابی سعید کہ منطوق آں بیعت امیر المومنین و حضرت زبیر رضی اللہ عنہما روز اول ست مسند و موصول پس ایں البتہ اصح خواہد بود و بحمد اللہ کہ طریق تطبیق و دفع اختلاف روایات عقلاً و نقلاً آشکارا شد و ضرورتے بدان نماند کہ گوئیم بیعت اولیٰ نوعی باختفاء و ثانیہ باعلانیہ واقع شدہ"

(کتاب منتہی الکلام ص ۵۰، مطبوعہ قدیمی ۱۲۸۲ھ نول کشور لکھنؤ)

حاصل کلام یہ ہے کہ کتاب منتہی الکلام میں چار چیزیں یہاں مذکور ہوتی ہیں۔

(۱)

ایک تو یہ ہے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ کے موافق جو حضرات صحابہ کرامؓ واقعہ ہذا میں شریک و شامل تھے ان کی روایات ام المومنین کی روایت کے بہ نسبت راجح ہونگی اس لیے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ان بیعت کی مجالس میں شامل و شریک ہونا ہرگز ثابت نہیں۔

تنبیہ۔ (یہ توجیہات اس تقدیر پر ہیں کہ تمام روایات کو حضرت عائشہؓ کا منقولہ فرض کر لیا جاتے)۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ ششماہ والی روایت کا حاصل بیعت کی نفی کرنا ہے۔ اور دیگر اصحاب کی روایات کا ما حاصل اثبات بیعت ہے جو کہ نفی سے زیادہ آسان ہے اور اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے یعنی مثبت روایات اخذ کی جاتی ہیں اور نفی کنندہ ترک کی جاتی ہیں۔

اور حافظ ابن کثیرؒ نے بھی البدایہ میں مسئلہ ہذا کے تحت یہی قاعدہ (والمثبت مقدم

علی النافی) درج کیا ہے"۔

مولانا حیدر علیؒ اس قاعدہ کو پیش کرنے میں متفرد نہیں ہیں۔ ابن کثیر جیسے کبار علماء نے اس قاعدہ کو اس موقعہ پر درج کیا ہے۔ ملاحظہ ہو (البدایہ جلد پنجم ص ۲۸۶)

(۳)

تیسرا یہ کہ روایات میں مذکور ہے، زمانہ کے امام کی معرفت و تصدیق ضروری امر ہے تو یہ چیز بھی اس کی مؤید ہے کہ حضرت علیؓ نے بیعت کرنے میں کوئی تاخیر نہیں کی (تاکہ وعید کا مصداق نہ بن سکیں)۔

(۴)

چوتھی یہ چیز ہے کہ تاخیر بیعت کی روایت جو ابن شہاب زہریؒ کے ذریعہ مروی ہے وہ اسناد غیر متصل (اور منقطع) ہونے کی وجہ سے ضعیف اور غیر مقبول ہے اور ابو سعید (وغیرہ) کی روایت جس سے حضرت علیؓ و زبیرؓ کی تعجیلاً بیعت ثابت ہوتی ہے وہ مسند و موصول ہے پس یہ روایت صحیح تر ہوگی۔ اب اس طرح تطبیق و توجیہ کی وجہ سے اس قول کی حاجت نہیں رہی کہ دو بار بیعت ہوئی تھی ایک خفیہ ہوئی تھی، دوسری علانیہ ہوئی تھی"۔

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ ابن شہاب زہریؒ کے قول ہذا کے متعلق اکابر علماء کی آراء اور تبصرے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ آخر میں اصول و قواعد کے پیش نظر یہی عرض کیا جاتا ہے کہ محدث زہری کا یہ قول کسی صحابی کی طرف منسوب نہیں۔ یہ ان کا اپنا بیان ہے اور خود شرکاء واقعہ صحابہ کرامؓ کا بیان اس کے مقابلہ میں راجح اور مقبول ہوگا اور زہریؒ کا اپنا قول مرجوح اور متروک ہوگا"۔

حافظ ابن کثیرؒ کی تحقیق

مندرجہ بالا تحقیقات علماء کے آخر میں حافظ ابن کثیر عماد الدین الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ کا

ایک قول اسی مسئلہ بیعت کے متعلق پیش کرنا ضروری ہے وہ ملاحظہ فرمادیں۔ اس نے مسئلہ ہذا کو بالکل صاف کر دیا ہے۔ اگرچہ ابن کثیر کا یہ قول قبل ازیں بھی درج ہو چکا ہے تاہم بطور یاد دہانی کے بحث ہذا کے آخر میں درج کرنا مناسب ہے۔

"هِيَ مُبَايَعَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ إِمَّا فِي أَوَّلِ الْيَوْمِ أَوْ فِي الْيَوْمِ الثَّانِي مِنَ الْوَفَاةِ وَهٰذَا حَقٌّ فَإِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ إِنَّهُ لَمْ يُفَارِقِ الصِّدِّيقَ فِي وَقْتٍ مِنَ الْأَوْقَاتِ وَلَمْ يَنْقَطِعْ فِي صَلٰوةٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ خَلْفَهُ كَمَا سَنَذْكُرُهُ وَخَرَجَ مَعَهُ إِلَى ذِي الْقَصَّةِ لَمَّا خَرَجَ الصِّدِّيقُ شَاهِرًا سَيْفَهُ يُرِيدُ قِتَالَ أَهْلِ الرِّدَّةِ"

(البدایہ جلد پنجم بحث یوم السقیفہ، ج ۵، ص ۲۴۸-۲۴۹)

یعنی علی المرتضیٰؓ کا ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت کرنا وفاتِ نبوی کے پہلے روز یا دوسرے روز میں ہی ثابت ہے اور یہی بات حق ہے۔ اس لیے کہ

(۱) حضرت علیؓ ابوبکر الصدیقؓ سے کسی وقت میں بھی جدا نہیں ہوئے (مشورہ و مشاورہ میں بھی ساتھ رہتے تھے)۔

(۲) اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز پڑھنا منقطع نہیں کیا۔ ہر نماز باجماعت ان کی اقتدا میں ادا کرتے تھے۔

(۳) جب ابوبکر الصدیقؓ مرتدین کے قتال اور جنگ کے لیے تیغ برہنہ (یعنی ننگی تلوار) لے کر نکلے ہیں تو علی المرتضیٰؓ بھی ان کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے تھے۔

یہ تمام اشیاء اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ حضرت علیؓ کی بیعت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ تعجیلاً و ابتداءً ہی واقعہ ہوئی۔ اس میں کوئی تاخیر نہیں پیش آئی۔

اور اگر حضرت علی المرتضیٰؓ نے صدیق اکبر کے ساتھ تعجیلاً بیعت نہیں کی تھی تو بعض قبائل کے ارتداد کے موقعہ پر ان کے ساتھ جنگ و قتال کے لیے حضرت علیؓ بغیر بیعت کرنے

کے صدیقِ اکبرؓ کے ساتھ کیسے شامل و شریک ہو گئے (اہلِ فہم غور فرما دیں)۔

ایک تائیدی روایت

تاخیر بیعت کی شش ماہ والی روایت کے جواب میں اکابر محدثین و مشاہیر علماء کی تحقیقات اور اقوال پیش کیے گئے ہیں۔

اب تعجیل بیعت کی تائید میں سعید بن زید صحابی کا ایک بیان ذکر کیا جاتا ہے جس میں بالتصریح منقول ہے کہ بیعت صدیقی میں کسی صحابی نے تاخیر نہیں کی تھی۔ حضرت سعید کا یہ قول ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ طبری بحث السقیفہ میں باسند نقل کیا ہے۔

"...... قَالَ عَمْرُو بْنُ حُرَيْثٍ لِسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ أَشَهِدْتَ وَفَاةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ! قَالَ فَمَتَى بُويِعَ أَبُو بَكْرٍ قَالَ يَوْمَ مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهُوا أَنْ يَبْقَوْا بَعْضَ يَوْمٍ وَلَيْسُوا فِي جَمَاعَةٍ قَالَ فَخَالَفَ عَلَيْهِ أَحَدٌ؟ قَالَ لَا! إِلَّا مُرْتَدٌّ أَوْ مَنْ قَدْ كَادَ أَنْ يَرْتَدَّ لَوْلَا أَنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يُنْقِذُهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَ فَهَلْ قَعَدَ أَحَدٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ قَالَ لَا! تَتَابَعَ الْمُهَاجِرُونَ عَلَى بَيْعَتِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَدْعُوَهُمْ"

(تاریخ ابن جریر طبری جلد ۳ ص ۲۰۱۔ جلد ثالث تحت السقیفہ)

فوائد روایت ھذا

(۱) سعید بن زید صحابی وفات نبوی کے موقعہ میں حاضر و موجود تھے۔

(۲) صدیق اکبرؓ کے ساتھ صحابہ کرامؓ نے اسی روز بیعت کی تھی۔ اس میں کوئی تاخیر واقع نہیں ہوئی۔

(۳) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بغیر امیر و بغیر جماعت کے ایک یومِ سالم گذارنا بھی ناگوار معلوم ہُوا (چہ جائیکہ کئی ماہ تاخیر کرتے)۔

(۴) مرتدوں کے بغیر کسی نے اس امر میں مخالفت نہ کی۔

(۵) افتراق سے اللہ نے انصار کو بچا لیا۔

(۶) مہاجرین نے تعجیلاً بیعت کر لی اور ان میں سے بیعت کے معاملہ میں کوئی فرد متخلّف نہیں رہا۔

(۷) سعید بن زید کے اِس بیان کے ذریعہ ابوسعید خدریؓ کی روایت کی تصدیق و تائید تصحیح ہُوئی جس میں تعجیلِ بیعت مذکور ہے۔ (الحمدللہ)

قابلِ تنقیح چند دیگر روایات

اب چند دوسری روایات جو اس موقعہ سے متعلق ہیں صحاح ستّہ کے ماسوا (غیر صحاح) کتابوں میں پائی جاتی ہیں۔ ان روایات سے اِحراق باب فاطمہؓ کا طعن بڑی شد و مد سے تجویز کیا جاتا ہے ان کے متعلق چند معروضات پیش کرنے مناسب معلوم ہوئے ہیں۔ اس بحث پر فصل ثانی ختم کر دیا جائے گا۔ پہلے یہ روایت بطور نمونہ اپنے الفاظ میں ملاحظہ کریں۔ پھر اس پر کلام پیش خدمت ہو گا۔

. . . . اتی عمر بن الخطاب منزل علی وفیہ طلحۃ والزبیر و رجال من المہاجرین فقال واللہ لا حرقنّ علیکم او لتخرجنّ الی البیعۃ فخرج علیہ الزبیر مصلتا بالسیف فعثر فسقط السیف من یدہٖ فوثبوا علیہ فاخذوہ۔

اس نوع کی روایات کے متعلق اصل چیز تو وہی درست ہے جو مولانا حیدر علی صاحب منتہی الکلام نے اپنی تصنیف ہذا میں بعبارت ذیل درج کی ہے کہ:

" این ہمہ تہمتہائے صنادید یہود صنعاء و مجوس ایران ست کہ زخمہائے نمکین از دست فاروق در جگر داشتند و تخمہائے ضغائن دیرینہ در مزرع سینہ می کاشتند و عنقریب بروایات معتمدہ خواہی دانست کہ چوں صدیق خواست کہ برائے تنبیہ مانعین زکوٰۃ پردازد فاروق بحمایت شاں برخواست و حق کلمہ گوئی آنہا بیاد آورد فما ظنک فی اہل البیت الطاہرین عند نصب افضل الصدیقین "

(منتہی الکلام، ص ۵۳) از مولانا حیدر علیؒ طبع قدیمی نول کشور لکھنؤ)

مولانا حیدر علی مرحوم کا کلام ہٰذا روایاتِ متعلقہ مطاعن کے لیے صحیح ہے۔ مزید برآں یہ تحریر ہے۔

(۱) مندرجہ بالا قسم کی روایات عموماً متناً شاذ و سنداً منقطع پائی گئی ہیں جو متصل السند روایات کے مقابلہ میں متروک ہیں۔ زیدبن اسلم اور اس کا والد اسلم یا زیاد بن کلیب وغیرہ، یہ لوگ خود واقعہ ہٰذا میں شامل نہ تھے۔ ھذا ہو الانقطاع "

خصوصاً مندرجہ روایت کا راوی (ابن حمید) کذّاب تھا اور جھوٹ بولنے میں ماہر تھا اس وجہ سے یہ مردود ہے۔

(۲) اس موقعہ کی روایات صحیحہ کے خلاف اور معارض یہ روایت پائی گئی ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ کل خبر واحد دل العقل او نص الکتاب او الثابت من الاخبار او الاجماع او الادلّۃ الثابتۃ المعلومۃ علی صحتہ وُجِدَ خبرٌ آخر یعارضہ فانہٗ یَجِبُ اِطْرَاحُ ذَالِکَ الْمُعَارِضِ "

(کتاب الکفایۃ للخطیب البغدادی، ص ۴۳۴۔ مطبوعہ حیدرآباد دکن دائرۃ المعارف)

(۳) مندرجہ بالا قسم کی روایات خبر آحاد ہیں جن سے مطاعن تجویز کیے جاتے ہیں اور

اس مقام کا قاعدہ یہ ہے جو علامہ فخر الدین رازی نے کتاب الاربعین میں درج فرمایا ہے:

"اِنَّ مَا ذَکَرْنَاہُ مِنَ الدَّلَائِلِ عَلٰی اِمَامَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ دَلَائِلُ یَقِیْنِیَّۃٌ وَمَا ذَکَرْتُمُوْہُ مِنَ الْمَطَاعِنِ مُحْتَمَلٌ وَالْمُحْتَمَلُ لَا یُعَارِضُ الْیَقِیْنَ"

(کتاب الاربعین ص ۴۶۴ - از امام فخر الدین رازی مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن)

(۴) نیز گذارش ہے کہ کبار علماء نے اس نوع کی روایات کے متعلق (جو منافشہ انگیز اور منافرت خیز ہوں) یہ ضابطہ بھی بطور نصیحت ذکر کیا ہے۔ ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں ابن دقیق العید سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

"قال ابن دقیق العید فی عقیدتہ وما نقل فیما شجر بینھم واختلفوا فیہ فمنہ ما ھو باطل وکذب فلا یلتفت الیہ۔ وما کان صحیحا اوّلناہ تاویلا حسنًا لان الثناء علیھم من اللہ سابق وما نقل من الکلام اللاحق محتمل للتاویل - والمشکوک والموھوم لا یبطل المُحَقَّقَ وَالْمَعْلُوْمَ (ھذا)"

(شرح فقہ اکبر از ملا علی قاری ص ۸۶-۸۷ مطبوعہ مطبع مجیدی کانپوری تحت المتن ولانذکر الصحابۃ الا بخیر الخ)

ان معروضات پر اب اکتفاء کرتے ہوئے فصل ثانی جو روایات کے جوابات کے لیے مخصوص تھی تمام کی جاتی ہے۔

فصل سوم

اثباتِ بیعت کی تائیدی روایات

مسئلہ اوّل کے دو فصل تمام ہو چکے ہیں۔ اب تیسری فصل میں ان روایات کو درج کرنے کا ارادہ ہے جو فصل اوّل میں مندرجہ روایات کی مؤید اور مصدق ہیں۔ ان مرویات میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اقوال و اعمال و احوال کے ذریعہ روز روشن کی طرح مسئلہ ہذا واضح ہو جائے گا کہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکر الصدیقؓ کے ساتھ بخوشی و رضامندی ان دنوں میں ہی بیعت کر لی تھی اور کوئی زیادہ تاخیر نہیں ہوئی تھی۔ یہ ان کی دیانت، امانت و تقویٰ باہمی حسن سلوک اور خوش معاملگی کی بیّن دلیل ہے۔

اب ہم ہر ایک روایت کو مع ترجمہ ذکر کر دیں گے۔ زیادہ تشریح و توضیح کی حاجت نہیں ہوگی۔

... حفص بن سفیان عن اسماعیل بن اُمیّۃ عن سعید بن المسیّب قال خرج علی بن ابی طالبؓ لبیعۃ ابی بکر فسمع مقالۃ الانصار قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اَیُّکُمْ یُؤَخِّرُ مَنْ قَدَّمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، قَالَ سَعِیْدُ بْنُ الْمُسَیِّبِ فَجَاءَ عَلِیٌّ بِکَلِمَۃٍ لَمْ یَأْتِ بِھَا اَحَدٌ مِّنْھُمْ"

"حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ صدیق اکبرؓ کی بیعت کے لیے گھر سے باہر تشریف لائے پس راستہ میں بعض انصار سے بیعت کے متعلق کچھ کلام سنی تو

فرمانے لگے لوگو! جس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے مقدم فرما دیا اس کو کون مؤخر کر سکتا ہے؟ سعید مذکور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ایسی (وزنی) بات فرمائی ہے کہ کوئی شخص بھی ایسی بات نہیں کہہ سکتا۔"

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری، ص ۵ مطبوعہ
منجانب مکتبۃ الدینیہ السلفیہ، ملتان

(۲) کنز العمّال، ج ۳ ص ۱۴۱ بحوالہ العشاری و اللالکائی والاصبہانی
فی الحجۃ۔ روایت ۲۳۴۲ طبع قدیم دکن)

(۲)

ابن عبد البر قرطبی نے مندرجۂ ذیل روایت اور اس کی ہم معنی روایات کو کتاب التمہید (علی معانی الموطا للمالک) میں مفصّل بیان کیا ہے۔ افسوس ہے کہ تا حال ہمیں کتاب التمہید کامل دستیاب نہیں ہو سکی۔ صرف الاستیعاب سے اس کے نقل پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں کہ:

"۔۔۔۔ روی الحسن البصری عن قیس بن عبادۃ قال قال لی علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَرِضَ لَیَالِیَ وَاَیَّامًا یُنَادیٰ بِالصَّلٰوۃِ فَیَقُوْلُ مُرُوْا اَبَابَکْرٍ یُصَلِّیْ بِالنَّاسِ۔ فَلَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَظَرْتُ فَاِذَا الصَّلٰوۃُ عَلَمُ الْاِسْلَامِ وَقِوَامُ الدِّیْنِ فَرَضِیْنَا لِدُنْیَانَا مَنْ رَضِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِدِیْنِنَا فَبَایَعْنَا اَبَا بَکْرٍ وقد ذکرنا ھذا الخبر وکثیرا مثلہ فی معناہ عند قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مروا ابا بکر فلیصلّ بالناس) واوضحنا ذالک فی التمہید والحمد للہ۔" (الاستیعاب لابن عبد البر مع اصابہ

ج ۲، ص ۲۴۲ - جلد ثانی، تذکرہ عبداللہ بن ابی قحافہ (ابوبکرؓ)

"خلاصہ یہ ہے کہ قیس کہتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے مجھ سے ذکر کیا کہ حضور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم آخری ایام میں کئی روز بیمار رہے اور فرمان دیتے رہے کہ لوگوں کو ابوبکر نماز پڑھایا کریں (چنانچہ ایام مرض میں ابوبکر نمازیں پڑھاتے رہے) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو میں نے بات میں غور و فکر کیا کہ "نماز اسلام کا نشان" ہے اور "دین کے قیام کا ذریعہ" ہے۔ پس دین کے اس اہم کام کے لیے جس شخص کو نبی اقدس صلعم نے ہمارے لیے پسند فرمایا تو ہم نے دنیاوی امور (خلافت) کے لیے بھی اسی شخص کو پسند کیا اور اس پر راضی ہو گئے۔ پس ہم نے ابوبکر کے ساتھ بیعت کی"۔

(۱) استیعاب ج ۲ ص ۲۴۲ - ذکر ابوبکر الصدیقؓ -

(۲) ریاض النضرہ لمحب الطبری ج ۱ ص ۱۹۶ - مصری طبع)

(۳)

۔۔۔۔ عن ابی الجحاف قَالَ لَمَّا بُوْیِعَ اَبُوْبَکْرٍ وَبَایَعَہُ النَّاسُ قَامَ یُنَادِیْ ثَلَاثًا اَیُّھَا النَّاسُ قَدْ اقلتکم بیعتکم فقال علیؓ واللّٰہِ لا نقیلک ولا نستقیلک قدمک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصلوۃ فمن ذا یؤخرک؟

"یعنی ابوالجحاف کہتا ہے کہ جب ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ لوگوں نے بیعت کی۔ اس کے بعد ابوبکر الصدیقؓ نے (ایک بار) کھڑے ہو کر (مجمع کے سامنے) تین بار آواز دے کر فرمایا کہ لوگو! میں تمہاری بیعت واپس کرتا ہوں (یعنی کسی دوسرے صاحب کو خلیفہ تجویز کر لو) اس وقت حضرت علی المرتضیٰ نے جواب میں فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی قسم نہ ہم از خود بیعت کو واپس کرتے ہیں اور نہ آپ سے بیعت

کی واپسی کی خواہش کرتے ہیں۔ آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں مقدم فرما دیا۔ اب کونسی ہستی، آپ کو مؤخر کر سکتی ہے؟

(۱) انساب الاشراف بلاذری، ج ۱ ص ۵۰۷ طبع جدید مصری

(۲) ریاض النضرۃ لمحب الطبری: ج ۱، ص ۲۲۶۔

(۴)

"عن زید بن علی عن آبائہ قال قام ابوبکر علی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال هل من کارہ فاقیلہ ثلاثا یقول ذالک فعند ذالک یقوم علی بن ابی طالب فیقول لا! واللہ لا نقیلک ولا نستقیلک من ذا الذی یؤخرک وقد قدمک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"

"مطلب یہ ہے کہ امام زید بن علی اپنے آباء کرام سے اس طرح روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابوبکر منبر نبوی پر تشریف فرما ہوتے فرمانے لگے کہ کوئی شخص میری (اس بیعت) کو ناپسند کرتا ہو تو میں اقالہ (واپسی بیعت) کے لیے تیار ہوں۔ تین مرتبہ ان کلمات کو دہراتے رہے۔ جواب میں حضرت علی المرتضیٰ فرمانے لگے کہ اللہ کی قسم نہ ہم خود اقالہ (واپسی بیعت) کرتے ہیں اور نہ آپ سے بیعت کی واپسی کی خواہش کرتے ہیں۔ آپ کو رسولِ خدا نے مقدم فرما دیا۔ دوسرا کون مؤخر کر سکتا ہے؟"

(کنز العمال بحوالہ ابن النجار، جلد ثالث ص ۱۴۰ طبع اول قدیمی، دکن)

(۵)

ابوطالب عشاری نے اپنے فضائل میں باسند روایت درج کی ہے کہ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ حدثنا ابو عوانۃ عن خالد الحذاء عن عبد الرحمٰن بن ابی بکرۃ قال اتانی علی بن ابی طالب عائداً فقال توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فَبَايَعَ النَّاسُ اَبَا بَكْرٍ فَبَايَعْتُ وَرَضِيْتُ ۔ ثُمَّ تُوُفِّيَ اَبُوْبَكْرٍ فَاسْتَخْلَفَ عُمَرُ فَبَايَعْتُ وَرَضِيْتُ ۔ ثُمَّ تُوُفِّيَ عُمَرُ فَجَعَلَهَا شُوْرٰى فَبَايَعُوْا عُثْمَانَ فَبَايَعْتُ وَرَضِيْتُ"۔

حاصل یہ ہے کہ "عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ ذکر کرتے ہیں کہ علی المرتضیٰؓ میری بیمار پرسی کی خاطر تشریف لاتے۔ اس موقعہ پر ذکر فرمایا کہ حضور نبی کریم کی وفات ہوئی تو لوگوں نے ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کی، میں نے بھی بیعت کی اور اس پر رضامند ہوا۔ پھر ابوبکرؓ فوت ہوتے اور عمر بن الخطابؓ خلیفہ مقرر ہوتے تو میں نے بیعت کی اور رضامند ہوا۔ پھر عمر فوت ہوتے تو انہوں نے ایک مجلسِ مشاورۃ مقرر کر دی۔ پس لوگوں نے (اس صورۃ میں) عثمان کے ساتھ بیعت کی، پس میں نے ان سے بیعت کی اور رضامند ہوا"

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص ۵)

۔ ۔ ۔ عن قیس بن عباد قال قال علی بن ابی طالبؓ وَالَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَءَ النَّسَمَةَ لَوْ عَهِدَ اِلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَهْدًا لَجَاهَدْتُ عَلَيْهِ وَلَمْ اَتْرُكْ اِبْنَ قُحَافَةَ يَرْقِيْ دَرَجَةً وَاحِدَةً مِّنْ مِنْبَرِهٖ"

یعنی قیس بن عباد کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم ہے جس نے دانہ کو اگایا اور روح کو پیدا کیا۔ اگر سرورِ کائنات نے میرے لیے کوئی عہد و پیمان (خلافتِ متصلہ کے بارے میں) فرمایا ہوتا تو اس پر میں قوت اور زور سے قائم رہتا اور میں ابوبکر کو منبر نبوی کی ایک سیڑھی پر بھی نہ چڑھنے دیتا"

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق، ابوطالب عشاری ص ۵۔

(۲) کنز العمال علی منتقی ہندی جلد ثالث ص ۱۴۱ طبع قدیم)

گذشتہ روایات ملاحظہ کرنے کے بعد اب مزید واقعہ جمل کے دور کی روایات کا بھی مطا

(۷)

"... عن علی رضی اللہ عنہ أنہ قال یوم الجمل إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعہد إلینا عہدا نأخذ بہ فی الامارۃ ولکنہ شیء رأیناہ من قبل أنفسنا فإن یک صوابا فمن اللہ ثم استخلف أبوبکر رحمۃ اللہ علی أبی بکر فأقام واستقام ثم استخلف عمر رحمۃ اللہ علی عمر فأقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ" (۱) مسند احمد ج ۱ ص ۱۱۴، مسندات مرتضوی (۲) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۴ طبع مصر۔ (۳) کنز العمال ج ۳ ص ۱۴۱ - عن فی الدلائل

"یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ جمل کے روز انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امارت و خلافت کے بارہ میں ہمیں کوئی وصیت نہیں فرمائی تھی اور نہ ہی کوئی عہد و پیمان لیا تھا لیکن یہ ہمارا اپنا خیال تھا کہ (ہم بھی حقدار ہیں) اگر یہ بات درست ہو تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ پھر ابوبکر خلیفہ ہوئے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو، انہوں نے (دین کو) درست کیا اور خود بھی (دین پر) ٹھیک طریقہ سے قائم رہے۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔ انہوں نے (دین کو) قائم کیا۔ اور (دین پر) مستقیم رہے حتیٰ کہ دین نے خوب قرار پایا۔"

(۸)

"حدثنی مالک عن الزہری حدثنی سعید بن المسیب حدثنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال لما ولی علی بن ابی طالب قال لہ رجل یا أمیر المؤمنین کیف تخطاک المہاجرون إلی أبی بکر رضی اللہ عنہ وأنت أکرم منقبۃ وأقدم سابقۃ فقال لہ لولا أن أمیر المؤمنین عائذ اللہ لقتلک ولئن بقیت لتأتینک روعۃ حصرا ویحک

إن أبا بکر سبقنی إلی أربع أمور ولم أعتض منہن إلی مرافقۃ الغار وإلی تقدم الہجرۃ وإنی آمنت وہو کبیر وآمن کبیرا وإلی إقام الصلوۃ"

"حاصل یہ ہے کہ جب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلافت کے والی ہوئے تو ایک شخص آپ کو کہنے لگا اے مہاجرین و انصار نے انتخاب میں آپ کو چھوڑ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف کس طرح قدم اٹھایا حالانکہ آپ عزت میں زیادہ مکرم ہیں اور ابتدائی احوال میں بہت مقدم ہیں تو جواب میں فرمانے لگے اگر امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ (یعنی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو اللہ تعالیٰ نے تیرے قتل سے نہ بچایا ہوتا تو وہ تجھے قتل کر دیتا۔ اگر تو زندہ رہا تو تجھے میری جانب سے خوف لاحق ہو گا (جو تجھے اس غلط نظریہ سے روک دیگا) او بچارے تم جانتے ہو کہ ابوبکر نے چار چیزوں میں مجھ سے سبقت کی۔ میں نہ ان کو کر سکا ہوں اور نہ ان کے عوض میں کوئی کام کیا۔ ایک تو غار کی رفاقت نبوی۔ دوسرا ہجرت میں تقدم اور معیت۔ تیسرا میرا کم سنی میں ایمان لانا اور ان کا عمر رسیدہ ہو کر ایمان لانا۔ چوتھا (بطور نیابت) نماز قائم کرنے کے لیے ان کو ہی مقرر کیا گیا۔

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری، ص ۴ - مطبوعہ مع ثلاثیات البخاری مکتبہ اسلامیہ سلفیہ ملتان)

(۹)

عن الحسن قال لما قدم علی البصرۃ فی أمر طلحۃ وأصحابہ قام عبداللہ بن الکوا وابن عباد فقال یا أمیر المؤمنین أخبرنا عن مسیرک ہذا أوصیۃ أوصاک بہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أم عہد عہدہ أم رأی رأیتہ حین تفرقت الأمۃ واختلفت

حلمتها فقال ما اكون اول كاذب عليه والله ما مات رسول الله صلی الله علیه وسلم موتًا فجاءةً ولا قُتِلَ قتلًا ولقد مكث في مرضه كل ذالك يأتيه المؤذنُ فيوذنه بالصلوٰة فيقول مُرُوا ابابكرٍ فليصلِّ بالناس ولقد تركني وهو يرى مكاني ولوعهد الىّ شيئًا لقمت به . . . . فلما قُبِضَ رسول الله صلی الله علیه وسلم نظر المسلمون في امرهم فاذا رسول الله صلی الله علیه وسلّم قد ولّی ابابكر امر دينهم فولوه امر دنياهم فبايعه المسلمون وبايعته معهم فكنت اغزو اذا اغزاني وآخذ اذا اعطاني وكنت سوطا بين يديه في اقامة الحدود فلو كانت محاباة عند حضور موته لجعلها في ولده فاشار لعمر ولم يألُ فبايعه المسلمون وبايعته معهم فكنت اغزو اذا اغزاني وآخذ اذا اعطاني وكنت سوطًا بين يديه في اقامة الحدود وكانت محاباة عند حضور موته لجعلها في ولده وكره ان يتخيّر منا معشر قريش رجلا فيوليه امر الامة فلا تكون فيه اساءة لمن بعده الا لحقت عمر في قبره فاختار منا ستةً انا فيهم لنختار للامة رجلًا فلما اجتمعنا وثب عبد الرحمن بن عوف فوهب لنا نصيبه منها على ان نعطيه مواثيقنا على ان يختار من الخمسة رجلا فيوليه امر الامة فاعطيناه مواثيقنا فضرب بيد عثمان فبايعه ولقد عرض في نفسي عند ذالك فلما نظرت في امري فاذا عهدي قد سبق بيعتي فبايعت وسلمت وكنت اغزو اذا اغزاني وآخذ اذا اعطاني وكنت سوطًا بين يديه في اقامة الحدود فلما

قتل عثمان نظرت في امري فاذا الموثقة التي كانت في عنقي لابي بكر وعمر قد انحلت واذا العهد الذي لعثمان قد وفيت به الخ"

(۱) (الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۹۳-۱۹۴ طبع مصر)

(۲) کنز العمال (بحوالہ ابن راہویہ وصحح) ج ۶ ص ۸۲ جلد سادس طبع قدیم۔ کتاب الفتن تحت واقعۃ الجمل۔)

خلاصہ یہ ہے کہ حسنؓ سے روایت ہے جب طلحہؓ اور اس کی جماعت کے معاملہ میں حضرت علیؓ بصرہ تشریف لاتے تو عبداللہ بن کواء و ابن عباد حضرت علیؓ کی خدمت میں کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ اے امیرالمؤمنین آپ اس سفر کے متعلق فرمائیے ؟ کیا نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کو اس کی وصیت فرمائی تھی ؟ یا عہد و پیمان لیا تھا ؟ یا آپ کی رائے ہے ؟ جبکہ اُمت منتشر ہو رہی ہے اور کلمۂ اتفاق متفرق ہو رہا ہے تو حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ میں حضور علیہ السّلام کی جانب دروغ اور جھوٹ کی نسبت نہیں کرسکتا اللہ کی قسم سرور کائنات صلعم کی وفات کوئی اچانک و ناگہانی نہیں ہوئی اور نہ ہی کسی نے آپ کو شہید کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم مرض میں مریض رہے ہیں جب مؤذن آکر نماز کی اطلاع دیتا تو آپؐ فرماتے کہ ابوبکرؓ کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں مجھے آپ چھوڑ کر (ان کو حکم فرماتے) حالانکہ میرے مقام کو آپ دیکھ رہے تھے۔ اگر کسی چیز کا عہد و پیمان میرے حق میں فرماتے تو میں اس کے (اتمام و تکمیل کے لیے) کھڑا ہو جاتا . . . .

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو مسلمانوں نے اپنے اس معاملہ میں نظر و فکر کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے دین کے مسئلہ میں ابوبکرؓ

کو مقدم فرما دیا تھا تو مسلمانوں نے دنیاوی معاملات میں بھی ابوبکرؓ کو ہی متولی اور والی بنایا۔ اور مسلمانوں نے ان کی بیعت کی، مَیں نے بھی ان کے ساتھ ابوبکرؓ کی بیعت کی۔ پس وہ جب جہاد کے لیے مجھے تیار کرتے مَیں ان کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتا اور جب ابوبکرؓ مجھے عطیات و ہدیات دیتے تو مَیں انہیں قبول کرتا اور مَیں ابوبکرؓ کے سامنے شرعی حدّیں قائم کرنے میں شریک اور حلیف رہتا تھا۔ پھر ابوبکرؓ کی وفات کے وقت اگر وہ طرف داری اور اختصاص سے کام لیتے تو اپنی اولاد میں مخصوص کر دیتے لیکن انہوں نے عمر بن الخطابؓ کے حق میں اشارہ کر دیا اور اس مسئلہ میں ابوبکرؓ نے کوئی کوتاہی نہیں کی۔

پھر مسلمانوں نے عمرؓ سے بیعت کی اور مَیں نے بھی مسلمانوں کے ساتھ عمرؓ کی بیعت کی۔ جب وہ جہاد کے لیے مجھے آمادہ کرتے پس میں جہاد کرتا اور جب وہ تحفہ اور ہدیہ دیا کرتے تو اس کو مَیں حاصل کرتا اور اللہ کی حدیں جاری کرنے میں ان کا ذریعہ بنتا اور شریکِ کار رہتا۔

پھر عمر بن الخطابؓ اپنی موت کے وقت اگر اختصاص و جانبداری سے کام لیتے تو اس چیز کو اپنے قبیلہ میں (اولاد میں) مختص کر دیتے ——— انہوں نے کسی ایک آدمی قریشی کو منتخب کرنا ناپسند کیا۔ . . . .

. . . اور ہم میں سے چھ آدمیوں کی (ایک سب کمیٹی) انہوں نے مقرر کر دی۔ ان چھ نفر میں مَیں بھی شامل تھا تاکہ ہم ایک آدمی کو امّت کے لیے نامزد کر دیں (مختصر یہ ہے) کہ ہم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو اختیار دیا کہ جس کو وہ ان پانچ افراد میں سے پسند کریں امّت کا متولّی اور حاکم مقرر کر دیں۔ پس انہوں نے عثمان بن عفانؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا اور بیعت کر دی۔ اس وقت مَیں اپنے دل میں غور کرنے لگا تو مَیں نے اس طرح فکر کیا کہ میرا عہد میری بیعت سے سبقت کر چکا ہے پس مَیں نے عثمانؓ سے بیعت کی اور (معاملہ ان کے سپرد کر دیا) جب وہ مجھے غزاۃ اور جہاد کے لیے کہتے تو میں ان کے ساتھ تیار ہو جاتا اور جب وہ مجھے ہدایا و عطیات پیش کرتے تو مَیں ان کو وصول کرتا اور اللہ کے حدود قائم رکھنے میں مَیں ان کا وسیلہ اور ذریعہ بنا رہا۔ جب عثمانؓ قتل ہو گئے تو مَیں نے اس امر میں تدبّر و تفکّر کر کے خیال کیا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق جو پیمان و وعدہ تھا وہ مَیں نے پورا کر دیا اور جو عثمانؓ کے حق میں وعدہ تھا وہ بھی تمام کر دیا ہے (اس لیے مَیں اب اس کام کے لیے زیادہ حقدار ہوں) الخ۔

(کنز العمال صفحہ ۸۲ بحوالہ ابن راہویہ، جلد ۶، طبع اوّل قدیم)

ان روایات کے مختصر فوائد

۱ - ابوبکر الصدیقؓ کے حق میں نماز میں تقدم جو حضور علیہ السلام کی جانب سے کی گئی تھی اسی کا لحاظ رکھتے ہوئے حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان کو اب کون مؤخر کر سکتا ہے؟

۲ - حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ابوبکر الصدیق کو جب ہمارے نبیؐ نے ہمارے دین کے لیے پسند فرما لیا تو ہم دنیاوی معاملات میں بھی ان کو پسند کرتے ہیں یعنی اپنا امیر و حاکم تسلیم کرتے ہیں۔

۳ - ابوبکر الصدیقؓ نے جب اپنی انکساری و تواضع کے پیشِ نظر بیعت لہٰذا کی واپسی کی تجویز پیش کی تو حضرت علی المرتضیٰ نے یہ تجویز مسترد کر دی۔

۴ - ان مندرجات میں تصریح آ گئی ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ نے تینوں خلفاء کرام سیّدنا صدیق اکبرؓ، سیّدنا فاروق اعظمؓ، سیّدنا عثمان ذوالنورینؓ کے ساتھ بخوشی و رضامندی بیعت کی تھی۔ کوئی جبر و اکراہ و قہر و تشدّد ہرگز واقع نہیں ہوا۔ سچ ہے کہ ع

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

۵ - اور روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت علیؓ تینوں خلفائے عظام رضی اللہ عنہم کے کارہائے خلافت میں ہمیشہ مددگار رہتے تھے شریک کار اور مشیر کار رہتے تھے۔ اور ان کے دورِ خلافت میں دین کے استحکام اور اسلام کی مضبوطی کی شہادت حضرت علیؓ نے اپنے قول و فعل سے دے دی جو ان کی حقانیت کی زبردست دلیل ہے۔ (فسبحان اللہ علی حسن اخلاصہم ومودتہم بین قلوبہم الصافیۃ)

شیعہ دوستوں کی کتابوں سے بیعت ہذا کی تائید

تیسری فصل کے آخر میں مسئلہ بیعت کی تائیدی مرویات اب شیعہ کتب سے درج کرنے کا خیال ہے تاکہ حضرت علی المرتضیٰؓ کا صدیق اکبرؓ کے ساتھ بیعت کرنے کا مسئلہ پوری طرح منقح اور واضح ہو جائے۔ ہم اہل السنۃ والجماعۃ حضرات تو پہلے ہی اس بیعت کو تعجیلاً صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ اب شیعہ احباب کی کتابوں سے بھی ناظرینِ کرام اس کی مکمل تائید ملاحظہ فرماویں۔

اوّل - گذارش ہے کہ شیعہ اکابرین نے جہاں جہاں اس مسئلہ کو ذکر کیا ہے ان مواقع میں نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ (۱) کبھی تو وہ فرماتے ہیں کہ جبر و اکراہ، مجبوری و اضطرار کی صورت میں حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کی تھی۔

دوم - گاہے ارشاد ہوتا ہے کہ فتنہ و فساد سے بچنے کے لیے اور دفعِ شر کی خاطر بیعت کر لی تھی۔

سوم - بعض اوقات فرماتے ہیں کہ وقتی مصائب اور احداث یعنی شدید واقعات پیش آنے کی وجہ سے بیعت کی گئی تھی۔

چہارم - کسی وقت ارشاد فرماتے ہیں کہ ایفائے عہد اور وعدہ کے اتمام کے لیے یہ بیعت

ہوئی تھی۔

(پنجم) اس طرح بھی فرمان عالی شان صادر ہوا ہے کہ بیعت ہذا اس لیے کی تھی کہ مسلمانوں میں تفریق و انتشار نہ پیدا ہو جاتے اور مسلمانوں کا باہمی اتفاق نہ ٹوٹ جائے۔

اس کے بعد ان کے ائمہ و مجتہدین کی اصل عبارات درج کی جاتی ہیں تاکہ قارئین کے لیے موجبِ اطمینان ہو جائے اور مسئلہ کا اصل مفہوم سمجھنے کے لیے راستہ آسان ہو جائے۔

(۱)

...... (امام محمد باقر فرماتے ہیں) ...... وَاَبَوْا اَنْ یُّبَایِعُوْا حَتّٰی جَاءُوْا بِاَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مُکْرَھًا فَبَایَعَ "

(۱) فروع کافی ج ۳ ص ۱۱۵۔ کتاب الروضۃ طبع نول کشور لکھنؤ۔ از محمد بن یعقوب کلینی رازی۔

(۲) کتاب الروضۃ من الکافی، ج ۲ ص ۸۵ طبع جدید تہرانی بمع شرح فارسی۔

(۳) رجال کشی ابو عمرو کشی مطبوعہ بمبئی ص۲ مطبوعہ تہران ص ۱۲۔ تذکرہ سلمان فارسی۔

(ان عبارات کا) حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کی حمایت کرنے والے لوگوں نے بیعت ابوبکرؓ سے انکار کر دیا۔ حتیٰ کہ امیر المومنین علیؓ کو مجبور کر کے لائے۔ انہوں نے بیعت کی تب ان لوگوں نے بھی بیعت کی)۔

(۲)

...... فَلِذٰلِکَ کَتَمَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَمْرَہٗ وَبَایَعَ مُکْرَھًا حَیْثُ لَمْ یَجِدْ[1] اَعْوَانًا "

---

[1] قولہ حیث لم یجد اعوانا ۔ یہاں خواندہ حضرات کے لیے یہ اطلاع کر دینا مناسب معلوم ہوا ہے

(۱) فروع کافی، جلد ۳ ص ۱۳۹ - کتاب الروضہ طبع لکھنؤ۔

کتاب الروضہ من الکافی، ج ۲ ص ۷۹ ، طبع جدید تہرانی مع شرح فارسی۔

۳۴۔ کہ ان بزرگوں کا یہ فرمان کہاں تک صحیح ہے کہ جب کہ اعوان و مددگار حضرت علیؓ نے نہ پائے تو مجبور ہو کر بیعت کی تھی" الخ۔ یاد رہے کہ ان کی تاریخ تراجم و رجال کی کتابوں میں تھوڑی سی فکر و نظر کی جائے تو مندرجہ ذیل حضرات حضرت علیؓ کے خاص حمایتی اور طرف دار شمار کر کے دکھائے گئے ہیں۔

"ہاشمی حضرات" تو خود اپنے ہی ہیں، ان کی ایک اجمالی فہرست سامنے رکھ دیں:

(۱) عقیل بن ابی طالب (۲) عباس بن عبدالمطلب (۳) فضل بن عباس بن عبدالمطلب۔

(۴) ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ (۵) ابوسفیان (مغیرہ) بن حارث بن عبدالمطلب۔

(۶) نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب (۷) سعید بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم۔

ان کے ماسوا بھی ہاشمی حضرات موجود تھے۔ یہ چند اسماء بطور نمونہ پیش کر دیئے ہیں۔

غیر ہاشمی حضرات:۔

(۱) ابوذر غفاری۔ (۲) مقداد بن الاسود (۳) عمار بن یاسر (۴) سلمان فارسی (۵) اسامہ بن زید (۶) ابوالعاص بن ربیع (۷) خالد بن سعید بن العاص اموی۔ (۸) بریدہ بن حصیب اسلمی (۹) زبیر بن عوام (۱۰) براء بن عازب (۱۱) ابی بن کعب، وغیرہ۔

ان کی اپنی کتابوں کے بیانات کے مطابق اتنی ایک ناصی جماعت حضرت علیؓ کی ہوا خواہ اور خیر خواہ موجود تھی۔ پھر یہ قول کہ حیث لم یجد اعوانا (جبکہ اپنے امدادی لوگ نہ مل سکے) کس طرح درست ہو سکتا ہے؟ یہ حیلہ تاریخی واقعات کے قطعاً برخلاف ہے۔ اہل علم مجالس المؤمنین مجلس سوم وغیرہ کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ اور "تاریخ یعقوبی شیعی" ج ۲ ص ۱۲۴ (بحث سقیفہ بنی ساعدہ و بیعت ابی بکر) بھی قابل مطالعہ ہے۔

(منہ)

یعنی اسی بنا پر علی المرتضیٰؓ نے اپنے معاملہ کو چھپا رکھا تھا اور مجبور ہو کر بیعت کی جبکہ معاونین کو نہ پایا۔

(۳)

شیعی مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی ایک تصنیف کتاب الشافی لکھی ہے پھر اس کی تلخیص شیخ الطائفہ شیخ ابوجعفر الطوسی نے کی ہے۔ تلخیص میں شیخ الطائفہ نے ذکر فرمایا ہے کہ ثُمَّ مَدَّ یَدَهٗ فَبَایَعَهٗ (ص ۲۹۸-۳۹۹ - کتاب تلخیص الشافی طبع قدیم)۔

حاصل یہ ہے کہ حالات سے مجبور ہو کر پھر حضرت علیؓ نے ہاتھ بڑھایا اور ابوبکرؓ کے ساتھ بیعت کی۔

(۴)

ان کے مشہور مجتہد شیخ ابومنصور احمد بن علی الطبرسی نے اپنی مسلمہ کتاب "احتجاج طبرسی" میں امام محمد باقر کی روایت درج کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

"فَلَمَّا وَرَدَتِ الْكِتَابُ عَلٰى أُسَامَةَ انْصَرَفَ بِمَنْ مَعَهٗ حَتّٰى دَخَلَ الْمَدِيْنَةَ فَلَمَّا رَاٰى اجْتِمَاعَ الْخَلْقِ عَلٰى اَبِيْ بَكْرٍ انْطَلَقَ اِلٰى عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالَ مَا هٰذَا؟ قَالَ لَهٗ عَلِيٌّ هٰذَا مَا تَرٰى قَالَ اُسَامَةُ فَهَلْ بَايَعْتَهٗ؟ فَقَالَ نَعَمْ" (احتجاج للطبرسی، ص ۵۰، مطبوعہ مشہد عراق ۱۳۰۲ھ)

خلاصہ یہ ہے کہ جب اسامہ بن زیدؓ کے پاس چٹھی پہنچی تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ شریف میں واپس آگئے اور دیکھا کہ بیعت کے لیے ابوبکرؓ کے پاس لوگ جمع ہو چکے ہیں تو اسامہؓ حضرت علیؓ کے پاس چلے گئے اور دریافت کرنے لگے کہ یہ کیا بات ہے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں وہی تو ہے۔ پھر اسامہؓ نے پوچھا کہ کیا آپ نے ابوبکرؓ (الصدیق) سے بیعت کر لی ہے؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاں کر لی ہے"!

(۵)

قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین مجلس سوم خالد بن سعید کے تذکرہ میں ذکر کرتا ہے کہ

...."حضرت امیرؑ و سائر بنی ہاشم از روئے اکراہ با ابی بکر بظاہر بیعت کردند و دست بر دست او زدند، خالد و برادرانش بمتابعت ایشاں بیعت کردند"
(کتاب مجالس المومنین مجلس سوم تذکرہ خالد بن سعید)

مجتہد اعظم شہید ثالث قاضی نور اللہ شوستری کہتا ہے کہ حضرت علی اور باقی تمام بنی ہاشم نے مجبور ہو کر ابوبکرؓ کے ساتھ بظاہر بیعت کر لی اور اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ دیا۔ (اس وقت) خالد بن سعید بن العاص (اموی) اور اس کے بھائیوں نے بھی ان کی تابعداری میں بیعت کر دی۔"

(۶)

ان کے مشہور و مسلّم مجتہد سید مرتضیٰ علم الہدیٰ اپنی معتبر کتاب الشافی میں مسئلہ بیعت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

"فالظاھر الذی لا اشکال فیہ انہ علیہ السلام بایع مستدفعاً للشر و فراراً من الفتنۃ الخ"

(کتاب الشافی للسید مرتضیٰ ص ۲۰۹ (المتوفی ۴۳۶ھ) طبع قدیم مطبوعہ ۱۳۰۱ھ)

یعنی ظاہر بات جس میں کوئی اشکال نہیں ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ کے ساتھ شر کو دفع کرنے کے لیے اور فتنہ سے گریز کرنے کی خاطر بیعت کی تھی۔

(۷)

شیعہ احباب کا ایک مشہور مؤرخ مرزا محمد تقی لسان الملک گذرا ہے اس نے اپنی مستند کتاب ناسخ التواریخ جلد سوم از کتاب دوم (در وقائع اقالیم سبعہ) ص ۲۳۲ میں ایک حضرت علیؓ کا مکتوب نقل کیا ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

".... فَمَشَیْتُ عِنْدَ ذَالِکَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَبَایَعْتُہٗ وَنَھَضْتُ فِیْ تِلْکَ الْاَحْدَاثِ حَتّٰی زَاغَ الْبَاطِلُ وَزَھَقَ وَکَانَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ فَتَوَلّٰی اَبُوْبَکْرٍ تِلْکَ الْاُمُوْرَ وَسَدَّدَ وَیَسَّرَ وَقَارَبَ وَاقْتَصَدَ فَصَحِبْتُہٗ مُنَاصِحًا وَاَطَعْتُہٗ فِیْمَا اَطَاعَ اللّٰہَ فِیْہِ جَاھِدًا"

ترجمہ (از کتاب مذکور) لاجرم نزدیک ابوبکر رفتم و با او بیعت کردم و در دفع ایں احداث او را نصرت فرمودم و باطل را از بیخ بزدم" الخ۔

(۱) ناسخ التواریخ جلد سوم کتاب دوم ص ۲۳۲ طبع قدیم ایران۔

(۲) منار الہدیٰ للشیخ علی البحرانی ص ۳۷۳ طویل خطبہ امیر المومنین علیہ السلام

(خلاصہ یہ ہے) کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ (ان مصائب کے وقت) میں ابوبکرؓ کے پاس چلا گیا اور میں نے بیعت کی اور ان حوادثات کے دفع کرنے کی خاطر میں ان کی نصرت کے لیے اٹھا حتیٰ کہ باطل چلا گیا اور اللہ کا کلمہ بلند ہو گیا اگرچہ یہ کفار کو ناپسند تھا۔ پس ابوبکر امور (خلافت) کا متولی ہوا۔ اس نے ان حالات کو درست کیا اور آسانی پیدا کر دی اور حق بات کے قریب ہوا اور اس نے میانہ روی اختیار کی پس میں ابوبکر کا (ان مسائل میں) مصاحب و ہم نشین رہا اور میں نے کوشش سے ابوبکر کی اطاعت و تابعداری کی جن امور میں اس نے خدا کی فرماں برداری کی۔"

(۸)

نہج البلاغہ میں حضرت علیؓ المرتضیٰ کا کلام اس مسئلہ کو واضح کرتا ہے۔ اب وہ درج کیا جاتا ہے پہلے اصل عبارت و ترجمہ ملاحظہ فرما دیں۔ پھر فوائد کلام پیش خدمت کیے جائیں گے۔

رَضِیْنَا عَنِ اللّٰہِ قَضَاءَہٗ وَسَلَّمْنَا لِلّٰہِ اَمْرَہٗ اَتَرَانِیْ اَکْذِبُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَاللهِ لَاَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ فَلَا اَكُوْنُ اَوَّلَ مَنْ كَذَبَ عَلَيْهِ فَنَظَرْتُ فِيْ اَمْرِيْ فَاِذَا طَاعَتِيْ سَبَقَتْ بَيْعَتِيْ وَاِذَا الْمِيْثَاقُ فِيْ عُنُقِيْ لِغَيْرِيْ ۔"

(۱) نہج البلاغہ مصری طبع، ج ۱ ص ۸۹ ۔ من کلام لہ علیہ السلام یجری مجری الخطبۃ ۔ خطبہ ۳۶ ۔

(۲) شرح نہج البلاغہ لابن میثم بحرانی، طبع جدید، ج ۲ ص ۹۳ و ج ۱۰ ص ۱۵۶، جزء عاشر، طبع قدیم ایرانی تحت کلام مذکور

(۳) درہ نجفیہ، شرح نہج البلاغہ، ص ۹۹ طبع قدیم ایرانی تحت کلام مذکور

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کی تقدیر و قضا پر ہم اللہ کے لیے راضی ہوئے۔ اور ہم نے اللہ کے لیے اس کے امر کو تسلیم کر لیا۔ (اے مخاطب) تو میرے متعلق خیال کرتا ہے کہ میں رسول اللہ کے خلاف کہہ دونگا حالانکہ میں پہلے پہل تصدیق کنندگان میں سے ہوں۔ پس رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے خلاف میں پہلا جھوٹ کہنے والا نہیں ہو سکتا۔ پس میں نے اپنے معاملہ (خلافت) میں نظر و فکر کی تو اس مسئلہ میں میرا تابعداری کرنا میرے بیعت کرنے سے سبقت کر چکا ہے۔ اور میرے غیر (یعنی ابوبکرؓ) کے حق میں میری گردن میں عہد و پیمان لازم ہو چکا تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ بیعت کے متعلق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے میرا پختہ عہد و پیمان غیر کے حق میں ہو چکا تھا۔ وہ غیر ابوبکرؓ ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ الکریم اذا وعد وفا (شرفا جب وعدہ کر لیتے ہیں تو پورا کیا کرتے ہیں)۔ پس اب ان کی بیعت کر لینے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا فلہٰذا میں نے ان کی بیعت کرنے سے امتناع و انقباض نہیں اختیار کیا)۔

فوائدِ روایت

(۱) ایک تو ثابت ہوا کہ بیعت کے مسئلہ میں حضرت علیؓ کی طرف سے تسلیم و رضامندی پائی گئی ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ جبر و قہر کی جو بے شمار داستانیں تیار شدہ ہیں وہ اس کلام نے کالعدم قرار دے دیں۔

(۳) نیز تاخیرِ بیعت کے لیے جو مدتِ کثیرہ تجویز کی جاتی ہے وہ بالکل صحیح نہیں کیونکہ جب تابعداری بیعت سے سبقت کر چکی ہے، پھر تاخیر کا کوئی مطلب ہی نہیں۔

(۴) اور واضح ہو گیا کہ حضرت علیؓ نے عہدِ نبویؐ کے ایفاء کے پیشِ نظر یہ بیعت کر لی تھی، کوئی دوسرا امر اجبار و اضطرار وغیرہ بالکل سامنے نہ تھا (لا سبیل الی الامتناع منہا کا یہی مفہوم ہے)

(۹)

نہج البلاغہ کے اس حوالہ کے بعد ایک اور وضاحتی بیان حضرت علی المرتضیٰؓ کی طرف سے مسئلہ بیعت کے متعلق دستیاب ہوا ہے وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔ یہ اپنے مفہوم میں اتنا واضح تر ہے کہ کسی خارجی تشریح کا محتاج ہی نہیں ہے۔ پہلے اس کا صرف محمل و محل و موقع معلوم کر لینا کافی ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ

"جنگ جمل میں شکست خوردہ پارٹی اپنی جگہ جمع ہوئی اور ان کو اپنی کوتاہی و غلطی کا احساس ہوا۔ پھر اس وقت معذرت خواہی کے لیے حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش ہو کر انہوں نے اپنا کچھ بیان ذکر کرنا چاہا۔ اندریں حالات ان کے متکلم کو حضرت علیؓ نے روک کر ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

. . . . قال (علیؓ) فبایعتم ابابکر وعدلتم عنی فَبَایَعْتُ اَبَابَکْرٍ کَمَا بَایَعْتُمُوْهُ وکرهت ان اشق عصا المسلمین وان افرق جماعتهم ثم ان ابابکر جعلها لعمر من بعده وانتم تعلمون انی اولی الناس برسول الله صلی الله علیه وآله وبالناس من بعده فَبَایَعْتُ عُمَرَ کَمَا بَایَعْتُمُوْهُ فوفیت له ببیعته حتی لمّا قُتِلَ جعلنی سادس

سِتَّةٍ فَدَخَلْتُ حَيْثُ اَدْخَلَنِيْ وَكَرِهْتُ اَنْ اُفَرِّقَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَ
اَشُقَّ عَصَاهُمْ فَبَايَعْتُمْ عُثْمَانَ فَبَايَعْتُهٗ وَاَنَا جَالِسٌ فِيْ بَيْتِيْ ثُمَّ
اَتَيْتُمُوْنِيْ غَيْرَ دَاعٍ لَّكُمْ وَلَا مُسْتَكْرِهٍ لِاَحَدٍ مِّنْكُمْ فَبَايَعْتُمُوْنِيْ كَمَا بَايَعْتُمْ
اَبَابَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ - فَمَا جَعَلَكُمْ اَحَقَّ اَنْ تَفُوْا لِاَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَ
عُثْمَانَ بِبَيْعَتِهِمْ مِنْكُمْ بِبَيْعَتِيْ قَالُوْا يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ كُنْ كَمَا قَالَ
الْعَبْدُ الصَّالِحُ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ
الرّٰحِمِيْنَ فَقَالَ كَذٰلِكَ اَقُوْلُ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ
الرّٰحِمِيْنَ"

یعنی حضرت علیؓ مخاطبین کو فرماتے ہیں کہ تم نے ابوبکرؓ سے بیعت کی اور تم مجھ
سے منحرف ہو گئے اور پھر گئے۔ پس جس طرح تم نے ابوبکرؓ سے بیعت کی تھی اسی
طرح میں نے بھی ان سے بیعت کی اور میں نے مسلمانوں کے اتفاق کی لاٹھی
توڑنے کو مکروہ جانا اور ان کی جماعت میں تفریق ڈالنے کو ناپسند کیا۔
پھر ابوبکرؓ نے (خلافت) کو اپنے بعد عمرؓ کے لیے تجویز کر دیا اور تم کو معلوم ہے
کہ میں رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ اور لوگوں کے ساتھ آپ کے
بعد زیادہ حق رکھتا تھا پس میں نے عمرؓ کی بیعت کی جیسا کہ تم لوگوں نے
ان کی بیعت کی اور اس بیعت کے حقوق کو میں نے پورا کیا۔ حتیٰ کہ جب
عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو عمرؓ نے مجھے چھ آدمیوں (کی سب کمیٹی) میں ایک چھٹا
ممبر قرار دے کر شامل کیا پس میں نے ان کا شامل کرنا قبول کر لیا اور میں نے
مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کو برا سا نا اور ان کی اتفاق کی لاٹھی کو توڑ ڈالنا
ناپسند کیا۔
اس کے بعد تم نے عثمانؓ سے بیعت کی پس میں نے بھی ان سے بیعت

کی۔ اور میں (شہادت عثمانی کے بعد) اپنے گھر بیٹھا ہوا تھا۔ نہ میں نے تمہیں بلا
بھیجا اور نہ مجبور کیا پس تم میرے پاس آئے اور تم نے میری بیعت کی جیسا کہ
تم نے ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ کے ساتھ بیعت کی تھی پس کیا وجہ ہے کہ ان حضرات
ثلاثہ سے جو تم نے بیعت کی تھی اس کی وفاء و ایفا کرنا میری بیعت کی ایفاء
کرنے سے زیادہ سزاوار ہے؟ (یعنی ان ہر دو میں کوئی فرق نہ ہونا چاہیے)
اس وقت تمام مخاطبین و سامعین نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ
کو اب اس طرح فرمان جاری کرنا چاہیے جس طرح خدا کے صالح بندے
(یوسف علیہ السلام) نے اپنے معذرت خواہوں کے حق میں ارشاد فرمایا تھا
لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (آج
تم پر کچھ الزام و سرزنش نہیں۔ اللہ تم کو معاف کر دے وہ سب سے بڑا مہربان
ہے)۔ پس حضرت علیؓ نے عذر و معذرت قبول کرتے ہوئے اسی طرح فرمان دے
دیا کہ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔

(امالی شیخ طوسی، ج ۲ ص ۱۲۱۔ طبع نجف اشرف عراق)

اس روایت کے منافع

(۱) بایعتہ کما بایعتموہ کے جملہ نے صاف صاف لفظوں میں خلفاء کرام ابوبکرؓ و
عمرؓ و عثمانؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی اپنی زبانی حضرت علیؓ کی بیعت کو ثابت کر دیا ہے۔ یہ کسی دوسرے
امام کا قول نہیں ہے کسی مجتہد کا قول نہیں ہے۔ یہ شیر خدا کا اپنا کلام ہے کہ میں نے ان بزرگوں
سے بیعت کی۔

(۲) دوسری یہ چیز واضح ہوئی کہ اپنی بیعت کو سامعین کی بیعت کے ساتھ تشبیہ دیکر
فرماتے ہیں جیسے تم نے بیعت کی اسی طرح میں نے بھی بیعت کی۔ ان لوگوں نے تو کسی جبر و اکراہ

ومجبوری ومقہوری سے بیعت نہیں کی تھی فلہٰذا حضرت علیؓ نے بھی بغیر کسی اضطرار و اجبار و اکراہ کے یہ بیعت کی تھی۔ یہ مسئلہ لفظ کَمَا کے ذریعہ صاف ہو رہا ہے انصاف درکار ہے۔"

(۴) جعلنی سادس ستۃٍ الخ یعنی مجھے (سب کمیٹی) کے شش افراد میں حضرت عمرؓ نے شامل کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کو حضرت علیؓ کی ذات پر دوسرے پانچ ممبروں کی طرح کامل اعتماد و وثوق تام تھا تب ہی تو ان کو اس اہم کمیٹی کا ممبر منتخب کیا۔ پھر علی المرتضیٰؓ کا اس انتخاب و شمول کو قبول کر لینا یہ باہمی ارتباط و تعلقات کی واضح تر علامت ہے۔ جن لوگوں کے درمیان اندرونی خلفشار و قلبی مناقشات دائمی ہوتے ہیں وہ ایک دوسرے کی اس قسم کی اہم ذمہ داریاں ہرگز قبول نہیں کیا کرتے اور نہ ہی انکی سپرد کردہ اشیاء میں حصہ لیا کرتے ہیں فافہم

(۱۰)

یاد رہے کہ اس مسئلہ کے اثبات کے لیے شیعی کتب میں بے شمار حوالہ جات پائے جاتے ہیں لیکن ہم سردست ان دس عدد حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ یہ آخری حوالہ مندرجہ ذیل کتاب سے منقول ہے۔

شیعہ علماء میں ایک علامہ نوبختی (ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی) تیسری صدی کے مشاہیر شیعی علماء میں سے گزرا ہے۔ اس کی تصنیف "فرق الشیعہ" ہے یعنی تیسری صدی ہجری تک جو شیعوں میں فرقے بن چکے تھے وہ اس نے ضروری تفصیلات کے ساتھ اس میں درج کیے ہیں۔ ان فرقوں میں شیعہ کا ایک "بتریہ" فرقہ ہوا ہے ان کا جو عقیدہ و نظریہ اس مسئلہ کے متعلق ہے وہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

"قالت ان علیاً کان اولی الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بالناس لفضلہ وسابقتہ وعلمہ وھو افضل الناس کلّھم بعدہ واشجعھم واسخاھم واورعھم وازھدھم واجازوا مع ذالک امامۃ ابی بکر وعمر وعدّوھما اھلاً لذالک المکان والمقام وذکروا ان علیاً علیہ

السلام سلّما لھما الامر ورضی بذالک وبایعھما طائعاً غیر مکرہٍ وترک حقّہٗ لھما فنحن راضون کما رضی اللہ المسلمین لہ و لمن بایع لا یحلّ لنا غیر ذالک ولا یسع منا احداً الّا ذالک وان ولایۃ ابی بکر صارت رشداً وھدیً لتسلیم علیٍّ ورضاہ ولولا رضاہ وتسلیمہ لکان ابوبکر مخطئاً ضالاً ھالکاً"

(کتاب فرق الشیعہ تصنیف ابو محمد الحسن بن موسیٰ نوبختی من اعلام القرن الثالث للہجرۃ ص ۲۱ طبع نجف اشرف عراق)

حاصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے بعد حضرت علیؓ اپنی فضیلت و اپنے تقدم و اپنے علم کی بنا پر لوگوں کے لیے زیادہ حق رکھنے والے تھے اور رسول خداؐ کے بعد وہ سب لوگوں سے زیادہ افضل اور زیادہ بہادر، زیادہ سخی، زیادہ پرہیزگار، زیادہ زاہد تھے۔ اس کے باوجود اس وقت کے لوگوں نے ابوبکر و عمر کے لیے امامت و ولایت جائز رکھی اور دونوں کو اس مقام و مرتبہ کا اہل قرار دیا۔ اور یہ بھی انہوں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے ان دونوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو امر خلافت و ولایت سپرد کر دیا اور اس چیز پر علی المرتضیٰ راضی ہو گئے اور ان دونوں کے ساتھ خوشی سے بغیر مجبوری کے بیعت کی تھی اور اپنا حق ان دونوں کی خاطر ترک فرما دیا۔

پس ہم اس طرح راضی ہیں جس طرح اللہ راضی ہو مسلمین سے ان کے لیے اور جنہوں نے (ان سے) بیعت کی۔ اس کے ماسوا ہمارے لیے حلال نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے لیے اس کے بغیر گنجائش ہے۔

اور حضرت علیؓ کی رضامندی و تسلیم کی وجہ سے تحقیق ابوبکر کی ولایت (خلافت) رشد و ہدایت تھی۔ اگر علی المرتضیٰ کی رضامندی و تسلیم نہ ہوتی تو ابوبکرؓ خاطی اور

بھٹکنے والے ہلاک ہوتے"۔ (فرق الشیعہ ص ۴۲ نوبختی)

خلاصہ یہ ہے کہ

ان کی اس روایت سے یہ چیز عیاں ہوگئی کہ تمام شیعہ بزرگ ابوبکرؓ الصدیق کی بیعت کے بُطلان کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کے بعض طبقے حضرت علیؓ کی بیعت ابوبکرؓ الصدیق کے ساتھ صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ اس پر علی المرتضیٰ رضامند ہوگئے تھے لہٰذا یہ بیعت بالکل ٹھیک ہے اور ہم کو اس چیز پر رضامندی کا اظہار کرنا چاہیے۔

آخرِ بحث

مسئلہ بیعت کو ذرا تفصیل کے ساتھ لکھنا مناسب تھا۔ اس لیے باوجود اختصار کی کوشش کے کچھ طوالت ہی ہوگئی ہے۔ اب آخر میں صرف دفعِ وہم کے درجہ میں ایک چیز عرض کرنی ہے تاکہ ہمارے "مہربانوں" کو کسی جواب کی تکلیف کی زحمت گوارا نہ کرنی پڑے۔

وہ اس طرح ہے کہ جب ہر دو فریق کی بے شمار کتب سے یہ مسئلہ (یعنی حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ بیعت کرنا) ثابت کر دیا جاتا ہے تو اس وقت یہ دوست فرمایا کرتے ہیں کہ "یہ ٹھیک ہے کہ بیعت ہذا ہوتی ہے لیکن اوپر اوپر سے حضرت علیؓ نے بیعت کی تھی۔ دل سے بیعت نہیں کی تھی"۔ جیسا کہ ہم نے باب ہذا کے فصل اوّل کی ابتدا میں نمبر ۳ کے تحت یہ ان کی تاویل ذکر کی تھی۔

(۱) اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ پہلے تو ہم نے یہی سنا ہوا تھا "اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ" (سینے کی باتوں کو جاننے والی ایک ذات وحدہ لاشریک ہے) مگر اب ان لوگوں کی کلام سے پتہ چلا کہ یہ لوگ بھی عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ہونے کے مدعی ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگیا کہ حضرت علیؓ کا یہ کام اوپر اوپر سے ادا کیا جا رہا ہے اور ان کا یہ فعل دل سے سرانجام پا رہا ہے۔ علی المرتضیٰ کا اصلی فعل اور نقلی فعل اور ان کا

ظاہری کام اور باطنی کام ان کا حقیقی عمل اور غیر حقیقی عمل حتیٰ کہ ان کا ہر قول، ان کا ہر فعل، ان کا ہر عمل اگر اس طرح منقسم ہو جاتے تو کس کو صحیح اور درست تسلیم کیا جائے گا اور کس چیز کو ظاہرداری یا دفع وقتی کے طور تصور کیا جائے گا۔ اس راہ کے اختیار کرنے سے تو حضرت علیؓ کی تمام زندگی کے اعمال کے مخدوش ہونے کا باب مفتوح ہو جاتا ہے اس لیے ہم اس تاویل کو کسی قیمت پر صحیح و درست نہیں تسلیم کر سکتے۔ ایسی بدگمانی سے اللہ تمام مسلمانوں کو محفوظ فرمائے اور دوستوں کو اس جواب کے غلط نتائج سے آگاہی نصیب فرمائے۔

(۲) دوسری عرض یہ ہے کہ اس سوال کا جواب خود حضرت علیؓ کی کلام نہج البلاغہ میں موجود ہے۔ دُور جانے کی حاجت نہیں۔ حضرت علیؓ المرتضیٰ نے زبیرؓ بن العوام کو ان کی بیعت توڑ ڈالنے کے جواب میں فرمایا کہ "زبیرؓ یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے صرف ہاتھ سے میری بیعت کر دی تھی، دل سے میری بیعت نہیں کی تھی، یہ بھی تو اقرارِ بیعت ہے"۔

اس مقام کی نہج البلاغہ کی اصل عبارت اس طرح ہے، ملاحظہ فرما دیں:

"يزعم انه قد بايع بيده ولم يبايع بقلبه فقد اقر بالبيعة وادّعى الوليجة فليأت عليها بامر يعرف والّا فليدخل فيما خرج منه"

(نہج البلاغہ طبع مصری، ج ۱ ص ۴۲ جزء اوّل من کلام لہٗ فی دعوی الزبیر انہ لم یبایع بقلبہ)

عبارت ہذا کی تشریح و ترجمہ فارسی میں فیض الاسلام سید علی نقی نے (جو اسی صدی کا مشہور شیعی مجتہد و عالم ہے) کیا ہے وہ نقل کر دینا کافی ہے:

"چوں زبیر نقض عہد کرد و در صدد جنگ با حضرت برآمد آنجناب باو فرمود تو با من بیعت کردہ واجب ست مرا پیروی کنی در پاسخ (جواب) گفت ہنگام بیعت توریہ نمودم۔ یعنی بہ زبان اقرار و در دل خلاف آنرا

قصد کردم حضرت می فرماید)

زبیر گمان می کند بدست بیعت کرده و در دل مخالف بوده به بیعت خود مقراست و ادّعا دارد که در باطن خلاف آنرا پنہاں داشته بنا بریں باید که حجت و دلیل بیارد (تا راستی گفتار او معلوم شود) و اگر دلیلے نداشت بیعت او بحال خود باقی ست باید که مطیع و فرمانبردار باشد۔"

(ترجمہ و تشریح فارسی از فیض الاسلام سید علی نقی

ج ۱، ص ۵۱ - جزء اوّل طبع تہران - ایران)

اس عبارت سے مذکورہ توجیہ کا جواب تمام ہو گیا۔ صرف قلیل سا انصاف ساتھ آمیخت فرما دیں اور بس۔ اس کے بعد اب اس باب کا مسئلہ دوم شروع کیا جاتا ہے۔ وہ ان شاء اللہ مختصر عبارات میں پیش کر کے جلد تمام کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

مسئلہ دوم

یعنی حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی اقتدا میں نماز پڑھنا

باب دوم میں دو عدد مسئلے ذکر کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اوّل مسئلہ بیعت تو ذکر کر دیا گیا۔ اب دوسرا مسئلہ نماز عرض کرنے کا ارادہ ہے۔

اس میں گذارش ہے کہ ہم اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مسئلہ ہٰذا یعنی ابوبکر الصدیقؓ کی اقتداء میں نماز پڑھنا مسلّمات میں سے ہے۔ تمام علماء اہل السنۃ والجماعۃ حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے پیچھے حضرت علیؓ کے نماز پڑھنے کو صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں۔ یہ امر کسی خاص دلیل اور حجت پیش کرنے کا محتاج نہیں۔ ہر دور کے علماء میں یہ مسئلہ مسلّم چلا آیا ہے۔ واقعات اور تاریخی شواہد اس پر دال ہیں۔ مخاطبین و ناظرین کی تسلی و اطمینان کے لیے حافظ ابن کثیر کی عبارت البدایہ سے پیش کر دینے کو اپنی کتابوں سے کافی سمجھتے ہیں۔

— (قال ابن کثیر) "وَهٰذَا اَحَقُّ فَاِنَّ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ لَمْ يُبَارِنِ الصِّدِّيْقَ فِيْ وَقْتٍ مِنَ الْاَوْقَاتِ وَلَمْ يَنْقَطِعْ فِيْ صَلَاةٍ مِنَ الصَّلَوَاتِ خَلْفَهٗ۔"

(البدایہ، جلد خامس، ص ۲۴۹)

— وَهٰذَا اللَّائِقُ بِعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَالَّذِيْ يَدُلُّ عَلَيْهِ الْآثَارُ مِنْ شُهُوْدِهٖ مَعَهُ الصَّلَوَاتِ وَخُرُوْجِهٖ مَعَهٗ اِلٰى ذِي الْقَصَّةِ الخ

(البدایہ، جلد ۶ ص ۳۰۲)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ صدیق اکبرؓ سے کسی وقت بھی اوقاتِ نماز میں سے جدا نہیں ہوئے۔ تمام نمازوں میں حاضر و شامل رہتے تھے اور مقام ذوالقصہ

کی طرف جہاد کی مہم میں شریک ہو کر نکلے تھے۔"

احباب کی کتابوں سے

اس کے بعد شیعہ حضرات نے بھی اس مسئلہ کو اپنی تصانیف میں بہت مواقع میں ذکر کیا ہے۔ ذیل میں چند ایک حوالہ جات ان کی معتبر کتابوں سے ناظرین کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں تاکہ طرفین کی کتابوں سے مسئلہ ثابت ہو کر مدلل طریقہ سے بیان ہو جائے۔

(۱)

مولوی مقبول احمد صاحب دہلوی شیعی نے ترجمۃ القرآن اور حواشی لکھے ہیں۔ ان کا ایک ضمیمہ مطبوعہ ہے۔ اس کے صفحہ ۱۴۵ پر لکھا ہے:

"پھر وہ (علیؓ شیر خدا) اُٹھے اور نماز کے قصد سے وضو فرما کر مسجد میں تشریف لائے اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز میں کھڑے ہو گئے۔"

(۲)

میرزا رفیع باذل ایرانی نے اپنی مشہور تصنیف "حملہ حیدری" میں اس مضمون کو نظم کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ: ؎

کشیدند صف اہلِ دین از قفا
دراں صف ہم استادِ شیرِ خدا

یعنی "ابوبکرؓ کے پیچھے جب اہلِ دین نے نماز کے لیے صف تیار کی تو اس صف میں حضرت علیؓ شیرِ خدا بھی شریک ہو کر کھڑے ہوئے۔"

(حملہ حیدری جلد دوم، ص ۲۵۹۔ ذکر اعزاز نمودن ابوبکر و عمر، خالد بن ولید را بر قصد قتلِ شاہ اولیاء۔ طبع قدیمی ایرانی۔)

(۳)

گیارھویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی اصفہانی نے اپنی تصنیف "مرآۃ العقول شرح اصول" میں صراحت کے ساتھ یہ مسئلہ درج کیا ہے کہ "حضر المسجد وصلی خلف ابی بکر"۔

یعنی حضرت علیؓ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز ادا کی۔"

(مرآۃ العقول شرح اصول، ص ۳۸۸ طبع قدیمی ایرانی بحث فی الاشارۃ الی بعض مناقب فاطمۃ وقصۃ فدک۔ سن طباعت ۱۳۲۱ھ)

(۴)

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّاَ لِلصَّلٰوةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَوَقَفَ خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ وَصَلّٰى لِنَفْسِهٖ۔"

پھر حضرت علیؓ اٹھے اور نماز کی تیاری کی اور مسجد نبوی میں حاضر ہوتے اور ابوبکرؓ کے پیچھے قیام فرما کر اپنی نماز ادا کی۔"

(تفسیر قمی لعلی بن ابراہیم القمی، ص ۲۹۵ سن طباعت ۱۳۱۵ھ تحت آیت فَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔ پارہ بست ویکم، سورۂ روم)

(۵)

احتجاج طبرسی میں مندرج ہے۔۔۔ قَامَ وَتَهَيَّاَ لِلصَّلٰوةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلّٰى خَلْفَ اَبِيْ بَكْرٍ" یعنی حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور نماز کے لیے تیاری کی۔ اس کے بعد مسجد نبوی میں حاضر ہوتے اور ابوبکرؓ کے پیچھے نماز ادا کی۔"

(احتجاج طبرسی ص۵۳ طبع ۱۳۰۲ھ، طہرانی طبع۔
بحث احتجاج امیر المومنین علیؓ، ابی بکرؓ و عمرؓ۔)

تلخیص الشافی میں شیخ الطائفہ شیخ طوسی نے بھی اس مسئلہ کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے

"ان ادعی صلوٰۃ مظہر للاقتداء فذالک مسلم لانہ الظاهر" یعنی حضرت علیؓ کا

ابوبکر الصدیقؓ کی ظاہراً اقتداء میں نماز ادا کرتے رہنا مسلمات میں سے ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے

(تلخیص الشافی ص ۴ ۳۵ - طبع قدیم)

(۷)

کتاب سلیم بن قیس میں مروی ہے کہ "وکان علی علیہ السلام یصلی فی المسجد الصلوات الخمس" حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ پنجگانہ نمازیں مسجد نبوی میں پڑھا کرتے تھے۔

(کتاب سلیم بن قیس العامری الہلالی الکوفی ص ۲۲۴

مطبوعہ حیدریہ - نجف اشرف - عراق)

لفظ کان ولفظ الخمس کے ذریعہ یہ مسئلہ بڑے عمدہ طریقہ سے صاف ہو گیا کہ ہمیشہ پانچ وقت کی نماز حضرت علیؓ مسجد نبوی میں ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔

دوسری یہ چیز عرض ہے کہ حضرت علیؓ کا دولت خانہ مسجد نبوی کے بالکل متصل تھا دیوار کی غربی جانب میں مسجد نبوی تھی اور اسی کی شرقی جانب جناب مرتضیٰ کا دولت کدہ تھا حضرت علیؓ کی تمام نمازیں جو آپ نے مدینہ طیبہ میں پڑھی ہیں خواہ وہ صدیقی دور میں ادا کی ہیں خواہ فاروقی دور میں پڑھی ہیں، چاہیے عثمانی خلافت کے زمانہ میں پڑھی ہیں، یہ سب مسجد نبوی میں باجماعت ادا کیں بغیر کسی شرعی عذر کے وہ جماعت کے بغیر نماز نہیں ادا فرماتے تھے فلہذا کتاب سلیم بن قیس میں کان یصلی کے لفظ کے ساتھ جو مضمون مروی ہے وہ واقعات کے موافق ہے اور بالکل صحیح ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

دوستوں کی جانب سے یہاں بھی یہی جواب ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ اوپر اوپر سے ابوبکرؓ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیتے تھے اور دل سے اور اندر سے ان کی اقتداء نہیں کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر نماز نہیں پڑھتے تھے اور مسلمانوں کے

امام ابوبکر الصدیقؓ، پھر عمر فاروقؓ، پھر عثمان غنیؓ کی اقتداء کا ارادہ کر کے نماز نہیں پڑھتے تھے بلکہ مسلمانوں سے الگ ہو کر اس دور کی تمام عمر (جو چوبیس۲۴ سال سے زائد ہوتی ہے) نماز پڑھتے رہے۔

(۱) اس اشتباہ و تلبیس کا جواب وہی ہے جو قبل ازیں بیعت کے مسئلہ میں عرض کیا ہے۔ یہ آپ کو کس فرشتہ نے آکر بتلا دیا کہ حضرت علیؓ ظاہرداری کے طور پر مسلمانوں کے ساتھ صف بنا کر اہلِ اسلام کے امام کے پیچھے دکھلاوے کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ دل سے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ مل کر نماز ادا نہیں کرتے تھے۔

دوستو! شریعت تو ظاہر ہے اور ظاہر پر ہی احکام جاری ہوا کرتے ہیں ضمیر کے خفیہ ارادوں پر تو احکام نہیں لگائے جا سکتے۔ فلہذا جو کچھ مسلمانوں کے سامنے ظاہراً حضرت علیؓ کا فعل و عمل پایا گیا ہے اس پر ہی حکم لگایا جائے گا۔ علیم بذات الصدور کے بغیر دل کی بات کس کو معلوم ہو سکتی ہے؟

(۲) اگر آپ صاحبان یہ فرمان دیں کہ اِقْتَدَیْتُ بِهٰذَا الْاِمَامِ کے الفاظ تو نہیں مذکور ہوتے، ابوبکرؓ کی اقتداء کرنے کے الفاظ تلاش کر کے پیش کریں۔

جواباً عرض ہے کہ اس چیستان اور پہیلی کی کیا حاجت ہے؟ قلبی عناد و اندرونی تشدد دور فرما کر مندرجہ ذیل معروضات میں قلیل سا تفکر فرمائیں تو مسئلہ صاف ہو جائے گا۔

۱۔ حضرت علی المرتضیٰ پنجگانہ نمازوں کو جو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں (قریباً چوبیس سال سے زائد) پڑھتے رہے۔ یا تو ان کو گھر تشریف لے جا کر دروازہ بند کر کے لوٹاتے اور ان کا اعادہ فرماتے تھے۔ اگرچہ ظاہرداری کے لیے مسجد نبوی میں بھی ان کو پڑھ چکے ہوتے تھے۔ اگر یہ اعادہ اسی طرح ہوتا رہا ہے تو اس کے لیے ثبوت درکار ہے۔ بغیر دلیل کے کسی چیز کا تسلیم کر لینا درست نہیں۔

(۱) اور اگر دولت خانہ میں اعادہ تو نہیں کرتے تھے لیکن ہر امام کی نماز کے لیے اپنا
ارادہ کر لیتے تھے اور امام کی اقتداء کا قصد ہی نہیں کرتے تھے۔ اس تجویز کردہ احتمال
پر بھی شواہد و دلائل درکار ہیں اور خود حضرت علیؓ کا اپنا فرمان چاہیے جس میں اس کی تصریح
دستیاب ہو جاتی کہ ان ائمہ کے اقتداء کا ارادہ نماز باجماعت ادا کرنے میں میں نے کبھی
نہیں کیا تھا جب تک حضرت علیؓ کا اپنا قول اس مسئلہ میں بالوضاحت نہ پایا جائے تب تک
صرف اپنے احتمالات پیدا کرنے سے یہ فیصلہ نہ ہو سکے گا۔ خود صاحبِ عمل کے فرمان کے
بغیر دوسرے شخص کی جانب سے جو کلام پائی جاتی وہ تاویل ہو گی جو کہ مقصود و مدعیٰ کے
اثبات میں کام نہیں دے سکتی۔

(۳) علاوہ ازیں یہ خرابی پیش آئے گی (جیسے سابق عرض کیا ہے) کہ حضرت علیؓ کے
اعمال و اقوال و افعال پر اعتماد کیسے رہے گا؟ کیا معلوم کونسا عمل خالص نیت سے ادا ہو
رہا ہے، کونسا عمل دفع وقتی، ریاکاری، ظاہر داری، جہاں داری کی خاطر کیا جا رہا ہے؟
حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا کی ذات گرامی پر یہ بہت بڑا افتراء ہو گا۔ اس لیے ہم تو دوستوں
کو یہی مشورہ دیں گے کہ ظاہری عمل اور اندرونی عمل کی تاویل حضرت شیرِ خدا کے احوالِ
زندگی میں ہرگز پیدا نہ کریں۔ کوئی دوسرا جواب جو چاہیں آپ پیدا کرتے رہیں لیکن دورخی
پالیسی و دورنگی چال کا انتساب حضرت موصوف کی ذات والا صفات کی طرف نہ ہونے
دیں۔ امید ہے یہ مخلصانہ گذارش منظور ہو گی۔

(۴) نیز یہ خرابی مزید برآں ہو گی کہ اتنی مدتِ دراز (جو تقریباً چوبیس سال سے زائد
بنتی ہے) گویا حضرت علیؓ نماز جماعت کے بغیر ادا کرتے رہے۔ اور قصداً جماعت کے
بغیر نماز پڑھنے کی تمام وعیدیں حضرت علیؓ کے اس کردار کی طرف متوجہ ہوں گی۔ اس قسم کے
لوازمات آپ حضرات کی اس پیوند کردہ تاویل کی وجہ سے پیش آئیں گے جس کو آپ لوگوں
نے "تقیہ مرضیہ" کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔

(۵) ساتھ یہ بھی خیال فرمالیں کہ اگر اتنی مدتِ دراز زمانہ میں "تقیہ شریفہ" کارفرما رہا ہے
تو حضرت علیؓ کے باقی ارکانِ اسلام (کلمۂ شہادۃ، کلمۂ توحید، صومِ رمضان، حج مبارک، صدقات،
جہاد، امر بالمعروف، نہی عن المنکر وغیرہ) واجباتِ اسلام کا کیا حشر ہو گا؟ کیا ان تمام
چیزوں میں تقیہ ہی چلتا رہا؟ خود خیال فرمادیں۔ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی۔
فاعتبروا یا اولی الابصار۔ (نستغفر اللہ العظیم۔ و نعوذ باللہ من ھٰذہ المفاسد
والشرور والفتن۔

فوائد و نتائج

باب دوم میں دو مسئلہ بیان کرنے کا وعدہ تھا۔ ایک یہ کہ حضرت علیؓ نے حضرت
ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ جلدی ہی بیعت کر لی تھی اور اپنا خلیفہ و حاکم تسلیم کر لیا تھا۔ دوسرا
یہ مسئلہ عرض کرنا تھا کہ دین و اسلام کا بنیادی رکن نماز ہے۔ یہ خداوندی فریضہ حضرت
علی المرتضیٰؓ حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے ساتھ مل کر ادا کرتے تھے۔ الگ نمازیں نہیں ادا
کرتے تھے۔

ان دونوں مسائل کو فریقین کی کتابوں سے پیش خدمت کیا گیا۔ اسلام کے ان اہم
مسائل میں ان بزرگانِ دین کا اتفاق و اتحاد قائم رکھنا اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ
مندرجہ ذیل اشیاء میں بھی یہ اکابر متفق و متحد تھے۔ ان میں "اخوتِ دینی" کا جذبہ ہر مرحلہ میں
کارفرما تھا۔ احیائے دین کے ہر کام میں ایک دوسرے کے معاون و مددگار تھے چنانچہ
مندرجہ بالا حالات اس چیز پر شاہد ہیں کہ:

(۱) ان حضرات ثلاثہ (ابوبکر الصدیقؓ، عمر فاروقؓ، عثمان غنی ذوالنورینؓ) اور حضرت
علی المرتضیٰؓ کا ایک مذہب تھا، ان کے دو مذہب نہیں تھے۔

(۲) ان بزرگوں کا ایک عقیدہ تھا، جدا جدا عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔

(۳) ان کے اعمال وافعال ایک تھے۔ الگ الگ عمل نہیں تھے۔

(۴) ان کا کلمۂ طیبہ ایک تھا۔ کوئی دوسرا کلمہ جاری نہیں کیے ہوتے تھے۔
(یعنی علی ولی اللہ وغیرہ کلمات کا اضافہ نہیں کیے ہوئے تھے)

(۵) ان بزرگانِ دین کا قرآن مجید ایک ہی تھا جس کو تمام اُمت پڑھتی تھی اور اس پر عمل کرتی تھی کوئی دوسرا قرآن (اصلی یا نقلی) ان میں سے کسی کے پاس نہ تھا۔

(۶) اِن اکابر کے دَورِ مقدس میں ایک وضو ہی جاری تھا جس میں پاؤں کا دھونا ہوتا تھا۔ پاؤں پر مسح والا وضو اس دَور میں نہ تھا۔

(۷) اس مبارک دَور میں ایک ہی اذان مسجد نبوی میں ہوتی تھی، اور جس اذان میں شہادتین کے بعد تیسری شہادت وغیرہ کے کلمات جو اضافہ کیے گئے ہیں بالکل نہ تھے۔

(۸) ان تمام حضرات کی ایک نماز تھی جو دست بستہ ہوتی تھی۔ قیام میں کھلے ہاتھوں نماز کا طریقہ ان بزرگوں میں مروّج نہ تھا۔

(۹) اس بابرکت دَور میں چہار تکبیروں کے ساتھ یہ چاروں بزرگ نماز جنازہ پڑھاتے تھے اس کے سوا جنازہ کا طریقہ جاری نہ تھا۔

(۱۰) ان کے مقدس ایام میں درُود شریف ایک ہی طرح کا پڑھا جاتا تھا یعنی بارک وسلّم کے الفاظ کے ساتھ درُود جاری تھا۔ اِن دو لفظوں کو چھوڑ کر درُود نہیں پڑھا جاتا تھا۔

(۱۱) اور افطارئ روزہ کی تعجیل کے ساتھ یعنی جلدی ہوتی تھی۔ اس میں تاخیر کرنا مروّج نہ تھا۔

(۱۲) ان بزرگوں کے عمدہ ایام میں (جو امت کے لیے بعد از پیغمبر علیہ السلام بہترین دَور تھا) طریقۂ نکاح ایک طرح کا جاری وساری تھا (جو سُنّتِ نبوی کے موافق و مطابق تھا) یعنی مُتعہ کا طریقہ مشروع نہ تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ چاروں بزرگوں کے دَورِ مقدس میں دین کے امور میں ایک ہی طریقہ

مسنونہ جاری رہتا تھا۔ ان اُمور میں کسی دوسرے طریقہ پر عمل درآمد نہیں ہوتا تھا۔
یہ چیز ان حضرات کے آپس میں موَدّۃ واخلاص وصدقِ معاملہ و رأفت وشفقت و رفاقت واُلفت پر دلالت کرتی ہے۔ اللہ کریم (جل مجدہٗ) ان پاک طینت ہستیوں کے طفیل ہم کو بھی دین واسلام کے مسائل میں اتحاد واتفاق وائتلاف واقتراب نصیب فرمائے جو اصل سرمایۂ مذہب ہے۔

یہاں باب دوم ختم کیا جاتا ہے۔

باب سوم

اس باب میں چند عنوانات مرتب کیے گئے ہیں جو ان حضرات (خصوصاً سیدنا ابوبکر الصدیقؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ) کے درمیان عمدہ مراسم وخوش تر تعلقات پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ واقعات فریقین کی کتابوں میں متفرق اوراق میں پاتے جاتے ہیں۔ ہم نے قلیل سی محنت کر کے ان کے بعض اجزا جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے ناظرین کرام انصاف کی نظر ڈالتے ہوئے ان کو قبول فرمائیں گے۔

(۱)

ایک چیز تو یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت میں فقہی مسائل بیان کرنے اور فتویٰ دینے میں حضرت علیؓ، دیگر صحابۂ کرام کے ساتھ شامل رہتے تھے۔

(۲)

دوسری یہ چیز ہے کہ حضرت علیؓ جنگی معاملات کے مشوروں میں اور فوجی نگرانیوں میں نیز دیگر ملکی، حفاظتی تدابیر میں عملاً شریک رہتے تھے۔

(۳)

تیسری یہ چیز ہے کہ خلیفۂ وقت کی جانب سے مالی عطیات و ہدایا وغنائم وغیرہ کے قبول و وصول کرنے میں حضرت علیؓ باقی صحابہؓ کی طرح شامل وشریک تھے۔

(۴)

چوتھی یہ چیز ہے کہ خلافت صدیقی وخلافتِ فاروقی میں حدود اللہ (یعنی خدائی احکام)

جاری کرنے میں حضرت علی المرتضیٰؓ خلفائے کرام کے ساتھ دستِ راست کی حیثیت رکھتے تھے۔ نیز ملک میں اور قوم میں خدا کے احکام نافذ کرنے میں علماً ان کے معاون و مددگار تھے۔

یہ چار چیزیں ان بزرگانِ دین کے باہمی اتحاد واتفاق وارتفاق وارتباط کے لیے کھلے نشانات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اب نمبروار ہر ایک کی مختصر سی وضاحت پیش کی جاتی ہے۔ امید ہے موجبِ اطمینان وباعثِ ایقان ہو سکے گی۔

پہلی چیز

یہ ہے کہ خلافتِ صدیقی وخلافتِ فاروقی میں حضرت علی المرتضیٰؓ کا شمار ان حضرات میں تھا جن کی طرف دین کے مسائل دریافت کرنے اور فتویٰ حاصل کرنے میں رجوع کیا جاتا تھا۔

چنانچہ طبقات ابن سعد میں یہ مسئلہ موجود ہے، ملاحظہ فرما دیں۔

عن عبد الرحمن بن القاسم عن ابیه ان ابا بکر الصدیق کان اِذَا نَزَلَ بِهٖ اَمْرٌ یُرِیْدُ فِیْهِ مُشَاوَرَةَ اَهْلِ الرَّاْیِ وَاَهْلِ الْفِقْهِ دَعَا رِجَالًا مِنَ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ دَعَا عُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیًّا وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَمُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَاُبَیَّ بْنَ کَعْبٍ وَزَیْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَکُلُّ هٰؤُلَاءِ یُفْتِیْ فِیْ خِلَافَةِ اَبِیْ بَکْرٍ وَاِنَّمَا تَصِیْرُ فَتْوَی النَّاسِ اِلٰی هٰؤُلَاءِ فَمَضٰی اَبُوْ بَکْرٍ عَلٰی ذَالِکَ ثُمَّ وَلِیَ عُمَرُ فَکَانَ یَدْعُوْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرَ الخ

یعنی عبد الرحمن بن القاسم اپنے باپ قاسم سے روایت کرتے ہیں کہ ابوبکر الصدیقؓ کو جب صاحب رائے اور صاحب فہم لوگوں کے مشورہ کی ضرورت پیش آتی تھی تو مہاجرین وانصار اور بالخصوص عمر بن الخطابؓ، عثمانؓ بن عفان، علیؓ بن ابی طالب، عبد الرحمن بن عوف، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت

(۱)

(رضی اللہ تعالیٰ) کو بُلاتے تھے اور یہ تمام بزرگ دَورِ خلافت کے مُفتیوں میں سے تھے۔ فتویٰ حاصل کرنے میں لوگ ان حضرات کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ابوبکر الصدیقؓ نے اپنے دَورِ خلافت میں یہ طریقۂ کار جاری رکھا۔ پھر عمر بن الخطابؓ خلیفہ بنائے گئے وہ بھی مشورہ کی خاطر انہی بزرگوں کو مدعو کرتے تھے۔"

(طبقات ابن سعد جلد ثانی قسم ثانی ص ۱۰۹۔ باب اہل العلم و الفتویٰ من اصحاب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم طبع لیدن یورپ)

اسی طرح شیعی مؤرّخین نے بھی ذکر کیا ہے کہ ابوبکر (الصدیقؓ) کے ایامِ خلافت و امارت میں حضرت علی المرتضیٰ کا شمار فقیہوں و مفتیوں میں تھا۔ لکھتے ہیں کہ

"وَكَانَ مَنْ يُؤْخَذُ عَنْهُ الْفِقْهُ فِي أَيَّامِ أَبِي بَكْرٍ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ۔"

خلاصہ یہ ہے کہ ابوبکرؓ کے دورِ خلافت میں مندرجۂ ذیل حضرات سے فقہی مسائل دریافت کیے جاتے تھے۔ علیؓ بن ابی طالب عمرؓ بن الخطاب۔ معاذؓ بن جبل۔ اُبیؓ بن کعب۔ زیدؓ بن ثابت۔ عبداللہ بن مسعود۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(تاریخ یعقوبی از احمد بن ابی یعقوب بن جعفر العباسی الشیعی، ج ۲ ص ۱۳۸ طبع جدید بیروتی۔ آخر ایام ابی بکرؓ)

مندرجاتِ بالا کے فوائد

امُور کے لیے مشورہ حاصل کرنے کی عادت تھی۔ خلافت کے

ی کا رویّہ نہیں رکھتے تھے۔

(۲) اکابر مہاجرین و انصار کے ساتھ خلیفہ اسلام کا باعزّت سلوک جاری رہتا تھا۔

(۳) جن اہل الرّأی و صاحب مشورہ و صاحبِ فتویٰ حضرات کو مدعو کیا جاتا تھا ان میں حضرتِ علی المرتضیٰؓ کا اہم مقام مقرّر و متعیّن تھا۔

(۴) نیز ثابت ہُوا کہ "صدّیقی دَورِ خلافت" و "فاروقی دَورِ خلافت" کے مدبّروں، مشیروں اور مفتیوں میں حضرت علیؓ شامل تھے۔

یہ تمام حالات اس امر کے گواہ و شاہد ہیں کہ خلیفۂ اوّل (صدّیق اکبرؓ) اور علی المرتضیٰ کا باہمی اعتماد تھا۔ آپس میں عمدہ سلوک تھا۔ ایک دوسرے کے ساتھ خوش معاملہ تھے۔ دوستانہ طرزِ معاشرت رکھتے تھے اور ان میں بہترین تعلقات قائم دائم تھے۔

دُوسری چیز

یہ ہے کہ خلافتِ صدّیقی میں جب جنگی اُمور کا سامنا ہوتا تھا تو اس وقت حضرت سیدنا ابوبکر الصدّیقؓ اکابر صحابۂ کرام کے ساتھ مشاورت فرمایا کرتے تھے۔ اور صحابۂ کرامؓ حضرت ابوبکر الصدّیقؓ کے ساتھ ان معاملات میں ہر مرحلہ پر ہم آہنگ اور ہم نوا رہتے تھے۔ خاص کر سیّدنا علی المرتضیٰؓ ان تمام اُمور میں خلیفۂ اوّل کے ساتھ شریکِ کار رہتے تھے۔ اس مقصد کے متعلق ہم چند ایک تاریخی واقعات ذیل میں پیش کرتے ہیں جو ہماری گزارشات کے حق میں مؤیّد و مثبت ہیں۔

(ا)

حافظ محبّ الدین احمد بن عبداللہ الطبری متوفیٰ ۶۹۴ھ نے اپنی تصنیف ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ ص ۹۷، باب ذکر اتباعہ لسُنّتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم میں ابن السّمان کے حوالہ سے واقعہ درج کیا ہے کہ

.... عَنْ عَلِيٍّ وَقَدْ شَاوَرَهُ أَبُو بَكْرٍ فِي قِتَالِ أَهْلِ الرِّدَّةِ بَعْدَ أَنْ

شَاوَرَ الصَّحَابَةَ فَاخْتَلَفُوْا عَلَيْهِ فَقَالَ مَا تَقُوْلُ يَا اَبَا الْحَسَنِ فَقَالَ اِنْ تَرَكْتَ شَيْئًا مِمَّا اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ فَاَنْتَ عَلٰى خِلَافِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَمَّا لَئِنْ قُلْتَ ذَالِكَ لَاُقَاتِلَنَّهُمْ وَلَوْ مَنَعُوْنِیْ عِقَالًا (اخرجه ابن السمان)

یعنی ابن السمان نے "کتاب الموافقہ" میں ذکر کیا ہے کہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے قتال کے بارے میں دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنے کے بعد علی المرتضیٰ سے رائے لینے کے لیے سوال کیا کہ اے ابوالحسن آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ (مرتدین و مانعینِ زکوٰۃ وغیرہ سے) جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وصول فرمایا کرتے تھے اس سے آپ اگر کچھ بھی چھوڑ دیں تو آپ نے پیغمبرِ خدا کا خلاف کر ڈالا۔ یہ سن کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ نے چونکہ یہ مشورہ دیا ہے تو اگر ہم سے وہ اُونٹ کی ایک رسی بھی روک رکھیں گے تو میں ان سے ضرور قتال اور جنگ کروں گا۔"

(ذخائر العقبیٰ ص ۹۷ لمحب الطبری)

(۲)

نیز "ریاض النضرہ" میں محب الطبری مذکور نے اور البدایہ میں حافظ ابن کثیر نے اور کنز العمال میں علی متقی ہندی نے ایک واقعہ لکھا ہے اور منقول عنہ مصادر و مخارج بھی ساتھ ذکر کیے ہیں:-

... عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت خَرَجَ اَبِیْ شَاهِرًا سَيْفَهٗ رَاكِبًا عَلٰى رَاحِلَتِهٖ اِلٰى ذِی الْقَصَّةِ فَجَاءَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ فَاَخَذَ بِزِمَامِ رَاحِلَتِهٖ وَقَالَ اِلٰى اَيْنَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ؟ اَقُوْلُ لَكَ مَا قَالَ لَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ اُحُدٍ شِمْ سَيْفَكَ وَلَا تَفْجَعْنَا بِنَفْسِكَ فَوَاللّٰهِ لَئِنْ اُصِبْنَا بِكَ لَا يَكُوْنُ لِلْاِسْلَامِ بَعْدَكَ نِظَامٌ اَبَدًا فَرَجَعَ وَاَمْضَى الْجَيْشَ۔"

(۱) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ، ج ۱ ص ۱۳۰ بحوالہ الخلعی۔ و ابن السمان فی الموافقۃ۔ و الفضائلی۔ باب شدۃ بأسہ لما ارتدت العرب بعد وفاۃ النبی صلعم۔

(۲) البدایہ والنہایہ ص ۳۱۵ جلد ۶، لابن کثیر دمشقی۔

(۳) کنز العمال ص ۱۴۲-۱۴۳، جلد ۳۔ بحوالہ زکریا الساجی

(۴) الصواعق المحرقہ لابن حجر المکی۔ الباب الاول، الفصل الثالث، طبع جدید، ص ۱۵)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرے والد ابوبکر صدیق مقام ذی القصہ کی طرف اپنی سواری پر سوار ہو کر برہنہ تیغ (یعنی ننگی تلوار) لیکر نکلے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اس سواری کی باگ تھام کر فرمانے لگے۔ اے رسولِ خدا کے خلیفہ!! آپ (بہ نفس نفیس) کہاں تشریف لے جاتے ہیں؟ اب میں آپ کو وہی بات کہتا ہوں جو اُحد کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمائی تھی۔ آپ اپنی تلوار نیام میں کیجیے اور اپنی ذات کے متعلق ہمیں پریشانی میں نہ ڈالیے پس اللہ کی قسم اگر ہم آپ کی ذات کے حق میں کوئی مصیبت پہنچاتے گئے تو آپ کے بعد اسلام کا یہ نظام درست نہ رہ سکے گا (پس یہ مشورہ قبول کرتے ہوئے) ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ خود واپس تشریف لائے اور لشکر (مجوزہ) کو روانہ کر دیا۔"

(۳)

اور شیعہ علماء نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کلام نقل کیا ہے جس میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی

دورِ خلافت میں پیش آمدہ اہم واقعات میں حضرت علیؓ کے شریک ہونے کا اقرار پایا گیا ہے اور علی المرتضیٰ کی جانب سے یہ تصریح بھی مذکور ہے کہ ہم لوگوں نے اس موقع پر دین کے مخالفین کا متحد ہو کر مقابلہ کیا حتیٰ کہ اسلام اطمینان کے ساتھ قائم ہو گیا اور دین سکون کے ساتھ قرار پکڑنے لگا۔

نہج البلاغہ (مع شروح کے) مذکور ہے:

——— فَنَهَضْتُ فِي تِلْكَ الْاَحْدَاثِ حَتّٰى زَاحَ الْبَاطِلُ وَزَهَقَ وَ اطْمَئَنَّ الدِّيْنُ وَتَنَهْنَهَ۔" (نہج البلاغہ)

——— تِلْكَ الْاَحْدَاثُ الَّتِيْ وَقَعَتْ مِنَ الْعَرَبِ اِلٰى غَايَةِ زُهُوْقِ الْبَاطِلِ وَاسْتِقْرَارِ الدِّيْنِ وَاِنْتِشَارِهِ۔" (ابن میثم بحرانی، تحت متن مذکور)

——— فَكَاَنَّ الدِّيْنَ كَانَ مُتَحَرِّكًا مُضْطَرِبًا فَسَكَنَ وَكَفَّ عَنْ ذَالِكَ الْاِضْطِرَابِ۔ (درہ نجفیہ، تحت متن مذکور)

(ان عبارات کا) حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں (رسول اللہ صلعم کے بعد (مرتدینِ عرب) کی سرکوبی کے لیے میں اُٹھ کھڑا ہُوا یہاں تک کہ یہ فتنے ختم ہو گئے اور دینِ اسلام آرام کرنے لگا۔

——— گویا دین (فتنوں کی وجہ سے کمزور ہو کر) متحرک و مضطرب ہو گیا تھا۔ (ہماری بروقت ساعی کی بنا پر) اضطراب و پریشانی سے پُرسکون ہو گیا اور اس نے استقرار پکڑا۔" (نہج البلاغہ، ج ۲ ص ۱۱۹۔ من کتاب لہٗ علیہ السلام الی اہلِ مصر مع مالک الاشتر الخ، طبع مصری دو جلدیں)

——— اب اور شیعی فاضل مترجم و شارح نہج البلاغہ ملا فتح اللہ قاشانی المتوفی ۹۸۸ھ کی تصریح اس مکتوب کے تحت پائی گئی ہے وہ بھی ناظرین ملاحظہ فرمائیں مضمون بالا کی تائید میں بڑی مفید ہے۔ مکتوب مرتضوی مذکور کے تحت اس نے لکھا ہے کہ:

"بدانکہ درزمانِ خلافتِ ابی بکر بسیارے از عرب برگشتند از دین و مرتد شدند و اصحاب درآن امر عاجز و حیران شدند۔ چوں آنحضرتؑ آں امر را چناں دید، اصحاب را دلداری کردہ بزورِ بازوئے حیدری اہلِ ارتداد را بسقر فرستاد و باز امر دین را انتظام داد۔"

(ترجمہ و شرح نہج البلاغہ از ملا فتح اللہ قاشانیؒ[1] تحت مکتوب جناب امیر علیہ السلام بسوئے اہالیانِ مصر برائے اشتر والی مصر مطبوعہ ایرانی قدیمی طبع)

اِس سے ثابت ہُوا کہ

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے حق میں حضرت علی حامی و مددگار تھے اور خلافتِ صدیقی دینِ حق کے برخلاف قائم نہ تھی۔ اگر یہ خلافت باغیانہ و غاصبانہ ہوتی تو حضرت علیؓ اس کو بزورِ بازو اپنے تصرف اور نگرانی میں لے سکتے تھے جیسا کہ بازوئے حیدری کی قوت نے اس مشکل وقت میں امرِ دین کا انتظام درست کر دیا۔

——— نیز اِس مشکل وقت میں حضرت علیؓ نے بزورِ شمشیر امداد کی ہے جو ان کے ساتھ اخلاص کی علامت ہے۔

——— اور معلوم ہُوا کہ ان خلفاء کے ساتھ حضرت علیؓ کو بہت ارتباط و اتحاد و اتفاق تھا لیکن بعد والے لوگوں نے ان تمام چیزوں کو اختلاف و انشقاق و نفاق کی شکل میں پیش

---

[1] ملا فتح اللہ قاشانی ۹۸۸ھ کی یہ شرح نہج البلاغہ فارسی زبان میں ہے اس کا نام تنبیہ الغافلین و تذکیر العارفین ہے۔ اور تفسیر منہج الصادقین اور اس کا خلاصہ منہج یہ دونوں تصانیف ملا فتح اللہ صاحب قاشانی کی ہیں۔ یہ شیعہ کے کبار علماء میں سے ہے۔

(روضات الجنات ص ۴۸۶ طبع قدیم، ایران)

کر دیا ہے۔

(۴)

اسی طرح دونوں فریق کی کتابوں میں غزوۂ روم وشام کے متعلق بشارت پر مشتمل ایک مشورہ مذکور ہے وہ بھی ناظرین تمکین کی ضیافتِ طبع کی خاطر حاضرِ خدمت کیا جاتا ہے۔ اہلِ فہم واہلِ انصاف حضرات اس سے فوائد خود مرتب فرما سکیں گے۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن اوفیٰ سے منقول ہے کہ جب ابوبکر الصدیقؓ نے غزوۂ رُوم کا ارادہ کیا تو اکابر مہاجرین وانصار (خصوصاً) بدریوں کو مدعو کیا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص وسعیدؓ بن زید و ابوعبیدہ وغیرہم حضرات تشریف لائے۔ غزوۂ مذکورہ کے متعلق خلیفۂ اوّل نے مشورہ طلب کیا (ان اکابرین نے اپنے اپنے مشورے پیش کیے):-

وَعَلِیٌّ فِی الْقَوْمِ لَا یَتَکَلَّمُ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ مَا ذَا تَرٰی یَا اَبَا الْحَسَنِ! فَقَالَ اَرٰی اَنَّكَ اِنْ سِرْتَ اِلَیْهِمْ بِنَفْسِكَ اَوْبَعَثْتَ اِلَیْهِمْ نُصِرْتَ عَلَیْهِمْ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔ فَقَالَ بَشَّرَكَ اللّٰهُ بِخَیْرٍ وَمِنْ اَیْنَ عَلِمْتَ ذَالِكَ؟ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا یَزَالُ هٰذَا الدِّیْنُ ظَاهِرًا عَلٰی كُلِّ مَنْ نَاوَاهُ حَتّٰی یَقُوْمَ الدِّیْنُ وَاَهْلُهٗ ظَاهِرُوْنَ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ مَا اَحْسَنَ هٰذَا الْحَدِیْثَ لَقَدْ سَرَرْتَنِیْ سَرَّكَ اللّٰهُ۔

"حاصل یہ ہے کہ علی المرتضیٰؓ قوم میں خاموش بیٹھے ہیں۔ کوئی کلام نہیں کی، صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا اے ابوالحسن آپ کا کیا خیال ہے؟ فرمایئے؟ تو حضرت علیؓ نے اپنا اظہارِ خیال کیا کہ آپ بہ نفسِ نفیس لشکر کی معیت میں تشریف لے جائیں یا اس غزوہ میں صرف فوج ارسال کر دیں۔ انشاءاللہ تعالیٰ

آپ کے تو ہیں فتح ہوگی۔ ابوبکر الصدیقؓ کہنے لگے اللہ آپ کو امرِ خیر کی خوشخبری سنائے یہ چیز آپ نے کہاں سے معلوم کی تو علی المرتضیٰؓ نے تبلایا کہ میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سُنا تھا، جناب نے ارشاد فرمایا تھا کہ جو شخص اس دین کے معارضہ ومقابلہ کا ارادہ کرے گا اس پر یہ دین غالب آکر رہے گا اور اہلِ دین بھی غالب آجائیں گے۔ جو شخص اس دین کے مٹانے کا قصد کریگا اس کے خلاف یہ دین ہمیشہ غالب آتا رہے گا۔ حتیٰ کہ یہ دین اسلام اپنے پاؤں پر قائم ہو جائے گا اور اہلِ دین (مخالفین پر) غلبہ پالیں گے۔"

حضرت علیؓ سے یہ روایت سُنکر صدیقِ اکبرؓ نے فرمایا کہ سبحان اللہ یہ کیا عمدہ فرمانِ نبوی ہے۔ اے علیؓ آپ نے ہمیں خوش کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش وخورسند فرمائے۔"

(کنز العمال علی متقی ہندی ص ۱۴۳-۱۴۴ جلد سوم۔ کتاب الخلافۃ مع الامارۃ (بعث الروم) بحوالہ ابن عساکر۔ طبع اول قدیمی)

پھر شیعہ احباب نے بھی اس واقعہ کو مختصراً اپنی کتابوں میں اپنے اپنے الفاظ میں درج کیا ہے۔ ان کے دو عدد حوالہ جات ملاحظہ فرماویں۔

(۱) ——— احمد بن ابی یعقوب بن جعفر بن الواضح الکاتب العباسی نے اپنی مشہور تاریخ یعقوبی میں ایامِ ابی بکر کے تحت لکھا ہے کہ

"اَرَادَ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَّغْزُوَ الرُّوْمَ فَشَاوَرَ جَمَاعَةً مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَقَدَّمُوْا وَاَخَّرُوْا فَاسْتَشَارَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ فَاَشَارَ اَنْ یَّفْعَلَ فَقَالَ اِنْ فَعَلْتَ ظَفِرْتَ فَقَالَ بُشِّرْتَ بِخَیْرٍ۔"

خلاصہ یہ ہے کہ ابوبکرؓ نے غزوۂ روم کا قصد کیا تو اصحابِ رسول کی جماعت سے اس معاملہ میں مشورہ طلب کیا تو انہوں نے (اپنے اپنے خیال کے موافق)

تقدیم و تاخیر ذکر کی۔ پس ابوبکرؓ نے علی بن ابی طالب سے رائے طلب کی تو انہوں نے اس کام کے کرنے کا اشارہ فرمایا اور کہا کہ اگر آپ اس کام کو کریں گے تو فتح مندی پائیں گے تو ابوبکرؓ نے کہا کہ آپ نے بڑی خیر و خوبی کی خوشخبری دی ہے"

(تاریخ یعقوبی، ص ۱۳۲۔ طبع جدید بیروتی۔ تحت ایام ابی بکر۔ احمد بن ابی یعقوب الکاتب العباسی شیعی۔ سن تالیف کتاب ہذا ۲۵۹ھ)

(۲) ــــــ صاحب ناسخ التواریخ مرزا محمد تقی لسان الملک نے بھی یہ واقعہ اپنی تاریخ ہذا میں نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ

...ابوبکر رو بعلی کرد و گفت یا ابا الحسن توجہ فرمائی؟ علی فرمود چہ تو راہ خود برگیری و چہ سپاہ نتازی ظفر تراست! ابوبکر گفت بشرک اللہ یا ابا الحسن از کجا گوئی؟ فرمود از رسول خدا! ابوبکر گفت بدیں حدیث مرا شاد کردی اے مسلمانان علی وارث علم پیغمبر ست ہر کہ در وے شک کند کافرست الخ

حاصل یہ ہے کہ (غزوہ روم و شام کی مشاورۃ کے موقعہ پر) ابوبکرؓ نے علی المرتضیٰ کی طرف رُخ کیا اور کہا کہ اے ابوالحسن! آپ اس کے حق میں کیا مشورہ دیتے ہیں۔ علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ آپ خود تشریف لے جائیں یا صرف لشکر ارسال کر دیں، فتح و نصرت آپ کے لیے ہوگی (یہ سن کر) ابوبکرؓ نے کہا کہ اے ابوالحسن آپ کو اللہ تعالیٰ خوشخبری سنائے۔ یہ بشارت آپ کہاں سے دے رہے ہیں تو علیؓ بن ابی طالب نے فرمایا کہ یہ فتح مندی کا ارشاد رسولِ خدا کی جانب سے مجھے موصول ہوا ہے۔ ابوبکر نے کہا کہ آپ نے اس ارشاد سے مجھے شاد کر دیا۔ مسلمانو! علی پیغمبر کے علم کے وارث ہیں جو اس بات میں شک کرے وہ کافر ہے"۔ (ناسخ التواریخ جلد دوم، کتاب دوم ص ۱۵۸۔ تحت عنوان تصمیم عزم ابی بکر بہ تسخیر ممالک شام و قتال مسلمین با ابطال لشکر روم در سال سیزدہم طبع قدیم تختی کلاں۔)

(۵)

"خلافتِ صدیقی" میں ایک دفعہ دشمنانِ اسلام کی طرف سے مدینہ شریف پر حملہ کر دینے کا خطرہ لاحق ہوا۔ اس مشکل ٹائم میں مدینہ طیبہ کی حفاظت کے لیے فوجی نگرانی کی ضرورت پیش آئی۔ اس وقت بھی حضرت علی المرتضیٰؓ نے حفاظتی دستہ میں خود شامل ہو کر مدینہ کی نگرانی کی۔ یہ سب تدابیر صدیق اکبرؓ کے فرمان کے تحت عمل میں لائی گئیں۔ اور ان مواضع میں حضرت علیؓ نے عملاً شریک ہو کر پورا پورا حصہ لیا۔ ذیل میں عبارات بعینہٖ ملاحظہ فرماویں۔

... وَجَعَلَ اَبُوْبَكْرٍ بَعْدَ مَا اَخْرَجَ الْوَفْدَ عَلٰى اَنْقَابِ الْمَدِيْنَةِ نَفَرًا عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَعَبْدَ اللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ وَاَخَذَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ بِحُضُوْرِ الْمَسْجِدِ وَقَالَ لَهُمْ اَيُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ اِنَّ الْاَرْضَ كَافِرَةٌ وَقَدْ رَأٰى وَفْدُهُمْ مِنْكُمْ قِلَّةً وَاِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَلَيْلًا تُؤْتَوْنَ اَمْ نَهَارًا وَاَدْنَاهُمْ مِنْكُمْ عَلٰى بَرِيْدٍ۔

(۱) تاریخ ابن جریر الطبری جلد ثالث تحت احوال السنۃ الحادی عشرۃ ص ۲۲۳۔ ج ۳۔ طبع قدیم مصری۔

(۲) شرح نہج البلاغہ، حدیدی شیعی، ج ۴ ص ۲۲۸۔ طبع تبریزی)

اس کا حاصل یہ ہے کہ ابوبکر الصدیق نے مدینہ شریف کی گذرگاہوں اور راستوں پر نگرانی کے لیے لشکر اور جیش روانہ کیے اور ان حفاظتی دستوں پر علی بن ابی طالب۔ زبیر بن عوام۔ طلحہ۔ عبداللہ بن مسعود کو نگران و محافظ مقرر فرمایا اور باقی اہل المدینہ کو مسجد مدینہ میں جمع کیا اور ابوبکر الصدیقؓ نے ان کو فرمایا کہ اے مسلمانو! (علاقہ کے لوگ) دین سے برگشتہ ہو رہے ہیں ان کے وفد نے تم کو (اپنے خیال میں) قلیل تصور کر رکھا ہے۔ تم لوگوں کو معلوم نہیں کہ وہ تمہارے پاس کسی وقت رات کو یا دن کو آپہنچیں ان کی قریبی جماعتیں تم سے

ایک برید کی مسافت (یعنی ۱۲-۱۴ میل) پر موجود ہیں۔

اسی واقعہ کو تاریخ ابن کثیر (البدایہ والنہایہ) و تاریخ ابن خلدون میں بھی آپ بعبارت ذیل ملاحظہ فرما سکتے ہیں:-

فَجَعَلَ الصِّدِّیْقُ عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَۃِ حَرَّاسًا یَبِیْتُوْنَ بِالْجُیُوْشِ حَوْلَھَا فَمِنْ اُمَرَاءِ الْحَرَسِ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَالزُّبَیْرُ بْنُ عَوَّامٍ وَطَلْحَۃُ بْنُ عُبَیْدِ اللّٰہِ وَسَعْدُ بْنُ اَبِیْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ۔

یعنی ابوبکر الصدیق نے مدینہ کی گذرگاہوں اور راستوں پر محافظ و نگران مقرر کر دیئے جو مدینہ کے گرد اگرد فوجی دستوں کے ساتھ رات گزارتے تھے۔ ان نگرانی کرنے والوں اور محافظوں میں یہ حضرات شامل تھے۔ علیؓ بن ابی طالب اور زبیرؓ اور طلحہؓ، سعدؓ بن ابی وقاص۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ۔ ابنؓ مسعودؓ۔

(۳) البدایہ لابن کثیر ص ۳۱۱ - جلد ۶ فصل فی تصدی الصدیق لقتال اہل الردہ

(۴) تاریخ ابن خلدون، ج ۲ ص ۸۵۸ جلد ثانی تحت عنوان الخلافۃ الاسلامیہ)

مندرجات ہٰذا کے ثمرات

(۱) صدیقی خلافت میں اہم ملکی معاملات کی خاطر جو مشورے ہوتے تھے ان میں حضرت علیؓ شریک ہوتے تھے اور جو مشورہ مرتضیٰ شیرِ خدا دیتے تھے۔ اس کی بڑی قدر ہوتی تھی اور اس کے موافق عمل درآمد کیا جاتا تھا۔ حاصل یہ ہے کہ یہ مشورہ دینا بھی آپس کی خیر خواہی پر دال ہے اور مشورہ قبول کرنا بھی ایک دوسرے کے حق میں اخلاص و مودّۃ اور قدردانی پر شاہد عادل ہے۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰ صدیقِ اکبرؓ کو خلیفۂ رسول کے الفاظ سے بھی یاد کرتے تھے اور

ان کے براہِ راست جنگ میں شامل و شریک ہونے کو خطرہ کا باعث تصور کرتے تھے۔ یعنی خلیفۂ اوّل کی تکلیف کو گویا تمام مسلمانوں اور اہلِ اسلام کے حق میں مصیبت گمان کرتے تھے۔

(۳) صدیقِ اکبرؓ کی خدمت میں حضرت علیؓ کا فتح مندی و کامیابی کی بشارتیں بیان کرنا اور جانبین کا اس پر مسرت و فرحت محسوس کرنا باہمی عقیدت و اعتماد و تعلقات کا بہترین ثبوت ہے۔

(۴) پھر مشکل اوقات میں حفاظتی تدابیر و فوجی نگرانیوں میں حضرت علیؓ کا بذاتِ خود شمولیت کرنا ایک دوسرے کے ساتھ دوستی و جاں نثاری کا نہایت شاندار کارنامہ ہے۔

(۵) نیز واضح ہوا کہ اس دور کی ضروری مہموں میں حضرت علیؓ ہمیشہ شریکِ کار رہتے تھے اور صدیقی خلافت کی حقانیت و صداقت حضرت علی المرتضیٰؓ کے نزدیک مسلّم و معتبر تھی۔

بالفرض اگر صدیقی خلافت باطل ہوتی تو مخالفین کے ساتھ جنگ و قتال کی بجائے خود اس کی سرکوبی واجب اور مقدم تھی اور اس کو مضبوط کرنے کی بجائے اس سرچشمۂ باطل کو ختم کر دینا لازم تھا۔ اور واقعات سراسر اس کے برخلاف و برعکس پائے گئے ہیں۔ کیونکہ یہاں ہر مرحلہ پر ہر قدم پر، ہر موقعہ پر خلیفۂ اوّل صدیقِ اکبرؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کی نصرت شامل ہے اور نصیحت شریک ہے۔ معیّت پائی جاتی ہے۔ رفاقت ثابت ہے۔ موافقت موجود ہے۔ معاونت جاری ہے۔ اہلِ انصاف و اہلِ فہم کی اصطلاح میں ان چیزوں کو "اتفاق و اتحاد" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (ہٰذا ھو الحق)

تیسری چیز

یہ ہے کہ حدیث و تاریخ کی کتابیں بتلاتی ہیں کہ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ کو مالی عطیات عنایت فرمایا کرتے تھے اور وہ بخوشی قبول کیا کرتے تھے۔ یہ عطا فرمودہ

چیزیں خواہ خمس وغنائم سے تعلق رکھتی ہوں خواہ از قسم مالِ فئے ہوں یا ہدایا و تحائف میں سے ہوں) بہرکیف ابوبکر الصدیق کی جانب سے یہ مالی حقوق ادا کرنا اور شیرِ خدا کی طرف سے ان کو وصول کرنا یہ دونوں امور ان حضرات کے باہمی خوشتر مراسم و عمدہ تعلقات پر دلالت کرتے ہیں۔ چنانچہ ہم چند واقعات کو ایک ترتیب سے ذکر کرتے ہیں۔ امید ہے ناظرین باتمکین اس تجویز کو پسند فرمائیں گے۔ سُننِ کبریٰ بیہقی میں مذکور ہے:

(۱) . . . . عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ سَمِعْتُ عَلِیًّا رضؓ یَقُوْلُ وَلَّانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خُمُسَ الْخُمُسِ فَوَضَعْتُہٗ مَوَاضِعَہٗ حَیَاۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَحَیَاۃَ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَعُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ . . . . . فَاُتِیَ بِمَالٍ فَدَعَانِیْ فَقَالَ خُذْہُ فَقُلْتُ لَا اُرِیْدُہٗ قَالَ خُذْہُ فَاَنْتُمْ اَحَقُّ بِہٖ قُلْتُ قَدِ اسْتَغْنَیْنَا عَنْہُ فَجَعَلَہٗ فِیْ بَیْتِ الْمَالِ۔

(السنن الکبریٰ بیہقی، ج ۶ ص ۳۴۳ - باب سہم ذوی القربیٰ من الخمس.

اور مسنداتِ علیؓ میں امام احمدؒ کے مُسنَد میں مذکور ہے کہ:

. . . . فَوَلَّانِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَسَمْتُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ ثُمَّ وَلَّانِیْہِ اَبُوْبَکْرٍ فَقَسَمْتُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ ثُمَّ وَلَّانِیْہِ عُمَرُ فَقَسَمْتُہٗ فِیْ حَیَاتِہٖ حَتّٰی کَانَتْ اٰخِرُ سَنَۃٍ مِنْ سِنِیْ عُمَرَ فَاِنَّہٗ اَتَاہُ مَالٌ کَثِیْرٌ۔ (مُسند امام احمد، ج ا ص ۸۴ جلد اوّل، مسنداتِ علیؓ معہ منتخب کنز العمّال مصری طبع)

ان دونوں روایات کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت مرتضیٰ شیرِ خدا فرماتے ہیں کہ ہم رشتہ دارانِ رسول اللہ صلعم کا جو خمس میں حصّہ تھا اس کی تقسیم کا متولی جناب سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بنایا۔ پس میں حضور صلعم کے عہدِ مقدس میں اور ابوبکرؓ کے دور میں اور عُمر بن الخطّاب کے زمانہ میں خمس کے حصّہ کو اس کے مواضع (یعنی حقداروں میں) تقسیم کرتا رہا۔ پھر عمر بن الخطّاب کی خلافت کے آخری سالوں میں ان کے پاس کثیر مال پہنچا تو انہوں نے مجھے بلاکر فرمایا کہ یہ مال اتنا مقدار آپ لوگوں کا حق ہے اس کو آپ تحویل میں کرلیں۔ مَیں نے ان کو جواب دیا کہ ہمارا ارادہ لینے کا نہیں ہے۔ پھر عمرؓ نے فرمایا کہ آپ اس کے زیادہ حقدار ہیں۔ اس وقت مَیں نے جواباً عرض کیا کہ اب ہم اس مال سے مستغنی ہیں، محتاج نہیں ہیں (فلہٰذا اور محتاجوں کو دے دیں) پس عمر بن الخطّاب نے اس مال کو مسلمانوں کے بیت المال میں داخل کر دیا۔"

قبل ازیں باب اوّل میں بھی ہم نے ذکر کیا ہے کہ علیؓ المرتضیٰ کے خاندان والے جب آسودہ حال ہو گئے اور فقر و فاقہ کی صورت نہ رہی تو وہ حضرات اس مال کے وصول کرنے سے خودبخود دست بردار ہو گئے۔ خلیفۂ اوّل و خلیفۂ ثانی دونوں کی جانب سے ان کی ادائیگی کے حق میں کوئی کوتاہی واقع نہیں ہوئی۔

نیز یہ بھی عیاں ہو گیا کہ فاروق اعظمؓ نے یہ مال نہ خود کھایا نہ خورد بُرد کیا، نہ غصب کیا۔ بلکہ ان کی دست برداری کے بعد بیت المال میں داخل کرا دیا تاکہ دیگر مسلمان اس مال سے منتفع ہوتے رہیں۔

(۲) دوسری عرض یہ ہے کہ مالِ خمس و مالِ فئے کا طریقۂ تقسیم جو صدّیقِ اکبرؓ کے ایامِ خلافت میں جاری تھا۔ اسی طریقۂ کار کو حضرت علیؓ کا اپنی خلافت میں قائم رکھنا یہ اس بات کی مستقل شہادت ہے کہ صدیقی خلافت ان کے نزدیک برحق تھی۔ اس کا تقسیمِ عمل اور کارکردگی بالکل صحیح اور درست تھی۔

ابن عبدالبرؒ نے استیعاب میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ:

. . . . وَکَانَ عَلِیٌّ یَسِیْرُ فِی الْفَیْئِ مَسِیْرَۃَ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ فِی الْقَسْمِ وَاِذَا وَرَدَ عَلَیْہِ مَالٌ لَمْ یُبْقِ مِنْہُ شَیْئًا اِلَّا قَسَمَہٗ وَلَا یَتْرُکُ فِیْ

بَیْتِ الْمَالِ منہ اِلَّا ما یعجز عن قسمتہٖ فی یومہٖ ذالک ۔"

(الاستیعاب معہ اصابہ، ج ۳ ص ۴۷ - تذکرہ حضرت علیؓ)

یعنی مالِ فئے کی تقسیم میں حضرت علیؓ وہی طریقہ اختیار کرتے تھے جو ابوبکر الصدیقؓ اپنے دورِ خلافت میں جاری کیے ہوئے تھے جب علیؓ المرتضیٰ کے پاس مالِ غنیمت و فئے پہنچتا تو آپ اس مال سے کچھ باقی نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اسی موقع پر اس کو تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور بیت المال میں وہی مال رہ جاتا تھا جو اس روز تقسیم ہو جانے سے رہ گیا ہو۔"

(۳) نیز واضح ہو کہ حضرت علی شیرِ خداؓ کو صدیقی خلافت کے ایام میں خلیفۂ اول کے حکم سے مالِ غنیمت میں سے جواری (یعنی لونڈیاں و خادمہ) ملنے کے متعدد واقعات تاریخ اسلامی میں موجود ہیں۔ چنانچہ ہم یہاں چند حوالہ جات قارئینِ کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ بغور ملاحظہ فرماویں۔

ایک واقعہ

ایک واقعہ تو کنز العمال میں مُصنّف عبدالرزاق کے حوالہ سے بعبارتِ ذیل درج ہے:-

عَنْ اَبِیْ جَعْفَرٍ قَالَ اَعْطٰی اَبُوْبَکْرٍ عَلِیًّا جَارِیَۃً فَدَخَلَتْ اُمُّ اَیْمَنَ عَلٰی فَاطِمَۃَ فَرَاَتْ فِیْہَا شَیْئًا فَکَرِھَتْہُ فَقَالَتْ مَالَکِ فَلَمْ تُخْبِرْھَا فَقَالَتْ مَالَکِ فَوَاللّٰہِ مَا کَانَ اَبُوْکِ یَکْتُمُنِیْ شَیْئًا فَقَالَتْ جَارِیَۃٌ اُعْطِیَہَا اَبُوالْحَسَنِ فَخَرَجَتْ اُمُّ اَیْمَنَ فَنَادَتْ عَلٰی بَابِ الْبَیْتِ الَّذِیْ فِیْہِ عَلِیٌّ بِاَعْلٰی صَوْتِہَا اَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ یَحْفَظُ فِیْ اَھْلِہٖ فَقَالَ عَلِیٌّ وَمَا ذَاکَ فَقَالَتْ جَارِیَۃٌ بُعِثَ بِہَا اِلَیْکَ اَبُوْبَکْرٍ فَقَالَ عَلِیٌّ اَلْجَارِیَۃُ لِفَاطِمَۃَ۔"

(۱) مصنف عبدالرزاق قلمی، باب الغیرۃ ص ۱۳۸ ربع الثالث۔ کتاب خانہ پیر جھنڈا (سندھ)

(۲) المصنف لعبدالرزاق مطبوعہ مجلس علمی ص ۳۰۲-۳۰۳، جلد ۷، طبع بیروت۔

(۳) کنز العمال، جلد سابع، فضائل فاطمہؓ ص ۱۱۲۔ طبع قدیم۔ حیدرآباد دکن

بحوالہ (عب)

یعنی ابوجعفرؒ نے کہا کہ حضرت علیؓ کو حضرت صدیق اکبرؓ نے ایک جاریہ (لونڈی) عطا فرمائی (اور فاطمۃ الزہراؓ کو یہ ناگوار گزرا) اُمِّ ایمن فاطمہؓ کے پاس آئیں تو ان کو ناخوش گوار حالت میں پایا۔ امِّ ایمنؓ فاطمہؓ کو کہنے لگیں کیا بات ہے؟ فاطمہؓ نے کوئی جواب نہ دیا تو امِّ ایمن بولیں اللہ کی قسم آپ کے والد شریف تو مجھ سے کوئی بات پوشیدہ نہ رکھتے تھے۔ یہ سُنکر فاطمہؓ نے بتلایا کہ ایک لونڈی (خادمہ) ابوالحسن علی المرتضیٰ کو ملی ہے (یعنی یہ چیز مجھے ناگوار ہے) تو امِّ ایمن باہر تشریف لائیں۔ جس مکان میں علی المرتضیٰ تھے اس کے پاس آکر بلند آواز سے (کنایۃً) یہ الفاظ کہے کہ رسُولِ خدا صلعم تو اپنے اہل و عیال کی حفاظت و نگرانی فرماتے تھے تو علی المرتضیٰؓ نے کہا کہ کیا بات ہے؟ تو ام ایمنؓ نے یہ تمام چیز بیان کی تو حضرت علیؓ نے (یہ صورت حالات دیکھ کر) کہا کہ یہ جاریہ ہم نے فاطمہؓ کے لیے دیدی۔"

دوسرا واقعہ

دوسرا واقعہ جس میں حضرت علیؓ کو خلیفۂ اوّل کی جانب سے ایک خادمہ (لونڈی) غنائم سے ملی۔ وہ اس طرح ہے کہ حضرت صدیقؓ کی طرف سے خالد بن ولید کو قبائل بنی تغلب کی طرف فوج دے کر روانہ کیا گیا۔ وہاں بنی تغلب وغیرہ قبائل سے جو غنائم حاصل ہوئے ان میں لونڈیاں بھی تھیں۔ قید شدہ لونڈیوں میں سے ایک لونڈی یعنی خادمہ حضرت علیؓ کو خلیفۂ اوّل کی طرف سے عنایت کی گئی۔ یہ واقعہ مؤرخین و صاحب انساب و صاحبِ طبقات لوگوں نے درج کیا ہے۔ چند عبارتیں ملاحظہ فرما کر تسلی کر سکتے ہیں اور شیعہ بزرگوں

نے بھی خادمہ (جس کا نام الصہباء ہے) کے حصول کرنے و قبول کرنے کو درست تسلیم کیا ہے مگر ساتھ ایک تاویل تحریر کر دی ہے جیسا کہ ان حضرات کا طریقہ کار ہے۔ یاد رہے کہ الصہباء سے حضرت علیؓ کا لڑکا عمر بن علی ہوا ہے۔ اور ایک رقیہ نامی لڑکی بھی ہے۔ عمر بن علی و رقیہ بنت علی دونوں کی ماں الصہباء تھی اور دونوں توام تھے۔ یہ واقعہ پہلے اپنی کتابوں سے عرض خدمت ہے۔ پھر شیعوں کا حوالہ بھی درج ہوگا تاکہ دوستوں کے لیے مزید اطمینان کا باعث ہو سکے۔

(۱)

طبقات ابن سعد میں عمر الاکبر بن علی بن ابی طالب کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ

عمر الاکبر بن علی بن ابی طالبؓ و امه الصهباء وهی ام حبیب بنت ربیعة ...... وکانت سبیة اصابها خالد بن الولید حیث اغار علی بنی تغلب بناحیة عین التمر۔

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۸۶ تذکرہ عمر مذکور طبع قدیم لیدن)

(۲)

ابو عبداللہ مصعب الزبیری نے کتاب "نسب قریش" الجزء الثانی میں علی المرتضیٰ کی اولاد کی تفصیل کے تحت ذکر کیا ہے کہ

عُمَرُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَرُقَيَّةُ وَهُمَا تَوْأَمٌ أُمُّهُمَا الصَّهْبَاءُ يُقَالُ اسْمُهَا أُمُّ حَبِيبٍ بِنْتُ رَبِيعَةَ مِنْ بَنِي تَغْلِبَ مِنْ سَبْيِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ آخِرَ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ۔

(۲) کتاب نسب قریش لابی عبداللہ مصعب الزبیری ص ۴۲ الجزء الثانی تحت اولاد علی۔ مطبوعہ مصر)

(۳)

خلیفہ ابن خیاط نے اپنی تصنیف "کتاب الطبقات" میں درج کیا ہے کہ:

"وعمر بن علیؓ بن ابی طالب امه الصهباء بنت عباد من بنی تغلب سباها خالد بن ولید فی الردة توفی سنة سبع وستین قتل مع مصعب ایام المختار"

(۳) کتاب الطبقات، ص ۲۳۰ لابی عمرو خلیفہ ابن خیاط متوفی ۲۴۰ھ)

(۴)

"...... بلغ خالداً ان جمعا لبنی تغلب بن وائل بالمضیح والحصید مرتدین علیهم ربیعة بن بجیر فاتاهم فقاتلوه فهزمهم وسبی وغنم وبعث بالسبی الی ابی بکرؓ فکانت منهم ام حبیب الصهباء بنت حبیب بن بجیر وهی ام عمر بن علی بن ابی طالب"

(فتوح البلدان بلاذری، ص ۱۱۷ تحت ذکر شخوص خالد بن ولید الی الشام وما فتح فی طریقه)

خلاصۃ المرام

ان چاروں حوالہ جات کا ماحصل یہ ہے کہ حضرت مرتضیٰؓ کے لڑکے عمر بن علی اور اس کی بہن رقیہ بنت علی ان دونوں کی ماں کا نام الصہباء ام حبیب بنت ربیعہ تھا جو قبیلہ بنی تغلب سے صدیق اکبرؓ کے ایام خلافت میں قید ہو کر آئی اور خالدؓ بن ولید اس وقت امیر فوج تھے۔ ان کی ماتحتی میں یہ مہم سر ہوئی تھی۔ پھر صدیق اکبرؓ کے اذن سے یہ لونڈی (خادمہ) حضرت علی المرتضیٰ کو عطا ہوئی۔ نیز الصہباء کی یہ اولاد توام پیدا ہوئی تھی اور آخری اولاد تھی۔
نیز شیعہ علماء نے اس واقعہ کو تسلیم کیا اور اپنے اپنے الفاظ میں اس کو ذکر کیا ہے

اور دوسری سند کے ساتھ وہیں مذکور ہے کہ : " رایتکم اعطی علیاً ام محمد بن حنفیۃ "

(طبقات ابن سعد، ج ۵ ص ۶۶ - تذکرہ محمد بن حنفیہ صاحبزادہ علی المرتضی۔

طبع قدیمی، مطبوعہ یورپ (یو. ن))

(۲) ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری " المعارف " میں لکھتے ہیں :

ھی خولۃ بنت جعفر بن قیس یقال بل کانت امۃ من سبی

الیمامۃ فصارت الی علی بن ابی طالب وانما کانت امۃ لبنی حنیفۃ

ولم تکن من انفسہم وانما صالحہم خالد بن ولید علی الرقیق و

لم یصالحہم علی انفسہم "

(۲) المعارف لابن قتیبۃ ص۹۱ طبع مصری، باب خلافۃ علی بن ابی طالب)

(۳) ابن خلکان مشہور مورخ ہیں، اپنی تاریخ ابن خلکان تذکرہ محمد بن حنفیہ میں درج کرتے

ہیں کہ : استولد علیؓ جاریۃ من سبی بنی حنیفۃ فولدت لہ محمد بن علیؓ الذی یدعیٰ

محمد بن حنفیۃ ... الخ

(۳) تاریخ ابن خلکان جلد اوّل، ج ۱ ص ۴۴۹ - تذکرہ محمد بن حنفیہ، طبع قدیمی۔

مجلد بدو جلد)

(۴) " البدایۃ والنہایۃ " میں حافظ ابن کثیر نے حضرت علیؓ کی ازواج اور اولاد کے باب

میں لکھا ہے : واما ابنہ محمد الاکبر فھو ابن الحنفیۃ وھی خولۃ بنت جعفر

بن قیس ...... سباہ خالد ایام اھل الردۃ من بنی حنیفۃ فصارت لعلی

بن ابی طالب فولدت لہ محمداً ھذا "

(۴) البدایہ لابن کثیر، جلد سابع، ص ۳۳۱)

خلاصۃ المرام

مندرجۂ بالا عبارات کا حاصل یہ ہے کہ خولہ بنت جعفر قبیلہ بنو حنیفہ سے تھی۔ اس

چنانچہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ

(۱) " واما عمر ورقیۃ فامہما مسبیۃ من تغلب یقال لہا الصہباء

سبیت فی خلافۃ ابی بکر وامارۃ خالد بن ولید بعین التمر "

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید ص ۷۱۸، جلد ثانی طبع بیروتی

تحت تفصیل اولاد علی بن ابی طالب)

(۲) " عمدۃ الطالب " لابن عنبۃ میں بھی اس امر کو تسلیم کرکے درج کیا ہے :

" انہ الصہباء التغلبیۃ وقیل من سبی خالد بن ولید من

عین التمر "

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب لابن عنبۃ متوفی ۸۲۸ھ

ص ۳۶۱ الفصل الخامس طبع نجف اشرف - عراق)

تنبیہ - حوالہ جات مندرجۂ بالا میں المضیح والحصید عین التمر الفاظ پائے گئے ہیں

یہ اس علاقہ میں مقامات کے نام ہیں۔

تیسرا واقعہ

خادمہ کے وصول کرنے کا تیسرا واقعہ یہ ہے جب جنگ یمامہ پیش آئی تو اس کی

فتوحات میں خولہ بنت جعفر بن قیس قید ہو کر آئی، خالد بن ولید امیر فوج تھے پھر یہ خادمہ

مسماۃ (خولہ) خلیفۂ اوّل کی طرف سے علی المرتضیٰ کو ہدیتہً دی گئی - یہ محمد بن حنفیہ (یعنی صاحبزادۂ

علی المرتضیٰؓ) کی ماں تھی اور حضرت علیؓ کی زوجۂ محترمہ تھی۔

اس پر چند حوالہ جات پہلے اپنی کتابوں سے ملاحظہ فرماویں، اس کے بعد شیعہ مورخین

علماء مجتہدین کی تائیدات پیش ہونگی۔

(۱) طبقات ابن سعد (تذکرہ محمد بن حنفیہ) میں لکھتے ہیں کہ " یقال بل کانت

امۃ من سبی الیمامۃ فصارت الی علی بن ابی طالب ....

قبیلہ کے لوگوں کو خالد بن ولید غلام بنا کر اور قید کر کے لائے تھے۔ پھر ان میں سے ایک صدیقِ اکبرؓ کی طرف سے حضرت علیؓ کو عنایت کی گئی۔ انہوں نے اس کو ام ولد قرار دیا اور اس سے جو اولاد ہوئی تھی اس میں محمد بن حنفیہ مشہور و معروف اہل علم و اہلِ فضل ہیں۔

تائید از کتب شیعہ

مذکورہ اندراجات کے بعد اب دوسروں کی کتابوں سے اس کی تائید عرض کی جاتی ہے۔

(۱) کتاب "عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب" میں شیعوں کے مشہور نسابہ جمال الدین لابن عنبۃ (متوفی ۸۲۸ھ) نے الفصل الثالث ص ۳۵۲ پر درج کیا ہے۔

وھو المشہور محمد بن الحنفیۃ و امہ خولۃ بنت جعفر بن قیس ...... وھی من سبی اھل الردۃ وبھا یعرف ابنھا ونسب الیھا کذا رواہ الشیخ الشرف ابو الحسن محمد بن ابی جعفر العبیدلی عن ابی النصر البخاری ...... (یہاں قلیل سا اختلاف بیان کرنے کے بعد ترجیحاً یہ ذکر کیا ہے) کہ والاشھر ھو الاول المروی عن الشیخ الشرف۔"

(عمدۃ الطالب الفصل الثالث ص ۳۵۲-۳۵۳)

یعنی حضرت علیؓ کے صاحبزادے جو محمد بن حنفیہ کے نام سے مشہور ہیں ان کی ماں خولہ بنت جعفر بن قیس تھی اور وہ مرتدین قبائل سے قید ہو کر آئی تھی اس ماں کی طرف ان کا لڑکا محمد بن حنفیہ منسوب ہے۔ اور یہ مسئلہ شیخ شرف عبیدلی نے ابو نصر بخاری سے نقل کیا ہے اور مشہور تر یہی ہے جو شیخ شرف سے مروی ہے۔

(۲) ملا محمد باقر مجلسی شیعی اصفہانی مجتہد صدی یازدہم اپنی کتاب "حق الیقین" میں لکھتے ہیں کہ:

"در روایات شیعہ وارد شدہ است کہ چوں اسیراں را بہ نزد ابوبکرؓ

آوردند مادر محمد بن حنفیہ درمیان آنہا بود۔"

یعنی شیعہ روایات میں وارد ہے کہ جب ابوبکر کے پاس قیدیوں کو لایا گیا تو ان میں **محمد بن** حنفیہ کی ماں موجود تھی۔"

("حق الیقین" باب مطاعن ابی بکر در طعن ششم مذکور شدہ)

صدیقی عطیہ

(۴) حضرت علی کے صاحبزادے سیدنا حسین بن علی کو سیدنا صدیقِ اکبر کی جانب سے ایک بیش قیمت طیلسان کپڑے کی چادر عنایت کی گئی۔ اس واقعہ کو فاضل بلاذری نے فتوح البلدان میں ذکر کیا ہے۔ عبارتِ ذیل ملاحظہ ہو۔

"ووجہ (خالد بن ولید) الی ابی بکر بالطیلسان مع مال الحیرۃ وبالالف درھم فوھب الطیلسان للحسین بن علی رضی اللہ عنہما۔"

یعنی حیرہ کا مقام جب خالد بن ولید کی نگرانی میں مفتوح ہوا تو خالد بن ولید نے ابوبکر الصدیق کی خدمت میں طیلسان کی چادریں اور نقدی ہزار درہم ارسال کیا پس ابوبکر نے حسین بن علی کو طیلسان کی ایک قیمتی چادر عنایت فرمائی۔"

(فتوح البلدان احمد بن یحییٰ البلاذری متوفی ۲۷۷ / ۲۷۹ھ ص ۲۴۵ تحت فتوح السواد فی خلافۃ ابی بکرؓ)

نتائج مندرجات ہٰذا

خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) حضرت علی المرتضیٰ کا شیخینؓ کی عہدِ خلافت میں تقسیم خمس کا خود متولی رہنا۔

(۲) اموالِ فئے کی تقسیم میں ان بزرگوں کا اپنی اپنی خلافت میں متحدہ طریق کار جاری رکھنا۔

(۳) حضرت علیؓ کو صدیقِ اکبرؓ کی طرف سے متعدد لونڈیوں اور خادمات کا ملنا اور ان کا قبول کرنا۔

(۴) سیدنا حسینؓ کو چادروں کے عطایا و ہدایا کا حاصل ہونا۔

ان تمام چیزوں کو بغور ملاحظہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ (مرتضیٰ و صدیقؓ) دونوں حضرات کے مابین نہایت پختہ روابط اور عمدہ مراسم دائماً جاری تھے۔ یہ ان کی دوستی اور مودت کی درخشندہ علامات ہیں اور ان کے درمیان کسی قسم کی عداوت و رنجش نہ تھی۔

چوتھی یہ چیز ہے

کہ سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت میں خدائی احکام (یعنی حدود اللہ) جاری کرنے میں خلفائے عظام، صحابہ کرام کے ساتھ حضرت علیؓ شامل و شریک ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ اس مسئلہ پر بہت سے واقعات گواہ اور شاہد ہیں۔ چند ایک یہاں بھی درج کیے جاتے ہیں۔

یکم

.... عن محمد بن المنکدر ان خالد بن الولید کتب الی ابی بکر انه وجد رجلاً فی بعض نواحی العرب ینکح کما تنکح المرأة فجمع لذلک ابوبکر اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم فیهم علی بن ابی طالبؓ فقال ان هذا ذنب لم تعمل به امة الا امة واحدة ففعل الله بهم ما قد علمتم اری ان تحرقه بالنار فاجتمع رأی اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یحرق بالنار فحرقه خالد[1]۔"

---

[1] لہ تحرقہ خالد الخ فہذا جائز فی التعزیرات بہذا الاجماع وبحدیث العرنیین فی الصحیحین من امرار المسامیر المحماۃ بالنار فی اعینہم۔ وحدیث لا تعذبوا بعذاب اللہ فی الغزو والجہاد دون التعزیرات فاجتمعت الروایات۔ (مولانا شمس الحق)

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۸ ص ۲۳۲ کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد اللوطی

(۲) الترغیب والترہیب لحافظ زکی الدین المنذری، عبد العظیم۔ کتاب الحدود باب الترہیب من اللواط واتیان البہیمہ۔

(۳) کنز العمال للمتقی الہندی بحوالہ ابن ابی الدنیا فی ذم الملاحی وابن المنذر وابن بشران۔ جلد ثالث۔ طبع قدیم۔ ج ۳، ص ۹۹۔

(۴) الزواجر عن اقتراف الکبائر لابن حجر مکی ہیتمی، ج ۲ ص ۱۱۹ کبیرہ نمبر ۳۵۹/۳۶۰

حاصلِ ترجمہ

ابن ابی الدنیا و بیہقی وغیرہم نے محمد بن منکدر سے روایت نقل کی ہے کہ خالد بن ولید نے خلیفۂ وقت ابوبکر الصدیقؓ کی خدمت میں لکھا کہ عرب کے بعض مواضعات میں یہ رسم قبیح جاری ہے کہ جس طرح لڑکی نکاح کر کے رخصت کی جاتی ہے اسی طرح لڑکے کو نکاح کر دیتے ہیں۔ اس مسئلہ میں مشورہ کے لیے ابوبکر الصدیقؓ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کو جمع کیا۔ ان حضرات میں علی المرتضیٰؓ بھی موجود تھے (مذکور معاملہ میں مشورہ ہوا) تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ قبیح کام پہلے ایک اُمت کے سوا کسی نے نہیں کیا۔ ان کا انجام آپ کو معلوم ہے۔ جو معاملہ ان کے ساتھ اللہ نے کیا میری رائے یہ ہے کہ ایسے شخص کو آگ میں جلایا جائے۔ باقی صحابہ نے بھی آتش میں جلانے کے مشورہ پر اتفاق کیا پھر ابوبکر الصدیقؓ نے خالد بن ولید کو لکھا کہ ایسے شخص کو آگ میں جلا دیا جائے پس خالد نے اس پر عملدرآمد کیا۔"

تنبیہ:۔ اہلِ علم کی تسلی کے لیے عرض ہے کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ "والاحراق بالنار وان نہی عنہ کما ذکرہ ابن عباسؓ لکن جوز للتشدید بالکفار والمبالغۃ فی النکایۃ والنکال کالمثلۃ الخ" (مرقاۃ، ج ۷، ص ۱۰۴، طبع ملتان)

دوم

امام ابو یوسفؒ نے اپنی کتاب الخراج باب الحدود وعلی اہل الجنایات میں حضرت علیؓ کا عمل شراب کی حد لگانے کے سلسلہ میں درج کیا ہے جس سے ان بزرگوں کا آپس میں تعامل کا واحد ہونا واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ ذکر کرتے ہیں کہ:

عن حصین عن علی کرم اللہ وجھہ قال جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعین وابوبکر الصدیق اربعین وکملھا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ثمانین وکل سنۃ یعنی فی الخمر۔"

(۱) کتاب الخراج، ص ۶۵۔ طبع مصری۔

(۲) المصنف لعبدالرزاق، ج، ص ۳۷۹ جلد سابع)

یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ارتکابِ شراب) کی صورت میں چالیس دُرّے لگائے۔ ابوبکر الصدیقؓ نے بھی اِس مسئلہ میں چالیس کوڑے لگائے اور عمرؓ بن خطاب نے اس صورت میں (حد کو مکمل کرتے ہوئے) اسّی دُرّے لگائے اور یہ سب صورتیں سُنّت طریقہ ہیں۔"

نیز حضرت مرتضیٰؓ نے بھی اپنے دَورِ خلافت میں شراب کی حد اور سزا اسّی دُرّے ہی جاری رکھی تھی۔ اس طریقہ سے بھی عملی تائید پائی گئی جو آپس کے اتحاد و اتفاق کی تین دلیل ہے۔

احباب کو اگر مزید تسلّی کی ضرورت ہو تو فروع کافی کتاب الحدود (فصل الحد لشارب الخمر) ج ۳، ص ۱۱۷ طبع لکھنو ملاحظہ فرماویں، وہاں فرمان درج ہے کہ "ان فی کتاب علی صلوات اللہ علیہ یضرب شارب الخمر ثمانین۔" یعنی حضرت علیؓ کے مکتوب میں فرمان لکھا ہے کہ شراب خور کو اسّی دُرّے لگائے جائیں۔

خلاصہ یہ ہے

کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ و دیگر صحابۂ کرام کے ساتھ حضرت علیؓ کا ان تمام اعمال میں شریکِ کار رہنا جہاں ان بزرگوں کی باہمی مودّت و محبّت پر دلالت کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح خلافتِ صدیقی کی صداقت و حقانیت پر بھی شہادت دیتا ہے اور یہ چیزیں بتلا رہی ہیں کہ صدّیقِ اکبرؓ کی امامت صحیح اور ان کی خلافت برحق تھی۔ ان کی امارت درست تھی یہاں کوئی غصب نہیں تھا۔ اثم و گناہ کا ارتکاب نہیں ہوا۔ عُدوان اور تعدی یا ظلم نہیں پایا گیا۔

اگر خلافتِ صدیقی ناحق تھی، بغاوت پر مبنی تھی، سراسر ظلم و تعدّی پر اس کی بنیاد تھی تو حضرت علیؓ فرمانِ خداوندی کے خلاف و برعکس اس خلافت کی تائید اور اس کی حمایت اور اس کا تعاون مدّۃ العمر کیسے کرتے رہے ہیں؟ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ۔ (پ) یعنی نیکی اور تقویٰ کی چیز میں ایک دوسرے کا تعاون کرو اور گناہ و ظلم و تعدی کی بات میں ایک دوسرے کا تعاون و امداد نہ کرو۔ اللہ سے ڈرو۔ اللہ سخت سزا دینے والے ہیں۔" منصف مزاج انسان اور خدا سے خوف کھانے والے مسلمان کے لیے غور و فکر کرنے کا یہ مقام ہے۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

ایک واقعہ

مسئلۂ اجراءِ حدود و احکام کے اختتام پر "ایفاءِ عہد" کا ایک واقعہ ہم درج کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ یہ قصّہ شیعی عُلماء و سُنّی علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ چنانچہ شیخ الطائفہ شیخ ابوجعفر الطوسی شیعی نے اپنی کتاب "امالی" جلد اوّل، ص ۶۶ - ۶۷ پر باسند ذکر کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرماویں:-

... عن حبشی بن جنادة قال کنت جالساً عند ابی بکر فاتاہ رجل فقال یا خلیفة رسولِ الله اِنّ رسولَ اللهِ وَعَدَنی ان یحثولی ثلاث حثیاتٍ مِن تمرٍ فقال ابوبکر اُدعوا الی علیاً فجاءہ علیؓ فقال ابوبکرؓ یا ابا الحسنِ ان هذا یذکر انّ رسولَ اللهِ وَعَدَہٗ ان یحثوله ثلاث حثیاتٍ من تمرٍ فَاَحثِها له فحثاله ثلاث حثیاتٍ من تمرٍ فقال ابوبکر عدّوها فوجدوا فی کل حثیةٍ ستّین تمرةً فقال ابوبکر صَدَقَ رسولُ اللهِ سمعتُهٗ لیلةَ الهجرة ونحن خارجون من مکّةَ الی المدینةِ یقول یا ابابکر کفّی وکفُّ علیٍّ فی العدلِ سواءٌ"

(۱) ریاض النضرة فی مناقب العشرة لمحب الطبری جلد ثانی باب مناقب علیؓ ص ج ۲، ص ۲۱۷ ۔

(۲) امالی للشیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی، جلد اول ص ۶۷-۶۶ طبع نجف اشرف، عراق ۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ (حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے حق میں اس کو کھجور عنایت فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا، سردارِ دو عالم کا انتقال ہو گیا) وہ شخص ابوبکرؓ خلیفۂ رسولؐ کے پاس آکر اس وعدۂ نبوی کے ایفاء کا خواہاں ہوا۔ اس وقت صدیق اکبرؓ نے حضرت علیؓ کو طلب کیا اور فرمایا کہ آپ اس شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کے موافق تین مٹھیاں (سہ مشت) برابر دے دو۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے تین بار بھر دو مشت بھر کر اس کو دے دیں۔ اس کے بعد ابوبکرؓ نے حکم دیا کہ ایک دفعہ ڈالی ہوئی ہر دو مشت کے کھجور کے دانے شمار کرو۔ چنانچہ شمار کیا گیا تو وہ ساٹھ عدد ہوئیں۔ اس وقت ابوبکرؓ نے فرمایا رسولِ خدا نے سچ فرمایا تھا۔ وہ اس طرح کہ ہجرت کی رات جب ہم مکہ سے نکل کر مدینہ جا رہے

تھے۔ اس وقت نبی کریمؐ نے فرمایا کہ اے ابوبکرؓ میری ہتھیلی اور علیؓ بن ابی طالب کی ہتھیلی عدل میں برابر ہے۔"

واقعہ مندرجہ کے فوائد

(۱) صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ وعدہ ہائے نبوت پورا کرتے تھے۔ اور نبوت کے وعدوں کا ایفاء کرنا ان کا فرضِ منصبی تھا۔

(۲) ہجرت مشہورہ (جو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہوئی تھی)، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس مبارک سفر میں اپنے آقا و مولا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رفیقِ سفر تھے۔

(۳) خلافتِ صدیقی کے دوران امورِ خلافت سرانجام دینے میں حضرت علیؓ شامل رہتے تھے۔

(۴) ان بزرگانِ دین اور پیشوایانِ اُمت کے قلوب میں باہمی محبت و سلوک تھا۔ کسی قسم کی عداوت و بغاوت و تنفر ہرگز نہ تھا۔ یہ واقعات اور یہ حالات جو ہم پیش کر رہے ہیں، اس دعویٰ پر بیّن ثبوت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور معتبر کتابوں میں موجود ہیں۔

(۵) یہاں سے نیز یہ چیز بھی عیاں ہوئی کہ جبکہ ایک عام مسلمان کے ساتھ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے وعدوں اور عہدوں کو ابوبکر الصدیقؓ پورا کرنے کا اہتمام کرتے تھے تو یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد شریف کے حق میں کیسے ہوتے وعدوں کو بھی پورا پورا ادا کرتے تھے اور ان کے لیے فرمائی ہوئی وصیتوں کو بھی تمام فرماتے تھے۔ اولادِ نبوی کے حقوق کی ادائیگی میں ہرگز کوتاہی نہیں کیا کرتے تھے۔

اہلِ فہم وصاحبِ فکر حضرات ان واقعات سے یہ مسائل خود بخود حل فرما سکتے ہیں ہم نے صرف اشارہ کے طور پر چند چیزیں پیش کر دی ہیں۔

یہاں یہ باب سوم ختم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد باب چہارم شروع ہوگا۔ (بعونہ تعالیٰ)

ز اتفاقِ مگس شہد مے شود پیدا
خدا چہ لذتِ شیریں در اتفاق نہاد

~~~ ❁ ~~~

باب چہارم

فضائل سیّدنا ابوبکر الصدّیق رضی اللہ عنہ اور سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرتِ مرتضیٰ کی زبانی

باب چہارم میں شیخین رضی اللہ عنہما کی مختلف قسم کی فضیلتیں اور گوناگون مدائح ومناقب" جو حضرت مرتضیٰ سے مروی ہیں اور ہماری کتابوں میں موجود ہیں۔ ان کے ذکر کرنے کا ارادہ ہے اور شیعہ احباب کی کتابوں سے بھی جو تائید دستیاب ہو سکے گی اس کو ساتھ درج کرنا مناسب خیال کیا ہے۔ اس باب میں مذکور ہونے والے حوالہ جات غالباً بارہ انواع میں تمام ہونگے (ان شاء اللہ)

یہ تمام منقولات اور جمیع مندرجات اس چیز کے شاہدِ عادل ہیں کہ ان بزرگانِ دین اور پیشوایانِ اسلام کے درمیان مودّۃ کے آثار اور محبّت کے علامات ہر دور میں ہر مقام و مرحلہ میں دستیاب ہیں۔

ناظرین کرام مندرجہ عنوانات پر منصفانہ نظر کرتے ہوئے غور وفکر کے ساتھ معائنہ فرمادیں۔

(ا)

شیخین رضی اللہ عنہما کی منقبت میں چند مرفوع وغیر مرفوع روایات

(۱) طبقات ابن سعد میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

.... عن ابی سریحۃ سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ عَلَی الْمِنْبَرِ اَلَا اِنَّ اَبَابَکرٍ
~~~

اوّاہٌ منیبٌ اَلا ان عمر ناصح اللہ فنصحہٗ"۔

یعنی ابُوسریحہ کہتا ہے حضرت علیؓ سے میں نے سنا کہ منبر پر تشریف رکھتے ہوئے فرما رہے تھے کہ لوگو! یقیناً ابوبکر بڑے دردمند، نرم دل اور خدا کی طرف رجوع رکھنے والے تھے اور خبردار! عمر بن الخطاب اللہ کے دین کی خیر خواہی کرنے والے تھے۔ پس اللہ نے ان کی خیر خواہی کی"۔

(طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۲۱۔ جلد ثالث۔ تذکرہ صدیق اکبرؓ
طبع قدیم یورپ لیدن)

(۲) نیز طبقات ابن سعد میں ہے کہ:

.... عبید اللہ بن موسیٰ قال ابو عقیل عن رجلٍ قال سُئل علیؓ عن ابی بکر رضی اللہ عنہ وعمرؓ فقال کانا امامی ھدًی راشدین مصلحین منجحین خرجا من الدنیا خمیصین"۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ وہ دونوں (امت کے لیے) ہدایت کے امام اور رہنما تھے۔ (قوم کی) اصلاح کرنے والے تھے۔ (مقاصد خیر میں) کامیاب و کامران تھے۔ دنیا سے بھوکے اور گرسنہ رخصت ہوئے (یعنی طمع و لالچ کی خاطر مال فراہم نہیں کیا)"۔

(طبقات ابن سعد، ج ۳ ص ۱۴۹ قسم اول تذکرہ ابی بکرؓ)

(۳)

(۳) "مسند احمد" مسنداتِ مرتضوی میں عبداللہ بن مُلیل نے حضرت علیؓ کا فرمان نقل کیا ہے کہ

قَالَ سَمِعْتُ علیّاً رضی اللہ عنہ یقول اُعطی کل نبیٍ سبعۃ نجباء من امّتہ واعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ عشر نجیبا من

اُمَّتِہٖ مِنْھُم اَبُوبَکرٍ وَّعُمَرُ رضی اللہ عنہما"۔

"یعنی عبداللہ کہتا ہے میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ ہر نبی کو اس کی امت میں سے سات عدد نجیب یعنی شریف و مخلص عطا کیے جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت میں سے چودہ عدد نجیب و شریف الاصل عطا کیے گئے ہیں۔ ان میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی ہیں"۔

(۱) مسند احمد، ج ۱، ص ۱۴۲، مسندات علیؓ۔

(۲) حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی، ج ۱، ص ۱۲۸ تذکرہ عبداللہ بن مسعودؓ

(۴)

(۴) ابن اثیر جزری نے اُسد الغابہ۔ جلد رابع میں ابن مردویہ کے حوالہ سے باسند حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے:-

.... عن عبد خیر عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قَالَ اِنَّ اللہَ جَعَلَ اَبَابَکرٍ وَّعُمَرَ حُجَّۃً عَلٰی مَنْ بَعْدَھُمَا مِنَ الْوُلَاۃِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ فَسَبَقَا وَاللہِ سَبْقًا بَعِیْدًا وَاَتْعَبَا وَاللہِ مَنْ بَعْدَھُمَا اِتْعَابًا شَدِیْدًا ...الخ"

(حاصل یہ ہے، عبدِ خیر کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ قیامت تک بعد میں آنے والے تمام والیوں اور حکام پر اللہ تعالیٰ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کو حجت اور دلیل بنا دیا۔ پس اللہ کی قسم یہ دونوں سب پر سبقتِ کاملہ لے گئے اور ان دونوں نے بعد میں آنے والوں کو (اخلاص و تقویٰ کے اعتبار سے) مشقت میں ڈال دیا"۔

(اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد رابع، ص ۶۹
طبع جدید طہران۔ تذکرہ عمر فاروقؓ)

(۵)

(۵) "تاریخ الخلفاء" میں فاضل سیوطیؒ نے محدث بزار و ابن عساکر کے حوالہ سے صدیقِ اکبرؓ کی

فضیلت حضرت علیؓ سے نقل کی ہے اور شیعہ مفسرین نے بھی اس کو اپنی تفاسیر میں نقل کیا ہے:۔

"واخرج البزار وابن عساکر عن اسید بن صفوان وکانت لہ صحبۃ قال قال علی والذی جاء بالحق محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وصدق بہ ابوبکر الصدیقؓ۔

"یعنی اسید بن صفوان صحابی نے کہا کہ حضرت علیؓ نے آیت ہٰذا (وَالَّذِیْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ بِہٖ) کی تشریح و توضیح اس طرح کی ہے کہ (دین) حق کو لانے والے سیدنا محمد رسول اللہ ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے ابوبکرؓ ہیں۔"

(۱) تاریخ الخلفاء سیوطی طبع مجتبائی دہلی ص ۳۷ فصل فی ما انزل من الآیات فی مدحہ ... الخ۔

(۲) تفسیر مجمع البیان للشیخ ابی علی الطبرسی الشیعی، ص ۳۶۱ طبع قدیم تحت آیۃ والذی جاء بالصدق وصدق بہ ... الخ (طہران)

(۶)

(۶) ۔ علی متقی ہندی شیخ علاء الدین نے کنز العمال جلد سادس میں متعدد محدثین سے نقل کیا ہے کہ:

عن ابی المعتمر قال سُئِل علی ابی طالب عن ابی بکرؓ وعمرؓ فقال انّہما لفی الوفد السبعین الذین یقدمون الی اللہ عزوجلّ یوم القیامۃ مع محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولقد سألہما موسیٰ علیہ السلام فاعطیہما محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

"ابو المعتمر کہتا ہے کہ ابوبکرؓ وعمرؓ کے متعلق حضرت علی المرتضیٰؓ سے سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ دونوں بزرگ ستر آدمیوں کے اس وفد میں شامل ہیں جو قیامت کے روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو کر اللہ کی جناب

میں پہنچے گا۔ اور ان دونوں حضرات کو (عالم ارواح) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے طلب کیا تھا لیکن یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیے گئے۔"

(کنز العمال جلد ششم طبع اول، ص ۳۶۶ بحوالہ ابن المنذر وابن ابی حاتم وحسنہ فی فضائل الصحابہ والدینوری وابو طالب العشاری فی فضائل الصدیقؓ وابن مردویہ۔")

(۷)

(۷) متعدد محدثین نے حضرت علیؓ سے صدیق اکبرؓ کی ایک عجیب فضیلت ذکر کی ہے۔ عبارت ملاحظہ ہو:۔

"عن ابی اسحاق عن الحارث عن علیؓ بن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکرؓ یا ابا بکر ان اللہ اعطانی ثواب من آمن بہ منذ خلق اللہ آدم الی ان تقوم الساعۃ وان اللہ اعطاک یا ابا بکر ثواب من آمن بی منذ بعثنی اللہ الی ان تقوم الساعۃ۔"

[(۱) کتاب فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب محمد بن علی بن الفتح الحربی العشاریؒ مطبوعہ مصری ص ۶، مع شرح ثلاثیات البخاری وغیرہ۔"

(۲) تاریخ بغداد خطیب بغدادی، ج ۴، ص ۲۵۶ تحت تذکرہ احمد بن عبد العزیز۔

(۳) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ لمحب الطبری، ج ۱ ص ۱۲۷، بحوالہ الخلعی والملاء وغیرہما۔

(۴) کنز العمال، ج ۶ ص ۱۳۱۸، بحوالہ الدینوری فی المجالسۃ والعشاری فی الفضائل والخلعی وخط وغیرہم۔]

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ علی المرتضیٰ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

مَیں نے سُنا وہ ابوبکرؓ کو فرما رہے تھے کہ اے ابوبکرؓ آدمؑ سے لے کر قیامت تک جو لوگ میرے ساتھ ایمان لائیں گے ان سب کا ثواب مجھ کو اللہ نے عطا کیا اور میری بعثت سے لیکر قیامت تک جو لوگ ایمان لائیں گے ان سب کا ثواب اللہ نے تجھے فرما دیا۔"

(۸) اور الشیخ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی (المتوفی ۳۱۰ھ) نے اپنی مشہور تصنیف "کتاب الکنیٰ والاسماء" جلد اوّل میں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاءؒ" کے دو مقام میں حضرت علیؓ المرتضیٰ سے نقل کیا ہے کہ شیخینؓ تمام اُمّت سے پہلے جنّت میں داخل ہونگے۔ ذیل میں اصل عبارت ملاحظہ فرما دیں:۔

.... "عن عبد خیر صاحب لواء علیؓ عن علیؓ قال ان اوّل من یدخل الجنۃ من ھٰذہ الامّۃ ابوبکرؓ وعمرؓ فقال رجل یا امیر المؤمنین یدخلانہا قبلک؟ قال ای والذی خلق الحبّۃ وبرأ النسمۃ لیدخلانہا قبلی الخ"

[(۱) کتاب الکنیٰ للشیخ الدولابی، ج ۱ ص ۱۲۰ تحت کنیت ابی بکر من التابعین ومن بعدھم۔

(۲) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء بحوالہ الفاضل ابی القاسم فارسی کامل طبع قدیمی ج ۱، ص ۶۸، ج ۱، ص ۳۱۷ طبع اوّل مطبع صدیقی بریلی)]

عبارت ہٰذا کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت شیرِ خدا نے فرمایا کہ اس اُمّت میں سے اوّلین جنّت میں داخل ہونے والے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ ایک شخص نے کہا امیر المومنین؟ آپ سے بھی قبل یہ حضرات جنت میں تشریف لے جائیں گے؟ تو جواباً فرمایا کہ اُس ذات کی قسم جس نے ایک ایک دانہ کو پیدا کیا اور ہر ایک رُوح کو تخلیق کیا یقیناً ابوبکرؓ و عمرؓ مجھ سے قبل جنت میں داخل ہونگے۔"

تنبیہ:۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جانب سے شیخین (ابوبکرؓ و عمرؓ) رضی اللہ تعالیٰ عنہما

کے حق میں "مختلف مناقب" میں سے فضیلت کی ایک نوع اختصاراً درج کی گئی ہے بقایا چیزیں بالترتیب پیش خدمت ہو رہی ہیں۔ ان مندرجات میں سے دلقبول سیدنا علیؓ مندرجہ ذیل چیزیں مستنبط و مستخرج ہو رہی ہیں یعنی شیخین حضرات اُمّتِ مُسلمہ کے حق میں

(۱)۔ دردمند، نرم دل، اور دین کے خیر خواہ تھے۔

(۲)۔ قومِ مُسلم کے رہنما اور ہادی، اور اُمّت کی اصلاح کرنے والے تھے،

(۳)۔ اُمّتِ ہٰذا میں بلند مرتبہ کے شریف الاصل اور نجیب تھے،

(۴) اللہ کے دین کی محبّت اور دلیل تھے،

(۵) دین و اسلام کے حق میں ابتدا سے تصدیق کنندہ تھے۔

(۶) اللہ جل مجدہٗ کے دربار میں باعزّت اور باوقار وفد کی صورت میں حاضر ہوں گے،

(۷) ان کی نیکیاں بے شمار و بے حساب ہیں کیونکہ لاتعداد مخلوق کے لیے ذریعۂ ہدایت اور وسیلۂ نجات قرار پائے،

(۸) اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے مقام (جنت الفردوس کے دخول میں) ان کو سبقت و تقدیم حاصل ہوگی۔ (فسبحان اللہ علیٰ علوّ مقامھم)۔

حضرت علیؓ کا ایک خط

فضیلتِ شیخینؓ حضرت علیؓ کی تحریر میں

باب چہارم کی نوع اوّل کی روایات کے مناسب شیعہ دوستوں کی کتابوں میں بھی حضرت علیؓ کی تحریریں دستیاب ہوتی ہیں جن میں حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی شانِ فضیلت نہایت احسن طریقہ سے بیان کی گئی ہے۔

ذیل میں حضرت علیؓ کا ایک خط نقل کیا جاتا ہے جو اُنہوں نے حضرت امیر معاویہؓ کی طرف

تحریر کر کے روانہ کیا تھا۔ اس خط کو شیعی علماء یعنی شارحینِ نہج البلاغہ نے اپنی شرح میں درج کیا ہے۔ علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ

وَكَانَ أَفْضَلُهُمْ فِي الْإِسْلَامِ كَمَا زَعَمْتَ وَأَنْصَحُهُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ الْخَلِيْفَةُ الصِّدِّيْقُ وَخَلِيْفَةُ الْخَلِيْفَةِ الْفَارُوْقُ وَلَعَمْرِيْ إِنَّ مَكَانَهُمَا فِي الْإِسْلَامِ لَعَظِيْمٌ وَإِنَّ الْمُصَابَ بِهِمَا لَجَرْحٌ فِي الْإِسْلَامِ شَدِيْدٌ يَرْحَمُهُمَا اللّٰهُ وَجَزَاهُمَا بِأَحْسَنِ مَا عَمِلَا۔

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم البحرانی ص ۴۸۹ جزء ۳ طبع قدیم ایران و ج ۴ ص ۳۶۲ مطبع حیدریہ طہران۔ طبع جدید)

"یعنی اسلام میں سب لوگوں سے افضل جیسا کہ تم نے کہا ہے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ سب سے زیادہ اخلاص رکھنے والے "خلیفہ صدیقؓ" تھے اور خلیفہ کے خلیفہ "فاروقؓ" تھے اور مجھے اپنی زندگی کی قسم یقیناً اسلام میں ان دونوں (خلفاء) کا مقام بہت عظیم ہے اور ان کو (موت کی) مصیبت پہنچ جانا اسلام کے لیے شدید زخم تھا اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحم فرماتے اور ان دونوں کو ان کے بہترین اعمال کے موافق جزائے خیر عطا فرماتے۔"

روایتِ ہٰذا سے ثبوتِ فضائل و فوائد

۱۔ شیخینؓ اپنے دور کے سب سے افضل مومن تھے۔ نیز خدا و رسولؐ کے زیادہ خیر خواہ تھے۔

۲۔ اسلام میں ان کا مرتبہ بہت عظیم اور عالی مقام تھا۔

۳۔ ان حضرات کو مصیبت کا پہنچ جانا اہلِ اسلام کے حق میں شدید ستم تھا۔

۴۔ حضرت مرتضیٰؓ ان کے حق میں ترحم کے کلمات فرمایا کرتے اور جزائے خیر طلب کیا

کرتے تھے۔

۵۔ کما زعمت کے الفاظ سے مخاطب کے گمان کے موافق کلام کو قرار دینا اور الزامی تجویز کرنا ہرگز درست نہیں، اس لیے کہ آئندہ الفاظ اس توجیہ کی بالکلیہ تغلیط کر رہے ہیں (لعمری ان مکانهما ... الخ) یہاں اپنی زندگی کا حلف اٹھا کر کلام شروع کی گئی اور لفظ انّ لگا کر مزید توثیق کی گئی۔ گویا دو گئی تاکیدات سے کلام کو پختہ کر دیا تاکہ کوئی اس کلام کے الزامی ہونے کا شبہ نہ کر سکے۔

(۲)

صدیقِ اکبرؓ اور فاروقِ اعظمؓ کا درجہ

فرمانِ مرتضیٰؓ کی روشنی میں!

حضرت علیؓ شیرِ خدا کرّم اللہ وجہہ نے اپنے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ عوام الناس کے سامنے ایک خطبہ دیا، اس میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا کہ سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صدیقؓ کا مقام تھا۔ پھر حضرت فاروقؓ کا درجہ تھا۔ عبارت روایت ملاحظہ ہو۔

.... عن قیس الخارفی قال سَمِعْتُ عَلِيًّا (كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهُ) يَقُوْلُ عَلٰى هٰذَا الْمِنْبَرِ سَبَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَنَّى أَبُوْبَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَثَلَّثَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ثُمَّ خَبَطَتْنَا فِتْنَةٌ أَوْ أَصَابَتْنَا فِتْنَةٌ فَكَانَ مَا شَاءَ اللّٰهُ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ قیس خارفی کہتا ہے کہ حضرت علیؓ سے میں نے سنا وہ اس منبر پر فرما رہے تھے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے (ہم میں سے) انتقال میں سبقت فرمائی، پھر دوسرے مقام پر ابوبکرؓ تشریف لاتے۔ پھر

تیسرے نمبر پر عمرؓ بن الخطاب تشریف لائے پھر ہم کو کئی قسم کے فتنوں نے حیران و پریشان کیا یا (دوسرے لفظوں میں) ہم پر فتنے آپہنچے پس جو اللہ تعالیٰ نے چاہا سو ہوا۔"

(۱) مسند امام احمد، ج ۱ ص ۱۴۷ مسندات سیدنا علیؓ مطبوعہ مصر معہ منتخب کنز العمال۔

(۲) طبقات ابن سعد، ج ۶ ص ۸۶ "تذکرہ قیس" مطبوعہ لیدن۔ طبع اوّل

(۳) غریب الحدیث لابی عبید القاسم بن سلام ج ۳ ص ۴۵۸ تحت احادیث علی المرتضیٰ مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن۔

(۴) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی، ص ۱۸۶-۱۸۷ طبع مصر

(۵) التاریخ الکبیر لامام البخاری جلد ۴ ق ۱ ص ۴۷۳ تحت القاسم بن کثیر طبع دکن۔

(۶) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، ج ۵ ص ۴، مطبوعہ مصر

(۷) ازالۃ الخفاء (شاہ ولی اللہؒ) ج ۱ ص ۶۷ تحت مسنداتِ علیؓ من موقوفہ مطبوعہ قدیم جزء اول مطبع صدیقی بریلی

(۳) ہر امر میں سبقت کنندہ ابوبکر الصدیقؓ ہیں

اِس نوع کی متعدد روایات (جو علی المرتضیٰؓ سے مروی ہیں) علی متقی ہندی نے کنز العمال میں اور فاضل سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں اور محب الطبری نے ریاض النضرۃ میں صاحب تخریج علماء کے حوالہ سے نقل کی ہیں ان میں سے چند ایک ہم یہاں ذکر کرتے ہیں

(۱) عن ابی الزناد قال قَالَ رَجُلٌ لِعَلِیٍّ یا امیرَ المومنین مَا بَالُ المہاجرین والانصار قَدَّمُوا اَبَا بَکْرٍ وَانت اوفیٰ مِنْہُ منقبۃ وَاَقْدَمُ مِنْہُ سلما وَاَسْبَقُ سابقۃً قَالَ اِنْ کُنْتَ قُرَیْشِیًّا فَاَحْسِبُکَ من عائذۃ قال نَعَمْ! قَالَ لَوْلَا اَنَّ الْمُؤْمِنَ عَائِذُ اللّٰہِ لَقَتَلْتُکَ وَلَئِنْ بَقِیْتَ لَتَاْتِیَنَّکَ مِنِّیْ رَوْعَۃٌ حَصْرَاءُ - وَیْحَکَ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ سَبَقَنِیْ اِلٰی اَرْبَعٍ سَبَقَنِیْ اِلَی الْاِمَامَۃِ وَتَقْدِیْمِ الْاِمَامَۃِ وَتَقْدِیْمِ الْہِجْرَۃِ وَاِلَی الْغَارِ وَاِفْشَاءِ الْاِسْلَامِ وَیْحَکَ اِنَّ اللّٰہَ ذَمَّ النَّاسَ کُلَّہُمْ وَمَدَحَ اَبَا بَکْرٍ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ہُمَا فِی الْغَارِ الخ (کنز العمال جلد سادس، ص ۳۱۸ بحوالہ خیثمہ و ابن عساکر)۔

حاصل یہ ہے کہ ابو الزناد روایت کرتا ہے کہ ایک شخص نے (حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں) ان سے دریافت کیا کہ اے امیر المومنین مہاجرین و انصار نے (آپ پر) ابوبکرؓ کو کس طرح مقدم کر دیا حالانکہ منقبت میں آپ زیادہ فائق ہیں اور اسلام لانے میں اور صلح جوئی میں آپ پیش پیش ہیں اور سبقت لے جانے والے اعمال میں آپ مقدم ہیں۔ تو علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ (اے شخص) اگر تو قریشی ہے تو خیال یہ ہے تو (قبیلہ) عائذہ سے ہو گا۔ اُس نے کہا کہ ہاں! پھر فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ مومن کو (ناجائز عمل) سے بچا لیتا ہے تو مَیں تجھے قتل کر دیتا۔ اگر تو زندہ رہا تو تجھے میری طرف سے ایسا اندیشہ اور خوف لاحق ہو گا جو تجھے (اس غلط نظریہ سے) روک ڈالے گا۔

اَے بیچارے! (تم جانتے نہیں؟) کہ مجھ سے ابوبکر چار چیزوں میں سبقت لے گئے۔ (ایک تو) نماز کی امامت اور (قوم کی پیشوائی) میں۔ (دوسرا) ہجرت کرنے میں۔ (تیسرا) غار کی رفاقتِ نبوی میں۔ (چوتھا) اسلام کے اظہار اور اس کی اشاعت میں۔

بیچارے! (تم نہیں جانتے؟) کہ تمام لوگوں کی اللہ نے مذمت کی

اور ابوبکرؓ کی مدح کی ہے :- اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ الخ

(۲) - پھر اسی قسم کی دوسری ایک روایت طبرانی اوسط سے منقول ہے جو صاحب کنز العمال نے اور صاحب تاریخ الخلفاء نے ذکر کی ہے اس میں بھی یہی مسئلہ (امر خیر میں سبقت لے جانے کا) درج ہے -

عن صلة بن نضر قال کان علیؓ اذا ذُکِرَ عِنْدَهٗ ابوبکرٍ قال السبّاق یذکرون السبّاق یذکرون والذی نفسی بیدہ ما استبقنا الی خیر قط الا سبقنا الیہ ابوبکر ” (کنز العمال، ج ۶ ص ۳۱۸ بحوالہ طس)

” واخرج الطبرانی فی الاوسط عن علیؓ قال والذی نفسی بیدہ ما استبقنا الی خیر قط الا سبقنا الیہ ابوبکر ” (ریاض النضرة، ج ۱ ص ۱۵۶ بحوالہ ابن السمان فی الموافقة و تاریخ الخلفاء ص ۴۴ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

” خلاصہ یہ ہے کہ صلہ بن نضر سے مروی ہے کہ علی مرتضیٰؓ کے ہاں جب ابوبکرؓ کا ذکر ہوتا تھا تو فرماتے کہ بہت سبقت لے جانے والے کا ذکر ہو رہا ہے بہت سبقت لے جانے والے کا ذکر ہو رہا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ہم نے جب بھی کسی کار خیر کی طرف پیش قدمی اور سبقت کرنے کا ارادہ کیا تو ابوبکرؓ اس معاملہ میں ہم سے سبقت لے گئے ”

یعنی علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ ہم کسی نیک کام کی طرف سبقت نہیں کر سکے مگر ابوبکرؓ اس میں ہم سے بڑھ گئے (بازی لے گئے) کہ ہر کار خیر میں ہم سے

ابوبکرؓ پیش پیش رہتے تھے -

(۳) ابن عساکر کے حوالہ سے سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں یہ مسئلہ بھی درج کیا ہے کہ سب سے پہلے اسلام لانے (یا اسلام میں داخل ہونے والے) ابوبکر الصدیقؓ ہیں - عبارت اس طرح ہے :

.... واخرج ابن عساکر من طریق الحارث عن علیؓ قال اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ اَبُوْبَکْرٍؓ -

(تاریخ الخلفاء سیوطی فصل فی اسلامہ ص ۲۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی)

یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں مردوں میں سے اوّل اوّل اسلام ابوبکرؓ لائے -

خلاصۃ المرام

نمبر تین (۳) میں مذکور ہونے والی روایات کا ماحصل یہ ہے کہ فرمان مرتضوی کی روشنی میں :-

۱ - ہر کار خیر میں تمام مسلمانوں سے گوئے سبقت لے جانے والے ابوبکر الصدیقؓ ہیں -

۲ - خصوصاً چار چیزوں (مذکورہ میں) ان کی پیش قدمی مسلّمات میں سے ہے -

۳ - اور اسلام لانے میں بھی ابوبکر الصدیقؓ تمام مردوں سے پیش قدمی کرنے والے ہیں - گویا ” السابقون الاوّلون “ کے مقدس گروہ کے یہ بزرگ سرخیل اور پیش رو ہیں “

(۴)

سفر ہجرت کی معیّت صدّیقی اور امداد ملائکہ کا بیان

۱ - ..... عن علیؓ کرم اللہ وجہہ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لِجِبْرَئِيْلَ مَنْ يُّهَاجِرُ مَعِيْ ؟ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ الصِّدِّيْقُ ؓ -

(المستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۵ - کنز العمال، ج ۸، ص ۱۳۱ - طبع دکن)

... عن علیؓ قال جاء جبریل علیہ السلام الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ من یھاجر معی؟ فقال ابوبکر وھو الصدیق۔ اخرجہ ابن السمان فی الموافقۃ۔

(ریاض النضرۃ لمحب الطبری، ج ۱ ص ۸۹ الفصل الثامن فی ہجرتہ)

" ان کا حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کو فرمایا کہ ہجرت میں میرے ساتھ کون ہوگا؟ تو اس نے کہا کہ ابوبکرؓ ہوگا (جس کا لقب، صدیق ہے "

۲ ۔ ... عن علیؓ رضی اللہ عنہ قال قال لی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم ولابی بکر مع احدکما جبرائیل ومع الآخر میکائیل۔ واسرافیل ملک عظیم یشھد القتال ویکون فی الصف۔

[(۱) مستدرک حاکم، باب فضیلۃ الشیخین من لسان علی، ج ۳ ص ۶۸۔
(۲) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ج ۴ ص ۳۶۷ تذکرہ ابوصالح حنفی ماہان
(۳) حلیۃ الاولیاء ، ج ۵ ص ۶۳ تذکرہ حبیب بن ابی ثابت]

۳ ۔ ... عن علیؓ کرم اللہ وجہہ قال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر لی ولابی بکرؓ علی یمین احدکما جبرائیل والآخر میکائیل، واسرافیل ملک عظیم یشھد القتال ویکون فی الصف۔

[حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، ج ۷ ص ۲۲۴ تذکرہ مسعر بن کدام]

خلاصہ یہ ہے کہ علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے اور ابوبکرؓ کے لیے ارشاد فرمایا کہ (مواقع جنگ میں) تم میں سے ایک کے ساتھ جبرئیل ہوتے ہیں اور دوسرے کے ساتھ میکائیل۔ اور اسرافیل بہت بڑا فرشتہ ہے، جنگی مواقع میں پہنچتا ہے اور جنگی صفوں میں

شامل رہتا ہے "

تنبیہ ۔ ان روایات میں جو مدائح و مناقبِ صدیقی مذکور ہوئے ہیں، یہ تمام حضرت علیؓ کے ذریعہ اُمّتِ مسلمہ کو موصول ہوئے۔ یہ چیزیں ان کی باہمی دوستی اور اخلاص کے درخشندہ عنوانات ہیں، جن کی قدر دانی چشمِ بصیرت ہی کر سکتی ہے۔

(۵)

" اوّل اوّل قرآن مجید کو جمع کرنیوالے ابوبکر الصدیقؓ ہیں "

اس مسئلہ کے لیے مندرجۂ ذیل روایات ذکر کی جاتی ہیں۔ طبقات ابن سعد اور استیعاب لابن عبدالبر وغیرہما میں علماء نے اس کو ذکر کیا ہے، حوالہ جات ملاحظہ فرماویں۔

(۱) ... عن عبد خیر عن علی رضی اللہ عنہ قال یَرحمُ اللہُ ابابکرٍ ھو اوّلُ من جمعَ اللّوحین۔ (طبقات)

(۲) ... قال عبد خیر سمعتُ علیاً (کرم اللہ وجہہ) یقولُ رحمَ اللہُ ابابکرٍ کان اوّلَ من جمعَ بینَ اللّوحین۔ (الاستیعاب)

(۳) ... عن علیؓ قال اعظم الناس فی المصاحف اجراً ابوبکر ان اوّل من جمع بین اللوحین (وفی لفظٍ اوّل من جمع کتاب اللہ "

(ریاض النضرۃ)

(۴) اخرجہ ابن ابی داؤد فی المصاحف باسنادٍ حسنٍ عن عبد خیر قال سمعتُ علیاً یقولُ اعظم الناس فی المصاحف اجراً ابوبکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر ھو اوّل من جمع کتاب اللہ "

(فتح الباری)

روایتِ اوّل و ثانی ہر دو کا ما حصل یہ ہے کہ عبد خیر کہتے ہیں حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ پر اللہ تعالیٰ رحم فرماتے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو دو تختیوں یعنی (دو دستینوں) کے درمیان جمع کر دیا۔

(۱) طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۳۷، ق اوّل طبع لیدن یورپ۔ تذکرہ ابی بکرؓ

(۲) الاستیعاب لابن عبدالبر مع اصابہ، ج ۲ ص ۲۴۳۔ تذکرہ ابی بکر الصدیقؓ

اور روایت سوم و چہارم مندرجہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ قرآن مجید کے جمع کرنے اور ترتیب دینے میں تمام لوگوں سے زیادہ اجر پانے والے ابوبکر الصدیقؓ ہیں۔ ابوبکرؓ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو دو دستینوں و تختیوں کے درمیان جمع فرمایا اور مدوّن کیا۔"

(۳) ریاض النضرۃ لمحب الطبری، ج ۱ ص ۴۴۔ بحوالہ ابن حرب الطائی و صاحب الصفوۃ

(۴) فتح الباری شرح بخاری لحافظ ابن حجر عسقلانی، ج ۹ ص ۹۔ باب جمع القرآن تحت حدیث زید بن ثابت)

(۵) کنز العمال جلد اوّل ص ۲۷۹ بحوالہ ابن سعد و ابی نعیم و خثیمہ)

(۶)

پختہ عمر کے جنّتیوں کے سردار ابوبکرؓ و عمرؓ ہوں گے

یہاں وہ مرویات پیش کی جا رہی ہیں جن میں مذکور ہے کہ جنّت میں شیخین حضرات کو ایک خاص اعزاز نصیب ہوگا وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے ماسوا پختہ عمر (یا عمر رسیدہ) آدمیوں کے سردار جنت میں سیّدنا ابوبکرؓ و سیّدنا فاروق اعظمؓ ہوں گے۔

یہ اعزاز بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح حسنین شریفین کے لیے جنّت میں جوانانِ جنّت کا سردار ہونا احادیث میں آیا ہے شیخین کا یہ رتبہ اور یہ مقام حضرت نبی کریم

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بیان فرمایا۔ پھر حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے ذریعہ تمام اُمت کو اِس چیز کی اطلاع ہوئی۔

مندرجۂ ذیل روایات میں یہ مسئلہ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے:

۱۔ ۔۔۔۔ عن الشعبی عن الحارث عن علیؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلّم قال ابوبکرؓ و عمرؓ سید اکہول اھل الجنّۃ من الاوّلین والآخرین ما خلا النبیّین والمرسلین لاتخبرھما یا علیّ!

(ترمذی باب مناقب ابی بکرؓ، جلد ثانی)

۲۔ ۔۔۔۔ عن الزھری عن علی بن الحسین عن علیؓ بن ابی طالب قال کنتُ مع رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ طلع اَبُوبَکرؓ وَعُمَرؓ فقال رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھٰذانِ سَیّدَا کھولِ اَھلِ الجنّۃ من الاوّلین والآخرین الا النبیّین والمرسلین یا علیؓ لاتخبرھما"

(ترمذی شریف جلد ثانی باب مناقب ابی بکرؓ)

۳۔ ۔۔۔۔ عن الحسن بن زید بن حسن حدّثنی ابی عن ابیہ عن علیؓ رضی اللہ عنہ قال کنت عند النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فاَقبَلَ ابوبکرؓ وعمرؓ فقال ھٰذانِ سَیّدا کھولِ اھلِ الجنّۃ ۔۔۔۔ بعد النبیّین والمرسلین " (مُسند امام احمد، مُسنداتِ علیؓ)

۴۔ عن الشعبی عن الحارث عن علی قال قال رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ابوبکرؓ وعمرؓ سَیّدا کھول اھل الجنّۃ من الاوّلین والآخرین الّا النبیّین والمُرسلین ۔ لا تخبرھما یا علیؓ ما داما حیّین "

(سنن ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الخ)

۵۔ ۔۔۔۔ قال حدثنی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان

عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جالساً لیس عندہ غیرہ
اذ اقبل ابوبکرؓ وعمرؓ فقال یا علیؓ ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ
الا النبیین والمرسلین ۔

(موضح اوہام الجمع والتفریق للخطیب البغدادی جلد ثانی ص ۱۶۸-۱۶۹
تذکرہ طاہر بن عمر بن ربیع ۔ مطبع دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)

(۶) .... عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ عن علیؓ بن ابی طالب قال
بینما انا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ طلع ابوبکرؓ وعمرؓ
فقال یا علیؓ ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ ما خلا النبیین والمرسلین
ممن مضی فی سالف الدھر و من بقی فی غابرہ یا علی لا تخبرھما
بمقالتی ما عاشا قال علیؓ فلما ماتا حدثت الناس بذالک ۔

(فضائل ابی بکر الصدیقؓ لابی طالب العشاری ص ۷، طبع مصری
مع رسالہ انعام الباری علی ثلاثیات البخاری)

(۷) عن سلیمان بن یزید عن ھرم عن علی قال کنت جالساً عند النبی صلی
اللہ علیہ وسلم و فخذہ علی فخذی اذ طلع ابوبکر و عمر من مؤخر المسجد
فنظر الیھما نظراً شدیداً فصاعد نظرہ فیھما وصوب فالتفت الیّ وقال
والذی نفسی بیدہ انھما لسیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین
والآخرین الا النبیین والمرسلین الخ (ابوبکر فی الغیلانیات)

(کنز العمال، ج ۶ ص ۳۶۶ طبع قدیم ۔ دکن)

۸ - .... عن زر بن حبیش عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر وعمر سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین
والآخرین الا النبیین والمرسلین لا تخبرھما یا علی ما عاشا ۔

(۱) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۶۶ ۔ بحوالہ ابی بکر ۔ طبع قدیم نخنی کلاں ۔
(۲) کنز العمال، ج ۶ ص ۱۴۲ ۔ طبع قدیمی طبع اول ۔ بحوالہ الضیاء فی المختارۃ
عن انس وطس عن جابر و ابی سعید)

روایات ھٰذا کا خلاصہ

علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس
میں موجود تھا (اور ابوبکرؓ و عمرؓ جناب نبی کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہونے لگے) تو سرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نظر فرما کر مجھے مخاطب کیا اور فرمایا کہ نبیوں اور رسولوں
کے علاوہ تمام پختہ عمر کے جنتی لوگوں کے سردار ابوبکرؓ و عمرؓ ہونگے ۔ اے علیؓ! تم اس چیز
کی فی الحال، ان کو اطلاع نہ کرنا (یعنی اگر مناسب ہوا تو بعد میں میں خود ان کو اطلاع کر
دوں گا) ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے وصیت کے مطابق حضرت علیؓ نے شیخین
کی یہ فضیلت اور رتبہ کی شیخین کی وفات کے بعد لوگوں میں ذکر کی ۔

(فائدہ)

شیخینؓ کی یہ فضیلت بعض دوسرے صحابہ کرام سے بھی مروی ہے مثلاً :

(۱) ۔ ترمذی شریف باب مناقب ابی بکر الصدیقؓ میں انس بن مالک اور ابن عباس سے
مروی ہے ۔

(۲) ۔ اور ابن ماجہ باب فضل ابی بکر الصدیق ص ۱۱ طبع دہلی میں ابوجحیفہ سے مرفوعاً یہ
روایت مروی ہے ۔

(۳) ۔ اور ابن عمرؓ سے تاریخ جرجان ص ۷۷ (معرفۃ علماء اہل جرجان لابی القاسم حمزہ بن یوسف
السہمی (المتوفی ۴۲۷ھ) مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن) میں یہ روایت باسند
کامل مروی ہے ۔ اہل علم کے لیے بطور اشارہ عرض کر دیا ہے ۔

چونکہ ہمارے سامنے صرف حضرت علیؓ کی روایات پیش کرنا مطلوب تھیں اس لیے دوسری روایات قصداً جمع ہی نہیں کیں، صرف اشارہ کرتے پر اکتفاء کر دیا گیا۔

(۷)

قبولِ روایت کا مسئلہ

ذیل میں حضرت مرتضیٰؓ سے منقول شدہ وہ روایت درج کی جاتی ہے جس میں صدیقِ اکبرؓ کے بیان پر حضرت علیؓ نے پورا اعتماد و کامل یقین فرماتے ہوئے قبول کیا، اس لیے کہ ان کی روایت سراسر صداقت پر محمول تھی۔

ہم ایک ترتیب سے چند ایک مرویات باسند محدثین و علما سے نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرماویں:-

(۱) ..... عن ابی سعید المقبری انه سمع علیاً ابن ابی طالب یقول ما حدّثتُ حدیثاً لم اسمعهُ انا من رسول الله صلی الله علیه وسلّم الا امرته ان یقسم بالله انّه سمعهُ من رسول الله صلی الله علیه وسلّم الّا ابوبکر فانّه کان لایکذب فحدثنی ابوبکر انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلّم یقول ما ذکر عبدٌ ذنباً اذنبهُ فقام حین یذکر ذنبهٗ ذالک فیتوضّأ فاحسن وضوءهٗ ثمّ صلّی رکعتین ثمّ استغفر الله بذنبهٖ ذالک الّا غفر له۔

(مسند الحمیدی جلد اوّل، ص ۴، ۵۔ احادیث ابی بکر الصدّیقؓ۔ مطبوعہ مجلس علمی کراچی و ڈابھیل۔ طبع اوّل۔ از الامام الحافظ ابوبکر عبداللہ بن الزبیر الحمیدیؒ، المتوفیٰ ۲۱۹ھ (استاذ البخاریؒ)

(۲) ..... اسماء بن حکم الفزاری عن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ

عنه الخ (المصنف لابن ابی شیبۃ المتوفیٰ ۲۳۵ھ جلد ۲ ص ۳۸۷۔ کتاب الصلوات باب فیما یکفر به الذنوب مطبوعہ حیدرآباد دکن)

(۳) ۔عن اسماء بن الحکم الفزاری انّهٗ سمع علیاً یقول کنتُ اذا سمعتُ من رسول الله صلی الله علیه وسلّم حدیثاً نفعنی الله بما شاء ان ینفعنی منه وکان اذا حدّثنی غیرهٗ استحلفتهٗ واذا حلف صدّقتهٗ وحدثنی ابوبکر وصدق ابوبکر قال سمعتُ رسول الله صلی الله علیه وسلّم یقول ما من عبدٍ مسلمٍ یذنب ذنباً ثم یتوضّأ ثم یصلّی رکعتین ثم یستغفر الله الا غفر الله له۔

(۳) مسند امام احمد جلد اوّل، مسانید صدیقی ص ۲ و ۹ مطبوعہ مصری معہ منتخب کنز العمال۔ (المتوفیٰ ۲۴۱ھ)

(۴) سنن ابی داؤد السجستانی جلد اوّل، کتاب الصلوٰۃ۔ باب الاستغفار ص ۲۲۰ طبع مجتبائی دہلی (المتوفیٰ ۲۷۵ھ)

(۵) المدخل فی اصول الحدیث ص ۴۳ طبع حلب للحاکم النیسابوری المتوفیٰ (۴۰۵ھ)

(۶) "اخبار اصفہانی" لابی نعیم احمد بن عبداللہ الاصفہانی، المتوفیٰ ۴۳۰ھ۔ جلد اوّل۔ طبع لیدن، ج ۱، ص ۱۴۲۔

(۷) کتاب فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب محمد علی بن الفتح الحربی العشاری المتوفیٰ ۴۲۶ھ ص ۷، معہ رسائل انعام الباری وغیرہ)

(۸) ... عن ابی سعید المقبری عن علیؓ بن ابی طالب الخ

(موضح اوہام الجمع والتفریق لابی بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی المتوفیٰ ۴۶۳ھ، جلد ثانی ص ۱۱۳-۱۱۴ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

نوٹ۔ اس کے ماسوا محدثین مثلاً ترمذی و ابنِ ماجہ وغیرہ نے بھی روایت ہذا کو حضرت علیؓ سے نقل کیا ہے۔ اور مسند بزار میں بھی مسانید ابی بکر الصدیقؓ کے تحت حضرت علیؓ کی یہ روایت درج ہے۔

(خلاصۂ روایات)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے تھے کہ جو روایت میں نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود نہ سنی ہوتی اور کوئی مجھے بیان کرتا تو میں اس شخص (ناقل) سے پہلے قسم دے کر دریافت کر لیتا کہ آیا تو نے یہ چیز حضور علیہ السلام سے سنی ہے۔؟

مگر (یہ معاملہ) ابوبکرؓ کے سوا تھا (اس قانون سے میرے نزدیک وہ مستثنیٰ تھے)۔ یقیناً ابوبکر دروغ گو نہ تھے بلکہ صادق تھے پس ابوبکرؓ نے مجھے یہ روایت بیان کی (اور سچ کہا) کہ انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے سنا۔ جناب نے فرمایا جب کبھی کسی مسلمان سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے پھر وہ اس گناہ اور معصیت کے بعد اٹھ کر اچھی طرح وضو کرتا ہے، پھر دو رکعت نماز (توبہ) ادا کرتا ہے اور استغفار کرتا ہے تو اللہ اس کو معافی دے دیتے ہیں۔"

فوائد و نتائج

مندرجات بالا نے بتلایا کہ

(۱) یہ حضرات ایک دوسرے سے علمی استفادہ جاری رکھتے تھے جو ان کے باہمی اخلاص اور مودّت کی بیّن دلیل ہے۔

(۲) حضرت مرتضیٰؓ کو صدیقِ اکبرؓ کی دیانتداری و صداقتِ لسانی پر کامل اعتماد اور پورا وثوق تھا کہ کسی اہم ترین مسئلہ میں بھی ان سے حلف لینے کی حاجت نہ ہوتی۔ گویا ان کی

روایت علی الاطلاق مقبول و منظور تھی نہ کہ دوسرے لوگوں کی طرح۔

(۳) نیز یہ معلوم ہوا کہ صدیقؓ کے بیان کردہ مسائل بنی ہاشم کے نزدیک قطعی و یقینی ہوتے تھے۔ ظنی اور مشتبہ اور مشکوک نہیں ہوتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں تمام امت سے زیادہ راست گو اور صادق القول اکابرین بنی ہاشم کے نزدیک بھی یہ ذات گرامی تھی جس کا لقب مبارک ہی صدیق ہے۔ پھر اگر یہ ذات والا صفات حضور علیہ السلام سے یہ قول نقل فرمائے کہ "نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ" یعنی ہم انبیاء کی جماعت ہیں ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو چیز ہم چھوڑ جائیں وہ اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔" تو اس نقل میں بھی کوئی شک اور شبہ نہ ہوگا کہ یقیناً یہ فرمانِ نبوت ہے۔ (فافہم) اللہ کریم ایمان و یقین کی دولت نصیب فرما دیں تو بہت سے مسائل جلد تر حل ہو سکتے ہیں۔"

(تکمیل فوائد)

فوائد ہذا کی تکمیل کے طور پر یہ چیز تحریر کی جاتی ہے کہ قبولِ روایت کا دار و مدار اِس شخص کی صداقت اور سچائی پر ہوتا ہے جس قدر اس کی صداقت و سچائی کامل ہوگی اسی قدر اس کی زبان پر اعتماد کلی اور اعتبار تام ہوگا۔ یہاں سیدنا ابوبکرؓ کی روایت ان کی صداقتِ تامہ کی بنا پر علی الاطلاق تسلیم کی جا رہی ہے اور ابوبکر صدیق کا لقب "صدیق" جو ان کی امتیازی شان کا مظہر ہے۔ یہ عظیم القدر لقب بھی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرما کر نبوت کی زبان فیض ترجمان سے جاری فرمایا ہے یہ بھی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی وساطت سے ہم کو معلوم ہوا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تائید کے لیے چند مرتضوی روایات معروضِ خدمت ہیں۔ امید ہے آپ کے اطمینان کا باعث ہو سکیں گی (ان شاء اللہ تعالیٰ) اور ان کی باہمی عقیدتمندی کے بیان کا موجب ہونگی۔

(۱) ... ... عن ابی یحییٰ قال سمعت علیاً یحلف باللہ لانزل اللہ

اسم ابی بکر من السماء" الصدیق"

(التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۱۔ق ۱ ص ۹۹ ۔طبع دکن
تحت تذکرہ محمد بن سلیمان العبدی)

(۲) ۔ . . . . . عن عمران بن ظبیان عن ابی یحیی قال سمعت علیاً یحلف
لانزل اللہ اسم ابی بکر من السماء" الصدیق"۔

(کتاب فضائل ابی بکر الصدیق لامام ابی طالب محمد بن علی بن الفتح الغشاری
ص ۴ ۔معہ رسالہ انعام الباری وغیرہ)

(۳) ۔عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انہ کان یحلف باللہ ان اللہ تعالیٰ
انزل اسم ابی بکر من السماء" الصدیق"۔ خرجہ السمرقندی وصاحب
الصفوۃ ۔

(الریاض النضرہ لمحب الطبری۔ باب ذکر اسمہ الصدیق ۔ج ۱ ص ۶۸)

(۴) ۔عن علیؓ قال ان اللہ ھو الذی سمّٰی ابا بکر علی لسان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم صدیقاً ۔

(کنز العمال ج ۶ ص ۳۱۴ بحوالہ ابی نعیم فی المعرفۃ
طبع اوّل قدیم ۔حیدر آباد دکن)

(۵) ۔حضرت علیؓ کی روایت ہذا کنز العمال میں مندرجہ ذیل حوالہ جات کے ذریعہ بھی منقول
ہے۔ (کنز العمال بحوالہ طب ۔ک ۔ وابو الحسن البغدادی فی فضائل
ابی بکرؓ وعمرؓ ج ۶ ص ۳۱۴ ۔طبع اوّل)

حاصل مطلب یہ ہے کہ

"ابو یحیی نے کہا کہ میں نے حضرت علیؓ سے سنا کہ وہ اللہ کی قسم کھا کر فرما رہے
تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کا نام "الصدیق" آسمان سے نازل فرمایا۔"

نیز یاد رہے کہ سیدنا محمد باقر رحمہ اللہ نے بھی ابو بکر الصدیقؓ کو الصدیق کے لقب سے بڑے اصرار و تکرار سے یاد کیا ہے ۔جیسا کہ حلیۃ السیف والی روایت میں مذکور ہے۔ وہ انشاء اللہ عنقریب باب پنجم میں اپنے مقام پر مذکور ہو گی ۔یہاں صرف بطور تائید اس کی یاد دہانی کرا دی گئی ہے ۔خلاصہ یہ ہوا کہ اس نام ولقب کی تصدیق وتائید میں شیعہ وسنّی تمام حضرات متفق ہیں۔

(۱) [illegible] السیف از حلیۃ الاولیاء، ابو نعیم اصفہانی، ج ۳
ص [illegible] تذکرہ محمد باقرؒ ۔

(۲) روایت حلیۃ السیف از کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ از علی بن عیسیٰ
الاربلی الشیعی"۔ج ۲ ص ۳۶۰ طبع جدید تبریز ایران معہ ترجمہ فارسی)

(۸)

سیدنا ابو بکر الصدیقؓ کی تقدیم اور پیشوائی پر دین ودنیا دونوں اعتبار سے حضرت علیؓ خوشنود اور راضی تھے

اس مضمون کے متعلق حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی بیان فرمودہ بعض روایات پیش کی جا رہی ہیں ان کو ناظرین کرام بہ نظر غائر ملاحظہ فرما دیں اور دونوں بزرگوں کے مابین تقرب وتعلق اور تعاون وتراضی کا خود اندازہ لگائیں ۔مزید کسی تشریح وتوضیح کی حاجت نہیں۔

(۱) . . . . عن ابی بکر الہذلی عن الحسن قال قال علیؓ لما قبض النبی
صلی اللہ علیہ وسلم نظرنا فی امرنا فوجدنا النبی صلی اللہ علیہ
وسلم قد قدم ابا بکر فی الصلوۃ فرضینا لدنیانا من رضی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فقدمنا ابا بکر۔

(طبقات ابن سعد تذکرہ ابی بکرؓ ج ۳ ص ۱۳۰ ق اوّل طبع لیدن)

مطلب یہ ہے کہ

"ابوبکر ہذلی حسن سے ذکر کرتا ہے اس نے کہا کہ علی المرتضیٰؓ نے فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوتے تو ہم نے اپنے (دینی معاملہ میں) غور و فکر کیا تو معلوم ہوا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں ابوبکرؓ کو (باقی لوگوں سے) مقدم کیا پس ہم اپنے دنیاوی اُمور کے لیے اسی شخص پر رضامند ہو گئے جس کو رسولِ خدا نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تو ہم نے ابوبکرؓ کو مقدم کیا۔"

(۲) ۔۔۔۔ عن الضحاک عن نزال بن سبرۃ قال وافقنا من علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ذاتَ یومٍ طیبَ نفسٍ فقلنا یا امیرَ المؤمنین اَخبِرنا عن ابی بکرِ بنِ قُحافۃ قال ذالک اِمرءٌ سمّاہ اللہُ الصدیقَ علی لسانِ جبریلؑ ولسانِ محمّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم کان خلیفۃ رسولِ اللہ علی الصلوٰۃ رضیہ لِدینِنا فرضِیناہ لِدُنیانا۔"

(کتاب فضائل ابی بکر الصدیق للعشاری المتوفی سنہ ۴۲۶ھ ص ۳ طبع مصر)

(۳) ۔۔۔۔۔ عن النزال بن سبرۃ الہلالی قال وافقنا من علیؓ طیبَ نفسٍ و مزاحٍ فقلنا یا امیرَ المومنین حدّثنا عن اَصحابک قال کُلُّ اَصحابِ رسولِ اللہ اصحابی فقلنا حدّثنا عن اصحاب رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال سَلُونی قُلنا حدّثنا عن ابی بکرٍ قال ذاک اِمرءٌ سمّاہ اللہُ الصّدیقَ علی لسانِ جبرئیلَ ولسانِ محمّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم کانَ خلیفۃَ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَی الصلوٰۃِ رضیہ لِدینِنا فَرَضِینا ہ لِدُنیانا۔"

(اُسد الغابہ لابن اثیر الجزری المتوفی ۶۳۰ھ، جلد ثالث ص ۲۱۶ تذکرہ ابی بکر الصدیق ۔ مطبوعہ طہران۔)

(۴) ۔ عن نزال بن السبرۃ قال وافقت من علیؓ الخ (تمام روایت سابقہ کے موافق ہے) قالوا اخبرنا عن ابی بکر بن ابی قحافۃ قال ذاک اِمرءٌ سمّاہ اللہ الصدیق علی لسانِ جبریل علیہ السلام وعلی لسانِ محمدٍ صلّی اللہُ علیہ وسلّم کانَ خلیفۃَ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رَضِیہُ لِدینِنا فرضیناہُ لِدُنیانا ۔ خرجہ الخلعی وابن السمان فی الموافقۃ ۔

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ لمحب الطبری متوفی ۶۹۴ھ باب ذکر اسمہ الصدیق، ج ۱ ص ۶۸ ۔ طبع مصری)

نمبر (۲ ۔ ۳ ۔ ۴) میں مندرجات کا خلاصہ کلام یہ ہے کہ

نزال بن سبرۃ ہلالی نے کہا کہ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کی خوش مزاجی کی حالت میں ہم ان سے ملے، ہم نے کہا کہ اے امیر المومنین اپنے اصحاب کے متعلق فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب و رفقاء میرے رفیق اور ساتھی ہیں پھر ہم نے عرض کی ان کے متعلق بیان فرمائیے۔ آپ نے فرمایا دریافت کرو ہم نے گذارش کی کہ ابوبکرؓ (کے مقام و منزلت) کے متعلق ارشاد فرمائیے تو حضرت علیؓ فرمانے لگے کہ یہ وہ شخص ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ و رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی زبان پر ان کا نام "صدیق" رکھا ہے ۔ اور وہ نماز میں رسولِ خدا صلعم کا خلیفہ اور قائم مقام ٹھہرے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے جب ان کو پسند کر لیا تو ہم اپنے دنیاوی معاملات کے لیے بھی ان پر رضامند ہو گئے۔"

(۵) ۔۔۔۔۔ عن الحسن البصری عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال قدّم رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابا بکرؓ فصلّی بالناس وانی لشاھدٌ

غَيْرُ غَائِبٍ وَاِنِّي صَحِيْحٌ غَيْرُ مَرِيْضٍ وَلَوْ شَاءَ اَنْ يُّقَدِّمَنِي لَقَدَّمَنِي
فَرَضِيْنَا لِدُنْيَانَا مَنْ رَضِيَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ لِدِيْنِنَا ؎

(اُسد الغابہ لابن اثیر الجزری، ج ۳، ص ۲۲۱ -
تذکرہ ابی بکر الصدیق - طبع طہرانی -

یعنی حسن بصری حضرت علیؓ سے ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکرؓ کو مقدم کیا۔ پس انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی، (حالانکہ میں حاضر و موجود تھا، غائب نہیں تھا۔ اور میں تندرست و صحت مند تھا کوئی مریض نہیں تھا (اور نہ ہی معذور تھا) اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مقدم فرمانا چاہتے تو مقدم فرما سکتے تھے۔ پس اللہ اور رسولؐ نے جس شخص کو ہمارے دین کے لیے اختیار اور پسند فرمایا تو ہم اپنے دنیاوی اُمور میں بھی اس پر راضی اور خوشنود ہو گئے۔"

مرتضویؓ مرویات کے فوائد

(۱) مرضِ وفاتِ نبوی کی آخری نمازیں پڑھانیوالے صدیقِ اکبرؓ تھے اور ان کی یہ قائم مقامی فرمانِ نبوت کی وجہ سے تھی، اتفاقیہ امامِ نماز نہیں بن گئے تھے بلکہ رسولِ خدا صلعم کے فرمان نے بنائے تھے۔

(۲) حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی نماز میں پیشوائی و تقدم کو مع حضرت علیؓ کے سب صحابہ کرامؓ نے ان کی خلافت میں پیشوائی کے لیے حجت و دلیل قرار دیا یعنی ان حضرات کے مشورہ، تدبّر، تفکّر کے بعد یہی نتیجہ برآمد ہوا کہ پنجگانہ نمازوں میں ابوبکرؓ کا امام بننا ان کے امیر و خلیفہ بننے کی اہلیت و صلاحیت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

(۳) نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ صدیق اکبرؓ کی خلافت و امارت میں پیشوائی و پیش قدمی پر

یہ سب حضرات راضی اور خوش تھے نہ کسی کو مجبور کیا گیا نہ کسی پر قہر کیا گیا، نہ کسی پر دباؤ ڈالا گیا۔ اور اس کے برعکس جو تشدّد و تجبّر کی داستانیں اس موقعہ پر لوگ بیان کرتے ہیں حضرت علی المرتضیٰؓ کے ان بیانات نے اور ان کے عمل و تعاون نے ان کی تردید کر دی ہے۔

مزید برآں یہ چیز ہے کہ جبر و قہر بیان کرنے والی روایات حضرت علی المرتضیٰؓ کی شانِ شجاعت و قوتِ حیدری کی تنقیص کرتی ہیں فلہذا وہ روایات قابلِ ردّ و لائقِ ترک ہیں۔

احباب کی جانب سے ایک روایت

مندرجہ بالا مرویات کے بعد حضرت علیؓ کی ایک روایت شیعہ کتب سے بھی یہاں ذکر کر دینا ہم مناسب خیال کرتے ہیں۔ حضرت مرتضیٰ کے اس قول میں یہ اعتراف کیا گیا ہے کہ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار صدیق اکبرؓ ہیں "یارِ غار" ہیں، ان کا لقب "ثانی اثنین" ہے اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی زندگی مبارک میں ان کو نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا تھا۔ ابوبکر (احمد بن عبد العزیز) الجوہری شیعی کی یہ باسند روایت ہے جو ابن ابی الحدید شیعی نے اپنی شرح نہج البلاغہ میں دو مقام میں درج کی ہے۔ سیدنا علی اور زبیر بن العوام نے ابوبکر الصدیقؓ کی فضیلت و عظمت کا اقرار کیا ہے۔ عبارت ملاحظہ فرما دیں۔ طویل کلام میں سے یہ چند جملے درج کیے جاتے ہیں:-

. . . . وَاِنَّا نَرٰى اَبَا بَكْرٍ اَحَقَّ النَّاسِ بِهَا" اِنَّهٗ لَصَاحِبُ الْغَارِ" وَثَانِيَ اثْنَيْنِ" وَاِنَّا لَنَعْرِفُ لَهٗ سِنَّهٗ" وَلَقَدْ اَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ (صلى الله عليه وسلم) بِالصَّلٰوةِ وَهُوَ حَيٌّ"

یعنی (علیؓ و زبیرؓ) فرماتے ہیں کہ تحقیق ہم ابوبکرؓ کو (خلافت کے لیے) سب

لوگوں سے زیادہ مستحق سمجھتے ہیں، یقیناً صاحبِ غار ہیں، ان کا لقب ثانی اثنین ہے۔ ہم ان کی بزرگی و شرافت کے معترف ہیں۔ حضور نبیٔ مقدس علیہ السلام نے اپنی حیات میں ان کو تمام لوگوں کی نماز کا امام مقرر فرمایا۔"

(شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی، جلد اوّل جزء ششم ص ۲۹۳ تحت ذکر اخبار السقیفہ۔

(شرح نہج البلاغہ ج ا ص ۱۵۴، ج ۲، ص ۲۸ طبع بیروتی)

تنبیہ

ہم قبل ازیں بیعت کی بحث میں اس روایت کو اپنی کتابوں سے بھی پیش کر چکے ہیں۔ اب صدیقی فضائل کے اعتراف کے درجہ میں شیعی علماء کی طرف سے بطورِ تائید ذکر کر دی گئی۔

(۹)

حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے انتقال کے موقعہ پر حضرت علیؓ کی طرف سے اظہارِ تأسف کے کلمات اور اقرارِ فضیلت کے بیانات

علامہ سیوطیؒ نے حافظ ابن عساکر کے حوالہ سے تاریخ الخلفاء میں روایت نقل کی ہے وہ ذکر کی جاتی ہے:

(۱) واخرج ابن عساکر عن علیؓ انہ دخل علی ابی بکر وھو مسجّٰی الخ

"یعنی ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے روایت تخریج کی ہے کہ ابوبکرؓ کی وفات کے موقعہ پر در آئے جبکہ ان پر چادر ڈالی ہوئی تھی حضرت علی المرتضیٰؓ

تشریف لاتے۔" (تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۹۴، طبع مجتبائی دہلی فصل فیما ورد من کلام الصحابہ فی فضلہ)

(۲) لغت حدیث کی کتاب "الفائق" میں جار اللہ زمخشری نے روایت لکھی ہے کہ:۔

لما مات (ابوبکرؓ) قام علی بن ابی طالبؓ علیٰ باب البیتِ الذی ھو مسجّٰی فیہ فقال کُنتَ واللہ للدّین یعسوباً اوّلاً حین نفر الناسُ عنہ وآخراً حین فَیَّلُوا .... کُنتَ کالجبلِ لاتحرّکہ العواصِف ولا تُزیلُہ القواصِف۔"

"خلاصۂ کلام یہ ہے جب ابوبکر الصدیق فوت ہوتے ہیں تو حضرت علیؓ اس مکان کے دروازہ پر جس میں صدیق اکبرؓ کی نعش پر چادر ڈالی ہوئی تھی، تشریف لا کر کھڑے ہوتے اور (صدیق اکبرؓ کو خطاب کر کے) فرمانے لگے کہ اللہ جل شانہ کی قسم آپ دین کے لیے ابتدائی مراحل میں سبقت کرنے والے اور پیشرو تھے جس دور میں دین سے لوگ متنفر تھے اور آخر دور میں بھی آپ (پیش قدم) رہے جبکہ لوگ ضعیف اور بزدل ہو رہے تھے اور (اپنی رائے کو انہوں نے کمزور سمجھا تھا) آپ دین کے معاملات میں اس پہاڑ کی طرح مضبوط رہے جس کو سخت تیز ہوائیں متحرک نہ کر سکیں اور اور توڑ ڈالنے والی آندھیاں اپنی جگہ سے زائل نہ کر سکیں" یعنی انتقالِ نبوی کے بعد فتنۂ ارتداد میں آپ ثابت قدم و راسخ عمل رہے۔"

(کتاب "الفائق"، جار اللہ زمخشری جلد اوّل (سین مع الجیم) ج ا ص ۲۸۴ سن تالیف ہذا ۵۱۶ھ طبع حیدر آباد دکن)

(۳)۔ اس مقام کی تیسری وہ روایت ہے جو اسید بن صفوان سے منقول ہے روایت:

کافی طویل ہے۔ ہم مختصراً اس کے چند کلمات یہاں نقل کرتے ہیں جو دوسری روایات کے ذریعہ مؤیّد و موثّق ہیں۔ ابن عبد البرؒ نے استیعاب میں اور جزری نے اسد الغابہ میں، محب الطبری نے ریاض النضرہ میں اور علی متقی نے کنز العمّال میں درج کی ہے اور منقول عنہ مآخذ کا حوالہ ساتھ دیدیا ہے۔

.... عن اسید بن صفوان وکانت لہٗ صحبۃ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لمّا توفّی ابوبکر رضی اللہ عنہ ورجّت المدینۃ بالبکاء ودهش الناس کیوم قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلّم جاء علی بن ابی طالب مسرعًا باکیاً مسترجعًا وھو یقول الیوم انقطعت خلافۃ النبوّۃ حتّٰی وقف علی باب البیت الذی فیہ ابوبکرؓ ثم قال رحمک اللہ یا ابا بکر کنت اوّل القوم اسلامًا واخلصہم ایمانًا واکثرھم یقینًا الخ......

(۱) الاستیعاب تحت تذکرہ اسید بن صفوان، ص ۲۴ جلد اوّل معہ اصابہ۔ طبع مصری۔

(۲) اُسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ جلد اوّل، ص ۹۰-۹۱۔ طبع تہران تحت تذکرہ اسید بن صفوان۔

(۳) ریاض النضرہ محب الطبری، ج، ص ۲۳۹۔ بحوالہ ابن السمان و الجوزقی۔

(۴) کنز العمّال، ج ۶ ص ۳۲۵۔ طبع اوّل قدیم۔ بحوالہ ابن مندہ و ابونعیم والخطیب البغدادی۔ ابن عساکر۔ ابن نجار۔ والمحاملی وغیرہم۔

ماحصل یہ ہے کہ اسید بن صفوان کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی صحبت حاصل تھی۔ اسید کہتے ہیں کہ جب ابوبکرؓ کا انتقال ہوا اور اہل مدینہ گریہ زاری سے مضطرب ہوگئے اور اس طرح لوگ متحیّر و پریشان ہوتے جس طرح وصالِ نبویؐ

کے روز لوگ مدہوش ہوگئے تھے تو علی بن ابی طالب جلدی کرتے ہوئے گریہ کی حالت میں انّا للہ وانّا الیہ راجعون کہتے ہوئے پہنچے۔ اور فرمانے لگے آج روز نبوّت کی بلا فصل، خلافت و نیابت ختم ہوگئی اور جس مکان میں ابوبکرؓ رکھے گئے تھے اس کے دروازہ پر کھڑے ہوکر فرمایا اَے ابوبکرؓ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم وکرم فرماتے۔ آپ تمام قوم میں سے اسلام لانے میں سابق تھے اور ایمان میں مخلص تھے اور یقین میں زیادہ تھے۔ الخ

خلاصہ یہ کہ علی المرتضیٰ نے یہاں بہت سے فضائل وکمالاتِ صدیقی بیان فرمائے۔

اقرارِ فضیلت کی روایتیں

(۱) .... عن ابن ابی ملیکہ قال سمعت ابن عبّاسؓ یقول لما وضع عُمرؓ بن الخطّاب علی سریرہ فتکفّنہ النّاس یدعون لہٗ وانا فیہم فجاء علی بن ابی طالب فقال انی کُنْتُ لَاَظُنُّ اَنْ یَّجْعَلَکَ اللہ تعالیٰ مع صَاحِبَیْکَ وذالک انی کنت اکثر ان اسمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یقول ذَھَبْتُ انا وابوبکرؓ وعمرؓ ودخلتُ انا وابوبکرؓ وعمرؓ وخرجت انا وابوبکرؓ وعمرؓ وانی کنتُ اَظُنُّ ان یجعلکَ اللہ مَعَہُمَا۔"

(۱) بخاری شریف جلد اوّل، ص ۵۲۰۔ باب مناقب عُمرؓ طبع نور محمدی دہلی۔

(۲) المستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۶۸۔ طبع حیدر آباد دکن)

(یعنی ابن عبّاسؓ کہتے ہیں کہ (وفات کے بعد) جب عمر بن الخطاب چارپائی پر رکھے گئے تو لوگ گرد وپیش جمع ہوتے، کلمات دعائیہ ان کے حق میں کہہ رہے تھے تو علی المرتضیٰ تشریف لاتے اور عُمر فاروق کو (خطاب کرکے) فرمانے لگے کہ میرا یہی گمان تھا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنے دونوں دوستوں (یعنی نبی اقدسؐ اور ابوبکرؓ) کا ہم نشیں اور ساتھی بنائے گا اس لیے کہ میں رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر سُنتا تھا، آپ فرماتے تھے کہ مَیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ (فلاں کام) کے لیے چلے، اور مَیں اور ابوبکرؓ و عمرؓ (فلاں مقام میں) داخل ہُوئے، اور مَیں و ابوبکرؓ و عمرؓ (فلاں جگہ سے) رخصت ہُوئے۔ اس چیز سے (اے عمرؓ بن الخطاب) مَیں یہی خیال کرتا تھا کہ ان دونوں حضرات کے ساتھ آپ کو معیت و صحبت (ہمیشہ) نصیب رہے گی۔"

ایک گذارش

اِس روایت میں اگرچہ براہِ راست حضرت عمرؓ کی وفات کے موقعہ پر حضرت علیؓ کا موجود ہونا ثابت ہو رہا ہے تاہم حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت و عظمت بھی ثابت ہو رہی ہے۔ اسی بنا پر اس کا یہاں اندراج کر دیا اور "فاروقی تعلقات" حصّہ دوم میں بھی اِن شاء اللہ پھر اس کو نقل کیا جائے گا۔ اسی طرح آئندہ روایت ابوطالب عشاری کا یہی حال ہے۔

(۲) ۔۔۔ عن سوید بن غفلۃ عن علی بن ابی طالب قال لمّا تُوُفِّيَ ابوبکرؓ و عُمرؓ قال علی بن ابی طالب من لکم بمثلهما رزقنی الله المضیّ علیٰ سبیلهما فانّه لایبلغ مبلغهما الا باتباع آثارهما والحب لهما فمن احبّنی فلیحبهما ومن لم یحبّنی فقد ابغضهما وانا منه بَرِیْءٌ۔"

(فضائل ابی بکر الصدّیق لابی طالب العشاری، ص ۷، مطبوعہ من المکتبۃ السلفیہ ملتان۔ طبع مصر)۔

حاصل یہ ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ فوت ہو گئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ (لوگو!) ان دونوں جیسا تمہارے لیے کون ہے؟ ان کے راستہ پر چلنا اللہ تعالیٰ ہمیں نصیب فرمائے، ان کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کے

سا[illegible] [illegible]کھنے سے ہی ان کے مقام پر پہنچا ہوں[illegible] ہے جو شخص مجھ سے محبت و دوستی رکھتا ہے چاہیے کہ وہ ان دونوں سے ضرور محبّت رکھے اور جو میرے ساتھ دوستی نہیں رکھتا پس اس نے ان دونوں کے ساتھ عداوت اور بغض رکھا اور مَیں ایسے شخص سے بری ہوں۔"

"نتائج"

(۱) حضرت سیّدنا ابوبکر الصدّیقؓ کے انتقال معلوم ہونے پر حضرت علیؓ گریہ زاری کرتے ہُوئے ان کے پاس پہنچے ہیں۔

(۲) پھر اظہار تاسّف کرتے ہُوئے ابوبکر الصّدّیقؓ کے نہایت قیمتی فضائل و کمالات لوگوں کے سامنے بیان فرمائے اور خاص طور پر عجیب نکتہ بیان کیا کہ نبوّۃ کی "حقیقی قائم مقامی" (یعنی خلافت بلا فصل) صرف اس ذات گرامی کو حاصل تھی وہ آج ختم ہو گئی (یعنی اب جو خلیفہ ہو گا وہ خلیفۂ رسُولؐ نہ ہو گا بلکہ خلیفہ کا خلیفہ ہو گا)

(۳) نیز گواہی دی کہ صدّیقِ اکبر اسلام لانے میں سب سے سابق اور پیش قدمی کرنے والے تھے۔ ایمان میں کامل الاخلاص تھے۔ اور بیان کیا کہ ابوبکرؓ و عمر بن الخطاب دونوں عالم دنیا میں جس طرح نبی اقدس صلعم کے ہم نشین و مصاحب رہتے تھے اسی طرح عالم آخرت میں بھی ان کو رسُولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کی معیّت و صحبت نصیب رہے گی۔

(۴) اور فرمایا کہ ابوبکر الصدّیقؓ کی شان کا کوئی فرد لوگوں میں نہیں تھا، خدا کرے ہم کو ان کی تابعداری حاصل ہو اور محبّت میسّر ہو جو میرے ساتھ محبت و دوستی رکھتا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ ان سے محبت قائم رکھے ورنہ مَیں اس سے بَری ہوں۔

(۵) مندرجہ مرویات سے واضح ہُوا کہ خلیفہ بلا فصل) ابوبکرؓ کی وفات اور ان کی تجہیز

"تکفین وجنازہ وتدفین کے مواقع میں حضرت علیؓ شامل اور موجود تھے یہ نقل وعقل اس چیز سے انکار کرتی ہے کہ عین نمازِ جنازہ کے وقت پر حضرت علیؓ کہیں پس وپیش ہو گئے تھے۔ حالانکہ نماز سے قبل وبعد وہیں تشریف رکھتے تھے"۔

(۱۰)

شیخینؓ کی سیرت کا سیرتِ نبویؐ کے ساتھ اتحاد

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بیانات کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر الصدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی سیرت اور عمل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرت وعمل کے موافق ومطابق تھا۔ اس مسئلہ پر حضرت علیؓ کی مندرجہ ذیل روایات شہادت دیتی ہیں:۔

(۱) ..... عن عبد خیر قال قام علیؓ علی المنبر فذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فقال قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واستخلف ابوبکر رضی اللہ عنہ فعمل بعملہ وسار بسیرتہ حتی قبضہ اللہ عزّ وجلّ علی ذالك ثم استخلف عمر علی ذالک فعمل بعملہما وسار بسیرتہما حتّٰی قبضہ اللہ عزوجلّ علی ذالك"۔

(۱) الفتح الربانی مع بلوغ الامانی، ج ۲۲ ص ۱۸۴ طبع مصری (عبدالرحمٰن البناء) مُسند احمدؒ ج ۱ ص ۱۲۸ مسندات مرتضوی جلد اول طبع مصری معہ منتخب کنز
(۲) فضائل ابی بکر الصدیق، ص ۵۔ ابوطالب العشاری۔
(۳) مجمع الزوائد لنور الدین الہیثمی جلد ۵ ص ۱۷۶۔ کتاب الخلافۃ باب الخلفاء الاربعہ۔ رواہ احمد ورجالہٗ ثقات۔

حاصل کلام یہ ہے" عبد خیر کہتے ہیں کہ (ایک دفعہ) حضرت علیؓ منبر پر بیٹھ کر

فرمانے لگے کہ رسُولِ خدا صلعم نے انتقال فرمایا اور ابوبکرؓ خلیفہ منتخب ہُوئے انہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طریقۂ کار کے مطابق عمل درآمد کیا اور حضور علیہ السّلام کی سیرت کے موافق کام رواں رکھا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوئی پھر عمرؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے بھی رسُولِ خدا صلعم اور ابوبکر دونوں کے مطابق کام سرانجام دیا اور ان کی سیرت کے موافق کام کیا۔ اسی روش اور طرز وطریق پر ان کی وفات ہوئی"۔

اس کے بعد حضرت علیؓ کے فرامین میں مزید یہ چیز مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے صدّیق اکبرؓ کی مخالفت کرنے سے حیا آتی ہے"

چونکہ صدّیق اکبر کا ہر کام اور ہر عمل سنّتِ نبویؐ کے عین مطابق پایا جاتا تھا اس بنا پر حضرت علیؓ امورِ خلافت میں ان کے خلاف کرنے سے حیا فرماتے تھے۔

چنانچہ ذیل کی عبارت ملاحظہ ہو۔ ابوطالب العشاری اپنے فضائل میں ذکر کرتے ہیں:۔

.... عن مغیرہ عن الشعبی قال قال علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ انی لَاَسْتَحْیِی من رَبِّی ان اُخَالِفَ اَبَابَکْرٍ"۔

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق ص ۴ لابی طالب العشاری (وہو تلمیذ دارقطنی) معہ دیگر رسائل انعام الباری وغیرہ)
(۲) کنز العمّال بحوالہ العشاری جلد ۶ ص ۳۱۴ طبع اوّل۔

ترجمہ: علی المرتضیٰ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکرؓ کی مخالفت کرنے میں اللہ سے حیا آتی ہے"۔

اہلِ علم کی آگاہی کے لیے ذکر کیا جاتا ہے جس طرح ابوطالب العشاری نے حضرت علیؓ کا یہ قولِ مذکور نقل کیا ہے اسی طرح شیعہ علماء نے بھی مسئلہ فدک کے بارے میں

حضرت علیؓ کا یہ فرمان ذکر کیا ہے (اور قبل ازیں بحث فدک میں ہم نے اس کو درج کیا ہے)

شیعہ کے مجتہد اعظم سیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی تصنیف الشافی میں ابوعبداللہ محمد بن عمران المرزبانی الخراسانی شیعی سے اس موقعہ کی باسند روایات نقل کی ہیں۔ ان میں حضرت علیؓ کا یہ قول مذکور ہے۔ اور حدیدی شیعی نے بھی قول ہذا کو درج کیا ہے۔

... فلمّا وصل الامر الیٰ علی بن ابی طالب علیہ السّلام کلّم فی ردّ فدك فقال انّی لاستحیی من اللہ ان اردّ شیئًا منع منہ ابوبکر و امضاہ عمر۔

"یعنی جب (خلافت کا) معاملہ حضرت علیؓ کی طرف پہنچا تو واپسیٔ فدک کا قضیہ پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے جس چیز کو ابوبکرؓ نے منع کر دیا اور عمرؓ نے اس منع کو جاری رکھا اس چیز کو میں لوٹا دوں اور واپس کر دوں۔"

(۱) کتاب الشافی مع تلخیص ص ۲۳۱ طبع قدیم ایرانی

(۲) شرح نہج البلاغہ حدیدی ج ۴ ص ۱۳۰ طبع بیروتی تحت اخبار السقیفہ

یہاں سے معلوم ہوا کہ شیخینؓ کی سیرتِ عملی حضرت علیؓ کے نزدیک درست تھی۔ اس بنا پر ان چیزوں میں حضرت علیؓ نے کسی قسم کا تصرّف نہیں کیا بلکہ قولاً و عملاً ان کی تصدیق و تائید کی جس سے ان حضرات کی باہمی شانِ اتحاد و اتفاق نمایاں ہوتی ہے۔

نیز ذیل میں چند مزید روایات پیش کی جاتی ہیں جن میں حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی سیرت اور کردار کو کتاب اللہ و سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق و مطابق قرار دیا اور ان کی عملی زندگی کو بہترین سیرت تسلیم کیا ہے۔

(۱)

ثمّ ان المسلمین من بعدہ استخلفوا امیرین منہم صالحین فعملا بالکتاب والسنّة واحسنا السیرة ولم یعدوا السنّة ثم توفیا رحمہما اللہ تعالیٰ۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ:

"نبی پاک (ص) کے بعد مسلمانوں نے اپنی جماعت سے اپنے دو امیر یکے بعد دیگرے تجویز کیے جو نیک اور صالح افراد تھے۔ پس ان دونوں نے کتاب و سنّت پر عمل درآمد کیا۔ اور ان کی سیرت و کردار بہت عمدہ تھا۔ سنّتِ نبوی سے انہوں نے (سرِ مو) تجاوز نہیں کیا۔ پھر وہ (اسی حالت پر) فوت ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر اپنی رحمت نازل فرماتے۔"

(۱) شرح نہج البلاغۃ لابن ابی الحدید شیعی جلد اوّل ص ۲۹۵ جزء ششم طبع قدیم ایران۔ جلد ثانی ص ۳۵ طبع بیروتی۔

(۲) ناسخ التواریخ جلد سوم۔ کتاب دوم ص ۲۸۶ تحت منشور امیر المومنینؑ بمردم مصر

مندرجہ بالا کلام حضرت علیؓ کے اس خط کا اقتباس ہے جو آپ نے اپنے مخلص آدمی قیس بن سعد بن عبادہ کو لکھ کر مصر کا والی بنا کر مصر روانہ کیا۔ اس خط میں شیخین کی یہ فضیلت حضرت علیؓ نے تحریر فرمائی تھی۔

(۲)

اما بعد فان اللہ بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم فانقذ بہ من الضلالة وانعش بہ من الهلكة وجمع بہ بعد الفرقة ثم قبضہ اللہ الیہ وقد ادّی ما علیہ ثم استخلف الناس ابابکر ثم استخلف ابوبکر عمرؓ واحسنا السیرة وعدلا فی الامة ...الخ

"خلاصہ یہ ہے کہ (حمد و ثنا کے بعد) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا۔ پھر ان کے ذریعہ (لوگوں کو) گمراہی اور ہلاکت سے بچایا اور افتراق کے بعد (قوم کو) مجتمع فرمایا۔ پھر اللہ نے ان کو اپنی جانب قبض فرما لیا اور انہوں نے اپنی ذمہ داری کو مکمل فرمایا۔ پھر لوگوں نے ابوبکرؓ کو خلیفہ بنایا۔ اس کے بعد ابوبکرؓ نے عمرؓ کو تجویز کیا اور ان دونوں نے بہترین سیرت کا نمونہ پیش کیا اور دونوں بزرگوں نے اُمّتِ مُسلمہ میں عدل و انصاف قائم کیا۔"

(ناسخ التواریخ، جلد سوم از کتاب دوم ص ۱۴۱ ۲ طبع ایران
باب کتاب صفین از کتب امیر المومنین علیہ السلام
تصنیف مرزا تقی لسان الملک شیعی وزیر اعظم جاہ قاچار)

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ جب امیر معاویہؓ کی طرف سے حبیب بن مسلمہ الفہری و شرحبیل بن السمط وغیرہا حضرت علیؓ کے پاس حضرت عثمانؓ کے (خون) کے بارہ میں کلام کرنے کے لیے آئے اس وقت حضرت علیؓ نے ایک خطبہ دیا ہے جس میں یہ مندرجہ بالا عبارت ہے۔

خلاصۂ مندرجات

(۱) حضرت علیؓ کے بیانات نے یہ مسئلہ صاف کر دیا کہ شیخینؓ (سیدنا ابوبکرؓ و سیدنا عمر الفاروق) بڑے عمدہ کردار کے مالک تھے۔

(۲) مسلمان قوم کے حق میں منصف و عادل تھے، ظالم و جائر و غاصب نہیں تھے۔

(۳) کتاب و سُنّت پر عمل درآمد کرنے والے تھے۔

(۴) سُنّتِ نبوی" کے برخلاف کرنے والے نہیں تھے۔

حاصل یہ ہے کہ "حضرت علیؓ نے بیانات کے ذریعہ شیخینؓ کے حق میں اپنا نظریہ

اور عندیہ بر ملا ظاہر فرما دیا۔ چشم بصیرت درکار ہے جو اس کی قدر شناسی کر سکے۔

(۱۱)

باب چہارم میں مختلف انواع کے مناقب و محامدِ صدیقی حضرت علیؓ کی زبانی بیان کیے گئے۔ اس ضمن میں اب گیارھویں قسم شروع کی جا رہی ہے۔ اس کے متصل بعد بارھویں صنف انشاء اللہ ذکر ہو گی۔

یازدہم نوع میں حضرت ابوبکر الصدیقؓ کی تعریف و توصیف و توثیق مندرجۂ ذیل الفاظ میں حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے دورِ خلافت میں منبروں پر برملا بیان فرمائی اور علی الاعلان مجالس میں ذکر کی۔ صدیقؓ کے مقام و منزلت کا جب بھی مسئلہ سامنے آیا تو اس وقت بڑے واضح الفاظ میں مفصل مفہوم کے ساتھ اس کو سمجھایا۔ اس میں کوئی خفا اور پوشیدگی نہیں کی تاکہ کوئی شخص تقیہ کا گمان نہ کر سکے۔ اور عموماً مرویات میں یہ الفاظ مذکور ہوتے ہیں:

خیر ھٰذہ الامّۃ، افضل ہٰذہ الامّۃ، خیر الناس، افضل الناس، اشجع الناس وغیرہ۔ یعنی بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلّم صدیقؓ کا یہ مقام ہے۔

پھر یہ واضح رہے کہ مذکورہ الفاظ حضرت علیؓ سے نقل کرنے والی ایک جماعت معتبرہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ نے ازالۃ الخفاء، ج ا ص ۷ ا و ج ا ص ۳۱۶ فارسی کامل طبع قدیم میں فرمایا ہے کہ:

"از وی (علی المرتضیٰ) بطریق تواتر ثابت شدہ کہ بر منبر کوفہ در وقت خلافت مے فرمود"

پھر فرماتے ہیں کہ

واما متواتر قوله خیر هذه الامة ابوبکر ثم عمر متواترا
رواه ثمانون نفسا عنه۔ الخ

مطلب یہ ہے کہ صدیق کی یہ فضیلت حضرت علیؓ سے تواتر کے طور پر منقول

ہے اور حضرت علیؓ کوفہ میں اپنی خلافت کے دوران منبروں پر اس کو بیان فرماتے تھے۔"

اسی طرح سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں علامہ ذہبی سے بھی یہی نقل کیا ہے:

"ھٰذا متواتر عن علیؓ"

"یعنی یہ صدیقی فضیلت علی المرتضیٰؓ سے بتواتر منقول ہے۔"

ان حضرات کے سامنے تو روایات و تاریخ کے بے شمار دفاتر و ذخائر موجود تھے۔ ہمیں ان کے اعتبار سے تو عشر عشیر بھی کتابیں میسر نہیں۔ تاہم اپنی ناقص تلاش کے موافق ہم نے قریباً بیس۲۰ سے زیادہ آدمیوں سے حضرت علیؓ کی یہ روایات فراہم کی ہیں جو علی المرتضیٰ سے نقل کرتے ہیں۔

اب ہم فراہم شدہ اکثر منقولات کو نوع یازدہم میں ذکر کرنا چاہتے ہیں اور کچھ بقایا مرویات نوع دوازدہم میں بیان کریں گے۔ اور پھر اس مضمون کی روایات بقدرِ ضرورت حصہ ثانی (فاروقی) میں بھی اپنے مقام پر درج کی جائیں گی (ان شاء اللہ)

اس نوع میں جو مرویات پیش کی جا رہی ہیں ان کی ابتداء حضرت علیؓ کے صاحبزادے محمد بن الحنفیہ کے بیان سے ہم کرتے ہیں۔

محمد بن حنفیہ کا اجمالی ذکر

محمد بن حنفیہ حسنین شریفینؓ کے بعد حضرت علیؓ کی تمام اولاد سے افضل اور بزرگ ترین ہیں ان کی مادر گرامی کا نام خولہ بنت جعفر بن قیس ہے۔ صدیقی دورِ خلافت میں یہ قید ہو کر آئیں۔ پھر حضرت علیؓ کو عطا کی گئیں۔ جس وقت فاروق اعظمؓ کی خلافت کے دو سال باقی رہ گئے اس وقت ان کی ولادت ہوئی۔ تمام زندگی حضرت علیؓ کے ساتھ رہے۔ سیدنا علیؓ نے اپنی وفات کے وقت حسنینؓ کو ان کے حق میں حسنِ سلوک و حسنِ معاملہ کی

وصیت فرمائی اور ان کے ساتھ اپنی قلبی محبت کا اظہار بھی فرمایا۔

محمد بن حنفیہ کی وفات ۸۱ یا ۸۳ھ میں ہوتی ہے۔ ان کی نماز جنازہ ابان بن عثمان بن عفانؓ نے پڑھائی۔ وہ اس وقت کے خلیفہ عبدالملک کی طرف سے والی و حاکمِ مدینہ تھے۔ حوالہ کے لیے کتبِ ذیل ملاحظہ ہوں:

(۱) تاریخ ابن خلکان، ج ۱، ص ۴۵۰ طبع قدیم مصری (تذکرہ محمد بن حنفیہ)۔

(۲) امالی شیخ ابی جعفر الطوسی الشیعی، ج ۱ ص ۷، طبع جدید نجف اشرف، عراق

(۳) عمدۃ الطالب سید جمال الدین لابن عنبہ الشیعی (بحث اولاد علیؓ)۔

(۴) مجالس المؤمنین مجلس چہارم، قاضی نور اللہ شوستری شیعی۔ (۵) تحفۃ الاحباب ص ۳۲۲ شیخ عباس قمی شیعی (تذکرہ محمد بن حنفیہ)

(۱)

صاحبزادے (محمد بن حنفیہ) نے اپنے والد شریف کی خدمت میں ایک دفعہ عرض کیا کہ

... قال قلت لابی ایُّ النّاسِ خیرٌ بعدَ النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم. قال ابو بکرؓ، قال قلت ثُمَّ مَن؟ قال عمرؓ! وخشیتُ ان یقول عثمان قلت ثُمَّ انت؟ قال ما انا الّا رجلٌ من المسلمین:

(۱) بخاری شریف باب مناقب ابی بکر، ج ۱ ص ۵۱۸ طبع نور محمدی دہلی

(۲) ابوداؤد شریف، جلد ثانی، کتاب السنۃ۔ باب التفضیل، ج ۲ ص ۲۸۸ طبع مجتبائی دہلی

(۳) کنز العمال ج ۶ ص ۳۶۶ طبع قدیمی (بحوالہ خ۔ د۔ ابن ابی عاصم۔ حل خشیش)

(۴) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی، ص ۱۹۱ طبع مصر

یعنی محمد ابن حنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی المرتضیٰ کو کہا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد تمام لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ابو بکر سب سے بہترین ہیں! پھر میں نے کہا کہ ان کے

بعد کون شخص بہترین ہے تو جواب دیا کہ پھر عمرؓ ہیں ایسے مجھے خیال ہُوا کہ عمرؓ کے
بعد عثمانؓ کا نام لیں گے۔ مَیں نے (از خود کہا) کہ پھر آپ کا مقام ہے؟ تو فرمانے
لگے کہ مَیں مسلمانوں میں سے ایک مُسلمان شخص ہوں (یعنی کسر نفسی کرتے ہُوئے
اس طرح فرمایا)۔

(۲)

مرویاتِ عبد خیر

اس کے بعد عبد خیر کی مرویات ایک جگہ پیش کی جاتی ہیں۔ ان میں مضمون مندرجہ بالا
بڑی وضاحت اور صراحت سے حضرت علیؓ سے مذکور ہے۔ عبد خیر کی روایات حضرت علیؓ
سے منقولہ بہت سی ہیں۔ ان کو ترتیب وار ذکر کیا جاتا ہے۔

..... عن عبد الملك بن سلع عن عبد خير قال سمعت عليًّا يقول قبض
النبي صلى الله عليه وسلّم على خير ما قبض عليه نبيّ من الانبياء واثنىٰ
عليه صلى الله عليه وسلّم قال ثم استخلف ابوبكر فعمل بعمل رسول
الله صلى الله عليه وسلّم وسنّته ثم قبض ابوبكر على خير ما قبض عليه
احد كان خير هٰذه الامة بعد نبيّها ثم استخلف عمرؓ فعمل بعملهما
وسُنّتهما ثم قبض على خير ما قبض عليه احدٌ فكان خير هٰذه الامّة
بعد نبيّها وبعد ابي بكر:

(۱) المصنّف لابن ابی شیبہ جلد ۱۲ ص ۴۸۷ (قلمی، پیر جھنڈا (سندھ)
باب ما جاء فی خلافۃ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
(۲) مُسند احمد، ج ۱ ص ۱۲۰ معہ منتخب کنز۔ مسندات علیؓ۔
(۳) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۶۹۔ کتاب الفضائل باب فضل الشیخینؓ ابی بکرؓ
وعمرؓ بحوالہ (کر ش)۔ طبع اول قدیم۔ حیدر آباد دکن۔

حاصل یہ ہے کہ عبد خیر کہتے ہیں کہ علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلّم کا انتقال بہتر حال پر ہُوا جیسا کہ ایک نبی کا وصال بہترین
حالت پر ہوتا ہے۔ پھر ابوبکرؓ خلیفہ بنائے گئے پس انہوں نے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلّم کے طریقہ اور سُنّت کے مطابق عمل درآمد کیا۔ پھر وہ بہترین حالت
پر مقبوض ہُوئے۔ اور وہ اس اُمّت کے نبی کے بعد تمام قوم سے بہترین شخص تھے۔
پھر عمرؓ خلیفہ ہُوئے۔ عمرؓ نے نبی کریمؐ اور ابوبکرؓ کے طریقہ کار کے موافق عمل کیا اور وہ اس اُمّت کے
نبی اور ابوبکرؓ کے بعد بہترین فرد تھے۔

(۳) مسند امام احمد میں باسند مذکور ہے کہ

..... عن المسيّب بن عبد خير عن ابيه قال قام عليٌّ فقال خير هٰذه
الامّة بعد نبيّها ابوبكر وعمر، انّا قد احدثنا بعدهم احداثًا يقضي
الله تعالىٰ فيها ما شاءَ۔ (مسند امام احمد، ج ۱ ص ۱۱۵ مُسندات علیؓ)

یعنی عبد خیر سے مروی ہے وہ کہتے ہیں حضرت علی المرتضیٰؓ نے کھڑے
ہو کر فرمایا کہ نبی (صلعم) کے بعد سب سے بہترین اس اُمّت کے ابوبکرؓ و
عمرؓ ہیں ان کے بعد ہم سے کئی جدید چیزیں صادر ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ ان کے بارے
میں جو چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔"

تنبیہ۔ مُسند امام احمد مُسندات مرتضوی میں عبد خیر کی چار روایات الگ الگ اسناد
کے ساتھ حضرت علیؓ سے مروی ہیں۔ الفاظِ روایت میں بالکل قلیل سا فرق ہے، سب میں
یہی مذکور مضمون درج ہے اس وجہ سے مسند احمد کی طرف ایک روایت بمع ترجمہ نقل
کرنے کے بعد باقی کو از راہِ اختصار ترک کر دیا ہے اہلِ علم حضرات مسند احمد، ج ۱ ص ۱۱۵
و ۱۲۷ معہ منتخب کی طرف رجوع فرما کر منتفع ہو سکتے ہیں۔

ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد سابع تذکرہ شعبہ بن حجاج میں ذکر کیا ہے کہ:

...... ثنا شعبة (بن حجاج) عن الحکم عن عبد خیر قال قام علیؓ علی المنبر فقال الا اُخبرکم بخیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیّھا؟ قالوا بلیٰ! قال ابوبکرؓ ثم سکت سکتۃً ثم قال الا اخبرکم بخیر ھٰذہ الاُمّۃ بعد ابی بکرؓ عمرؓ!!

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، المتوفی ۴۳۰ھ، ج ۷، ص ۱۹۹، تذکرہ شعبہ بن حجاج)

"یعنی عبد خیر کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ممبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو نبی کے بعد تمام امت سے بہتر ہے؟ انہوں نے کہا ہاں بیان فرمایئے! آپ نے فرمایا کہ وہ ابوبکرؓ ہیں۔ پھر آپ قلیل سا خاموش ہوئے، پھر فرمایا کہ میں تمہیں اطلاع نہ کروں کہ ابوبکرؓ کے بعد اس اُمت کے بہترین فرد کون ہیں؟ وہ عمرؓ ہیں!"

(۵)

اور ابونعیم اصفہانی مذکور نے اپنی تصنیف "اخبار اصفہان" میں عبد خیر سے اپنی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے:

...... النعمان بن عبد السلام عن سفیان عن حبیب قال اتیت عبد خیر (الخیوانی) فقال سمعت علیاًؓ یقول الا اخبرکم بخیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیّھا قلنا بلیٰ قال ابوبکرؓ ثم عمرؓ الحدیث۔"

(اخبار اصفہان، ج اول ص ۱۸۲، طبع یورپ)

عبد خیر کہتے ہیں کہ "میں نے حضرت علیؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اس اُمت کے نبی کے بعد بہترین اُمت کی میں تمہیں خبر نہ دوں۔ ہم نے کہا کہ ہاں فرمایئے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ وہ ابوبکرؓ ہیں، پھر ان کے بعد عمرؓ ہیں...الخ۔"

(۶)

...... ثنا خالد بن علقمۃ عن عبد خیر قال لمّا فرغنا من اصحاب النھر قام علیؓ خطیباً فحمد اللہ واثنیٰ علیہ ثم قال یا ایّھا النّاس! ان خیر ھٰذہ الامۃ کان نبیّھا وخیرھا بعد نبیّھا ابوبکرؓ وخیرھا بعد ابی بکرؓ عمرؓ ثم احدثنا اموراً یقضی اللہ فیھا ما شاء۔"

("اخبار اصفہان" لابی نعیم اصفہانی
جلد اوّل، ص ۳۳۵، طبع لیڈن)

"عبد خیر کہتے ہیں کہ جنگ نہروان سے جب ہم فارغ ہوئے تو اس وقت حضرت علیؓ نے ہمیں ایک خطبہ دیا اس میں اللہ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا کہ اے لوگو! نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس اُمت کے سب سے خیر اور افضل تھے۔ پھر ان کے بعد اُمت کے بہترین شخص ابوبکرؓ ہیں، پھر ابوبکرؓ کے بعد بہترین قوم عمرؓ ہیں۔ پھر اس کے بعد ہم نے کئی جدید حالات پیدا کر لیے اللہ ان میں جو چاہیں گے فیصلہ فرمائیں گے۔"

(۷)

ابونعیم مذکور نے "حلیۃ الاولیاء" جلد سابع تذکرہ شعبہ بن حجاج میں عبد خیر سے متعدد روایات باسند نقل کی ہیں۔

...... قال معاذ سمع عبد خیر عن علیؓ قال الا اخبرکم بخیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ۔ ثم قال الا اُخبرکم بخیر الناس بعد ابی بکرؓ عمرؓ۔ رواہ ابوداود والطیالسی وغیرھم عن شعبۃ مثلہ۔"

(حلیۃ الاولیاء، ج ۷، ص ۱۹۹، تذکرہ شعبہ بن حجاج)

(۸)

..... ثنا شعبة عن حبيب ابن ابی ثابت قال سمعت حدیثاً عن
عبد خير فلقيته فسألته فحدثنی انّه سمع علياً يقول خير الناس
بعد رسول الله صلی الله عليه وسلّم ابوبکرؓ ثم عمر"

(۱) حلیۃ الاولیاء، ج ۷ ص ۱۹۹ - تذکرہ شعبہ،
(۲) الاستیعاب لابن عبد البر، ج ۲ ص ۴۵۶ مع اصابہ تذکرہ عمر ابن الخطاب)

"ہر دو روایات (۷ - ۸) کا حاصل یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان
ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد سب سے عمدہ اور بہتر شخص
ابوبکرؓ ہیں، پھر ان کے بعد عمر بن الخطاب سب سے خیر اور بھلے آدمی ہیں"

(۹)

اور ابونعیم اپنی کتاب اخبار اصفہان (یا تاریخ اصفہان) جلد ثانی میں اپنی سند کے
ساتھ عبد خیر سے حضرت علیؓ کا قول نقل کرتے ہیں۔

.... عن عبد خير قال سمعت علىّ بن ابی
طالب يقول انّ خير من ترك نبيّكم من بعده ابوبكر ثم عمر
وقد عرفت الثالث۔

(اخبار اصفہان، ج ۲ ص ۲۶۶ - طبع لیدن)

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم جن لوگوں کو اپنے
بعد چھوڑ کر تشریف لے گئے ہیں ان تمام لوگوں سے اچھے آدمی ابوبکرؓ ہیں۔ پھر عمر ہیں
اور تیسرے درجہ کے آدمی کو بھی میں پہچانتا ہوں

(۱۰)

خطیب بغدادی نے اپنی تصنیف موضح اوہام الجمع والتفریق میں عبد خیر کی

دو عدد روایتیں با سند ذکر کی ہیں جو حضرت علیؓ سے منقول ہیں:

..... عن المسيّب بن عبد خير عن عبد خير قال قال علىّ خير
هذه الامة بعد نبيّها ابوبكر وخيرها بعد ابی بكر عمر ولو شئتُ
اَن اُسمّىَ الثالثَ لسمّيتُهُ"

(کتاب موضح اوہام الجمع والتفریق للخطیب بغدادی، ج ۱ ص ۴۳۹،
جلد اوّل تحت ذکر ابی العباس احمد بن محمد بن سعید، طبع
دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن)

"یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد اس
اُمّت کے بہتر اور بھلے شخص ابوبکرؓ ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمر ہیں۔ اگر چاہوں
تو تیسرے درجہ کے آدمی کا نام میں ذکر کر سکتا ہوں"

(۱۱)

دوسری روایت اسی کتاب کی جلد ثانی میں با سند ذکر کی ہے۔

..... اخبرنا شريك عن ابی حيّة الهمدانی قال سمعت عبد خير
قال قال علی رضی الله تعالیٰ عنه خير هذه الامّة بعد نبيّها صلی الله
عليه وسلّم ابوبكر وعمر رضی الله عنهما واَحدثنا اِحداثاً
بعدهم يفعل الله ما يشاءُ"

(موضح اوہام الجمع والتفریق، ج ۲ ص ۹، تحت ذکر خالد بن
علقمہ، للخطیب بغدادی - طبع حیدر آباد دکن)

"خلاصہ یہ کہ حضرت مرتضیٰ نے فرمایا کہ سردار دو عالم صلی اللہ علیہ
وسلّم کے بعد اس اُمّت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ و عمر ہیں اور پھر ان
حضرات کے بعد ہم سے کئی چیزیں صادر ہوئیں۔ ان کے حق میں اللہ جو چاہیں گے

معاملہ فرمائیں گے۔"

(۱۲)

..... نا علی بن حرب ثنا سفیان عن ابی اسحٰق عن عبد خیر عن علیؓ قال خیر هذه الامة بعد نبیها صلی الله علیه وسلم ابوبکرؓ و عمرؓ"

(تذکرۃ الحفاظ للحافظ الذہبی جلد ثالث ص ۱۰۱۳ طبع دکن - ج ۳ ص ۱۱۲۳ طبع رابعہ بیروت تحت تذکرۃ السمان الحافظ الکبیر)

"یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے بہترین فرد ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں"

حافظ سیوطیؒ نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد حافظ ذہبیؒ مذکور کا ایک قیمتی قول نقل کیا ہے تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں:

اخرج احمد وغیرہ عن علیؓ قال خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکرؓ و عمرؓ قال الذهبیؒ هذا متواتر عن علیؓ"

(تاریخ الخلفاء سیوطیؒ ص ۳۵ طبع دہلی
فصل فی انه افضل الصحابة وخیرهم)

"یعنی علامہ ذہبیؒ نے کہا کہ حضرت علیؓ سے ان کا یہ فرمان بطور تواتر منقول ہوا ہے یعنی بے شمار لوگوں نے حضرت موصوف سے یہ فرمان نقل کیا ہے اس میں اب کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں رہی۔"

اسی طرح حافظ ابن کثیرؒ نے "البدایہ" جلد ثامن (حضرت علیؓ کے حالات کے آخر میں) اس مسئلہ کو الفاظ ذیل میں بیان کیا ہے:

وقد ثبت عنه بالتواتر انه خطب بالكوفة فی ایام خلافته و دار امارته فقال ایها الناس ان خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکرؓ ثم عمرؓ ولو شئت ان اسمی الثالث لسمیت"

(البدایہ، ج ۸ ص ۱۳ - جلد ثامن)

یعنی حضرت مرتضیٰؓ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے کہ انہوں نے اپنی خلافت کے دوران فرمایا کہ اے لوگو! نبیؐ کے بعد تمام امت سے بہتر ابوبکرؓ ہیں، ان کے بعد عمرؓ ہیں"

مرویاتِ ابی جحیفہ

عبد خیر کی مرویات ذکر کرنے کے بعد اب ابوجحیفہ (وھب الخیر) کی روایات جو حضرت علیؓ سے منقول ہیں وہ نقل کی جاتی ہیں۔

(۱۳)

مسند امام احمد میں حضرت علیؓ کے مسندات میں سے پہلے نقل شروع کی جاتی ہے ...

..... عن الشعبی حدثنی ابوجحیفة الذی کان علیؓ یسمیه وهب الخیر قال قال علیؓ یا ابا جحیفة الا اخبرك بافضل هذه الامة بعد نبیها قال قلت بلى قال ولم اكن ارى ان احدا افضل منه قال افضل هذه الامة بعد نبیها ابوبکرؓ و بعد ابی بکر عمر رضی الله عنهما وبعدهما آخر ثالث ولم یسمه۔

(مسند امام احمد، مسندات علیؓ،
ج ۱ ص ۱۰۶، جلد اول طبع مصری مع منتخب)

یعنی وہب الخیر ابوجحیفہ حضرت علیؓ سے (براہِ راست) ذکر کرتا ہے کہ حضرت علیؓ نے مجھے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص اس امت میں سب سے افضل ہے۔ کیا میں تجھے اس کی خبر نہ دوں؟ میں نے

عرض کیا کہ فرمائیے! اور میرا یہ خیال تھا کہ حضرت علیؓ سے افضل کوئی شخص (اُمّت میں) نہیں ہے تو علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ نبی کے بعد اِس اُمّت میں سب سے افضل ابوبکرؓ ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمر افضل ہیں۔ ان کے بعد تیسرا شخص ہے جس کا نام نہیں ذکر کیا۔"

. . . . عن زر یعنی ابن حُبیش عن ابی جحیفۃ قال سمعتُ علیًّا یقول الا اخبرکم بخیر ھٰذہ الامّۃ بعد نبیّہا ابوبکر ثم قال الا اخبرکم بخیر ھٰذہ الامۃ بعد ابی بکرؓ عمر رضی اللہ عنہما۔"

(مسند احمد، ج ۱ ص ۱۰۶ مُسندات مرتضوی)

(۱۵)

. . . . عن عاصم عن زرعن ابی جحیفۃ قال خطبنا علی رضی اللہ عنہ فقال الا اخبرکم بخیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیّہا ابوبکر الصدّیقؓ ثم قال الا اخبرکم بخیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیّہا وبعد ابی بکرؓ، عمرؓ۔"

(مسندات امام احمد، ج ۱ ص ۱۱۰ مسندات مرتضوی طبع مصری معہ منتخب)

"دونوں روایاتِ بالا کا ماحصل یہ ہے": ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے سُنا کہ حضرت علیؓ نے ہمیں خطبہ دے کر فرمایا کہ خبردار! (سُن لو) میں تم کو نبیؐ کے بعد تمام اُمّت سے بہترین آدمی کی خبر دیتا ہوں، وہ ابوبکر ہیں۔ پھر فرمایا ابوبکرؓ کے بعد بہترین قوم عُمرؓ ہیں۔"

(۱۶)

. . . . عن حُصین بن عبد الرحمٰن عن ابی جحیفۃ قال کُنتُ اَریٰ اَنَّ عَلِیًّا رضی اللہ عنہ افضل الناس بعد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فذکر الحدیث قلت لا واللہ یا امیر المؤمنین انی لم اکن اریٰ

احد من المسلمین بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم افضل منک قال افلا اُحدِّثکم بافضل الناس کان بعد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم قال قلت بلیٰ فقال ابوبکر رضی اللہ عنہ فقال افلا اخبرک بخیر الناس کان بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وابی بکر قلت بلیٰ قال عمر رضی اللہ عنہ"

(مسندات احمد، جلد اوّل مُسنداتِ حضرت علیؓ صفحہ ۱۲۷-۱۲۸ معہ منتخب کنز العمّال، مطبوعہ مصر)

"خلاصہ یہ ہے کہ ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امیر المومنین حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد میں آپ کو تمام مسلمانوں سے افضل جانتا ہوں تو حضرت علیؓ نے جواباً فرمایا کہ حضور علیہ السّلام کے بعد میں تجھے تمام لوگوں سے افضل شخص نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور فرمائیے! آپ نے فرمایا کہ وہ ابوبکرؓ ہیں۔ اس کے بعد پھر فرمایا کہ پھر ابوبکرؓ کے بعد تمام لوگوں سے خیر اور عمدہ آدمی نہ تجھے بتلاؤں؟ میں نے عرض کیا فرمائیے! تو آپ نے فرمایا وہ عُمر ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

(۱۷)

. . . عن ابی اسحٰق عن ابی جحیفۃ قال قال علی رضی اللہ عنہ خیر ھٰذہ الامۃ بعد نبیّہا ابوبکرؓ وبعد ابی بکرؓ عمرؓ ولو شئتُ اخبرتکم بالثالث لفعلت۔"

(مُسند احمد بن حنبلؒ، ج ۱ ص ۱۰۶ مسندات علیؓ)

(۱۸)

. . . خالد الزیّات حدّثنی عون بن ابی جحیفۃ قال کان اَبی مِن شرط

علیؓ وکان تحت المنبر فحدثنی ابی انہ صعد المنبر یعنی علیاً رضی اللہ عنہ فحمد اللہ واثنیٰ علیہ وصلّی علی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم وقال خیر ھٰذہ الامّۃ بعد نبیّہا ابوبکرؓ والثانی عمرؓ وقال یجعل اللہ الخیر حیث احبّ ۔

(مُسند امام احمد، جلد اول ص ۱۰۶ ۔ مُسندات مرتضوی)

" دونوں کا حاصل یہ ہے کہ ابوجحیفہ کا لڑکا کہتا ہے کہ میرے والد ابوجحیفہ حضرت علیؓ کے پولیس کے آدمیوں میں ملازم تھے انہوں نے ذکر کیا کہ حضرت علیؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم پر درود پڑھا ۔ پھر فرمایا کہ نبیؐ کے بعد تمام اُمّت کے بہترین فرد ابوبکرؓ ہیں ۔ دوسرے درجہ میں عمرؓ ہیں (تیسرے شخص کی خبر میں دینا چاہوں تو دے سکتا ہوں) اور اللہ تعالیٰ جہاں پسند کریں وہاں خیر رکھ دیا کرتے ہیں "

(۱۹)

۔ ۔ ۔ ۔ حدثنا شعبۃ عن الحکم قال سمعتُ ابا جحیفۃ یقول سمعتُ علیاً یقول خیر ھٰذہ الامّۃ بعد نبیّہا ابوبکرؓ وخیرہم بعد ابی بکرٍ عمرُ ولو شئتُ ان اُسمّی الثالث لسمّیتُ ۔ صحیح مشہور من حدیث شعبۃ عن الحکم "

(حلیۃ الاولیاء ابونعیم اصفہانی ، جلد سابع ص ۱۹۹ تذکرہ شعبہ بن حجّاج)

یعنی شعبہ حکم سے نقل کرتا ہے حکم نے ابوجحیفہ سے سُنا وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت علیؓ سے سُنا ، آپ فرماتے تھے کہ نبیؐ کے بعد اس اُمّت کے اچھے شخص ابوبکرؓ ہیں اور ابوبکرؓ کے بعد عمرؓ اچھے شخص ہیں ۔ اگر مَیں تیسرے

شخص کا نام ذکر کروں تو ذکر کر سکتا ہوں "

ابونعیم کہتے ہیں کہ شعبہ بن حکم سے یہ روایت صحیح اسناد کے ساتھ مشہور ہے ۔

(۲۰)

واخرج (الطبرانی) فی الاوسط ایضاً عن ابی جحیفۃ قال قال علیؓ خیر الناس بعد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ابوبکر وعمر لا یجتمع حُبّی وبغض ابی بکرؓ وعمرؓ فی قلب مومن "

(تاریخ الخلفاء للسیوطی ، طبع دہلی ص ۴۴ فصل فیما ورد من کلام الصحابۃ والسلف الصالح)

(۲۱)

۔ ۔ ۔ ۔ عن ابی جحیفۃ قال دخلتُ علی علیؓ فی بیتہ فقلتُ یا خیر الناس بعد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فقال مہلاً یا ابا جحیفۃ الا اخبرک بخیر الناس بعد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ابوبکرؓ وعمرؓ ۔ یا ابا جحیفۃ لا یجتمع حبّی وبغض ابی بکرؓ وعمرؓ فی قلب مُؤمنٍ و لا یجتمع بغضی وحبّ ابی بکرؓ وعمرؓ فی قلب مؤمنٍ ۔ (الصابونی فی المأتین ۔ طس ۔ کر)

(کنز العُمّال جلد ۶ ص ۳۶۹ ، کتاب الفضائل من قسم الافعال باب فضل الشیخینؓ ابی بکرؓ وعمرؓ ۔ مطبوعہ قدیم)

" ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوجحیفہ کہتے ہیں کہ مَیں حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں ان کے دولت کدہ پر حاضر ہُوا ۔ پس مَیں نے حضرت علیؓ کو الفاظ ذیل کے ساتھ خطاب کیا ۔

" اَے نبیؐ کے بعد تمام لوگوں سے بہترین ہستی !

تو حضرت نے مجھے فرمایا کہ ٹھیرا اے ابو جحیفہ! خبردار! حضور علیہ السلام کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ تمام لوگوں سے بہترین ہستیاں ہیں اور کسی مومن مسلمان کے قلب میں میری محبت اور ابوبکرؓ و عمرؓ کے ساتھ بغض جمع نہیں ہو سکتا اور اسی طرح کسی مسلمان کے دل میں میرے ساتھ بغض و عداوۃ اور ابوبکرؓ و عمرؓ کی حُب یکجا مجتمع نہیں ہو سکتی۔"

عبد خیر کی مذکورہ مرویات اور ابو جحیفہ (وہب الخیر) کی روایات درج کرنے کے بعد اب مندرجہ ذیل لوگوں سے منقول شدہ روایات ذکر کی جاتی ہیں:-

وہب السوائی۔ عمرو بن حریث۔ ابو وائل شقیق بن سلمہ۔ محمد بن عقیل۔ رافع ابو جعد شریک بن عبد اللہ۔ عبد اللہ بن سلمۃ۔ نزال بن سبرہ۔ صعصعہ بن صوحان وغیرہ وغیرہ یہ سب لوگ حضرت علی المرتضیٰؓ سے نقل کنندہ ہیں۔

(۲۲)

.... عن وهب السوائی قال خطبنا علیؓ قال من خیر هذه الاُمّة بعد نبیها؟ فقلت انت یا امیر المومنین قال لا! خیر هذه الامة بعد نبیها ابوبکر ثم عمرؓ وما نبعد ان السکینة تنطق علی لسان عمرؓ۔"

(۱) مسند احمد، ج ۱ ص ۱۰۶ مسندات مرتضوی معہ منتخب

(۲) کنز العمال، جلد سادس۔ باب فضائل خلفاء الثلاثہ من الاکمال (بحوالہ ابن عساکر عن علیؓ)

(۲۳)

.... ثنا اسماعیل بن ابی خالد قال عند عامر فتنازل انشرہ (علی) وهب السوائی انه حدثنی انه سمع علیاًؓ یقول خیر الناس بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکرؓ ثم عمرؓ ولو شئت لسمیته

الثالث: (کتاب اخبار اصفہان لابی نعیم اصفہانی جلد ثانی، ص ۱۹۰ - طبع لیدن)

(۲۴)

.... حدثنا هارون بن سلمان الفراء ابو موسیٰ مولیٰ عمرو بن حریث عن علی بن ابی طالبؓ انه کان قاعداً علی المنبر فذکر ابابکرؓ وعمر فقال ان خیر هذه الامّة بعد نبیها ابوبکرؓ ثم عمرؓ"

(کتاب الکنیٰ والاسماء ص ۱۳۳ از الشیخ ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی متوفی ۳۱۰ھ۔ جلد ثانی، باب الواو فی حرف المیم کنیت ابی موسیٰ۔ طبع دائرۃ المعارف دکن)

(۲۵)

.... ثنا عبد الله بن داود عن سوید مولیٰ عمرو بن حریث عن عمرو بن حریث قال سمعتُ علیاًؓ یقول علی المنبر خیر هذه الامّة بعد نبیها ابوبکرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ"

(فضائل ابی بکر الصدیق ص ۱۰ - ابو طالب العشاری)

(۲۶)

.... عن الشعبی عن ابی وائل قال قیل لعلی بن ابی طالب رضی الله عنه الا تستخلف علینا؟ قال ما استخلف رسول الله صلی الله علیه وسلم فاستخلف ولکن ان یرد الله بالناس خیراً فسیجمعهم بعدی علی خیرهم کما جمعهم بعد نبیهم علی خیرهم - هذا حدیث صحیح الاسناد"

(المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۷۹)

(۲۷)

.... عن الحسن بن عمارة عن واصل عن ابی وائل عن علیؓ قال قیل لعلیؓ الا توص؟ قال ما اوصٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فاُوصی ولٰکن ان یرد اللہ بالناس خیراً فسیجمعهم علی خیرهم کما جمعهم بعد نبیهم علی خیرهم یعنی ابا بکرؓ"

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص ۵ طبع مصری از طرف مکتبۃ السلفیہ ملتان بمع شرح ثلاثیات البخاری ودیگر رسائل)

(۲) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۱۹ - بحوالہ ابن ابی عاصم - عق - ابو الشیخ فی الوصایا)

(۲۸)

.... عن الشعبی عن شقیق بن سلمة قال قیل لعلی رضی اللہ عنہ الا تستخلف؟ قال ما استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فاستخلف علیکم، ان یرد اللہ تبارک وتعالیٰ بالناس فیجمعهم علی خیرهم کما جمعهم بعد نبیهم علی خیرهم"

(۱) المسند للبزار لابی بکر احمد بن عمرو البزار (المتوفی ۲۹۲ھ - من کتاب مناقب الصحابة تحت مناقب ابی بکر - (قلمی در کتب خانہ پیر جھنڈا) سندھ

(۲) "الاعتقاد" علیٰ مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۴ طبع مصر

(۲۹)

.... عن الشعبی عن شقیق بن سلمة قال قیل لعلیؓ استخلف علینا قال ما استخلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فاستخلف ولکن ان یرد اللہ بالناس خیراً جمعهم علی خیرهم کما جمعهم بعد نبیهم

(صلی اللہ علیہ وسلّم) علی خیرهم"

(۱) السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد ہشتم ص ۱۴۹ - باب لاشخلات - کتاب قتال اہل البغی -

(۲) البدایہ لابن کثیر، جلد ثامن ص ۱۳ - آخر تذکرہ علی بن ابی طالب)

(۳۰)

.... عن محمد بن عقیل قال خطبنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال یا ایها الناس اخبرونی مَنْ اشجع الناس؟ قال قالوا انت یا امیر المومنین! قال انّی ما بارزت احداً الا انتصفت منه و لکن اخبرونی باشجع الناس؟ قالوا لا نعلم قال ابوبکر! انه لمّا کان یوم بدر جعلنا لرسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) عریشاً فقلنا مَنْ یکون مع رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) لِئَنْ لَا یَهْوِی الیه احدٌ من المشرکین. فو اللہ ما دنا منا احدٌ الا ابوبکرؓ شاهر بالسیف علیٰ رأس رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) - لا یهوی الیه احدٌ الا اهوی الیه فهذا اشجع الناس! ....

... یعنی (حبیب نبی مکرم صلعم پر کفار نے حملہ کیا تھا اس وقت کا ذکر ہے کہ)

قال فو اللہ ما دنا منا احد الّا ابو بکرؓ لیضرب هذا ویتلتل هذا و هو یقول ویلکم اتقتلون رجلاً ان یقول ربی اللہ ثم رفع علیؓ بردةً کانت علیه فبکیٰ حتی اخضلت لحیته ثم قال علیؓ انشدکم اللہ اُمومن آل فرعون خیر؟ ام ابوبکر؟ فسکت القوم فقال اُلا تجیبونی فو اللہ لساعة من ابی بکر خیر من مثل مومن آل فرعون ذاک رجل کتم ایمانه وهذا رجل اعلن ایمانه ."

(۱) المسند لابی بکر احمد بن عمرو البزار۔ کتاب مناقب الصحابہ تحت مناقب ابی بکر (قلمی) پیر جھنڈا۔ (سندھ)

(۲) الریاض النضرۃ، محب الطبری بحوالہ ابن السمان فی الموافقت، جلد اوّل، ص ۱۲۱-۱۲۲- باب ذکر اختصاصہ بانّہ اشجع الناس۔

(۳) کنز العمّال، جلد سادس، ص ۳۲۱ -طبع اوّل قدیمی۔

(۴) البدایہ لابن کثیر، جلد ثالث، ص ۲۷۱، ۲۷۲-)

(۳۱)

اپنی سند کے ساتھ امام بخاریؒ نے اپنی "تاریخ کبیر" جزء ثانی (القسم الاوّل) میں ذکر کیا ہے:-

"....فقال لہ (رافع ابی جعد) بعض القوم یا ابا الجعد بما قام امیر المومنین یعنی علیاً قال سمعتہ الا اخبرکم بخیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ ثم عمرؓ۔"

(التاریخ الکبیر للامام البخاری، ج ۲ ق ۱ ص ۲۸۰ تحت رافع بن سلمہ طبع دکن)

(۳۲)

قاضی عبد الجبّار الھمدانی نے اپنی تصنیف تثبیت دلائل النبوۃ میں ابو القاسم البلخی کے حوالہ سے نقل کیا کہ:

"....سئل سائل شریک بن عبد اللہ فقال لہ ایّھما افضل ابوبکرؓ وعلیؓ؟ فقال لہ ابوبکرؓ! فقال السائل تقول ھذا وانت شیعیّ؟ فقال لہ نعم! من لم یقل ھذا فلیس شیعیّاً واللہ لقد رقی ھذہ الاعواد علیؓ فقال الا انّ خیر ھذہ الامّۃ بعد نبیّھا ابوبکرؓ، ثمّ عمرؓ، فکیف نردّ؟ وکیف نکذّبہ؟ واللہ

ما کان کذّاباً"

(۱) تثبیت دلائل النبوۃ للقاضی عبد الجبار الہمدانی متوفی ۴۱۵ھ جلد اول ص ۶۳ و جلد ثانی ص ۵۴۹ -طبع جدید، بیروت لبنان۔

(۲) خاتمہ تحفہ اثنا عشریہ عربی ص ۳۱۰ -از محب الدین الخطیب مطبوعہ القاہرہ مصر)

(۳۳)

ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء میں باسند ذکر کیا ہے:

"..... ثنا شعبۃ قال (عمرو بن مرۃ) سمعت عبد اللہ بن سلمۃ قال سمعت علیاً یقول الا اخبرکم بخیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر و بعد ابی بکرؓ عمرؓ" مشہور من حدیث شعبۃ عن عمرو بن مرۃ"

(۱) کتاب حلیۃ الاولیاء لابی نعیم تذکرہ شعبہ بن حجّاج، جلد سابع ص ۲ طبع مصری)

(۲) سنن ابن ماجہ باب فضائل عمرؓ ص ۱۱ مطبع علیمی دہلی)

(۳۴)

ازالۃ الخفاء میں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ذکر کیا ہے:-

"..... و من روایۃ مسعر بن کدام عن عبد الملک بن میسرۃ عن نزال بن السبرۃ عن علیؓ قال خیر ھذہ الامۃ بعد نبیّھا ابوبکرؓ و عمرؓ"

(۱) الاستیعاب، جلد دوم ص ۲۴۳، تذکرہ صدیق اکبرؓ۔

(۲) ازالۃ الخفاء کامل فارسی جزء اوّل ص ۶۰ طبع قدیم مطبع صدیقی بریلی

(۳۵)

".... عن صعصعۃ بن صوحان قال دخلنا علی علیؓ حین ضرب

ابنُ مُلجم فقلنا یا امیرَ المؤمنین! اِستَخلِف علینا فقال اَترُکُکُم کما ترکَنا رسولُ اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قلنا یا رسول اللّٰہ اِستَخلِف عَلَینَا فَقَالَ اِن یَعلَمِ اللّٰہ فِیکم خیراً یُوَلِّ علیکم خیارکُم قال علیؓ فعلِمَ اللّٰہُ فینا خیراً فوَلّٰی عَلَینَا ابا بکر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ

(۱) المستدرک للحاکم، ج ۳ ص ۴۵ طبع اوّل دکن۔

(۲) الریاض النضرۃ (محب الطبری) بحوالہ ابن السمان فی الموافقۃ جلد اوّل، ص ۱۲۰۔

(۳) کنز العمال بحوالہ ابن السنی فی کتاب الاخوۃ، ج ۶ ص ۱۴۱ طبع اوّل قدیم۔

(۳۶)

... فقال (علیؓ) .... ان خیر ہٰذہ الامۃ ابوبکرؓ بن ابی قحافۃ و عمرؓ بن الخطاب ثم اللّٰہ اعلم بالخیر این ھو؟

(المصنف لعبد الرزاق، جلد ثالث ص ۴۴۸ ۔ باب المشی امام الجنازہ روایت ابی سعید الخدریؓ)

روایات ہٰذا کا خلاصہ

روایت ۲۲ یعنی وہب السوائی کی روایات سے لے کر ۳۶ تک تمام مرویات کا ماحصل یکجا درج کیا جاتا ہے علیحدہ علیحدہ ترجمہ نقل کرنے میں بڑی تطویل ہو جاتی تھی۔ بنا بریں ان روایات میں جو ہم مفہوم و ہم معنیٰ ہیں ان کا خلاصہ ملا کر عرض کر دیا جائیگا۔ ناظرین کرام امید ہے ملال نہیں فرمائیں گے۔

(۱)

۲۲ و ۲۳ و ۲۴ و ۲۵ و ۳۱ و ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ والے تمام رواۃ حضرت علیؓ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں (جبکہ یہ سوال پیش ہوا کہ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کون بہتر ہے؟) خطبہ دیکر منبر پر فرمایا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے بعد تمام اُمت میں سے ابوبکرؓ افضل ہیں۔ اُن کے بعد عمر بن الخطّاب بہتر ہیں۔ (بعض روایات کے موافق) یہ بھی فرمایا کہ تیسرے نمبر پر عثمان افضل ہیں!

(۲)

محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ ایک دفعہ اپنی خلافت کے دوران حضرت علیؓ نے حاضرین سے سوال کیا کہ اُمت میں سب سے زیادہ بہادر اور شجاع کون شخص ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیر المؤمنین! آپ ہی زیادہ بہادر ہیں! آپ نے فرمایا کہ میں نے جس شخص سے مقابلہ کیا اس کے ساتھ برابر سرابر رہا یا اس سے بڑھ گیا؛ لیکن تمام قوم سے زیادہ بہادر اور شجاع ابوبکرؓ ہیں۔ پھر آپ نے عریش بدر کے موقع پر حفاظت کرنے کا حال بیان کیا کہ مشرکین اور کفّار کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذات گرامی پر حملہ کا سخت خطرہ تھا اس وقت ہم میں سے صرف ابوبکرؓ نے ہی تیغ برہنہ لے کر سردار دو عالم صلعم کی نگرانی کی ڈیوٹی ادا کی تھی۔ جو مشرک اور کافر ادھر رُخ کرتا تھا ابوبکرؓ اس کا رُخ سختی سے پھیر دیتے تھے۔

حضرت علیؓ نے پھر ایک واقعہ مکّی مصائب کے ابتدائی دور کا سنایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو جب مکّہ کے دشمنوں نے زدوکوب کرنے کی خاطر حملہ کر دیا تو اس وقت بھی ہم میں سے کسی شخص کو مدافعت کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ ابوبکرؓ نے ہی حملہ کا جرأت سے جواب دیکر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ایذاء سے بچایا تھا۔ اور اس وقت ابوبکرؓ یہ کہتے تھے کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو

جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔"

یہ واقعات صدیقی سُنا سُنا کر حضرت علی پر رقّت طاری ہوتی، گریہ وزاری کرنے لگے حتیٰ کہ ریش مبارک تر بتر ہوگئی۔ حاضرین سے قسم دے کر پھر سوال کیا کہ آلِ فرعون کا مومن شخص بہتر تھا یا ابوبکرؓ بہتر ہیں؟ حاضرین خاموش رہے تو آپ نے پھر فرمایا کہ تم یہ جواب کیوں نہیں دیتے کہ اللہ کی قسم ابوبکرؓ (کی خدمات کی) ایک گھڑی بھی آلِ فرعون کے مومن سے بدرجہا بہتر ہے۔ (کیونکہ) اس مومن نے اپنا ایمان پوشیدہ و مستتر رکھا تھا اور ابوبکرؓ نے اپنے ایمان کو اعلان و اظہار کے ساتھ قائم رکھا۔

(۳)

باقی روایات کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ آخری اوقات میں لوگوں نے حضرت علیؓ سے سوال کیا کہ آپ اپنے قائم مقام شخص کی تجویز خود فرمادیں (تو بہتر ہوگا) تو آپ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آخری اوقات میں ہمارے لیے کسی معیّن فرد کو نامزد کر کے خلیفہ نہیں مقرر فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ جب قوم کے حق میں خیر و برکت کا ارادہ فرمائیں گے تو بہتر آدمی پر لوگوں کو جمع کر دیں گے جیسا کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کے بعد قوم کے بہترین شخص پر لوگوں کو جمع فرما دیا تھا۔

نتیجہ روایات

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے فرمودات نے واضح کر دیا کہ تمام اُمّت میں بہترین فرد ابوبکر الصدیقؓ ہیں۔ پھر فاروق اعظمؓ ہیں۔ پھر تیسرے درجہ میں عثمانؓ بن عفان ہیں۔ نیز ثابت ہُوا کہ ان حضرات کے درمیان دوستانہ تعلقات اور مراسم احادیث اور روایات اور تاریخ کی کتابوں میں بے شمار و لاتعداد کے درجہ میں محفوظ و مدوّن ہیں۔ افسوس ہے قوم سے ذوقِ مطالعہ ختم ہو رہا ہے جس کی وجہ سے ہم لاعلمی کا شکار ہیں۔ اور معاشرہ

میں نشر شدہ غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں۔

(۱۲)

باب چہارم کی یازدہم نوع ختم ہوئی۔ اب دوازدہم نوع کی ابتدا کی جاتی ہے۔

گیارہویں قسم میں سیّدنا ابوبکر الصدیقؓ و سیّدنا عمر فاروقؓ کے حق میں حضرت علیؓ کے وہ فرمان جمع کیے گئے، جن میں فرمایا کہ یہ دونوں حضرات اُمّت کے بہترین شخص ہیں۔ قوم میں سب سے افضل ہیں۔ خیر اُمّت ہیں۔ وغیرہ۔ اب بارھویں نوع میں انشاء اللہ مندرجہ ذیل مضمون مذکور ہوگا جو ماقبل کی نوع کے ساتھ مناسب و تناسق ہے۔

— یعنی جو لوگ صدیق اکبرؓ و فاروق اعظمؓ کے حق میں عیب گوئی یا عیب جوئی یا سبّ و شتم کرنے کے روادار ہیں۔

— یا ان کی شان میں تنقیص و تنقید کرتے ہیں۔

— یا ان حضرات پر حضرت علیؓ کو فوقیت اور فضیلت دیتے ہیں۔

اِس قسم کے تمام لوگوں کے ساتھ حضرت علیؓ نے کیا سلوک کیا ہے؟ اور ان کے متعلق کیا فرمان جاری کیا ہے؟ اور کیا حکم صادر فرمایا ہے؟

تو اس کے متعلق پیش کردہ روایات میں مذکور ہے کہ حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں اس قسم کے "مفاسد" اٹھانے والے لوگوں کے ساتھ نہایت سختی کا معاملہ کیا۔

(۱) پہلے تو آپ نے ایسے غلط خیالات سے نفرت و کراہت و ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور ایسے مزعوماتِ فاسدہ سے اپنا بری ہونا بیان کیا۔

پھر جب اس مرحلہ سے معاملہ بڑھ گیا تو حضرت علیؓ نے

(۲) ایسے زائغین و متشدّدین کے لیے سزا و سرزنش کا حکم دیا اور ان کو جلاوطن

کرنے کا فرمان جاری کیا۔

(۳) اور مزید برآں جب ضرورت محسوس ہوئی تو یہ تدبیر بھی اختیار کی کہ عام خطبات میں اعلان کروا دیا کہ جو شخص مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ سے بڑھائے گا اور ان کو فروتر جانے گا اس پر مفتری کی سزا اور حد جاری کی جائے گی اور زنا کی حد اس پر لگائی جائے گی۔

چنانچہ مرتضوی دور کے یہ واقعات ناظرین کرام مندرجاتِ ذیل میں ملاحظہ فرمادیں۔

ان حالات میں غور و فکر کرنے کے بعد روزِ روشن کی طرح واضح ہوگا کہ حضرت علیؓ شیخینؓ کے حق میں کس طرح عقیدت اور محبت رکھتے تھے اور کس قدر ایک دوسرے کا اکرام و احترام کرتے تھے اور کتنا قدر ان بزرگوں کے درمیان رشتہ مودّت مضبوط تھا۔

ان تاریخی شواہد اور حقائق کے پیش نظر ایک منصف مزاج آدمی ان حضرات کی باہمی دوستی اور یگانگت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا یقیناً یہ بزرگ آپس میں شفیق تھے، رحیم تھے، مہربان تھے، ہمدرد تھے، غم خوار تھے، قدر دان تھے۔ اور ایک دوسرے کے لیے ناصح اور خیر خواہ تھے۔

اور یہ حضرات ایک دوسرے کی کسر شان کسی درجہ میں برداشت نہیں کر سکتے تھے اور نہ باہمی تنقیص و تخفیف روا رکھتے تھے اور نہ ہی جرح و تنقید کا موقع پیدا ہونے دیتے تھے۔ کیونکہ اس قسم کی نقد و خورده گیری کی وجہ سے بدظنی و بدگمانی پیدا ہو کر ملت اور قوم میں مفاسد اور فتنوں کا باب مفتوح ہو جاتا ہے۔ (اس چیز پر اقوام عالم کے تجربات شاہد اور گواہ ہیں)

اہل نظر و فکر اس مسئلہ میں غور فرمادیں تو حضرت علیؓ کی طرف سے جو اس موقعہ و مقام میں مساعی اور کوششیں صادر ہوئیں ان کی یقیناً تصویب و تحسین فرمائیں گے۔ مگر خداوند کی تقدیر تدابیر پر ہمیشہ غالب رہی ہے مساعی کا حسبِ منشا نتیجہ نہ برآمد ہو سکا ایک دوسری چیز ہے (اِنَّ اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا)۔ مگر انہوں نے اس چیز کے سدِّباب

کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی۔

اب اس مسئلہ کے متعلق روایات پیشِ خدمت کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمادیں۔

(۱)

مستدرک حاکم میں مذکور ہے:

.... عن الاعمش عن ابی وائل ان عبد اللہ بن الکواء وشبیب بن ربعی وناساً معہما اعتزلوا علیاً بعد انصرافہ من صفّین الی الکوفۃ لما انکر علیہم من سبّ ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما فمن بعدہما من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فخالفوہ و خرجوا علیہ فخرج الیہم علیٌّ وحاجّہم ورجع عن غیر قتالٍ ...

.... (فی روایۃ زیادۃ منہا) اَیْمَانُ عَلَیَّ اِنِّی لَا اُسَاکِنُکُمْ فِیْ بَلْدَۃٍ حَتّٰی اَلْقَی اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ"

(المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ، ج ۳ ص۱۴۶، جلد ثالث
باب متارکۃ علیؓ لبعض اصحابہ الخ)

یعنی اعمش ابو وائل سے ذکر کرتا ہے کہ اس نے کہا کہ عبداللہ بن کواء اور شبیب بن ربعی اور چند لوگ جو ان کے ساتھ تھے، "جنگ صفّین" سے جب حضرت علیؓ واپس ہوئے اور کوفہ کا قصد کیا تو عبداللہ بن کوا اور شبیب وغیرہ یہ لوگ حضرت علیؓ سے الگ ہو گئے۔ وجہ یہ ہوئی کہ یہ لوگ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور دیگر صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو "برا بھلا" کہنے لگے۔ حضرت علیؓ نے ان کو اس بات سے منع کیا تو یہ حضرت علیؓ کے مخالف و برخلاف ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے ان کے ساتھ اس مسئلہ میں مناظرہ کیا اور دلائل پیش کر کے حق واضح کیا لیکن بغیر قتال اور جنگ کے واپس تشریف لائے.....

(بعض روایات میں مزید وارد ہے کہ) اس موقعہ پر حضرت علیؓ نے متعدد بار قسمیں کھا کر فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ تا زیست کسی شہر میں مل کر نہ رہونگا۔"

(۲)

.... عن ابی الضحاک الحضرمی عن ابی حکیمة قال کنّا فی المسجد فجاء رجلٌ فتنقّص ابا بکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما و اظہر لعثمان رضی اللہ عنہ الشتیمة قال فدخلت علی علیؓ رضی اللہ عنہ فقلت یا امیر المؤمنین ھٰذا رجلٌ فی المسجد یتنقّص ابا بکرؓ و عمرؓ و اظہر لعثمان الشتیمة فقال علیؓ بہٖ فقال من یشہد علی ھٰذا قال فشہدت و من کان معی فامر بہٖ فدیس ثم قال اخرجوا ھٰذا الی السوق حتّٰی یراہ الناس فیعرفونہ ثم اخرجوہ فلا یساکنّی ثم قام و قمنا معہ حتّٰی صعد المنبر فحمد اللہ و اثنی علیہ ثم قال ان خیر ھٰذہ الامّة بعد نبیّہا ابوبکرؓ و عمرؓ و لو شئتُ ان اُسمّی الثالث لسمّیتُہ۔"

(کتاب الکنیٰ للدولابی۔ باب الحاء من اکنیة ابی حکیمہ ص۱۵۵
جلد اوّل۔ طبع حیدر آباد دکن)

یعنی ابو حکیمہ کہتا ہے کہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے، ایک شخص آیا اور ابو بکرؓ و عمرؓ کی شان میں تنقیص و جرح کرنے لگا اور عثمانؓ کے حق میں گالی بکنے لگا۔ ابو حکیمہ کہتا ہے میں اُٹھ کر علی المرتضیٰ کی خدمت میں چلا گیا۔ میں نے جا کر عرض کیا کہ مسجد میں ایک شخص نے اس طرح کہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ (چنانچہ اس کو حضرت علیؓ کے پیش کیا گیا) آپ نے فرمایا اس شخص کے متعلق کون گواہ ہے کہ اس نے اس طرح کہا ہے تو میں نے بھی گواہی دی

اور میرے ساتھیوں نے بھی شہادت دی۔ پس حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اس کو پاؤں میں مسل دیا جائے یعنی زدوکوب کیا جائے اور ذلیل و خوار کیا جائے۔ پھر اس کو بازار میں لے جاؤ، تاکہ عام لوگ اس کی حالت کو دیکھ لیں نیز حکم دیا کہ اس کو شہر سے نکال دو، میرے شہر میں سکونت نہ اختیار کرے۔ پھر آپ اُٹھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے، مسجد میں تشریف لے جا کر منبر پر بیٹھ گئے اور خطبہ دیا۔ حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ نبی کے بعد اس اُمّت کے بہترین شخص ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں اور اگر میں اُن کے بعد تیسرے شخص کا نام ذکر کروں تو کر سکتا ہوں"۔

(۳)

.... عن مغیرة عن اُمّ موسیٰ قالت بلغ علیًّا ان ابن سباء یفضلہ علی ابی بکرؓ و عمرؓ فہمّ علیؓ بقتلہ فقیل لہ اتقتل رجلًا؟ انّما اَجَلّکَ وَفَضَّلَکَ فقال لاجرم لا یساکننی فی بلدة انا فیہا قال عبد اللہ بن خبیق فحدثت بہ الہیثم بن جمیل فقال لقد نفی ببلد بالمدائن الی الساعة۔"

(حلیة الاولیاء لابی نعیم الاصفہانی، ج ۸ ص ۲۵۳ تذکرہ یوسف بن اسباط)

(۴)

.... حدثنا ابو الاحوص عن مغیرة عن شباک قال بلغ علیًّا ان ابن السوداء یتنقّص ابا بکرؓ و عمرؓ فدعا بہٖ و دعا بالسیف وھمّ بقتلہ فکلّم فیہ فقال لا تساکننی فی بلدٍ انا فیہ فسیرہ بالمدائن۔"

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص۹
مع ثلاثیات البخاری و شرحہا)

(۵)

..... عن ابراهیمَ قال بلغ علیًّا اَنَّ عبدَ اللہ بنَ الاَسوَدَ یتنقّص ابا بکر و عمر فدعا بالسیف فَھَمَّ بِقَتْلِہٖ فکُلِّمَ فیہ فقال لا یساکننی فی بلدٍ انا فیہ فنفاہ الی الشام۔“

(کنز العمّال، ج ۶ ص ۳۷۱۔ بحوالہ العشاری و اللالکائی طبع اوّل قدیم)

ہر سہ روایات جو عبداللہ بن سبا یہودی (موجد مذہب مخصوص) کے متعلق ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

”حضرت علی کرم اللہ وجہہ الشریف کو معلوم ہُوا کہ ابن سبا شیخین رضی اللہ عنہما کے حق میں تنقیص کرتا ہے اور مجھے ان سے افضل و اعلیٰ قرار دیتا ہے۔ آپ نے ابن سبا کو قتل کی سزا دینے کا ارادہ فرمایا، تلوار منگائی گئی۔ پھر بعض لوگوں نے (کلام کی (شاید اس کی اصلاح ہو جانے کی امید دلائی ہو)۔ پھر یہ قصد تبدیل فرما کر حکم دیا کہ اس کو شہر بدر کر دو۔ جس مقام اور جس شہر میں میں مقیم ہوں اس میں یہ نہیں ٹھہر سکتا، مقام مدائن کی طرف اس کو نکال دیا گیا۔“

عبداللہ بن سبا مذکور کے متعلق ان روایات سے ذرا مفصّل ایک روایت حافظ ابن حجرؒ عسقلانی نے لسان المیزان جلد سوم میں جہاں عبداللہ بن سبا کا تذکرہ لکھا ہے وہاں ذکر کی ہے وہ بھی ناظرین کرام کی ضیافتِ طبع کی خاطر پیش کی جاتی ہے تاکہ اس مسئلہ کی معلومات میں اضافہ ہو جائے۔ فرماتے ہیں:

(۶)

..... عن ابی الزعراء عن زید بن وھب ان سوید بن غفلۃ دخل علی علیٍّ فی امارتہ فقال انی مررت بنفرٍ یذکرون ابا بکرؓ و عمرؓ

یرون انک تضمر لہما مثل ذالک منہم عبداللہ بن سبا و کان عبداللہ اوّل من اظہر ذالک فقال علیؓ مالی و لہذا الخبیث الاسود ثم قال معاذ اللہ ان اضمر لہما الّا الحسن الجمیل ثم ارسل الی عبداللہ بن سبا فسیّرہٗ الی المدائن و قال لا یساکننی فی بلدۃ ابداً ثم نہض الی المنبر حتّٰی اجتمع الناس فذکر القصّۃ فی ثنائہٖ علیہما بطولہٖ و فی اٰخرہٖ اَلَا وَلَا یبلّغنی عن احدٍ یفضلنی علیہما الّا جلدتہٗ حد المفتری۔“

(لسان المیزان لابن حجر عسقلانی جلد ثالث، ص ۲۹۰ تحت عبداللہ بن سبا، نمبر سلسلہ ۱۲۲۵)

یعنی سوید بن غفلہ حضرت علیؓ کے ہاں ان کی خلافت کے دور میں حاضر ہوتے اور کہا کہ ایک جماعت کے ہاں میرا گذر ہُوا جو ابوبکرؓ و عمرؓ کی عیب چینی و تنقیص کر رہے تھے اور وہ لوگ یہ خیال بھی رکھتے ہیں کہ آپ بھی اپنے دل میں ان کے حق میں اسی طرح بدگمانی رکھتے ہیں۔ اس جماعت میں عبداللہ بن سبا ہے۔

اور ابن سبا پہلا وہ شخص ہے جس نے شیخینؓ (ابوبکرؓ و عمرؓ) کے حق میں بدگمانی کا اظہار کیا۔ یہ سُن کر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرے لیے اور اس خبیث سیاہ کے لیے کیا تعلق ہے اور کیا واسطہ ہے؟

پھر فرمایا کہ معاذ اللہ! کہ مَیں ان دونوں کے متعلق حسنِ ظنی کے بغیر کسی چیز کو دل میں جگہ دُوں۔ پھر ابنِ سبا کی طرف آدمی روانہ کیا کہ اس کو مدائن کی طرف نکال دیا جائے (یعنی جلا وطن کیا جائے)، اور یہ شخص ہمارے شہر میں مقیم نہ رہے۔ اس کے بعد حضرت علیؓ منبر پر تشریف

لاتے ۔ سامعین لوگ جمع ہو گئے ۔ آپ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں ثنائے
جمیل کی اور ان کی فضیلت کا ذکرِ خیر بڑا طویل بیان کیا ۔ اس خطبہ کے
آخر میں اعلان فرمایا کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ پر مجھے فضیلت دے گا اور
ان سے مجھے افضل قرار دے گا میں اس شخص پر مُفتری (اور کذّاب)
کی حد جاری کروں گا (یعنی اسّی دُرّے لگانے کا حکم صادر کروں گا)"

(۷) سوید بن غفلہ سے حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت کا ایک اور واقعہ بھی مروی ہے
ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء جلد ہفتم میں اور ابن جوزی نے سیرۃ عمر بن الخطاب میں
ذکر کیا ہے اور کنز العمال میں بھی مذکور ہے :

.... انّ سوید بن غفلة دخل علی علیؓ بن ابی طالب فی امارته
فقال یا امیر المؤمنین! انی مررت بنفر یذکرون ابابکرؓ و عمرؓ
بغیر الذی هما اهل له من الاسلام فنهض الی المنبر وهو قابض
علی یدی فقال والذی فلق الحبّة وبرا النسمة لا یحبهما الا مؤمنٌ
فاضلٌ ولا یبغضهما ولا یخالفهما الا شقیٌّ مارقٌ فحبّهما قربةٌ
وبغضهما مروقٌ ما بال اقوامٍ یذکرون اخوی رسول اللّٰه صلی
اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم ووزیریه وصاحبیه وسیّدی
قریشٍ وابوی المسلمین وانا بریءٌ ممّن یذکرهما بسوءٍ وعلیه
معاقب"

(۱) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی، جلد ۷، ص ۲۰۱ تذکرہ شعبہ بن حجّاج
(۲) سیرت عمر بن الخطاب لابن الجوزی ص ۳۲ طبع مصری
(۳) کنز العمّال، جلد ۶ ص ۳۶۹ - ۳۷۰ - بحوالہ خیثمہ - ابن مندہ و
ابن عساکر وغیرہم)

"یعنی سوید بن غفلہ حضرت علیؓ کی خلافت کے زمانہ میں ایک دفعہ ان
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے امیر المومنین میرا ایسے لوگوں
کے پاس گزر ہوا جو ابوبکرؓ و عمرؓ کی تنقیص شان کر رہے تھے، (جس چیز کے
وہ اسلام میں اہل و لائق نہیں ہیں وہ ذکر کر رہے تھے)۔ پس علی المرتضیٰ
نے میرا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ دے کر فرمانے
لگے ۔ اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو پھاڑ کر (پودا و درخت) بنایا اور روح کو
پیدا کیا ۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کو مومن کامل کے بغیر دوسرا آدمی دوست نہیں رکھتا،
اور بدبخت کے بغیر دوسرا کوئی شخص ان کے ساتھ بغض و عداوت نہیں رکھتا۔
ان دونوں کے ساتھ دوستی اللہ کی نزدیکی کا باعث ہے ۔ اور ان کے ساتھ
دشمنی دین اسلام سے دُور ہونا ہے۔

ان لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے دونوں
ساتھیوں اور وزیروں اور قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے اکابر
کو بُرائی کے ساتھ یاد کرتے ہیں ۔ جو ان کو بُرائی کے ساتھ یاد کرے گا۔ میں
ایسے شخص سے بری اور بیزار ہوں اور اس پر (دنیا و آخرت کی) سزائیں لازم
ہیں۔

تنبیہ : سوید بن غفلۃ کی روایت لہٰذا یہاں مختصر سی درج کی ہے ۔ پوری تفصیل
کے ساتھ اگر بلاحظہ کرنی مقصود ہو تو کنز العمّال جلد ششم ص ۳۶۹ - ۳۷۰ طبع اوّل قدیم پر توجہ
فرمائیں وہاں مکمل درج ہے ۔ تطویل سے اجتناب کی خاطر یہ صورت اختیار کی ہے ۔

(۸ و ۹)

ہمارے حنفی علماء میں امام ابویوسفؒ نے اپنے شیخ و امام ابوحنیفہؒ سے اپنی تصنیف
کتاب الآثار لابی یوسفؒ میں مکمل سند کے ساتھ حضرت علیؓ سے اس مسئلہ میں ایک روایت

نقل کی ہے، ملاحظہ ہو۔

قال حدثنا یوسف عن ابیہ عن ابی حنیفۃ ان رجلا اتی علیاً رضی اللہ عنہ فقال ما رأیت احدا خیرا منک فقال لہ ھل رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا قال ھل رأیت ابا بکرؓ وعمرؓ قال لا قال لو اخبرتنی انک رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضربت عنقک ولو اخبرتنی انک رأیت ابا بکرؓ وعمرؓ لاوجعتک عقوبۃ۔"

(۱) "کتاب الآثار" للامام ابی یوسفؒ ص ۲۰۷ نمبر روایت ۹۲۴۔
طبع لجنۃ احیاء معارف النعمانیہ۔حیدرآباد دکن۔)

(نوٹ) نیز یہ روایت مندرجۂ ذیل کتب میں بھی مروی و منقول ہے۔

(۲) ... ثنا الحسین بن ابی زید۔نا بھلول بن عبید۔نا الحسن بن کثیر عن ابیہ قال اتی علیاً رجلٌ الخ
(کتاب فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص ۸۔ مع شرح ثلاثیات البخاری)

(۳) ... عن الحسن بن کثیر عن ابیہ قال اتی علیاً رجلٌ الخ
(کتاب کنز العمال (بحوالہ العشاری) ج ۶ ص ۳۷۰ روایت نمبر ۵۷۰۸۔
طبع قدیم اول طبع)

ہر سہ مندرجات کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص علیؓ کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں نے آپ سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا تو آپ نے اس کو فرمایا کہ تو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔پھر علیؓ نے فرمایا کہ تو نے ابوبکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں دیکھا حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر تو بتلا دیتا کہ میں نے رسول خدا صلعم کو دیکھا ہے تو میں

تیری گردن اڑا دیتا اور اگر تو بیان کرتا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کو دیکھا ہے تو میں تجھے دردناک سزا دیتا۔"

(۱۰)

...... حدثنا حفص بن ابی داود عن الھیثم بن حبیب عن عطیۃ العوفی قال قال علی بن ابی طالبؓ لو اتیت برجلٍ یفضلنی علی ابی بکرؓ و عمرؓ لعاقبتہ مثلَ حدِ الزانی۔"

"یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ایسا شخص جو مجھ کو ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دیتا ہے اس کو میں زانی کی حد لگاؤں گا۔" (اور زانی غیر شادی شدہ کی حد یکصد تازیانہ ہوتی ہے اور زانی شادی شدہ کی حد سنگسار کر دینا ہے)۔

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص ۸ مع رسالہ جات ثلاثیات البخاری وغیرہ)۔

(۲) کنز العمال۔ج ۶ ص ۳۷۰ طبع اول قدیم۔روایت نمبر ۵۷۰۷)

(۱۱)

.... ثنا ابوبکر الھذلی ...... عن ابن سیرین عن عبیدۃ السلمانی قال بلغ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان رجلا یعیب ابابکر و عمر فارسل الیہ فاتاہ فعرّض لہ بعیبہما عندہ ففطن الرجل فقال لھا علی رضی اللہ عنہ اما والذی بعث محمدا صلی اللہ علیہ وسلم بالحق لو سمعتُ منکَ ما بلغنی عنک او شھدتَ علیکَ لالقیتُ اکثرکَ شعرا قال ابن عونۃ یعنی ضرب العنق۔"

"یعنی عبیدہ سلمانی کہتا ہے کہ حضرت علیؓ کو یہ بات پہنچی کہ فلاں شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کو عیب لگاتا ہے اور تنقیص کرتا ہے۔اس کی طرف آدمی روانہ کیا وہ آگیا

تعریضاً اس کے سامنے شیخینؓ کی بات پیش کی وہ سمجھ گیا (کہ آپ میری گرفت کرنا چاہتے ہیں) حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس نے نبی کریم صلعم کو برحق مبعوث فرمایا۔ اگر میں خود تجھ سے وہ چیز سُن لیتا جو مجھے پہنچی ہے یا تجھ پر (باقاعدہ) شہادت قائم ہو جاتی تو میں تیرا سر قلم کر دیتا۔"

(فضائل ابی بکر الصدیقؓ لابی طالب العشاری ص ۷، طبع مصری)

(۱۲)

. . . عن ابن شهاب عن عبد الله بن كثير قال قال لي عليٌّ بن ابي طالب افضل هٰذه الامة بعد نبيها ابوبكرؓ وعمرؓ ولو شئتُ ان اسمّي لكم الثالث لسمّيتُه وقال لا يفضّلني احدٌ على ابي بكرؓ وعمرؓ الّا جلدتُه جلداً وجيعًا وسيكون في آخر الزمان قوم ينتحلون محبّتنا والتشيّع فينا هم شرار عباد الله الذين يشتمون ابابكرؓ وعمرؓ ... الخ

(کنز العمال جلد ۶ ص ۳۶۶ بحوالہ ابن عساکر۔ روایت ۵۷۲۸۔ طبع اوّل قدیم)

حاصل یہ ہے کہ عبداللہ بن کثیر سے مروی ہے کہ مجھے علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام اُمّت سے افضل و بہتر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اگر میں تیسرے درجہ کے آدمی کا نام بھی ذکر کروں تو کر سکتا ہوں اور فرمایا جو شخص مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر افضل قرار دیگا میں ایسے شخص کو تازیانے لگا کر دردناک سزا دوں گا عنقریب آخر زمانہ میں لوگ ہونگے، ہماری محبت کا دعویٰ کرینگے اور ہمارے گروہ میں سے ہونا ظاہر کریں گے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے شریر بندوں میں سے ہیں جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو دُشنام دیتے اور سبّ و شتم کرتے ہیں۔"

(۱۳)

ابن عبد البر نے الاستیعاب میں باسند روایت حکم بن جحل سے ذکر کی ہے:۔

عن الحكم بن الجحل قال قال عليٌّ لا يفضّلني احد على ابي بكرؓ وعمرؓ الا جلدته حد المفتري۔"

(۱) الاستیعاب جلد ثانی معہ اصابہ ص ۲۴۴ تذکرہ ابی بکر الصدیقؓ۔

(۲) الاعتقاد للبیہقی ص ۱۸۴ طبع مصر

(۳) کنز العمال جلد ۶ ص ۳۷۱ (بحوالہ ابن ابی عاصم وخیثمہ فی فضائل الصحابہ، طبع اوّل قدیم)

(یعنی حکم مذکور کہتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا جو شخص بھی مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دیگا میں اس کو مُفتری کی سزا (یعنی اسّی درّہ) لگاؤں گا۔

(۱۴)

. . . واخرج ابن عساكر عن ابن ابي ليلى قال قال عليٌّ لا يفضّلني احد على ابي بكرؓ وعمرؓ الّا جلدته حد المفتري۔

(تاریخ الخلفاء للسیوطیؒ ص ۳۵ مطبوعہ دہلی فصل فی انہ افضل الصحابہ)

(یعنی ابن عساکر نے ابن ابی لیلیٰ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فوقیت دے گا میں اس کو مفتری و کذّاب کی سزا دوں گا (جو اسّی تازیانے مقرر ہیں)۔

(۱۵)

. . . عن عليٌّ قال سبق رسول الله صلى الله عليه وسلم وثنّى ابوبكر وثلّث عمرؓ وقد خبطتنا فتنة فهو ما شاء الله فمن فضّلني على ابي بكر وعمر فعليه حد المفتري من الجلد واسقاط الشهادة۔"

یعنی حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلعم ہم سے سبقت فرما گئے آپ کے بعد دوسرے درجہ میں ابوبکرؓ اور تیسرے مقام میں عمرؓ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا ہم پر فتن اور مصائب وارد ہوتے۔ پس جو شخص مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فوقیت و فضیلت دے گا اس پر مفتری و کذاب کی سزا جاری ہوگی (جو اسّی تازیانے ہوتے ہیں) اور اس کی شہادت ساقط کر دی جاتی ہے گی۔ اور گواہی غیر معتبر ہوگی۔"

(کنز العمال علی متقی ہندی، ج ۶ ص ۳۶۶ - بحوالہ خطیب فی تلخیص المتشابہ۔ طبع اول قدیم دکن - روایت ۵۷۲۷)

(۱۶)

ابوطالب محمد بن علی بن الفتح الحربی العشاری (المتوفی ۴۵۱ھ) نے فضائل ابی بکر الصدیقؓ میں اپنی کامل سند کے ساتھ روایت ہٰذا کو ذکر کیا ہے کہ:

... عن الحجاج بن دینار عن ابی معشر عن ابراهیم قال قال علقمة خطبنا علی کرم الله وجهه فحمد الله واثنی علیه ثم قال انه بلغنی ان ناسا یفضلونی علی ابی بکرؓ و عمرؓ ولو کنت تقدمت فی ذالك لعاقبت واکره العقوبة قبل التبلیغ فمن اتیت به بعد مقامی هذا قد قال شیئا من ذالك فهو مفتری علیه ما علی المفتری خیر الناس کان بعد رسول الله صلی الله علیه وسلم ابوبکرؓ و عمرؓ۔

(۱) فضائل ابی بکر الصدیق، ص ۸ مع دیگر رسائل مطبوعہ منجانب المکتبۃ الدینیۃ السلفیہ ملتان محلہ قدیر آباد۔ خارج باب لاہوری سن طباعت ۱۳۵۵ھ / ۱۹۳۶ء - مطبع انصار السنۃ، مصر۔

(۲) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۷ - طبع مصر

(۳) کنز العمال جلد ۶ ص ۳۶۹ بحوالہ ابن ابی عاصم وابن شاہین واللالکائی جمیعاً فی السنۃ - والعشاری فی فضائل الصدیق - والاصبہانی فی الحجۃ - کہ - طبع اول قدیم - دکن

(۴) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بحوالہ ابی القاسم الطلحی فی کتاب السنۃ (مکمل سند سے درج ہے) ص ۶۸ جلد اول وص ۳۱۷ جلد اول طبع قدیم بریلی)

" خلاصہ یہ ہے کہ علقمہ کہتا ہے کہ علی المرتضیٰؓ نے ہمیں ایک دفعہ خطبہ دیا۔ اللہ کی حمد وثنا کی۔ پھر فرمانے لگے کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ پر مجھے فوقیت و فضیلت دینے لگ گئے ہیں۔ اگر اس مسئلہ کا (بطور قانون) میں نے پہلے اعلان کر دیا ہوتا تو اب میں ان کو سزا دیتا۔ اور اعلان و اطلاع سے قبل سزا دینا مجھے ناپسند ہے تو (اب سن لو) جو شخص فضیلت دینے کی بات اس کے بعد کہے گا وہ جھوٹا اور مفتری و کذاب ہوگا اور اس پر مفتری کی سزا جاری کی جائے گی۔

سردار دو عالم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ خیر الناس تھے اور سب لوگوں سے بہتر تھے۔"

علقمہ بن قیس کی روایت کے متعدد مآخذ درج کر دیتے ہیں۔ جو صاحب رجوع کرنا پسند کریں وہ رجوع فرمالیں البتہ یہ گذارش ہے کہ تطویل عبارات سے بچنے کے لیے ہم نے یہاں عبارت صرف ابوطالب عشاری کی نقل کی ہے اور اس کا ترجمہ بھی نقل کیا ہے۔ باقی حوالہ جات کی عبارتیں قلیل سی متفاوت ہوں تو ہو سکتی ہیں لیکن روایت کا مفہوم ایک ہی ہے جو سب میں مشترک ہے۔ "ازالۃ الخفاء" کے حوالہ میں ایک جملہ عجیب منقول ہے وہ ہم

سامعین کی خدمت میں پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں وہ ملاحظہ فرماویں ۔جہاں روایت بالا ختم ہوتی ہے اس سے آگے متصلاً یہ الفاظ اس روایت میں مزید ہیں :۔

"قال (الراوی) وفی المجلس الحسن بن علیؓ فقال واللہ لو سمّی الثالث لسمّی عثمانؓ" (ازالۃ الخفاء، ج ا ص ۳۱۱)۔

"یعنی مجلس ہذا میں امام حسنؓ موجود تھے ۔انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم حضرت علیؓ اگر تیسرے شخص کا نام ذکر کرتے تو حضرت عثمانؓ کا نام لیتے۔"

ایک شیعی روایت

مذکورہ روایات کے آخر میں شیعوں کی ایک روایت تائید کے طور پر ہم پیش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں ۔اس روایت سے یہ چیز عیاں ہوگی کہ بعض شیعی علماء و شیعی اکابر بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے حق میں فوقیت و فضیلت کے مسائل جب کھڑے کیے گئے (جو آخر میں چل کر دشنام طرازی و سب وشتم کی حد تک پہنچ گئے) تو حضرت علیؓ نے ان مفاسد و فتن کے ازالہ و قلع قمع کرنے کے لیے پوری کوشش کی اور اس دور میں شیخینؓ کے متعلق گوناگوں محامد و مناقب از خود بیان فرماتے اور حضور سرور کائنات صلعم کی جانب سے بھی ان کے فضائل نقل کیے ۔

اور پھر جو شخص ان کے فضائل و مناقب کو نہ تسلیم کرے اور اپنی رائے فاسد کو نہ ترک کرے اس کے متعلق وعیدیں بیان کیں ۔یہاں تک کہ سرکاری اعلانات کے طور پر ان فرامین کو پبلک تک پہنچانے کے انتظامات فرماتے اور بار بار اپنے خطبات کے ذریعہ ان سزاؤں کی تشہیر کی ۔

چنانچہ ہم نے بھی اس نوع کی چند روایات کو بطور نمونہ پیش کیا جو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں ۔اب ایک اسی مضمون کی شیعی روایت درج کرکے اس باب کو ہم ختم کرنا چاہتے ہیں ۔

کتاب الطواق الحمامۃ یعنی یحیی بن حمزہ شیعی میں سوید بن غفلۃ کی روایت مندرج ہے ۔ملاحظہ فرماویں ۔

"عن سوید بن غفلۃ انّہ قال مررت بقوم ینتقصون ابابکرؓ و عمرؓ فاخبرت علیاً وقلت لولا انہم یرون انک تضمر ما اعلنوا ما اجترؤا علی ذالک منہم عبد اللہ بن سبا وکان اوّل من اظہر ذالک فقال علیؓ اعوذ باللہ رحمہما اللہ تعالیٰ ثم نہض واخذ بیدی وادخلنی المسجد فصعد المنبر ثم قبض علی لحیتہ وھی بیضاء فجعلت دموعہ یتجاوز علی لحیتہ وجعل ینظر للبقاع حتّی اجتمع الناس ثم خطب فقال ما بال اقوام یذکرون اخوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ووزیریہ وصاحبیہ وسیّدی قریش وابوی المسلمین وانا بریٔ مما یذکرون وعلیہ اعاقب، صحبا رسول اللہ بالجد والوفاء فی امر اللہ یأمران وینہیان ویقضیان ویعاقبان لا یری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کرأیہما رأیا ولا یحبّ کحبّہما حبًّا لما یری من عزمہما فی امر اللہ فقبض وھو عنہما راضٍ والمسلمون راضون فما تجاوزوا فی امرھما وسیرتہما رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم وامرہ فی حیاتہ وبعد موتہ وقبض علی ذالک رحمہما اللہ تعالیٰ فوالذی خلق الحبّۃ وبرأ النسمۃ لا یحبّہما الا مؤمن فاضل ولا یبغضہما الا شقیّ مارق وحبّہما قربۃ وبغضہما مروق۔"

(کتاب الطواق الحمامۃ از امام مؤیّد باللہ یحیی بن حمزۃ الزیدی در اواخر کتاب ہذا ذکر نمودہ)

حاصل کلام یہ ہے

کہ سوید بن غفلہ کہتا ہے کہ میرا ایک قوم کے پاس گذر ہوا وہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں تنقیص و حقارت بیان کر رہے تھے۔ میں نے جا کر حضرت علیؓ کو خبر کی اور کہا ان کا یہ خیال ہے کہ جس چیز کا انہوں نے اعلان کر رکھا ہے وہ بات آپ بھی اپنے سینے میں چھپائے ہوئے ہیں ورنہ وہ اس کی جرأت کیسے کر سکتے تھے۔ اس قوم میں عبداللہ بن سبا بھی تھا۔ ابن سبا پہلا وہ شخص ہے جس نے (شیخین کی حقارت اور علیؓ کی برتری) کا مسئلہ کھڑا کیا تھا۔

اس وقت حضرت علیؓ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ لیتا ہوں۔ اللہ ان دونوں پر اپنی رحمت نازل فرماتے، پھر آپ اٹھے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے مسجد میں داخل کیا اور خود منبر پر تشریف لے گئے اور اپنی سفید داڑھی (مبارک) پر ہاتھ رکھا۔ آپ کے آنسو بہنے لگے۔ ریش چشمِ گریاں کی وجہ سے تر ہو رہی تھی۔ آپ مسجد کے مقامات کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے رہے حتیٰ کہ لوگ مسجد میں مجتمع ہو گئے۔ پھر خطبہ دینا شروع کیا اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کا کیا حال ہے؟ جو حضور سرورِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دونوں بھائیوں اور دونوں وزیروں، دونوں ساتھیوں اور قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے دونوں اکابر کو (تحقیر و تنقیص کے ساتھ) ذکر کرتے ہیں۔ میں ان کی اِس حرکت سے بالکل بری ہوں اور میں اس چیز پر سزا دوں گا۔

یہ دونوں نبی کریم صلعم کی صحبت (مقدس میں) وفاداری کے ساتھ رہے۔ خدا کے حکم موافق حکمرانی کرتے تھے اور زجر و توبیخ کرتے تھے (شرع کے موافق) خصومات کے فیصلے کرتے اور سزا دیتے تھے۔ حضور علیہ السلام ان کی رائے کے موافق کسی کی رائے کو وزن نہیں دیتے تھے اور نہ ان جیسا کسی کو دوست جانتے تھے اس لیے کہ دین کے معاملہ میں ان کی پختہ عزمی تو نبی کریم صلعم پر واضح تھی۔ حضور علیہ السلام ان دونوں سے خوشنودی کی حالت میں رخصت ہوئے۔ اور تمام مسلمان ان سے راضی اور خوشنود تھے۔ اپنے دستور اور سیرت میں یہ دونوں حضرات حضور علیہ السلام کی رائے سے بالکل متجاوز نہیں ہوتے خواہ یہ معاملہ حضورؐ کی حیات میں ہوا یا بعد از

وفات پیش آیا۔ اِس حال پر ان کا انتقال ہوا۔ اللہ دونوں پر رحم نازل فرمائے۔ پس اس ذات کی قسم جس نے دانہ اور روح کو پیدا کیا۔ بلند درجہ کا مومن ہی ان کے ساتھ محبت رکھتا ہے اور بے نصیب اور دین سے بے بہرہ شخص ہی ان کے ساتھ بغض و عداوت رکھتا ہے۔ ان کے ساتھ دوستی نیکی اور خدا کی نزدیکی ہے۔ ان کے ساتھ عداوت و بدگمانی دین سے خارج ہونا ہے"

تنبیہ ۔ اطواق الحمامہ فی مباحث الامامہ (تالیف مؤید باللہ یحییٰ بن حمزہ شیعی) سے یہ روایت ہم نے بذریعہ تحفہ اثناعشریہ نقل کی ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے اس کو تحفہ کے باب سوم در ذکر احوال اسلاف شیعہ میں درج کیا ہے۔ اہلِ علم کی اطلاع کے لیے یہ تصریح نقل کر دی گئی۔

باب چہارم کی نوع یازدہم[۱۱] اور نوع دوازدہم[۱۲] کی مرویات جو حضرت علیؓ سے ہم نے نقل کی ہیں ان کا مضمون و مفہوم درجۂ شہرت اور تواتر تک پہنچ گیا ہے۔ اس چیز کو نوع ۱۱ کی ابتداء میں ہم نے فاضل ذہبیؒ اور ابن کثیر اور شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمہم اللہ سے نقل کیا ہے۔ اس قلیل سی جستجو کے ذریعہ جو چیزیں ہمیں دستیاب ہوئی ہیں ان کا اجمالی خاکہ کچھ اس طرح ہے :۔

مرویات اور راویوں کی تعداد

گیارہویں نوع میں مندرجہ روایات (چھتیس ۳۶) عدد ہیں اور بارہویں نوع کی روایات ۱۶ عدد سے زائد ہیں۔ پھر ان دو اقسام کی مرویات کے نقل کرنے والوں کی تعداد ستائیس افراد کے قریب ہے۔ پھر ان ستائیس آدمیوں سے نقل کنندگان لاتعداد اور بے شمار لوگ ہیں۔ یہ سب مرویات حضرت علیؓ سے منقول ہیں۔

دو مسئلوں کا اثبات

اِن تمام مندرجات سے دو مسئلے پایۂ ثبوت تک پہنچ گئے۔

—— اوّل تو یہ کہ سیّدنا ابوبکر الصدیق و سیّدنا فاروق اعظم عمر بن الخطابؓ حضرت علیؓ

کے فرمودات کی روشنی میں تمام اُمّت سے افضل و برتر و بہتر تھے۔"

دوم یہ کہ جو شخص شیخینؓ حضرات کو بہترینِ اُمّت اور افضلِ قوم نہ اعتقاد کرے گا وہ حضرتِ علیؓ کے نزدیک مُجرم ہے اور قابلِ سزا مجرم ہے نیز حضرت علیؓ کے مسلک و مذہب سے وہ دُور تر ہے۔ ان کا اس کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔

شیعہ احباب اور مُرتضوی فرمودات

شیعہ حضرات کے بڑے بڑے اکابر علماء و مجتہدین بھی حضرت علیؓ سے اپنے دَورِ خلافت میں ان مضامین کے مروی ہونے کا انکار نہیں کر سکے۔ البتہ انہوں نے اپنے خیال کے مطابق ان روایاتِ مشہورہ متواترہ کے مقابلہ میں تاویلیں شروع کر دی ہیں۔ ان کے نزدیک سب سے وزنی تاویل تقیّہ ہے یعنی حضرت علیؓ شیرِ خدا، صاحب ذوالفقار، حیدرِ کرّار اپنے تمام اوقات میں اور اپنے اہم مقامات و مراحل میں تقیّہ سے کام چلاتے رہے گویا کہ حضرت مرتضیٰؓ اپنی خلافتِ حقّہ کے دوران بھی مجبور و مقہور اور معذور تھے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے یہ سب فضائل و مناقب و حدود و سزائیں، اعلانات و خطبات وغیرہ تقیّۃً فرما دیئے۔ (ترجیع)۔ (سبحانک ھٰذا بہتان عظیم)۔

ناظرین حضرات خود غور و خوض فرماویں کہ حضرت علیؓ کی پوزیشن جس طرح داغدار نہ ہو سکے وہ صورت اختیار کرنی چاہیے ہم نے تمام واقعات بلاکم و کاست پیشِ خدمت کر دیئے ہیں۔ اب جس طرف آپ کا ایمان اور حق و انصاف متقاضی ہو وہ جانب پسند فرماویں اور خود فیصلہ فرمالیں۔

ایک تاریخی واقعہ

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے جس میں حضرت ابوبکر الصدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں بدگوئی و تنقیص و تحقیر کرنے والوں کے انجام کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے ہاتھوں

تمام ہوا ہے۔ واقعہ ملاحظہ فرماویں۔ شیخ عباس قمی شیعی نے اپنی کتاب "تتمۃ المنتہیٰ" میں ۳۹۱ھ کے تحت یہ واقعہ ذکر کیا ہے۔ ہم اس کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں:-

"...... از تاریخ مصر نقل شدہ کہ حسام الدولۃ (مقلد بن مسیّب) را شعر نیکو در رفض فاحش بود تا آنکہ از و نقل ست کہ بہ یکے از حاجیاں وصیّت کردہ بود کہ چوں بمدینۂ طیّبہ برسی سلامِ من بحضرت رسولؐ برساں۔ و بگو کہ اگر شیخینؓ در جوارِ تو مدفون نبودند ہر آئینہ بسر و چشم بزیارت تو می آمدم ولیکن جناب علامہ حلّی در اجازۂ کبیرہ کہ بہ بنی زہرہ دادہ نقل کردہ کہ مقلد بن مسیّب (حسام الدولۃ) پیغامِ جسارت آمیز و کلماتِ کفریّہ برائے قبر آنحضرت فرستاد آں شخص مبلّغ تبلیغ کرد ولکن در خواب دید حضرت رسولؐ و امیر المؤمنینؑ را آنکہ جناب امیر المومنین او را بقتل رسانید۔ آں خواب را تاریخ برداشت چوں برگشت از حجاز مقلد بن مسیّب را کشتہ بودند در ہماں شب کہ تاریخ برداشتہ بود۔"

(کتاب "تتمۃ المنتہیٰ" از شیخ عباس القمی الشیخ ص ۳۲۵-۳۲۶
تحت ۳۹۱ھ۔ مطبوعہ تہران۔ جدید طبع)

ناظرین کرام اِس چیز کا انجام خود سوچ لیں۔ ہم اس نقل پر کوئی تبصرہ کرنا نہیں چاہتے۔

٥

الحمدللہ حصّہ صدّیقی کے باب چہارم کے اتمام کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔ اس کے بعد باب پنجم شروع ہوگا جو اس حصّہ کا آخری باب ہے۔ (بعونہٖ تعالیٰ و بکرمہٖ و مَنّہٖ)

باب پنجم

"رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ" کے حصّہ صدّیقی کے باب پنجم کو اب بفضلہ تعالیٰ شروع کیا جا رہا ہے۔
یہ صدّیقی حصّہ کا آخری باب ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس باب کے ختم ہونے پر حصّہ صدّیقی مکمّل ہو جائے گا۔

باب پنجم کی چند فصلیں مُرتّب ہوں گی۔ سابقہ ہر چہار ابواب میں حضرت فاطمہؓ، حضرت علیؓ اور ابوبکر الصدّیقؓ کے مابین تعلقات مرتب کر کے پیش کیے گئے ہیں۔

اس باب میں حضرت علیؓ کے تمام خاندان و اولاد وغیرہ کے عمدہ روابط اور بہتر مراسم صدّیقی خانوادہ کے ساتھ جو تا حال دستیاب ہوئے ہیں ان کو ناظرین کرام کی خدمت میں حاضر کرتے کا ارادہ ہے۔

ان حالات و واقعات پر نظر غائر کرنے کے بعد علوی و صدّیقی ہر دو خاندانوں کا باہمی عمدہ سلوک اور حسنِ معاملہ و دوستانہ رویّہ ہر باشعور انسان پر واضح ہو سکے گا۔

نیز یہ چیز بھی عیاں ہو جائے گی کہ صرف صدّیق اور علی المرتضیٰ کے درمیان ہی حسنِ سلوک و حسنِ معاملہ قائم نہیں تھا بلکہ ان بزرگوں کی اولاد در اولاد کے مابین بھی یہ بہترین تعلقات پُشتوں تک چلے گئے ہیں۔ اور پھر ہر دو خاندانوں کے یہ دیرینہ روابط اس بات کے بھی مستقل شاہد عادل ہیں کہ حضرت صدّیق اکبرؓ اور حضرت مرتضیٰ کے درمیان جو بعض لوگ بغض و عداوۃ اور اختلاف و انتشار کے واقعات تجویز کر کے ہمیں سناتے ہیں وہ ہرگز صحیح نہیں۔ اس لیے کہ ہر ایک شخص اور ہر ایک قبیلہ اپنے اپنے اکابر و آباء و اجداد کے حالات و واقعات کے متعلق بہ نسبت دیگر لوگوں کے خوب واقف ہوتا ہے کسی

خارجی آگاہی کا محتاج ہی نہیں ہوتا جیسے مقولہ مشہور ہے کہ "صاحب البیت ادریٰ بما فیہ"۔
پس اگر بالفرض و التقدیر ان اکابر (یعنی صدّیق و علیؓ) کے درمیان اس طرح کے تنازعات و اختلافات قائم تھے اور ایک دوسرے کے حقوق پامال کرنے اور ایک دوسرے پر مظالم کرنے کے مرتکب ہو چکے تھے اور ظلم و تشدّد روا رکھنے کے واقعات پیش آ چکے تھے تو ان کی اولاد میں پُشتہا پشت تک یہ صلح و آشتی یہ مودۃ و دوستی اور یہ مناقب گوئی اور فضائل جوئی اور بے شمار کمالات کی مدح سرائی کس طرح پائی گئی؟ اور یہ لوگ ایک دوسرے کے اکابر کے حق میں ثنا گو اور مدح خواں، بہی خواہ کس طرح بن گئے؟ یہ چیزیں قابلِ غور ہیں اہلِ فکر و فہم حضرات امید ہے ان حالات میں تدبُّر و تفکُّر فرما کر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے اب ہم ہر دو خاندانوں کے واقعات ایک ترتیب سے پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرما کر حق و انصاف کا ساتھ دیں۔

آئندہ مضامین کی ترتیب یہ ہے:

○

فصل اوّل

(۱) حضرت سیّدنا ابوبکر الصدّیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران حدیث کی کتابوں میں مندرجہ ذیل واقعہ ذکر کیا گیا ہے :۔

عن عقبۃ بن الحارث قال رأیت ابابکرؓ حمل الحسن وھو یقول بابی شبیہٌ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس شبیہٌ بعلیؓ وعلی یضحک ۔

(۱) بخاری شریف ج ۱ ص ۵۳۰ ۔ باب مناقب الحسن والحسین ۔ طبع نور محمدی دہلی)

اور کنز العمّال میں بھی یہ واقعہ متعدد کتب روایات سے ذرا مفصل منقول ہے:

عن عقبۃ بن الحارث قال خرجت مع ابی بکرؓ من صلوٰۃ العصر بعد وفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بلیالٍ وعلیؓ یمشی الیٰ جنبہٖ فمرّ بحسن بن علیؓ یلعب مع غلمان فاحتملہ علی رقبتہٖ وھو یقول بابی شبیہٌ بالنبی لیس شبیھًا بعلیٍؓ وعلی یضحک ۔ قال ابن کثیر ھٰذا فی حکم المرفوع لانّہ فی قوۃ قولہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کان یشبہ الحسن“

(۲) کنز العمال بحوالہ ابن سعد ۔ حم ۔ ابن المدنی ۔ خ ۔ ن ۔ ک ۔ جلد ہفتم ص ۱۰۳ ۔ ۱۰۴ ۔ طبع اوّل قدیم ۔ حیدر آباد دکن)

“یعنی عقبہ کہتے ہیں کہ عصر کی نماز پڑھ کر (ہم مسجد نبوی سے) نکلے ۔ چند روز انتقال نبوی (علی صاحبہا السلام) کو ہوئے تھے ۔ علی المرتضیٰ ابوبکر الصدّیقؓ کے ساتھ چل رہے تھے ۔ ابوبکر الصدّیقؓ حسن بن علی المرتضیٰ کے پاس

گزرے ۔ وہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے ۔ ابوبکرؓ نے حسنؓ کو کندھے پر اٹھا لیا اور کہنے لگے کہ یہ بیٹے تو نبی کے ہم شکل ہیں ۔ علیؓ کے مشابہ نہیں ہیں ۔ علی المرتضیٰؓ (یہ سن کر) ہنس رہے تھے“

صدیق اکبرؓ کے امام حسنؓ کو اٹھانے اور نبی پاکؐ سے تشبیہ دینے کی روایت ہٰذا کو شیعہ علماء نے بھی ذکر کیا ہے چنانچہ ”تاریخ یعقوبی“ میں احمد بن ابی یعقوب شیعی نے لکھا ہے کہ ”ان ابابکر قال لہٗ وقد لقیہٗ فی بعض طرق المدینۃ بابی شبیہٌ بالنبی غیر شبیہ بعلیؓ“

(تاریخ یعقوبی جلد ثانی ص ۱۱۷ طبع جدید بیروت سن طباعت ۱۳۷۹ھ / ۱۹۶۰ء)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ ایک دوسرے کی فضیلتوں کا اقرار ان کے درمیان عقیدت کے ساتھ ہوتا تھا ۔ اور نماز پنجگانہ مل کر ادا کرتے ۔ چونکہ وصالِ نبوی کے بعد بالکل قریب یہ واقعہ پیش آیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ بعد از وفات نبوی کے حیران کن منافقات اور حیرت انگیز اختلافات جو دوستوں کی طرف سے سُننے اور سُنائے جاتے ہیں وہ بے اصل اور بے حقیقت ہیں ۔ تدبّر سے کام لیں تو حق بات مخفی نہ رہے گی ۔

(۲) سیّدنا حسن بن علی المرتضیٰ کا جب انتقال مدینہ طیبہ میں سنہ ۵۲ھ میں ہوا ، تو انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میرا دفن حضرت نبی کریم سردارِ دو عالم کے روضہ شریفہ میں ہو سکے تو بڑا اچھا ہوگا ۔ اپنے بھائی حسینؓ کو حضرت عائشہ (اُمّ المؤمنین) دختر ابوبکر الصدّیقؓ کی خدمت میں روانہ کیا کہ دفن کی اجازت چاہیے ۔ حضرت عائشہ (بنت ابی بکر الصدّیقؓ) نے بڑی خوشی سے اجازت دے دی ۔ صحابہ کے طبقات کی کتابوں میں یہ واقعہ درج ہے اور شیعہ علماء و مؤرخین نے بھی یہ اجازت دینے کا واقعہ اپنی تصانیف میں لکھا ہے لکھتے ہیں :

وقد کانت اباحت لہ عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان یدفن مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فی بیتہا وکان سألھا ذالک فی مرضہٖ ۔۔۔۔ دوسری روایت میں ہے :۔ فلمّا مات الحسنؓ اتی الحسینؓ عائشۃ

فطلب ذالك اليها فقالت نعم وكرامة الخ "

(١) الاستیعاب معہ اصابہ، ج ا ص ٣٧٤ و ٣٧٦ طبع مصری تحت ترجمہ حسن بن علی۔

(٢) مقاتل الطالبین للشیخ ابی الفرج الاصفہانی الشیعی ص ٣٠ طبع قدیم ص ٥١ طبع جدید۔ تذکرہ وفات امام حسنؓ۔

"یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سیدنا حسن بن علیؓ کے لیے اپنے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ اور یہ خواہش حسنؓ موصوف نے اپنے مرض الوفات میں ظاہر کی تھی ....

اور اس طرح بھی مروی ہے کہ جب حسن بن علی فوت ہوئے تو حسین بن علیؓ روضۂ نبوی میں دفن کی اجازت طلب کرنے کے لیے حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے پس انہوں نے (بخوشی) اجازت دے دی "

سیدنا حسن بن علی مذکور کی وفات

٥٠ یا ٥٢ھ میں ہوئی جیسا کہ مشہور و متداول روایات میں منقول ہے۔ اس مقام میں بھی بعض مؤرخین و مترجمین نے متروک و مجروح و مرجوح روایات کو سامنے رکھ کر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حق میں بہت بہتان تراشیاں کر ڈالی ہیں۔ ہم نے ناظرین کرام کے سامنے راجح روایات کی روشنی میں مختصر واقعہ حقیقتِ حال کے مطابق عرض کر دیا ہے اور حوالہ بھی دے دیا ہے۔ اصل بھی کچھ ہے جو عرض کر دیا گیا ہے۔ اس سے ان حضرات کے باہمی تعلقات کی بہتری بالکل عیاں ہے۔

(٣) سیدنا حسنؓ کی اولاد شریف میں ایک بزرگ ہیں ان کا نام عبداللہ بن حسن ہے۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق ان سے سوال کیا گیا۔ انہوں نے اس سوال کا جو جواب باصواب دیا اس کو عبارتِ ذیل میں ملاحظہ کر لیا جائے۔

ابو طالب العشاری نے اپنے فضائل میں یہ مسئلہ باسند درج کیا ہے

..... نا الحسین الجعفی نا ابو خالد الاحمر قال سألت عبد الله بن الحسن عن ابی بکرؓ و عمرؓ فقال صلی الله علیهما ولا صلی الله علی من لا یصلّی علیهما " (فضائل ابی بکر الصدیق، ص ٨ لابی طالب العشاری)

"یعنی ابو خالد احمر نے عبداللہ بن حسنؓ سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ ان دونوں (بزرگوں) پر رحمت و سلامتی نازل فرمائے۔ اور جو شخص ان دونوں کے حق میں ترحم و شفقت کے کلمات کہنے روا نہیں رکھتا اللہ اس پر رحمت ہی نہ کرے "

(٤) اس کے بعد سیدنا حسن بن علی المرتضیٰؓ کے پوتے محمد بن عبداللہ بن حسنؓ سے اپنے دور میں شیخینؓ کے حق میں سوال کیا گیا۔ اس کا جواب ذیل میں درج ہے۔ یہ کلام بھی شیخ ابو طالب العشاری نے اپنے فضائل میں درج کی ہے لکھتے ہیں کہ:

..... نا عبید الطنافسی نا حبیب الاسدی عن محمد بن عبد الله بن الحسن انه اتاه قوم من اهل الكوفة فسألوه عن ابی بکرؓ و عمرؓ فَالْتَفَتَ الَیَّ وقال انظر الی اهل بلادك یسألونی عن ابی بکرؓ و عمرؓ انهما عندی افضل من علیؓ۔

(فضائل ابی بکر الصدیقؓ ابو طالب العشاری ص ٩ مطبوعہ مصر معہ دیگر رسائل)

"یعنی حبیب اسدی کہتا ہے کہ امام حسنؓ کے پوتے محمد بن عبداللہ بن حسنؓ کے ہاں کوفیوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔ یہ لوگ ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کرنے لگے تو محمد بن عبداللہ موصوف نے میری طرف توجہ کی اور فرمانے لگے کہ اپنے شہر والوں کی طرف دیکھیے؟ میں تو ابوبکرؓ و عمرؓ کو علی المرتضیٰؓ سے بھی افضل یقین کرتا ہوں اور یہ مجھ سے ان دونوں کے مقام و مرتبت کے

متعلق دریافت کرتے ہیں۔"

فصل (۲)

علی المرتضیٰ کی اولاد کے بیانات کے سلسلہ میں سابقہ مندرجہ ایک روایت کو یہاں ہم دہرانا مناسب خیال کرتے ہیں وہ محمد بن حنفیہؒ کی روایت ہے۔

پہلے چند کلمات محمد بن حنفیہؒ کی توثیق کے لیے درج کیے جاتے ہیں جو شیعی علماء نے ذکر کیے ہیں۔

(۱) ابن عنبہ سید جمال الدین نے عمدۃ الطالب میں لکھا ہے کہ "کان محمد بن حنفیۃ احد رجال الدھر فی العلم والزھد والعبادۃ والشجاعۃ وھو افضل ولد علی بن ابی طالب بعد الحسن والحسین"

(عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب طبع اول لکھنؤ ص ۳۴۷ و ص ۳۵۲ - طبع نجف اشرف عراق - الفصل الثالث)

"یعنی ابن حنفیہؒ اپنے زمانہ کے لوگوں میں علم، زہد، عبادت، شجاعت میں فائق تھے اور حضرت علیؓ کی اولاد میں حسنؓ و حسینؓ کے بعد انہی کا افضل مقام تھا۔"

(۲) مجالس المؤمنین قاضی نور اللہ شوستری کی مجلس چہارم میں پہلے نمبر پر ابن حنفیہ کا تذکرہ کیا ہے، بڑی مدح و توثیق کی ہے۔ محمد بن حنفیہ سے مندرجہ ذیل الفاظ میں روایات منقول پائی گئی ہیں۔

(۱) ۔۔ قال (ابن الحنفیۃ) قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی صلی اللہ

علیہ وسلم قال ابوبکرؓ قال قلت ثم من؟ قال عمرؓ! وخشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال ما انا الا رجل من المسلمین"

(۱) بخاری شریف، ج ۱، ص ۵۱۸ - باب مناقب ابی بکرؓ

(۲) ابوداؤد، جلد ثانی کتاب السنۃ - باب التفضیل، ج ۲ ص ۲۸۸ مجتبائی دہلی

(۲) عن منذر الثوری عن محمد بن الحنفیۃ قال قلت لابی یا ابتِ مَن خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابوبکرؓ قلت ثم مَن؟ قال عمرؓ! قلت ثم انت؟ قال انا رجل من المسلمین"

(۳) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی جلد پنجم ص ۷۸ تذکرہ ربیع بن ابی راشد۔

(۳) عن محمد بن حنفیۃ قال قلت لابی اَیُّ الناسِ خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال ابوبکرؓ قلت ثمّ من؟ قال ثم عمرؓ! ثمّ خشیتُ ان اقول ثم من فیقول عثمان فقلت ثمّ اَنتَ یا ابتِ قال ما انا اِلّا رجلٌ من المسلمین"

(۴) کنز العمال بحوالہ خ - د - ابن ابی عاصم - خشیش - حل - جلد ۶ ص ۳۶۶ - طبع اول قدیم - دکن۔

(۴) عن ابن الحنفیۃ قال قلت لابی ایّ الناس خیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ابوبکرؓ! قلت ثم من؟ قال ثم عمرؓ! قلت ثم انت؟ قال انا رجل من المسلمین لی حسنات وسیّئات یفعل فیہا ما یشاء"

(۵) کنز العمال، ج ۶ ص ۳۷۰ بحوالہ (ابن بشران) طبع اول قدیم)

ان تمام مندرجہ مرویات (جو ابن حنفیہؒ سے نقل ہوتی ہیں) کا خلاصہ یہ ہے کہ ابن حنفیہ

کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد شریف علی المرتضیٰؓ سے عرض کیا کہ سردارِ دوجہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کون شخص بہترین اُمت سے ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ وہ ابوبکرؓ ہیں! میں نے کہا ان کے بعد کون بہترین ہیں؟ فرمایا پھر عمرؓ سب سے بہتر ہیں۔ پھر اس خیال سے کہ عثمانؓ کو ذکر کریں، میں نے کہا کہ پھر آپ بہترین ہیں؟ تو علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ میں مسلمانوں میں سے ایک مسلمان شخص ہوں! ہم میں خوبیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی۔ اللہ جس طرح چاہیں گے ان میں معاملہ فرمائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ

اولادِ علیؓ کی یہ تصریحات ہیں جو متعدد محدثین نے اپنے اپنے اسانید کے ساتھ درج کی ہیں۔ سوال کرنے والے پسرانِ علیؓ ہیں، جواب دینے والے خود علی المرتضیٰؓ ہیں۔ یہاں مزید تشریح کی گنجائش ہی نہیں۔

نیز یہ چیز بھی ضمناً معلوم ہوگئی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دورِ مبارک میں تمام مسلمانوں کے اذہان اور قلوب میں یہ متعین و مقرر تھا کہ حضرت عثمان بن عفان اُمت کے درمیان تیسرے درجہ کے آدمی ہیں۔ تب ہی تو محمد ابن حنفیہ اس چیز کا خدشہ محسوس کرتے ہوئے تیسرے سوال و جواب کو حذف کرکے خود حضرت علیؓ کا نام لے کر دریافت کرنے لگے اور اس خدشہ کو اپنے الفاظ میں ظاہر بھی کر دیا۔

فصل (۳)

اس مقام میں حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب و ابن عباسؓ (عبداللہ) اور عبداللہ بن جعفر طیارؓ کے متعلقہ واقعات ذکر کیے جائیں گے۔ مندرجہ معاملات میں ایک دوسرے کی قدر دانی باہمی احترام اور توقیر ایک سے دوسرے کے حق میں منقبت و فضیلت کا اعتراف واضح طور پر ثابت ہوتا ہے جو ہمارے اہم مقاصد میں سے ہے اور اس کتاب میں مطلوب و مرغوب ہے۔ اور "رحماء بینھم" کی تائید و تصدیق ہے۔

(۱) — عن ابن عباسؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس جلس ابوبکر عن یمینہ فابصر ابوبکر العباس بن عبد المطلب یومًا مقبلاً فتنحیٰ لہ عن مکانہ ولم یرہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما نحّاک یا ابا بکرٍ؟ فقال ھٰذا عمّک یارسول اللہ فسّر بذالک النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتیٰ یریٰ ذالک فی وجھہ"

(کنز العمال، ج ۷، ص ۶۷، بحوالہ ابن عساکر طبع اول قدیم)

(۲) — عن جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس جلس ابوبکرؓ عن یمینہ وعمرؓ عن یسارہ وعثمانُ بین یدیہ وکان کاتب سرّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا جاء العباس بن عبد المطلب تنحیٰ ابوبکر وجلس العباس مکانہ"

(کنز العمال بحوالہ ابن عساکر، ج ۷، ص ۷۰، طبع اوّل قدیم)

ان ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ جب نبی اقدس، سردارِ دوعالم صلی اللہ

علیہ وسلّم مجلس میں تشریف فرما ہوتے تھے (تو عام طور پر) ابوبکرؓ دائیں جانب بیٹھا کرتے اور عمرؓ بن خطّاب بائیں جانب بیٹھتے اور عثمانؓ بن عفان حضور علیہ السّلام کے کاتب و منشی تھے۔ یہ سامنے بیٹھتے تھے۔ ایک روز حضرت عباسؓ عمِ رسول خدمت میں حاضر ہوئے تو ابوبکر صدّیقؓ ان کو تشریف لاتے دیکھ کر اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ نبی مقدس رسولِ مکرّم صلی اللہ علیہ وسلّم نے (ادھر خیال نہیں فرمایا تھا)، آپ نے ابوبکرؓ کو فرمایا کیوں پیچھے ہو رہے ہیں؟ ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے عمِ محترم تشریف لائے ہیں۔ ان کے لیے جگہ خالی کر دی ہے۔ یہ چیز دیکھ کر نبی کریم صلعم مسرور ہوئے حتیٰ کہ چہرۂ انور پر آثار نمایاں دیکھے گئے۔"

(۳) ابنِ عباسؓ کی ایک روایت شیعہ علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہے جس میں ابنِ عباسؓ نے حضرت ابوبکر الصدّیقؓ کی تعریف و مدح سرائی و منقبت بیان کی ہے وہ قابلِ شنید ہے۔ ہم یہاں اس کو ناظرین کے افادہ کے لیے درج کرتے ہیں۔ پہلے عبداللہ بن عباس کی توثیق جو شیعہ علماء نے لکھی ہے اس کا اجمال و اختصار پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) شیخ الطائفہ ابوجعفر الطوسی نے امالی میں ابن عباسؓ کا اپنا کلام باسند ذکر کیا ہے لکھتے ہیں کہ:

فعلم النبی صلی اللہ علیہ وسلّم من اللہ وعلم علیؓ من النبیؐ وعلمی من علم علیؓ۔" (امالی شیخ طوسی، جلد اوّل ص۱۱ طبع نجف عراق)

"یعنی نبی مکرمؐ کا علم خدا کی جانب سے ہے اور علیؓ کا علم نبی کے علم سے حاصل ہے اور میرا علم علی کے علم سے ماخوذ ہے۔"

(۲) اسی طرح مجالس المومنین مجلس سوم میں قاضی نور اللہ شوستری نے ابن عباس کے حق میں بڑی منقبت و فضیلت ذکر کی ہے۔ اور حضرت عباسؓ عمِ رسولؐ بن عبدالمطّلب کے

کے بعد ان کا یعنی ابن عباس کا طویل تذکرہ کیا ہے کہ "عبداللہ بن عباس از اعاظم صحابۂ پیغمبر و افضل اولادِ عباس و مرید و تلمیذ حضرت امیر المومنین علیہ السّلام بودہ و در رکاب آنحضرت ہمیشہ با مخالفاں مجاہدہ نمودہ و علوّ درجۂ او در علمِ تفسیر و فقہ و حدیث مشہور و مستغنی از ایرادِ تفاصیل ... الخ۔

(۳) اسی طرح تنقیح المقال عبداللہ مامقانی میں بھی ان کی بڑی توثیق و تفصیل پائی گئی ہے اور منتہی الآمال شیخ عباس القمی میں ابن عباسؓ کی بڑی مدح سرائی موجود ہے۔ مختصر یہ کہ جانبین میں یہ شخص مسلّم و معتبر ہیں۔

ان کی ایک روایت صاحب ناسخ التواریخ مرزا محمد تقی لسان الملک نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے وہ ملاحظہ فرمائیں۔ مؤرخ مسعودی شیعی کا حوالہ دے کر واقعہ ذکر کیا ہے۔

"مسعودی در مروج الذہب می نویسد کہ عبداللہ بن عباس بر معاویہ در آمد و در مجلس او جماعتی از بزرگانِ قریش حاضر بودند۔ معاویہ روی با ابن عباس کرد و گفت ہمی مسئلتے چند از تو پرسش کنم و پاسخ بشنوم فرمود از ہر چہ خواہی بپرس گفت چہ میگوئی در ابوبکر قال (ابن عباس) فی ابی بکر رحم اللہ ابابکر کان واللہ للفقراء رحیماً وللقرآن تالیاً وعن المنکر ناهیاً و بدینه عارفاً ومن اللہ خائفاً وعن المنہیات زاجراً وبالمعروف آمراً وباللیل قائماً وبالنهار صائماً وفاق اصحابه ورعاً وکفافاً وسادهم زهداً وعفافاً فغضب اللہ علی من ینقصه ویطعن علیه۔"

(۱) تاریخ المسعودی، ج ۳، ص ۶۰ طبع مصر، طبع رابع۔

(۲) ناسخ التواریخ ج ۵ کتاب ۲ ص ۱۴۳، ۱۴۴ از میرزا محمد تقی لسان الملک طبع ایرانی

"یعنی مسعودی شیعی نے اپنی تاریخ مروّج الذہب میں لکھا ہے کہ ایک

دفعہ ابن عباس معاویہ کے پاس آئے۔ معاویہؓ کی مجلس میں قریش کے بڑے بڑے بزرگ موجود تھے۔ امیر معاویہ نے ابن عباس کی طرف رُخ کرکے کہا کہ میں آپ سے چند مسئلے دریافت کرکے جوابات سُننا چاہتا ہوں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ دریافت کیجیے! امیر معاویہ نے سوال کیا کہ آپ ابوبکرؓ کے حق میں کیا خیال رکھتے ہیں؟ ابن عباسؓ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر اپنی رحمت نازل فرماویں اللہ کی قسم وہ فقراء و مساکین کے حق میں بڑے شفیق تھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے تھے۔ بُرائی سے منع کرنے والے تھے۔ دینِ خداوندی سے خوب واقف تھے۔ اللہ سے خائف رہتے تھے۔ بُرے کاموں پر تنبیہ کرتے تھے۔ اچھائی کا حکم کرتے تھے۔ رات کو تہجد میں قائم رہتے، دن کو روزہ دار تھے۔ پرہیزگاری میں اپنے ساتھیوں سے فائق تھے۔ قلیل گذران گزارہ کرنیوالے تھے۔ زہد و پاکدامنی میں سبقت کرنے والے تھے۔ جو شخص ان کی تنقیص کرتا ہے اور ان پر طعن کرتا ہے اس پر اللہ ناراض ہے۔"

ناظرینِ کرام میں سے کسی بزرگ کو مسعودی صاحب مذکور کے تشیع میں اشتباہ ہو اور اس کو رفع کرنے کا خیال بھی ہو تو رجال مامقانی (تنقیح المقال)، فاضل عبداللہ مامقانی کی طرف رجوع کریں ان شاء اللہ خوب تسلی ہو جائے گی۔

فاضل مامقانی نے مسعودی کا تذکرہ بڑا مفصل درج کیا ہے اور بعض لوگوں کو جو اس شخص کے عامی یعنی (سُنی) ہونے کا شبہ ہوا ہے اس کے جوابات نہایت مدلل دیئے ہیں اور اس کا خالص شیعی ہونا ثابت کیا ہے۔ تطویلِ بحث کے خوف سے ہم نے صرف اہلِ علم کے لیے اشارہ کر دینا کافی سمجھا ہے۔

(۴) ۔ اب حضرت جعفر طیارؓ کے صاحبزادے عبداللہ بن جعفر کا بیان پیشِ خدمت ہے۔ انہوں نے حضرت ابوبکر الصدیق کا مقام و منزلت بیان فرمایا ہے۔ مستدرک حاکم

اور استیعاب لابن عبدالبر میں یہ قول باسند درج ہے :-

. . . . یحیٰی بن سلیم عن جعفر بن محمد عن ابیه عن عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما قال ولینا ابوبکر فکان خیر خلیفۃ اللہ و ارحمه بنا و احناه علینا ۔ ھذا حدیث صحیح ۔

(۱) المستدرک للحاکم، ج ۳، ص ۷۹۔

(۲) الاستیعاب معہ اصابہ جلد ثانی ص ۲۴۳

تذکرہ صدیق اکبرؓ۔

"یعنی یحیٰی بن سلیم جعفر صادق سے وہ محمد باقر سے وہ عبداللہ بن جعفر طیار سے ذکر کرتے ہیں کہ ابوبکرؓ ہمارے والی اور حاکم ہوئے پس وہ اللہ کے بنائے ہوئے خلفاء میں سے بہترین خلیفہ تھے اور ہم پر سب سے زیادہ شفقت کرنے والے اور مہربان تھے۔"

اہلِ علم کو معلوم ہے کہ مستدرک مذکور پر حافظ ذہبیؒ کی تلخیص مطبوع ہے۔ اس میں اس روایت کے حق میں کہا ہے کہ "صحیح" یعنی یہ روایت درست ہے۔

فصل (۴)

فصل چہارم میں سیّدنا زین العابدین (علی بن الحسین) اور ان کے صاحبزادے امام زید کے بیانات ہم تحریر کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں سیّدنا صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور منقبت بیان کی گئی ہے۔ زوائد مُسند احمد میں درج ہے کہ

(۱)

"حدثني ابو معمر عن ابی حازم قال جاء رجل الی علی بن الحسین (زین العابدین) فقال ما کان منزلة ابی بکرؓ و عمرؓ من النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فقال منزلتهما الساعة"

(۱) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ۱۸۷، ۱۸۸ - طبع مصر
(۲) الفتح الربانی لترتیب مسند احمد بن حنبل الشیبانی للشیخ احمد عبدالرحمٰن البنّاء الساعاتی المصری، ج ۲۲ - ص ۱۸۲ ابواب مناقب الصحابہ"

"یعنی ایک شخص زین العابدینؓ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ شیخینؓ یعنی ابوبکرؓ و عُمر رضی اللہ عنہما کا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ہاں کیا مقام تھا؟ تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ ان کا نبی کے ہاں وہی منزلت و مقام تھا جو اس وقت ہے (یعنی اِس عالم اور اُس عالم میں ان کو نبی کا قرب اور نزدیکی حاصل ہے۔ پہلے جس طرح قرب حاصل تھا اب بھی اسی طرح نصیب ہے"

(۲)

ابوطالب عشاری نے اپنے فضائل میں مکمّل سند کے ساتھ زین العابدین کا فرمان لکھا ہے کہ:

"... ثنا الفضل بن جبیر الوراق نا یحییٰ بن کثیر عن جعفر بن محمد عن ابیہ قال جاء رجلٌ الی ابی یعنی علی بن الحسین قال اخبرنی عن ابی بکر قال عن الصدّیق تسأل؟ قال رحمک اللہ و تسمیہ الصدّیق؟ قال ثکلتک امّك قد سمّاہ صدّیقاً من ھو خیر منی ومنك رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والمهاجرون والانصار فمن لم یسمّہ الصدّیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ"

(فضائل ابی بکر الصدّیق ص ۹)

حاصل یہ ہے کہ امام محمد باقرؒ کے والد امام زین العابدین علی بن الحسین کے پاس ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ ابوبکرؓ کے متعلق بتائیے؟ زین العابدین نے فرمایا کہ تو الصدّیقؓ کے متعلق دریافت کرتا ہے؟ سُن کر وہ کہنے لگا اللہ آپ پر رحم فرمائے، آپ ابوبکرؓ کو صدّیق کے لقب سے یاد کرتے ہیں؟ تو امام نے فرمایا کہ تیری ماں تجھ پر روئے، صدّیق کا لقب تو انہیں اس ذات نے عطا فرمایا جو مجھ سے اور تجھ سے بہتر ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین اور انصار سب نے ان کو یہ لقب دیا۔ پھر امام نے فرمایا کہ جو شخص ابوبکرؓ کو الصدّیقؓ کے نام سے نہ یاد کرے اللہ اس کے قول کو دونوں جہانوں میں سچّا نہ کرے"

(۳)

اس کے بعد امام زید بن زین العابدین کا قول ناظرین کرام کے سامنے ہم پیش کرتے

ہیں ۔ فاضل عشاری نے پُوری سند کے ساتھ نقل کیا ہے ۔

" ۔ ۔ ۔ ۔ نا محمد بن کثیر عن ھاشم بن البرید عن زید بن علیؓ قال قال
لی یا ھاشم ! اعلم و اللہ ان البرأۃ من ابی بکرؓ و عمرؓ البرأۃ من علیؓ
فان شئت فتقدم و ان شئت فتأخر !

(فضائل ابی بکر الصدیق لابی طالب العشاری ص۹)

اور ریاض النضرۃ محب الطبری میں بھی یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ درج ہے :

" ۔ ۔ ۔ عن زید بن علی قال البرأۃ من ابی بکرؓ و عمرؓ برأۃ من علیؓ
فمن شاء فلیتقدم و من شاء فلیتأخر " (ریاض النضرۃ، ج ۱ ص ۵)

ہر دو روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہاشم راوی کہتا ہے کہ امام زید پسر زین العابدین نے مجھے خطاب کر کے فرمایا کہ اے ہاشم تو یقین کر لے میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ابو بکرؓ و عمرؓ سے برأۃ اور تبرّی کرنا (یعنی بیزاری اختیار کرنا) یہ علی المرتضیٰؓ سے برأۃ و بیزاری کرنے کے مترادف و ہم معنیٰ ہے ۔ اب تو چاہے جس سے برأۃ پہلے اختیار کرے یا بعد میں کرے (اس میں کوئی فرق نہیں ہے) (حاصل یہ ہے کہ ان میں سے جس بزرگ سے بیزاری کرو گے گویا دوسرے سے خود بخود بیزاری کا اعلان ہو گا ۔ کیونکہ وہ حضرات آپس میں ہر لحاظ سے ہر طریقہ سے ہر طرح سے متحد و متفق تھے) ۔

(۴)

سیدنا صدیق اکبرؓ سیدنا فاروق اعظمؓ کے حق میں اب امام زید کے وہ اقوال ہم یہاں درج کرنا مناسب خیال کرتے ہیں جو شیعی علماء و شیعی مؤرخین نے اپنی معتبر تصانیف میں ثبت کیے ہیں ۔ ان تمام چیزوں پر نظر کرنے سے منصف مزاج آدمی پر واضح ہو جائے گا کہ زین العابدین اور اس کی اولاد شریف کے نزدیک صدیق و فاروقؓ

کا کیا درجہ اور کیا رُتبہ ہے ؟ ذیل کے حوالہ جات پر توجہ فرما دیں ۔

______ بادشاہِ ایران چاہ قاچار کے وزیر اعظم مرزا تقی لسان الملک نے اپنی عمدہ ترین تصنیف ناسخ التواریخ میں لکھا ہے کہ :

" ۔ ۔ ۔ ۔ طائفہ از معارف کوفہ با زید بیعت کردہ بودند، در خدمتش حضور یافتند
گفتند رحمک اللہ در حق ابی بکرؓ و عمرؓ چہ گوئی ؟ فرمود در بارہ ایشاں جز بخیر سخن
نکنم و از اہل خود نیز در حق ایشاں جز سخن خیر نشنیدہ ام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بالجملہ زید
فرمود ایشاں بر کسے ظلم و ستم نراندند و بکتاب و سنّت رسول کار کردند "

(ناسخ التواریخ جلد ۲ ص ۵۹۰ ۔ طبع ایران
از میرزا محمد تقی لسان الملک ۔ طبع قدیم)

اور سید جمال الدین ابن عنبہ متوفی ۸۲۸ھ نے عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں بھی امام زید کا قول ذکر کیا ہے :-

" وکان اصحاب زید لما خرج سألوہ ما تقول فی ابی بکرؓ و عمرؓ ؟ فقال
ما اقول فیھما الا الخیر و ما سمعت من اھلی فیھما الا الخیر فقالوا
لست بصاحبنا ۔ ۔ ۔ ۔ و تفرقوا عنہ فقال رفضونا القوم فسموا
الرافضۃ " (عمدۃ الطالب ص ۲۵۶-۲۵۷ تحت اخبار زید شہید
طبع مطبع حیدریہ ۔ نجف اشرف عراق)

ما حاصل یہ ہے کہ کوفہ کے مشہور لوگوں کی ایک جماعت (جس نے امام زید کے ساتھ بیعت کی ہوئی تھی) زید کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگی کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے ابو بکرؓ و عمرؓ کے حق میں آپ کا کیا خیال ہے ؟ زید بن زین العابدین نے فرمایا کہ میں ان دونوں کے حق میں کلمہ خیر کے سوا کچھ نہیں کہنا چاہتا ۔ اور میں نے اپنے خاندانی بزرگوں سے بھی ان دونوں کے متعلق کلمۂ خیر کے بغیر

کچھ نہیں سُنا . . . . . مختصر یہ ہے کہ امام زید موصوف نے فرمایا ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں نے کسی ایک شخص پر بھی ظلم و ستم جائز نہیں رکھا اور کتاب اللہ و سُنّتِ رسُول پر کاربند رہے۔" (ناسخ التواریخ)

— دوسرے حوالہ کا مفہوم یہ ہے کہ امام زید نے جب (خلیفہ وقت) کے خلاف خروج کیا تھا اس وقت زید کے ساتھیوں نے ان سے سوال کیا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ زید فرمانے لگے کہ میں ان دونوں کے حق میں کلمۂ خیر ہی کہتا ہوں اور اپنے بزرگوں سے بھی میں نے بہتر اور خیر کلمہ ہی ان کے لیے سُنا ہے۔ یہ جواب سُن کر وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ ہمارے (امیر و صاحب) نہیں ہیں اور زید سے یہ لوگ متفرق ہو گئے۔ (اور ساتھ چھوڑ دیا)۔ امام زید نے کہا کہ انہوں نے ہمیں چھوڑ دیا ہے ان کا نام رفضہ (رافضی ہے)، یعنی جماعت کو چھوڑ دینے والے)۔

(مندرجہ حوالہ جات کے فوائد)

۱- امام زید ابن زین العابدین نے حق گوئی و انصاف جوئی سے کام لیا اور حق سے سرِ مُو انحراف نہیں کیا۔

۲- نیز واضح ہو گیا کہ بنی ہاشم و آل ابی طالب کے تمام حضرات حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے متعلق خوش عقیدہ تھے اور حسن ظنی رکھتے تھے۔ ان حضرات کے درمیان قطعاً کوئی اختلاف نہ تھا۔ تب ہی تو امام زید اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے صفائی پیش کر رہے ہیں۔

۳- امام زید کی استقامت کا کمال ہے کہ اگرچہ پیروکار اور مُریدین الگ ہو گئے لیکن انصاف و حق پرستی سے مُنہ نہیں موڑا۔

۴- اور دوستوں کا نام جو رافضی مشہور ہو گیا ہے۔ یہ جو تھے امام زین العابدین کے

صاحبزادے امام زید کا عنایت فرمودہ لقب ہے۔ اس سے چین بجبیں نہیں ہونا چاہیے۔

فصل (۵)

امام زید و امام زین العابدین باپ بیٹے کے بیانات کے بعد زین العابدین کے دوسرے لڑکے (امام محمد باقر) کے فرامین اور اقوال اور واقعات درج کیے جاتے ہیں جو حضرات شیخینؓ کے حق میں ان سے مروی ہیں۔ اُمید ہے ناظرین حضرات ان بزرگوں سے منقول شدہ چیزوں کو خاص توجّہ سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

فرموداتِ محمد باقر

(۱) حافظ ابونعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیاء تذکرہ محمد باقر میں ان کا فرمان نقل کیا ہے:-

. . . . عن محمد بن اسحٰق عن ابی جعفر محمد بن علی قال من لم یعرف فضل ابی بکرٍ و عُمَرَ رضی اللہ عنہما فقد جہل السّنّۃ"

(۱) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم، ج ۳ ص ۱۸۵: تذکرہ محمد باقرؒ۔

(۲) ریاض النضرۃ، جلد اوّل ص ۵۷۔ الباب الخامس۔ بحوالہ ابن السمان فی الموافقۃ۔

"یعنی محمد باقر نے فرمایا کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کی فضیلت و مرتبہ کو نہیں پہچانتا وہ سُنّتِ نبوی سے جاہل ہے۔"

(۲) قال محمد بن فضیل عن سالم بن ابی حفصۃ سألت ابا جعفر و ابنہ جعفر بن محمد عن ابی بکرؓ و عمرؓ فقالا لی یا سالم تولّہما و ابرأ من عدوّہما فانہما

كانا امامي هدى - وعنه قال ما ادركت احداً من اهل بيتي الا و يتولاهما ۔"

(١) رياض النضرة بحواله ابن السمان في الموافقة ج ١ ص ٥٧ طبع مصری - الباب الخامس

(٢) تہذیب التہذیب للحافظ ابن حجر عسقلانی جلد نہم ص ٣٥١ تذکرہ محمد بن علی بن الحسین ۔

(٣) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء شاہ ولی اللہ دہلویؒ جزء اول طبع قدیم بریلی ص ١٠٨-١٠٩

(٤) الاعتقاد علی مذہب السلف للبیہقی ص ١٨٥ طبع مصر ۔

"یعنی سالم نے کہا کہ میں نے محمد باقر اور ان کے صاحبزادے جعفر صادقؒ سے ابوبکرؓ وعمرؓ کے متعلق دریافت کیا تو دونوں نے جواب میں فرمایا کہ اے سالم! ان دونوں حضرات کے ساتھ تو دوستی رکھنا اور ان کے مخالفین سے بیزار و بری رہنا یقیناً یہ دونوں ہدایت کے امام تھے۔ نیز محمد باقرؒ سے یہ بھی مروی ہے کہ فرمایا میں نے اہل بیت سے جس شخص کو پایا وہ ان دونوں کے ساتھ دوستی ہی رکھتا تھا۔"

(٣) - طبقات ابن سعد تذکرہ محمد باقر میں باسند ذکر ہے :-

.... قال حدثنا زهير عن جابر قال قلت لمحمد بن عليؒ ....
أكان منكم اهل البيت احد يسب ابابكرؓ وعمرؓ قال لا فاحبهما و اتولاهما واستغفر لهما ۔"

(طبقات ابن سعد تذکرہ محمد باقر جلد خامس ص ٢٣٦ طبع لیدن یورپ)

"جابر نے امام محمد باقرؒ سے عرض کیا ...... کیا تم اہل بیت میں کوئی ایسا شخص ہے جو ابوبکرؓ وعمرؓ کو سب وشتم کرتا ہو انہوں نے فرمایا کہ نہیں! میں تو ان دونوں حضرات کو محبوب رکھتا ہوں اور میں ان سے دوستی اور موالاۃ رکھتا ہوں اور ان کے حق میں استغفار کرتا ہوں۔"

(٤) .... عن عمرو بن شمر عن جابر قال قال لي محمد الباقر بن علي يا جابر بلغني ان قوماً بالعراق يزعمون انهم يحبوننا ويتناولون ابابكرؓ وعمرؓ رضي الله عنهما ويزعمون اني امرتهم بذالك فابلغهم اني الى الله منهم بريء والذي نفس محمدٍ بيده لو وليت لتقربت الى الله تعالى بدمائهم - لا نالتني شفاعة محمد ان لم اكن استغفر لهما و اترحم عليهما ان اعداء الله لغافلون عنهما ۔"

(١) حلیۃ الاولیاء جلد ثالث ذکر محمد باقر ج ٣ ص ١٨٥ طبع مصر

(٢) ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ للمحب الطبری ص ٥٨، جلد اول طبع مصر - الباب الخامس

"یعنی جابر کہتا ہے کہ مجھے محمد باقر نے فرمایا کہ اے جابر مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ عراق کے علاقہ میں ایک قوم ہے وہ لوگ ہماری محبت کے دعویدار ہیں اور ابوبکرؓ وعمرؓ دونوں کے حق میں کمی وبیشی کرتے ہیں (یعنی سخت سست کہتے ہیں) اور ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ میں نے ان کو اس چیز کا حکم دے رکھا ہے پس ان لوگوں کو (میری جانب سے) پہنچا دیجیے۔ اللہ گواہ ہے کہ میں اس قوم (دشنام دینے والی) سے بری و بیزار ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر مجھے اس قوم پر ولایت اور حکومت حاصل ہو تو میں ان کی خونریزی اور قتل کر کے اللہ کے ہاں تقرب و نزدیکی حاصل کروں۔ مجھے رسولِ خدا کی شفاعت ہی نصیب نہ ہو۔ اگر میں ابوبکرؓ وعمرؓ کے لیے استغفار نہ کروں اور ان کے حق میں کلماتِ ترحم نہ کہوں۔ اللہ کے دشمن ان دونوں سے غافل ہیں۔"

(٥) - .... حدثني شعبة الخياط مولى جابر الجعفي قال قال لي

ابو جعفر محمد بن علی لمّا ودّعتهٔ ابلغ اهل الکوفۃ انی بریٔ ممن تبرّأ من ابی بکرؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما و ارضاھما ؒ

(۱) حلیۃ الاولیاء اصفہانی جلد ثالث ص ۱۸۵ تذکرہ محمد باقرؒ

(۲) ریاض النضرہ لمحب الطبری، ج ۱ ص ۵۸ الباب الخامس)

"یعنی شعبہ خیّاط کہتا ہے کہ محمد باقرؒ کو جس وقت میں سفر پر رخصت کرنے کے لیے پہنچا تو آپ نے مجھے فرمایا کہ میری طرف سے اہلِ کوفہ کو پہنچا دو کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ سے بری ہوا میں اس سے بری ہوں اللہ ان دونوں سے راضی ہو اور ان کو راضی رکھے۔"

نکاح امّ کلثوم سے استدلالِ اہلبیت

(۶) ــ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اصرم بن حوشب نا عبد الرحمن بن عبد ربّہ قال سمعتُ رجلا یقول قدمت المدینۃ فاتیت ابا جعفر محمد بن علی فجلست الیہ فقلت اصلحک اللہ ما تقول فی ابی بکرؓ و عمرؓ رحمہ اللہ ابا بکرؓ و عمرؓ قلت انھم یقولون انک تبرأ منہما قال معاذ اللہ کذبوا و ربّ الکعبۃ، اولست تعلم ان علی بن ابی طالب زوّج ابنتہٗ ام کلثوم من فاطمۃ من عمر بن الخطاب وھل تدری من ھی جدّتہا خدیجۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ و جدھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیّین و سیّد المرسلین و رسول رب العالمین وامّہا فاطمۃ سیّدۃ نساء العٰلمین واخواھا الحسن والحسین سیّد اشباب اھل الجنۃ وابوھا علی بن ابی طالب ذوالشرف والمنقبۃ فی الاسلام فلو لم یکن لہا اھلاً عمر بن الخطّاب ما زوّجہا ایّاہ۔"

"خلاصہ یہ ہے عبد الرحمٰن ابن عبد ربّہ کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص سے

سُنا وہ کہہ رہا تھا کہ میں مدینہ شریف میں امام باقرؒ کے ہاں جا کر بیٹھا اور ذکر کیا کہ آپ ابوبکرؓ و عمرؓ کے حق میں کیا فرماتے ہیں؟ تو امام نے فرمایا کہ اللہ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ میں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ان دونوں سے برأت و بیزاری ظاہر کرتے ہیں تو فرمایا (اللہ کی پناہ) ربّ کعبہ کی قسم جس نے یہ کہا ہے جھوٹ کہا ہے۔ اے مخاطب تو جانتا نہیں کہ علی المرتضیٰ نے اپنی لڑکی امِ کلثوم جو فاطمہؓ سے متولد تھی اس کی عمر بن الخطاب سے نکاح اور شادی کر دی تھی؟ امّ کلثوم کی اماں سیدہ فاطمہؓ، نانی خدیجۃ الکبریٰ، نانا سردارِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) والد علیؓ شیرِ خدا، بھائی حسنین شریفین ہیں۔ تمام فضائل و مناقب کے مالک ہیں۔ اگر عمر بن الخطاب اس کام کے اہل اور لائق نہ ہوتے تو علی المرتضیٰؓ امّ کلثوم کو نکاح کر کے نہ دیتے۔"

(فضائل ابی بکر الصدّیق ص ۰ الابی طالب محمد بن علی العشاری مطبوعہ از جانب اصحاب المکتبۃ الدینیۃ السلفیۃ فی ملتان۔ طبعۃ الاولیٰ ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء۔ طبع فی مصر معہ رسائلِ اُخریٰ)

تکمید کا واقعہ

(۷) حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت الصدّیقؓ کے درمیان مودّت اور اخلاص کا ایک واقعہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ یہ واقعہ امام محمد باقرؒ سے کثیر النواء نے نقل کیا ہے امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ:

انّ بنی تیم و بنی عدی و بنی ھاشم کان غلٌّ بینہم فی الجاھلیّۃ فلمّا اسلم ھؤلآءِ القوم تحابّوا (نزع اللہ ذالک من قلوبہم) فاخذت ابابکر الخاصرۃ فجعل علیؓ کرم اللہ وجہہ یسخن یدہٗ (بالنار) فیکوی بہا خاصرۃ ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱) ریاض النضرۃ محب الطبری ج ۱ ص الباب الخامس بحوالہ ابن السمان فی الموافقۃ۔
(۲) درمنثور سیوطی، ج ۴ ص ۱۰۱ پارہ چہاردہم بحوالہ ابن ابی حاتم وابن عساکر تحت الآیۃ۔
(۳) تفسیر روح المعانی، ج ۱۴ ص ۵۸ تحت الآیۃ ونزعنا ما فی صدورہم۔

"اس واقعہ کا حاصل یہ ہے کہ امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ ہر سہ قبائل بنی تیم، بنی عدی، بنی ہاشم کے درمیان جاہلیت کے دور میں کشیدگی و عداوۃ رہتی تھی۔ جب یہ قبائل اسلام لے آئے تو یہ لوگ ایک دوسرے کے دوست اور شفیق بن گئے۔ اللہ نے ان لوگوں کے سینوں کو کینوں سے صاف کر دیا۔ حتیٰ کہ جب کبھی ابوبکر الصدیق کو کوکھ میں درد ہوتا یا پہلو میں درد ہوتا تو حضرت علی المرتضیٰ کوئی چیز گرم کر کے اپنے ہاتھوں سے ان کو تکمید اور ٹکور کرتے تھے۔" (فسبحان اللہ علی کمال مودتہم)۔

مسائلِ شرعی میں استدلال کرنا

(۸) اس کے بعد امام باقرؒ کے چند واقعات ہم ایسے نقل کرنا چاہتے ہیں جن میں انہوں نے شرعی مسئلہ کے لیے سیدنا ابوبکر الصدیقؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ اور ان کی آل کے واقعات کو بطورِ استدلال پیش کیا اور حجت شرعی کے طور پر استعمال کیا۔ نیز یہ چیز دینی اعتماد و ملی عقیدت کا بھی اظہار کرتی ہے جس سے ان کے باہمی اخلاص اور خلوص کا ثبوت ملتا ہے۔ اور رشتہ مودت اور مضبوط ہوتا نظر آتا ہے۔

(یکم) وجوبِ غسل

ابوجعفر الطحاوی نے امام محمد باقرؒ کا بیان ذکر کیا ہے کہ

.... حماد بن زید عن الحجاج عن ابی جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہما قال اجتمع المہاجرون انّہ ما اوجب علیہ الحد من الجلد و الرجم اوجب الغسل ابوبکر وعمر وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم"

(شرح معانی الآثار لابی جعفر الطحاوی جلد اول ص ۳۶ -
باب الذی یجامع ولا ینزل - طبع دہلی)

"حاصل یہ ہے امام محمد باقرؒ نے غسل کے موجبات کے بیان میں استدلال قائم کرتے ہوئے کہا ہے کہ مہاجرین ابوبکرؓ وعمرؓ بن الخطاب وعثمانؓ بن عفان وعلی المرتضیٰؓ نے اس چیز پر اجماع و اتفاق کیا ہے کہ جس وجہ سے ایک انسان کوڑوں و سنگساری کی سزا کے قابل ہو جاتا ہے اس وجہ سے اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے (مراد یہ ہے کہ فرج میں دخول پائے جانے سے غسل واجب ہو جاتا ہے)

فائدہ

(۱) اس مسئلہ کے اثبات میں اکابرینِ صحابہ خصوصاً خلفائے ثلاثہؓ کے قول و عمل سے استدلال قائم کرنا اور حجت و دلیل بنانا ان حضرات کے باہمی دینی اعتماد و اعتبار کے لیے بڑی قوی دلیل ہے اور ان کے ہم مذہب و ہم مسلک ہونے کا مستقل ثبوت ہے۔
(۲) نیز اس ذکر کی ترتیب سے ترتیبِ خلافت کا اشارہ بھی دستیاب ہوتا ہے۔

دوم - مزارعت

اسی طرح امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں تعلیقاً ایک مسئلہ محمد باقرؒ کا ذکر کیا ہے عبارت ذیل ہے۔

قال قیس بن مسلم عن ابی جعفر (باقر) قال ما بالمدینۃ اہل بیت ہجرۃ الا یزرعون علی الثلث و الربع و زارع علیؓ وسعد بن مالک و عبد اللہ بن مسعود و عمر بن عبد العزیز و القاسم (بن محمد) و

عروہ وآل ابی بکرؓ وآلِ عمرؓ وآل علیؓ وابن سیرین "

(الصحیح للبخاری تعلیقاً، ص ۳۱۳ ۔ نور محمدی دہلی
جلد اوّل ابواب الحرث والمزارعۃ)

"قیس بن مسلم کہتا ہے کہ امام باقر (ابو جعفر) کہتے ہیں کہ تمام اہلِ مدینہ (اپنی اپنی) زمین کو ثلث (تہائی) اور ربع (چوتھائی) پر دے کر مزارعت کیا کرتے تھے (مندرجہ ذیل لوگوں) نے اسی طرح مزارعت پر زمین دی ہوئی تھی ۔ علی المرتضیٰؓ سعد بن مالکؓ وعبداللہ بن مسعود وعمر بن عبدالعزیز وقاسم (بن محمد) وعُروہ وآل ابی بکرؓ وآلِ عمر وآل علیؓ ومحمد ابن سیرین "

مطلب یہ ہے کہ ان حضرات آل صدیق وآل عمرؓ وقاسم بن محمد وعروہ بن اسماء (یہ دونوں ابوبکر الصدیقؓ کے پوتے اور نواسے ہیں) کے عمل درآمد کے ساتھ مزارعت کے جواز پر امام محمد باقر نے استدلال قائم کیا ۔ یہ تمام واقعہ ان حضرات کے باہمی حسنِ عقیدت وحسنِ اخلاص اور ایک دوسرے پر دینی اعتماد کی شہادت دیتا ہے اور ان کے درمیان مذہبی مخالفت ودینی منافقت اور دائمی عداوت وغیرہ کے واقعات کی سخت تکذیب اور تردید کرتا ہے ۔ ناظرین کرام حق وانصاف کی تلاش کی خاطر ان حالات پر غور وفکر کریں ۔

سوم ۔ ریش کو رنگ کرنا

طبقات ابن سعد تذکرہ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ میں امام باقر کا واقعہ نقل کیا ہے اس میں مسئلہ خضابِ ریش ذکر ہے ۔ عبارتِ ذیل میں ملاحظہ فرماویں :

"قال زهير قال حدثنا عروة بن عبد الله بن قشير قال اتيتُ ابا جعفر وقد قصعتُ لحيتي فقال مالك عن الخضاب قال قلت

اكرهه في هٰذا البلد قال فاصبغ بالوسمة فاني كنت اخضب بها . .
. . . ثم قال ان اناسًا من حمقى قرائكم يزعمون ان خضاب اللحى حرام وانهم سألوا محمد بن ابي بكرؓ والقاسم بن محمد قال الزهير اُنبئت من غيري عن خضاب ابي بكرؓ فقال كان يخضب بالحناء والكتم فهٰذا الصدّيق قد خضب قال قلت الصدّيق قال نعم ورب هٰذه القبلة والكعبة انه الصدّيق "

(طبقات ابن سعد تذکرہ ابی بکر ۔ جلد ۳، ص ۱۵۰ قسم اوّل طبع لیدن یورپ)

"حاصل یہ ہے کہ عروہ بن عبداللہ کہتا ہے کہ امام باقرؒ سے میں ملا میری ریش سفید ہو رہی تھی ۔ انہوں نے فرمایا کہ اپنی ریش کو رنگ کیوں نہیں کر لیا ؟ میں نے کہا کہ اس شہر میں ڈاڑھی کو رنگدار کرنا ناپسند جانتے ہیں تو فرمانے لگے کہ وسمہ کے ساتھ ریش کو رنگ کر لے ۔ میں بھی وسمہ سے رنگ کیا کرتا ہوں ۔
. . . . . . پھر فرمایا کہ تمہارے قاریوں میں جو نادان لوگ ہیں وہ کہتے ہیں کہ ریش کو رنگ کرنا حرام ہے ۔ اور ان لوگوں نے **محمد بن ابی بکر یا قاسم** بن محمد سے ابوبکر الصدیقؓ کے خضاب کرنے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ابوبکر الصدیق حناء (مہندی) اور کتم (کلف) کے ساتھ ڈاڑھی رنگدار کرتے تھے ۔ میں نے محمد باقرؒ کو کہا کہ آپ ان کو "الصدیق" کہتے ہیں ؟ انہوں نے کہا کہ ہاں مجھے ربّ کعبہ وقبلہ کی قسم وہ یقیناً صدیق ہیں !"

مطلب یہ ہے ایک تو خضابِ ریش کے مسئلہ میں صدیق اکبرؓ کے عمل کے ساتھ استدلال کیا ۔ دوسرا یہ کہ ابوبکرؓ کے لقبِ صدیق کو حلف اُٹھا کر ثابت کیا کہ وہ بلاشبہ صدیق ہیں ۔

چہارم :- تلوار کو زیور لگانا

حلیۃ الاولیاء ابو نعیم اصفہانی اور کشف الغمہ علی بن عیسیٰ اربلی دونوں کتابوں میں
امام محمد باقرؒ کا یہ واقعہ درج ہے :-

"..... یونس بن بکیر عن ابی عبد اللہ الجعفی عن عروۃ بن عبد اللہ
قال سألت ابا جعفر محمد بن علیؒ عن حِلیۃ السیف ؟ فقال لا بأس
بہ قد حلّی ابو بکر الصدّیق سیفہٗ قال قلت وتقول الصدّیق قال
فوثب وثبۃً و استقبل القبلۃ ثم قال نعم الصدّیق ، فمن لم
یقل لہ الصدّیق فلا صدّق اللہ لہ قولاً فی الدنیا و الآخرۃ "

(۱) حلیۃ الاولیاء لابی نعیم اصفہانی جلد ثالث ص ۱۸۵ تذکرہ محمد باقرؒ
طبع مصر -

اس کا حاصلِ ترجمہ یہ ہے کہ عُروہ مذکور کہتا ہے کہ مَیں نے محمد باقرؒ سے تلوار
کے زیور کے متعلق مسئلہ دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ ابوبکر الصدّیق اپنی
تلوار کو زیور سے آراستہ کیے ہوتے تھے - عُروہ کہتا ہے کہ مَیں نے امام باقرؒ کو
کہا کہ آپ بھی ابوبکرؓ کو "الصدّیق" کے لفظ سے یاد کرتے ہیں ؟ تو محمد باقرؒ
برجستہ کھڑے ہو گئے ، رو بقبلہ ہو کر فرمانے لگے ہاں وہ صدّیق ہیں جو ان کو
صدّیق کے لقب سے یاد نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے قول کو دنیا و آخرت
میں سچا نہ کرے "

گذارش ہے کہ روایت اپنے مفہوم میں واضح تر ہے کسی تشریح کی محتاج نہیں -
(۱) ایک تو مسئلہ زیور میں امام باقرؒ نے صدّیق اکبرؓ کے فعل سے استدلال قائم کیا -
(۲) دوسرا صدّیق کے لقب شریف کی بڑی تاکید و اہمیت بیان کی ہے - بلکہ جو اس

مبارک لقب سے نہ پکارے اس کے حق میں وعید شدید کی (سبحان اللہ) ناظرین کرام
بار بار غور فرماویں کہ حضرت علیؓ کی اولاد نے ان مسائل کو کس طرح صاف و بے غبار
کر کے پیش کیا ہے -

دوسری عرض ہے کہ (حلیۃ السیف) کی روایت صرف اہلِ سُنّت علماء و سُنّی تصانیف
میں ہی نہیں پائی گئی بلکہ یہ شیعہ کی مناقب کی مشہور و معروف کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ
الائمہ (از علی بن عیسیٰ الاربلی) ج ۲ ص ۳۶۰ (مطبوعہ جدید ایرانی مع ترجمہ فارسی المناقب) پر
موجود ہے اور اس مقام میں کشف الغمہ کے الفاظ نعم الصدّیق ، نعم الصدّیق ، نعم الصدّیق
تین بار امام باقرؒ نے تکرار کر کے فرماتے ہیں - اور اس روایت پر کسی قسم کا کوئی نقد و جرح
وغیرہ نہیں کی اور نہ ہی رد کیا ہے - پس یہ اس بات کی علامت ہے کہ شیعہ علماء کے ہاں
یہ روایت درست ہے -

البتہ قاضی نور اللہ شوستری نے احقاق الحق میں پہلے نمبر پر حلیۃ السیف والی روایت
کا کتاب کشف الغمہ میں منقول ہونے کا انکار کیا ہے (کہ یہ روایت کشف الغمہ میں
نہیں ہے) - خیر یہ چیز تو کذبِ صریح اور دروغِ بے فروغ ہے اس لیے کہ کشف الغمہ کے
متعدد ایڈیشنوں میں خود بندہ نے بھی دیکھی ہے اور جو اس وقت کشف الغمہ مع ترجمہ
فارسی تازہ مطبوعہ ایرانی ہمارے سامنے ہے اس میں بھی ج ۲ ص ۳۶۰ پر موجود ہے - ہر
شخص کتاب ہذا اٹھا کر دیکھ سکتا ہے - بہر حال یہ بات قاضی نور اللہ کی سو فیصد غلط تھی -

اور دوسرے نمبر پر قاضی نور اللہ نے اس روایت کا وہ جواب دیا ہے جو ہر سوال
کے جواب میں تریاقِ مجرّب ہے یعنی تقیہ شریفہ -

مطلب یہ ہے کہ امام پاک نے مجبور و مقہور و مغلوب ہو کر یہ کلام لوگوں کے سامنے
کر ڈالی -

(اِنّا للّٰہ و اِنّا اِلیہ راجعون)

ایک خیانت

استدلالِ مسائل کے اختتام پر شیعہ علماء مترجمین کی کارکردگی آپ کے علم میں لانا مناسب ہے۔ وہ اس طرح ہے کہ کشف الغمہ مذکور کا تازہ ترجمہ فارسی میں ایران سے کتاب ہذا کے ساتھ شائع ہو کر آیا ہے۔ اس ترجمہ فارسی میں ان روایات (مثلاً حلیۃ السیف ولدنی ابوبکر مرتین وغیرہ) کا ترجمہ نہیں دیا بلکہ ان کا ترجمہ ترک کر دیا ہے۔ تاکہ جو لوگ عربی دان نہیں ہیں وہ ان خاص خاص چیزوں پر مطلع ہی نہ ہو سکیں۔ یہ ہے مذہب کے لیے دیانت داری اور امانت داری۔ اہلِ علم کی توجہ کے لیے یہ عرض کر دیا گیا۔

فضیلت کا اقرار

(۹) مسائل میں استدلالات کے بعد اب امام باقرؒ کا وہ قول ذکر کیا جاتا ہے کہ جو "احتجاجِ طبرسی" میں فاضل طبرسی شیعی ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب نے نقل کیا ہے۔ محمد باقرؒ فرماتے ہیں کہ:

"لستُ بمنکرٍ فضلَ ابی بکرؓ ولست بمنکر فضل عُمَرؓ ولکنّ ابابکر افضل من عمرؓ"

(احتجاج الطبرسی ص۲۳۰ تحت احتجاج ابی جعفر بن علی الثانی فی انواع الشتّٰی من علوم الدینیّہ۔ طبع مشہد عراق)

(یعنی مجھے ابوبکرؓ کی فضیلت سے انکار نہیں ہے اور نہ مجھے عمر بن الخطاب کی فضیلت سے انکار ہے لیکن ابوبکر عمرؓ سے افضل ہیں")

مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں بزرگوں کی فضیلت و منقبت کے مُقر اور تسلیم کرنے والے ہیں۔ کسی ایک کی قدر و منزلت سے انکار نہیں لیکن ان میں اپنی جگہ فرقِ مراتب ہے اس طرح کہ صدیق اکبرؓ عمر فاروقؓ سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ یہ وہ روایت ہے جو شیعہ کے معتبر علماء نے اپنی معتبر تصنیف میں درج کی ہے۔ گویا جو فضائل و مناقب کی

روایات ہم نے اہلِ سُنّت کی کتابوں سے نقل کی ہیں۔ اس روایت نے ان سب کی تائید و تصدیق کر دی ہے کہ آلِ نبی و اولادِ علیؓ کے یہ بیانات شیخینؓ کے حق میں بالکل درست ہیں ان اکابر میں باہمی مؤدّة و محبّت ہر مقام پر موجود ہے کسی قسم کی عداوت و دشمنی حقوق کا ضیاع وغیرہ ان میں ہرگز نہیں پایا گیا۔

یہاں پر امام محمد باقرؒ کے اقوال و بیانات ہم ختم کرتے ہیں۔ محمد باقرؒ کی ایک روایت یا ان کا ایک بیان وہ بھی قابلِ ملاحظہ ہے جو ہم نے قبل ازیں (مالی حقوق کے بیان میں) علامہ نور الدین سمہودی سُنّی اور ابن ابی الحدید شیعی کے الفاظ میں سابقاً ذکر کر دیا تھا۔ اس کو دوبارہ دیکھ لیں۔ اِس طریقہ سے امام باقرؒ کے جمیع بیانات پر ایک نظر یکجا ہو سکے گی۔

فرموداتِ امام جعفر صادقؒ

امام محمد باقرؒ کی مرویات کے بعد اب ان کے صاحبزادے جعفر صادق سے منقول روایات پیش کی جاتی ہیں جن میں سیّدنا ابوبکر الصدّیقؓ خلیفۂ اوّل کے متعلق عقیدت و فضیلت کا اظہار مختلف طرق سے پایا جاتا ہے۔ بیشتر چیزیں صدّیق اکبرؓ کے لیے مخصوص منقول ہیں۔ بعض چیزیں ابوبکر الصدّیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ دونوں کے حق میں مشترکہ منقول ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ کچھ اشیاء "رحماء بینہم" کے حصّۂ فاروقی میں درج ہونگی۔

(۱) ابو طالب عشاری نے اپنے فضائل میں جعفر صادق کی باسند روایت ذکر کی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

. . . . . ثنا عقبۃ بن مکرم ثنا ابن عیینۃ ثنا جعفر بن محمد عن ابیہ قال کان اٰل ابی بکر الصدّیقؓ یدعون علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "اٰل محمد"

(فضائل ابی بکر الصدّیق ص ۸ لابی طالب العشاری)

سیّدنا جعفر صادقؒ محمد باقرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ابوبکر الصدیق کی آل کو آلِ محمدؐ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

(۲)۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حفص بن غیاث انہ سمعہ یقول (جعفر الصادق) ما ارجو من شفاعۃ علیٍّ شیئاً الا و انا ارجو من شفاعۃ ابی بکرٍ مثلہ لقد ولدنی مرتین۔ توفی سنۃ ۱۴۸ھ "

(۱) تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد اوّل تذکرہ جعفر صادق۔
ج ۱ ص ۱۵۷۔ طبع حیدر آباد دکن)
(۲) تہذیب التہذیب جلد ثانی ص ۱۰۴۔ ذکر جعفر صادق لابن حجرؒ۔

"یعنی حفص بن غیاث نے امام جعفر صادقؒ سے سنا کہ فرماتے تھے جتنا قدر میں اپنے دادا علی المرتضیٰؓ سے شفاعت کی توقع رکھتا ہوں ٹھیک اُتنا قدر ہی مجھے ابوبکر الصدیقؓ سے سفارش اور شفاعت کی اُمید ہے۔ تحقیق ابوبکرؓ نے مجھے دو بار جنا اور جعفر صادق کی وفات ۱۴۸ھ میں ہوئی۔"

کلمہ ولدنی ابوبکرؓ مرتین کی تشریح و توضیح عنقریب انساب کی فصل میں آرہی ہے۔ ذرا انتظار فرماویں۔ رشتہ داریوں کی تفصیلات کے لیے مستقل فصل مرتب کرنا زیر تجویز ہے۔ اس فصل کے بعد متصلاً وہ فصل شروع ہو رہا ہے۔ (ان شاء اللہ)

(۳)۔ ۔ ۔ ۔ قال علی بن الجعد عن زہیر بن معاویۃ قال ابی لجعفر بن محمد ان لی جاراً یزعم انک تبرأ من ابی بکرؓ و عمرؓ فقال جعفر برئ اللہ من جارک و اللہ انی لارجو ان ینفعنی اللہ بقرابتی من ابی بکرؓ "

"حاصل یہ ہے کہ زہیر اپنے باپ سے ذکر کرتا ہے کہ اس نے جعفر صادقؒ کو کہا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے وہ کہتا ہے کہ آپ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں سے اظہار برأۃ کیا کرتے ہیں تو امام جعفر صادق نے فرمایا کہ تیرے ہمسایہ اور پڑوسی سے

اللہ بری ہوا اللہ کی قسم میں امید کرتا ہوں کہ قرابت و رشتہ داری کی وجہ سے جو ہم کو ابوبکرؓ کے ساتھ حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں (قیامت میں) نفع دیگا۔"
(تہذیب التہذیب، ج ۲ ص ۱۰۴۔ تذکرہ جعفر صادق بن محمد باقر)

(۴) ۔ عن جعفر وقد سئل عن ابی بکرؓ و عمرؓ فقال اتبرأ ممن تبرأ منہما فقیل لہ لعلک تقول ھذا تقیۃ فقال اذًا انا بریٌ من الاسلام و لا نالتنی شفاعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعنہ قال ما ارجو من شفاعۃ علیٍّ الا و انا ارجو من شفاعۃ ابی بکر مثلہ۔

و عنہ انہ قال اللہ بریٌ ممن بریٌ من ابی بکرؓ و عمرؓ۔ و عنہ قد قیل لہ ان فلانا یزعم انک تبرأ من ابی بکرؓ و عمرؓ؟ فقال جعفر اللہ بریٌ منہ انی لارجو ان ینفعنی اللہ بقرابتی من ابی بکرؓ۔

(الریاض النضرۃ باب ذکر ما روی عن جعفر بن محمد
ج ۱ ص ۵۹۔ بحوالہ ابن السمان فی الموافقۃ)

"ہر چہار روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جعفر صادق سے شیخینؓ کے متعلق سوال کیا گیا۔ امام نے فرمایا کہ جو شخص ان دونوں سے اپنی برأت ظاہر کرتا ہے میں ایسے شخص سے بالکل بَری ہوں۔ کسی نے کہا کہ آپ شاید یہ کلمات بطورِ تقیّہ کے فرما رہے ہوں تو فرمایا اگر میں یہ کلام تقیّہ کے طور پر کروں تو میں اسلام سے بَری ہوں اور مجھے شفاعتِ پیغمبرؐ ہی نصیب نہ ہو۔"

اور امام سے یہ بھی مروی ہے۔ فرمایا کہ جتنا قدر مجھے علی المرتضیٰ سے سفارش کی امید ہے اُتنا قدر ہی مجھے ابوبکرؓ سے بھی شفاعت کی توقع ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ سے بری و بیزار ہو اللہ تعالیٰ اس سے بری ہوں۔ کسی شخص نے امام کو کہہ دیا کہ فلاں شخص کہتا ہے کہ آپ ابوبکرؓ و عمرؓ سے تبرّی و بیزاری

کرتے ہیں۔ امام جعفرؒ نے فرمایا کہ جو ایسا کہتا ہے اللہ اس سے بری ہوں۔ مجھے ان کی قرابت داری کی وجہ سے انتفاع اور نفع کی امید ہے۔"

(اور اس خاندان کی صدیقی خاندان کے ساتھ رشتہ داری کی وضاحت عنقریب آرہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ)۔

(۵)۔ ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوری نے اپنی کتاب "معرفۃ علومِ حدیث" کے نوع سابع عشر میں فضیلت صدیقی کا ذکر کیا ہے۔ اسی ضمن میں امام جعفر کا قول وہاں درج ہے لکھتے ہیں کہ :۔

—— ومن اولاد البنات جعفر بن محمد الصادق وکان یقول ابوبکر جدّی افیسبّ الرجل جدّہٗ لا قدّمنی اللہ ان لم اقدّمہٗ۔"

(معرفۃ علوم حدیث للحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ ص ۵۱ (نوع سابع عشر) حیدرآباد دکن)

"اس کا حاصل یہ ہے کہ امام صادق فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکر تو میرے جد ہیں۔ کیا کوئی شخص اپنے آباؤ اجداد کو دشنام دے سکتا ہے؟ اگر میں ان کو مقدم نہ سمجھوں تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی (کسی مقام پر) مقدم نہ کرے۔"

امام کا یہ مذکور قول "احقاق الحق"[1] میں قاضی نور اللہ شوستری مرعشی نے نقل کرنے کے بعد

---

[1] قولہ احقاق الحق الخ ناظرین کی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ پہلے شیعوں کے فاضل ابن مطہر الحلّی متوفی ۷۲۶ھ نے ایک کتاب "کشف الحق ونہج الصدق" تحریر کی تھی۔ کشف الحق کا جواب علامہ فضل اللہ بن روزبہان بن فضل اللہ شیرازی اصفہانی نے ۹۰۹ھ میں لکھا۔ یہ بزرگ شافعی المسلک سنّی تھے اس تصنیف کا نام "ابطال نہج الباطل" ہے۔ پھر "ابطال نہج الباطل" کا رد قاضی نور اللہ شوستری مرعشی شیعی (مقتول ۱۰۱۹ھ در عہد جہانگیری) نے "احقاق الحق" کے نام سے لکھا ہے (احقاق الحق شوستری کی سات جلدوں میں مکتبۂ اسلامیہ تہران کی طرف سے تازہ شائع ہو کر آئی ہے۔ السید شہاب الدین نجفی کی تعلیقات سے مرصّع ہے۔ اس سے قبل مصر وغیرہ میں دو جلدوں میں شائع ہوئی تھی۔ (منہ)

اس کی تردید کی بڑی کوشش کی ہے۔ آخر الحیل وہی پرانا حربہ استعمال فرمایا ہے لکھتا ہے کہ کسی شخص نے امام پر سبِّ ابی بکر کا الزام لگایا تو امام دفع تہمت کے طور پر اس سے ادنیٰ اور کم درجہ کی کلام کس طرح کر سکتے تھے؟

(سوق الحدیث صریح فی صدورہ علی وجہ التقیۃ الخ (۱) احقاق الحق جلد اول ص ۷۔ طبع مصر (۲) احقاق الحق ص ۱۵ طبع تہران)

سیاقِ کلام تصریح کر رہی ہے کہ یہ کلام تقیّہ کی بنا پر امام نے کی ہے۔"

ناظرینِ کرام خود انصاف فرمائیں۔ امام صاحب کا فرمان صاف صاف بتلا رہا ہے کہ آباؤ اَجداد کو گالی کوئی نہیں دیتا۔ وہ (یعنی ابوبکر) تو میرے جدِ امجد ہیں ان کو کیسے سبّ کر سکتا ہوں؟ یہ عجیب بزرگ فرما رہے ہیں کہ امام نے تقیّہ کر کے کہا ہے۔

اگر یہ تقیّہ مانا کہ اس طرح تمام ہے تو ان کی رشتہ داری (یعنی ابوبکر الصدّیق کا جعفر صادق کے لیے دوہرا نانا ہونا جیسا کہ عنقریب مفصّل ذکر آتا ہے) بھی تقیّہ کی وجہ سے ہو گئی تھی؟ جو رشتے دیئے وہ بھی؟ جو رشتے لیے وہ بھی سب کے سب تقیّۃً ہوتے؟ کون مسلمان یہ تسلیم کر سکتا ہے؟ یہ رشتوں کا لینا دینا اوپر اوپر سے ہوتا رہا، حقیقتًہ نہیں ہوا؟

ایک اور روایت

(۱)۔ احقاق الحق میں قاضی نور اللہ نے امام جعفر صادقؒ سے ایک اور روایت نقل کی ہے اس میں بھی امام موصوف نے سیّدنا ابوبکر الصدیقؓ اور سیّدنا عمر فاروقؓ کی توصیف و تعریف اور منقبت کمال درجہ کی ذکر کی ہے۔ ناظرین کے لیے درج کی جاتی ہے :۔

...... انہ سأل رجل من المخالفین عن الامام الصادق علیہ السّلام فقال یا ابنَ رسولِ اللہ ما تقول فی حق ابی بکرؓ وعمرؓ فقال علیہ السّلام امامان عادلان قاسطانِ کانا علی الحق، وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیامۃ۔ (۱) احقاق الحق، قاضی نور اللہ طبع مصری ج اقدیم ص ۱۶۔

(۲) احقاق الحق مع تعلیقات نجفی، طبع تہرانی، ج ا ص ۷، سن طباعت ۱۳۷۶ھ

"اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مخالفین (یعنی اہل السنۃ والجماعۃ) میں سے ایک شخص نے جعفر صادقؒ سے ابوبکرؓ و عمرؓ کے متعلق سوال کیا تو امام موصوف نے جواباً فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں (تمام اہلِ اسلام) کے امامؑ تھے۔ دونوںؑ عدل کرنے والے اور انصافؑ کرنے والے تھے۔ دونوںؑ حق پر قائم رہے اور حقؑ پر ہی اُن کا خاتمہ ہوا۔ پس ان پر اللہ تعالیٰ قیامت میں رحمتؑ نازل فرمائے۔"

ناظرین کے سامنے اصل روایت کی عبارت اور ترجمہ پیش کر دیا گیا۔ امام کی عبارت شیخینؓ کی بہت بڑی فضیلت و منقبت صاف صاف بیان کر رہی ہے۔ کوئی مغلق عبارت و پیچیدہ کلام نہیں جس کی تشریح و توضیح کی ضرورت پیش آئے۔ لیکن شیعہ علماء کو خدا خیر سمجھائے۔ اس عبارت مذکورہ کی ایسی توجیہیں کر ڈالی ہیں جن کو سن کر خدا کے فرشتے بھی حیران ہوں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

؎ تاویل بڑھ کے اَقْرَب بِالْکُفر ہو گئی
کچھ بھی نہیں ہے شیخ تیرے علم و فن سے دُور

اس عبارت کو توڑ مروڑ کر جو تاویلیں انہوں نے کی ہیں وہ اہلِ علم رجوع فرما کر خود ملاحظہ کریں۔

اصل ان کا جواب تقیہ بلیّہ ہے۔ باقی جوابات تو مضحکہ خیز اور مسخرہ پن سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ اور تقیہ میں ان کے سب دردوں کی دوا ہے اور ان کی سب بیماریوں کی شفا ہے۔ اگرچہ تقیہ کی وجہ سے ائمہ کرام کی پوزیشن نہایت داغدار ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس بات کی ان دوستوں کو کوئی پرواہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔

شیعہ روایت

(۷) — فروع کافی جلد دوم کتاب المعیشۃ میں امام جعفر نے ابوبکر الصدیقؓ، ابوذر غفاریؓ اور سلمان فارسیؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی توصیف میں یہ کلام کیا ہے کہ

"فَمَنْ اَزْهَدُ مِنْ هٰؤُلَآءِ وَقَدْ قَالَ فِيهِم رسول الله صلّى الله عليه وآله ما قال"

(فروع کافی جلد دوم کتاب ص ۳۲، المعیشۃ۔ طبع لکھنؤ)

"یعنی ان تینوں بزرگوں سے (امت میں سے) کون زیادہ زاہد و تارک الدنیا ہے؟ اور حضور علیہ السلام نے ان کے حق میں جو فرمان دیا ہے وہ اپنی جگہ ہے"

معلوم ہوا کہ ترکِ دنیا اور زہد کے مقام پر ابوبکر الصدیقؓ کا اوّل نمبر ہے اور یہ ان کی فضیلت ائمہ کے ذریعہ اُمت کو معلوم ہوتی۔

شیعہ روایت:

(۸) ذیل میں جعفر صادق کی وہ روایت درج ہے جو سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شیعی متوفی ۴۰۶ھ نے کتاب الشافی میں کتاب المغنیؒ سے ذکر کی ہے:-

——— والمروی عن جعفر بن محمد انّه كان يتولّاهما و يأتی القبر فيسلّم عليهما مع تسليمه على رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ روی ذالک عباد بن صهيب وشعبة بن الحجاج ومهدی بن هلال والدارردی وغيرهم۔

(۱) کتاب الشافی ص ۲۳۸ طبع قدیم بمعہ تلخیص ...

(۲) شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید شیعی، جزء سادس سر الفصل الثالث، ص ۳۰۶ طبع قدیم ایرانی۔ و شرح نہج البلاغہ حدیدی طبع بیروتی، ج ۴ ص ۱۴۰، جلد رابع الفصل الثالث بحث فدک۔

"یعنی جعفر صادقؒ ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں کے ساتھ دوستی اور مودّۃ رکھتے تھے
اور جس وقت حضور نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلّم (کی قبر شریف پر) سلام و تسلیمات
عرض کرنے کے لیے حاضر ہوتے تو ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبور پر بھی سلام کہتے تھے۔
اس چیز کو عباد بن صہیب، شعبہ بن حجاج، مہدی بن ہلال دارو ردی وغیرہ وغیرہ
لوگوں نے روایت کیا۔"

ناظرین کرام کی آگاہی کے لیے عرض ہے کہ تقیہّ کے سوا روایت ہذا کا بھی کوئی معقول جواب نہیں پیش کر سکے۔ آخر الحیل ان کے پاس تقیہّ ہے۔

(۹) ۔ امام جعفر صادقؒ کے بیانات کے بعد آخر میں امام موسیٰ رضاؒ کی ایک روایت نقل کرنا مناسب خیال کیا ہے جو انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کرام سے مرفوعاً نقل کی ہے حضور علیہ السّلام کا فرمان ہے:

. . . . عن الحسن بن علیؑ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ
ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان
منی بمنزلۃ الفواد۔"

(۱) کتاب معانی الاخبار لابن بابویہ القمی ص ۱۱۰ طبع ایرانی
قدیم طبع ۔ الشیخ الصدوق متوفی ۳۸۱ھ)
(۲) تفسیر حسن عسکری تحت آیۃ اَوَکُلَّمَا عَاھَدُوْا عَھْدًا نَّبَذَہٗ
فَرِیْقٌ الخ پارہ اوّل۔

"مطلب یہ ہے کہ امام حسنؓ نے فرمایا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم
نے کہ ابوبکرؓ میرے ہاں بمنزلہ کان کے ہیں اور عمرؓ میرے نزدیک بمنزلہ آنکھ کے
ہیں اور عثمانؓ میرے ہاں بمنزل دل کے ہیں۔"

ان حضرات کی توقیر و تعظیم و فضیلت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے ائمہ کے

ذریعہ منقول ہے اور معتبر روایات کی وساطت سے مذکور رہے۔ اس کے بعد اب مزید کونسی شہادات کی کمی ہے جس کو نقل کیا جائے؟

ائمہ کے فرمودات اور بیانات کے بعد اب ہمارا ارادہ ہے کہ ان ہر دو خاندانوں کے درمیان جو تعلقات رشتہ داری کے ذریعہ قائم ہیں ان کو بھی مسلمانوں کے سامنے یکجا کر کے پیش کر دیا جائے۔ اہلِ علم تو پہلے سے ہی ان کو جانتے اور پہچانتے ہیں۔ اب ذرا عوام کو بھی واقفیت کرا دی جائے تاکہ ہر ایک کی معلومات میں اضافہ ہو سکے اور مزید غور و خوض کا موقعہ بھی میسّر ہو جائے۔

فصل (۶)

فصل ششم میں ان دونوں خاندانوں (بنی ہاشم، آل ابی طالب اور قبیلۂ صدیق اکبرؓ) کے روابط رشتہ داری کی صورت میں جو تاریخ اسلامی میں پائے جاتے ہیں وہ ذکر کرنے کا قصد ہے۔ ان کی رشتہ داری کے تعلقات معلوم کر لینے سے ان شبہات کا خود بخود ازالہ ہو جاتا ہے جو لوگوں نے بے اصل اور غیر صحیح روایات کے ذریعہ عوام تک پہنچا دیئے ہیں۔ ایک خاندان کا دوسرے خاندان کے ساتھ جب رابطۂ نسبی قائم ہو جاتا ہے تو وہ افراد باہمی قریب تر ہونے کی وجہ سے بہ نسبت دوسرے افراد اور دیگر لوگوں کے اپنے خانوادہ کے حالات اور واقعات سے نہایت اچھی طرح واقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان تعلقات کی بہتری اور روابط کی درستگی پر خاندانی قرابت کی وساطت سے خوب ضیا افشانی ہوگی اور بہترین روشنی پڑیگی۔

طبقات وتراجم اور رجال وانساب کی کتابوں سے مندرجۂ ذیل رشتے دستیاب ہوتے ہیں۔ ملاحظہ فرما دیں:۔

اوّل

سب سے اوّل حضرت عائشہ صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کا تعلق زوجیت تحریر کیا جاتا ہے۔ احترام واکرام اور تبرک دونوں حیثیات سے اس رشتہ کو بہ نسبت دوسروں کے مقدم لانا لازم ہے۔

حضرت ابوبکر الصدیقؓ بن ابی قحافہ نے اپنی صاحبزادی عائشہ مکرمہ (جن کی ماں کا نام

اُمِ رومان ہے) کا نکاح حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ یہ نکاح مکہ میں کر دیا گیا اور اس کی رخصتی مدینۂ طیّبہ میں ہوئی تھی۔

اس مبارک نکاح اور مبارک رشتہ کے لیئے کسی حوالۂ کتابی پیش کرنے کی حاجت نہیں۔ یہ رشتہ تمام مسلمانوں کے نزدیک مسلّم اور صحیح ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ فریقین اہل السُّنۃ والجماعۃ واہلِ تشیّع حضرات کی کتابوں میں اس نکاح کے متعلق کوئی اختلاف کوئی نزاع موجود نہیں۔ سب درست تسلیم کرتے ہیں۔

اس رشتہ کی وجہ سے سردار انبیاء ابوبکر الصدیقؓ کے داماد ہوئے اور ابوبکر الصدیقؓ حضور سرور کائنات کے سُسرال ہوئے۔ اور عائشہ صدیقہؓ ام المومنین ہوئیں۔ اور یہاں تمام اُمتِ مُسلمہ کی ماں ہیں وہاں حضرت علیؓ کی اور حضرت فاطمہؓ اور دیگر دختران رسولؐ کی بھی قابلِ صد احترام ماں ہیں۔ قرآن مجید اس مسئلہ کے لیے شاہدِ عادل ہے۔ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ (اس نبی کے تمام ازواج تمام مومنوں کی مائیں ہیں)۔

دوم

دوسرے مقام پر اسماء بنتِ عُمیس خثعمیّہ کی رشتہ داری کا تعلق درج کیا جاتا ہے۔

ناظرین کرام پر واضح ہو کہ:

(۱) اسماء بنت عُمیس کے متعلق ہم نے سابقاً کچھ مختصر سا ذکر (حضرت فاطمہؓ کے حالات میں) کیا ہے۔ اب مزید کچھ حالات یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔ پہلے تو یہ اسماء جعفر بن ابی طالب (حضرت علیؓ کے حقیقی برادر)، جو جعفر طیّار کے نام سے مشہور ہیں ان کی بیوی تھی ان کا غزوۂ موتہ میں شہادت (جو ۸ھ میں ہوئی تھی) کے بعد حضرت ابوبکر الصدیقؓ کے نکاح میں آئیں۔ یہ حضرت علیؓ کی بھاوج ہیں اور حضور علیہ السلام کی سالی ہیں اور وہ نبوت کا دورِ مقدس تھا۔ لہٰذا واضح امر ہے کہ یہ نکاح حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور حضرت علیؓ کی

اجازت و رضامندی کے بغیر ہرگز نہ ہُوا ہوگا۔ جعفر طیارؓ کے اسماء سے دو بچے ہوئے جن کا نام عبداللہ و محمد ہے۔ اور ابوبکر الصدیقؓ کا ایک بچہ اسماء سے ہُوا تھا جس کا نام محمدؒ ہے۔ پھر صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد اسماء کا نکاح حضرت علی المرتضیٰؓ سے ہُوا۔ علی المرتضیٰ کے اسماء سے دو بچے ہُوئے، ایک کا نام عون بن علی ہے اور دوسرے کا نام یحییٰ بن علی ہے۔ اس طریقہ سے جعفر طیارؓ و صدیق اکبرؓ و علی المرتضیٰ کی وہ اولاد جو اسماء سے ہوئی وہ سب آپس میں ماں جنے بھائی ہیں۔ ان کا باہمی مادر زاد بھائی ہونا یہ ایک مستقل برادرانہ نسبت ہے۔

(۲) دوسرے نمبر پر یہ عرض ہے کہ اسماء بنت عُمیس کی تقریباً نو عدد ماں جائی بہنیں ہیں یعنی خواہرانِ مادر زاد ہیں۔ انہیں کو اخوات الاُم کہا جاتا ہے۔ ایک تو اُم المومنین میمونہ بنت الحارث کی اسماء بہن ہے۔ دوسرا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی بیوی اُم الفضل لبابہ بنت الحارث کی اسماء بہن ہے تیسرا حضرت حمزہؓ سید الشہداء کی بیوی سلمیٰ بنت عُمیس کی اسماء بہن ہے پس اس ذریعہ سے حضور علیہ السلام نبی مقدس رسولِ معظم اور حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب اور حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب ان تمام حضرات کے یے صدیقؓ کی بیوی اسماء بنت عُمیس سالی ہوئی۔ اور یہ تمام بزرگ اور صدیق اکبرؓ باہم ہم زلف ٹھیرے۔ یہ تمام چیزیں نسبی اعتبار سے بڑی اہم ہیں۔

(۳) ان تمام روابطِ رشتہ داری کے ساتھ ساتھ حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کی خدمات اسماءؓ بنت عُمیس اس دور میں ادا کرتی رہیں جس زمانہ میں وہ ابوبکر الصدیقؓ خلیفۂ اوّل کی بیوی تھیں۔ ان کے حبالۂ نکاح کے دوران میں اسماء نے یہ ساری خدمات سرانجام دیں۔ ان حالات اور ان واقعات کی روشنی میں ناظرین کرام تدبّر و تفکّر کریں کہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت ابوبکرؓ الصدیق کے باہمی مناقشات، منازعات، مقاطعات قائم دائم رہنے کی کوئی سبیل ہو سکتی ہے؟ عدل و انصاف سے کام لے کر جو حق بات نظر آئے اس کی حمایت فرما دیں۔

—— واضح ہو کہ اسماء بنت عُمیس کے یہ لیسی تعلقات مندرجہ ذیل کتابوں میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ زیادہ فرصت نہ ہو تو صرف ان کتابوں کا مطالعہ کافی ہوگا۔

(۱) "کتاب المحبّر" لابی جعفر بغدادی، ص ۱۰۶، ۱۰۷، اور ص ۴۴۲-۴۴۳-۴۴۴

(۲) "الاستیعاب" لابن عبدالبرّ ذکر اسماء بنت عُمیس، ج ۴ ص ۲۳۱-۲۳۲۔ معہ اصابہ، طبع مصری۔

(۳) "اسد الغابہ" لابن اثیر الجزری، جلد ۵ ص ۳۹۵، ذکر اسماء ہذا طبع تہران۔

اور شیعہ علماء و مجتہدین نے بھی اسماء بنت عُمیس کے احوال بڑے عمدہ درج کیے ہیں۔ تفصیلات کا یہ موقع نہیں ہے۔ ناظرین کی تسلی کی خاطر چند ایک عبارتیں شیعہ دوستوں کی نقل کی جاتی ہیں۔ مندرجہ احوال کا صرف ایک فریق کی طرف سے ہی مذکور رہنا نہ تصوّر کیا جائے بلکہ فریقِ ثانی بھی ان چیزوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

صاحب کشف الغمۃ (علی بن عیسیٰ الاربلی شیعی) نے (بحث تزویج علیؓ با سیدہ فاطمہؓ) میں اسماء بنت عُمیس کا حال مختصر الفاظ میں درج کیا ہے۔ لکھتا ہے کہ:

(۱)

(اسماء ہذہ امرأۃ جعفر بن ابی طالب علیہ السلام وتزوجہا بعدہ ابوبکر فولدت لہ محمداً و ذالک بذی الحلیفۃ فخرج مخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی مکۃ فی حجۃ الوداع فلما مات ابوبکرؓ تزوجہا علی بن ابی طالب علیہ السلام فولدت لہ الخ

(کشف الغمۃ، ص ۵۰۰، ۵۰۱، جلد اوّل مع ترجمہ فارسی طہرانی طبع۔ مع ترجمۃ المناقب از علی بن حسین زواری)

فارسی ترجمہ از ترجمۃ المناقب:۔

"(اسماء بنت عُمیس) اوّلا زنِ جعفر بن ابی طالب بود بعد از شہادتِ جعفر

ابوبکرؓ او را خواستہ محمد بن ابی بکرؓ از او متولد شد و ایں در ذی الحلیفہ بود کہ پیغمبرؐ از آں جا بمکہ رحلت فرمود در حجۃ الوداع۔ و چوں ابوبکرؓ وفات کرد امیرالمومنین علیؓ او را خواست و از او فرزند شد۔"

(ترجمۃ المناقب برحاشیہ کشف الغمہ ص ۷۰۰-۱۰۰ جلد اوّل طبع جدید طہرانی)

(۲)

صدی یازدہم کے مجتہد ملا محمد باقر مجلسی نے اپنی آخری تصنیف "حق الیقین" (بحث فدک و مشاجرت شیخین درباب قتل علیؓ) میں اسماءؓ کے متعلق لکھا ہے کہ:

"اسماء بنت عمیس کہ دراں وقت زنِ ابوبکر بود و سابقاً زنِ جعفر طیارؓ و از شیعانِ حیدر کرار بود۔"

(۱) مجالس المومنین قاضی نوراللہ شوستری مجلس چہارم تحت تذکرہ محمد ابی بکرؓ۔

(۲) حق الیقین ص ۱۱۹ از ملا باقر صاحب طبع مطبع جعفری واقع لکھنو مطبوعہ ۱۳۰۳ھ قدیم طبع۔ تحت مشاجرۂ شیخین درباب قتل علیؓ۔

(۳)

اب شارح نہج البلاغہ صاحب درۃ النجفیہ فاضل ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی شیعی نے "درۂ نجفیہ" میں اسماء بنت عمیس کا تذکرہ کیا ہے وہ بھی ملاحظہ فرما دیں لکھا ہے کہ

"ام محمد هی اسماء بنت عميس وكانت تحت جعفر بن ابی طالب وهاجرت معه الی الحبشة فولدت له عبد الله بن جعفر وقتل عنها يوم موتة فتزوجها ابوبكر فاولدها محمداً ثم لما مات عنها تزوجها علیؓ وكان محمد ربيبه . . . . . وكان علیؓ عليه السلام يقول محمد ابنی من ظهر ابی بكرؓ. الخ"

(درۂ نجفیہ ص ۱۱۳ مطبوعہ ایران قدیم طبع تحت من کلام له عليه السلام لما قلد محمد بن ابی بکر مصر فملکت عليه فقتل الخ)

"حاصل کلام یہ ہے کہ محمد بن ابی بکرؓ کی ماں کا نام اسماء بنت عمیس ہے جعفر بن ابی طالب کے نکاح میں تھی اور اس نے جعفر کے ساتھ ہجرتِ حبشہ کی پس ایک بچہ عبداللہ نامی متولد ہوا۔ پھر دو غزوہ موتہ میں فوت ہو گئے تو ابوبکرؓ نے اس سے نکاح کیا اور محمد نامی لڑکا پیدا ہوا پھر جب ابوبکرؓ فوت ہو گئے تو علی رضی اللہ عنہ نے اس سے شادی کر لی اور پہلا لڑکا محمد وہ علی المرتضیٰ کے پاس رہا اور ان کا ربیب (یعنی بے پالک) کہا جاتا تھا حضرت علیؓ پیار کے طور پر اس کو فرمایا کرتے کہ ابوبکرؓ کی پشت سے میرا بیٹا محمد ہے۔"

سوم

اب تیسرے نمبر پر مندرجہ ذیل رشتہ داری پیش کی جاتی ہے۔ عام ناظرین شاید اس سے قبل مطلع نہ ہوں۔

ایک چیز تو یہ ہے۔ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ اپنی زوجہ قریبۃ الصغریٰ کی وجہ سے سردارِ دو عالم نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زلف ہیں۔ ام سلمہؓ (ام المومنین) بنت ابی امیہ بن مغیرہ کی بہن قریبۃ الصغریٰ بنت ابی امیہ بن مغیرہ ہے فلہذا عبدالرحمن کے لیے اُم المومنین ام سلمہؓ سالی ہوتی ہیں۔

دوسری یہ چیز قابلِ ذکر ہے کہ عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کی قریبۃ الصغریٰ زوجہ سے لڑکی متولد ہوئی اس کا نام حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکر ہے۔ پھر اس کا نکاح المنذر بن زبیر بن عوام سے ہوا۔ پھر اس کے بعد حسین بن علی بن ابی طالب کے نکاح میں آئی۔ پھر اس کے بعد عاصم بن عمر بن خطاب کے نکاح میں آئی۔ بس اتنا فرق موجود ہے کہ بعض نے سیدنا حسین کے نکاح میں آنا مقدم ذکر کیا ہے بعض نے منذر کے نکاح میں آنا پہلے درج کیا ہے عبارات ذیل

ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔ و سالفہ (النبی صلی اللہ علیہ وسلم) عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدّیقؓ۔ خلف علی تربیتہ الصغریٰ بعد معاویۃ فولدت لہٗ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن۔"

(کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی ص ۱۰۲)

(۲)۔ حفصۃ بنت عبد الرحمٰن (بن ابی بکر الصدیق) ۔ ۔ ۔ ۔ زوجتھا ایّاہ (المنذر بن زبیر بن عوّام) فولدت لہٗ عبد الرحمٰن وابراھیم وقریبۃ ثم خلف علیھا بعد المنذر حسین بن علی بن ابی طالب و تدروت حفصۃ عن ابیھا وعن عمّتھا عائشۃؓ وعن خالتھا ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلّم سماعا۔"

(طبقات ابن سعد جزء ثامن ص ۳۴۴ طبع لیدن یورپ
تذکرہ حفصہ بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدّیقؓ)

(۳) و تزوّجت حفصۃ بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدّیقؓ الحسین بن علی بن ابی طالب ثم عاصم بن عمر بن الخطاب ثم المنذر بن الزبیر۔"

(کتاب المحبّر لابی جعفر بغدادی ص ۴۴۸ طبع دکن)

"حاصل یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ کی پوتی (حفصہ مذکورہ) سیدنا حسین بن علیؓ کے نکاح میں تھی۔ پس ان تمام مندرجات سے ثابت ہوا کہ خاندانِ صدیقی اور خاندان بنی ہاشم کی رشتہ داریاں باہمی قائم تھیں جو دونوں خاندانوں کے بزرگوں کے تعلقات اور مراسم کو واضح کرتی ہیں۔"

چہارم

اس کے بعد مزید ایک نسبی تعلق ان دونوں خاندانوں کے درمیان ذکر کرنا مناسب خیال

کیا ہے۔ اہلِ علم قبل ازیں اس سے واقف ہونگے۔ عام ناظرین کو شاید اس کا علم نہ ہو تو اب خاص و عام سب کو واقفیتِ عامہ ہو جائے گی اس لیے یہ رشتہ ذکر کیا جاتا ہے

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق اور حضرت علی المرتضیٰ کے پوتے علی بن الحسین (زین العابدین) آپس میں خلیرے بھائی ہیں یعنی باہمی دونوں خالہ زاد برادر ہیں۔ شاہِ فارس یزدجرد[1] کی لڑکیوں کی اولاد ہیں۔ ایک لڑکی محمد بن ابی بکر کے نکاح میں تھی، دوسری لڑکی حضرت حسینؓ کے نکاح میں تھی۔ ان دونوں بہنوں سے

---

[1] قولہٗ شاہ فارس یزدجرد ۔ الخ اہلِ علم کی آگاہی کے لیے عرض ہے کہ بنات یزدگرد کا فاروقی عہدِ خلافت میں محبوس ہو کر آنا اور حضرت علیؓ کی تحویل میں ہو کر ان صاحبزادگان میں تقسیم ہونا وغیرہ وغیرہ اس روایت پر اس دور کے بعض علماء نے نقد و جرح کی ہے جو اچھی خاصی وزنی ہے اور لائقِ توجہ ہے۔

بنا بریں ہم اس واقعہ کو بشرطِ صحت وعلیٰ سبیل التسلیم فرض کر کے ذکر کر رہے ہیں۔ اس لیے کہ اوّلاً اس میں یہ گنجائش باقی ہے کہ یہ لونڈیوں (یعنی آما) کا واقعہ پیش آیا ہو لیکن فاروقی دور کا نہ ہو، مابعد کے زمانہ کا ہو۔ نیز یہ بھی محتمل ہے کہ یہ لونڈیاں (باندیاں) بناتِ یزدگرد نہ ہوں بلکہ کسی دوسرے مفتوحہ علاقے کے قبائل سے تعلق رکھتی ہوں بحیثیت آما (لونڈیاں) ان صاحبزادوں کو عنایت کی گئی ہوں۔ یہ چیز بعید از قیاس اور دور از واقعات نہیں ہے یعنی اصل واقعہ درست ہو لیکن رواۃ کی طرف سے اس کی متعلقہ تشریحات و تفصیلات میں خلط ملط کر دیا گیا ہو۔ ثانیاً یہ عرض ہے کہ شیعہ کے معتبر علماء نے ان دونوں (قاسم بن محمد و علی بن الحسین) کے خالہ زاد برادر ہونے کے واقعہ کو تسلیم کر کے بغیر نقد و جرح کے اس کو اپنے ہاں درج کیا ہے۔ پس ہم اس رشتہ کو بطور الزام کے اور ان کے ہاں مسلّم ہونے کی حیثیت سے پیش کر سکتے ہیں۔ شیعہ حوالہ جات مندرجہ بالا نقل در نقل نہیں ہیں۔ براہِ راست ہمارے مشاہدہ کیے ہوئے ہیں۔ نیز اس واقعہ کے متعلق شیعہ اکابرین کے مزید اقوال بھی ہمیں معلوم ہیں جو اس سے مفصّل ہیں۔ اگر ضرورت معلوم ہوئی تو حصّہ فاروقی میں انہیں پیش کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (منہ)

یہ اولاد ہوئی جو آپس میں خالہ زاد بھائی ہیں۔

اہل سنّت علماء کی کتابوں (مثلاً تاریخ ابن خلکان، تذکرہ علی بن الحسین جلد اول ص ۳۲ طبع قدیم اور تہذیب التہذیب لابن حجر عسقلانی جلد ثالث ص ۴۳۸، تذکرہ سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب، طبع دکن) وغیرہ میں یہ واقعہ اپنی ضروری تفصیل کے ساتھ موجود ہے لیکن ہم نے صرف ان دونوں محمد بن ابی بکر کے بیٹے قاسم اور امام حسینؓ کے بیٹے زین العابدینؒ کے خالہ زاد ہونے کو لیا ہے۔ باقی مزید تفصیل کچھ چھوڑ دی ہے۔ حصہ فاروقی میں اگر مناسب ہوا تو شاید پوری تفصیل ماخوذ کی جائے۔

اور شیعہ کے معتبر علماء نے اپنی معتبر تصانیف میں اس رشتہ کو صحیح تسلیم کر کے درج کیا ہے۔ چند ایک حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) شیخ مفید متوفی ۴۱۳ھ، اپنی تصنیف "الارشاد" میں لکھتا ہے کہ:

"فبعث الیہ ابنتی یزدجرد بن شہریار بن کسریٰ فنحل ابنہ الحسن علیہ السلام شاہ زنان منہما فاولدہا زین العابدین علیہ السلام ونحل الاخری محمد بن ابی بکر فولدت لہ القاسم بن محمد بن ابی بکر فہما ابنا خالۃ"

(۱) الارشاد للشیخ محمد بن محمد بن النعمان الملقب بالمفید متوفی ۴۱۳ھ ص ۲۳۷ ذکر علی بن الحسینؒ مطبوعہ تہران سن طباعت ۱۳۷۷ھ

(۲) کشف الغمہ جلد ثانی (علی بن عیسیٰ اربلی) مع ترجمۃ المناقب فارسی ج ۲ ص ۲۷۶ طبع جدید سن طباعت ۱۳۸۱ھ طبع ایرانی)

(۳) مجالس المؤمنین مجلس پنجم میں قاضی نوراللہ نے محمد بن ابی بکر کے تذکرہ میں بھی اس تعلق نسبی کو ذکر کیا ہے

. . . . قاسم پسر خالۂ امام زین العابدین بود و مادر او دختر یزدجرد شہریار آخر پادشاہان عجم بود الخ (مجلس پنجم مجالس المؤمنین فارسی طبع ایران)

(۴) ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں ذکر قصہ شہر بانو مادر علی بن الحسین کے تحت مذکورہ خالہ زاد ہونا دونوں بزرگوں کا مستقل درج کیا ہے لکھتا ہے کہ "پس قاسم با امام زین العابدین خالہ زاد ہستند" الخ

(جلاء العیون فارسی حالات زین العابدین تحت قصہ شہر بانو طبع تہران سن طباعت ۱۳۱۱ھ)

(۵) شیخ عباس قمی نے منتہی الآمال جلد دوم باب ششم فصل اول در ولادت و اسماء و القاب زین العابدین میں ذکر کیا ہے۔ الفاظ ذیل ہیں . . . .

. . . . "حضرت علی را کہ شاہ زنان نام داشت بحضرت امام حسین علیہ السلام داد و حضرت امام زین العابدینؒ از وبہم رسید و دیگرے را بمحمد بن ابی بکر داد و قاسم جد مادری حضرت صادق علیہ السلام از او بہم رسید پس قاسم با امام زین العابدین خالہ زاد بودہ اند"

(منتہی الآمال جلد دوم ص۳ باب ششم فصل حالات زین العابدین ولادت و القاب۔ مطبوعہ تہران ۱۳۷۹ھ)

ان تمام حوالہ جات میں سنّی علماء کے ہوں یا شیعہ مجتہدین کے، سب سے یہی ثابت ہوا ہے کہ قاسم بن محمد (صدیق اکبرؓ کا پوتا) اور علی المرتضیٰؓ کا پوتا زین العابدین ہر دو باہمی خالہ زاد برادر ہیں۔ اس میں کسی قسم کا اشتباہ نہیں۔

پنجم

اب دونوں خانوادوں کے درمیان وہ رشتہ پیش کیا جاتا ہے جو تمام اہل اسلام کے نزدیک تسلیم شدہ ہے اور فریقین کے ہاں اس میں کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں دیکھا گیا۔ وہ رشتہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر الصدیقؓ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کی لڑکی جو ام فروہ

کی کُنیت کے ساتھ مشہور ہے (بعض عُلماء نے اس کا نام فاطمہ لکھا ہے اور بعض نے اس کا نام قریبہ ذکر کیا ہے) یہ امام محمد باقرؒ کے نکاح میں تھیں اور اُمّ فروہ سے امام جعفر صادقؒ متولّد ہُوئے اور ایک ان کا بھائی عبد اللہ نامی بھی اس اُمّ فروہ سے پیدا ہُوا

نیز واضح ہو کہ پھر ام فروہ کی ماں اور باپ دونوں صدّیقی ہیں۔ ماں کا نام اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدّیقؓ ہے اور والد کا نام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدّیقؓ ہے۔ حاصل یہ ہے ابوبکر صدّیقؓ کی پوتی اور پوتا دونوں کی شادی ہوئی، ان سے امِ فروہ پیدا ہوئی جو جعفر صادقؒ کی ماں ہے۔ اسی بنا پر جعفر صادق فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ نے مجھے دو بار جنا ہے یعنی میرے دوہرے نانا ہیں (ولدنی ابوبکر مرتین)۔ ابوبکر الصدّیقؓ میرے جد (من الام) ہیں (جس طرح کہ عنقریب حوالہ جاتِ ذیل میں ذکر ہو رہا ہے)۔ کوئی شخص اپنے جد کو بُرا بھلا کہہ سکتا ہے؟

اب اس مسئلہ پر پہلے اہل السُّنّۃ عُلماء کے صرف چند حوالہ جات نمونہ کے طور پر ذکر کیے جائیں گے اس کے بعد شیعہ اکابر و مجتہدین کے فرمودات درج ہونگے تاکہ مسئلہ ہذا پختہ ہو جائے اور قابلِ انکار نہ رہے۔

(۱) طبقات ابن سعد جلد خامس تذکرہ امام محمد باقرؒ میں مذکور ہے ۔ ۔ ۔

"فولد ابو جعفر، جعفر بن محمد و عبد اللہ بن محمد و امھما ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدّیق" الخ

(طبقات ابن سعد جلد ۵، ص ۲۳۵
طبع لیدن - یورپ قدیم طبع)

(۲) طبقات خلیفہ ابن خیاط میں لکھا ہے کہ:

۔ ۔ ۔ و جعفر بن محمد بن علی بن الحسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب امّہ ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدّیقؓ یکنّی ابو عبد اللہ

توفی سنۃ ثمان و اربعین و مائۃ (۱۴۸ھ)

(کتاب الطبقات ص ۲۶۹ - الطبقۃ السادسۃ لامام ابی عمر خلیفہ ابن خیاط شباب العصفری المتوفی ۲۴۰ھ)

(۳) ابن قتیبہ دینوری ۲۷۶ھ نے اپنی کتاب المعارف میں لکھا ہے کہ:

۔ ۔ ۔ فاما محمد بن علی (یعنی محمد باقر بن زین العابدین) فکان یکنّی ابا جعفر وکان لہ فقہ ومات بالمدینۃ (۱۱۷ھ) فولد محمد جعفر بن محمد وعبد اللہ بن محمد امھما ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر و امھا اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر"

(المعارف لابن قتیبہ دینوری تحت اخبار علی بن ابی طالبؓ
ص ۹۴ - سن طباعت ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۵ء - مصری)

ان ہر سہ حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"امام محمد باقرؒ (جن کی کنیت ابوجعفر ہے) کی اولاد اپنی زوجہ محترمہ اُمِّ فروہ سے جعفر اور عبد اللہ پیدا ہُوئی۔ اور ام فروہ کا والد قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدّیق ہے اور ام فروہ کی ماں عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدّیق کی لڑکی اسماء ہے۔ محمد باقر فقیہ مدینہ تھے ان کی وفات ۱۱۷ھ میں مدینہ طیّبہ میں ہوئی۔ اور ان کے لڑکے جعفر صادق کا انتقال ۱۴۸ھ میں مدینہ منوّرہ میں ہُوا"

اہل سنّت علماء نے یہاں جہاں امام محمد باقرؒ اور جعفر صادقؒ کا تذکرہ تراجم اور رجال اور طبقات کی کتابوں میں درج کیا ہے وہاں یہ رشتہ مذکورہ منقول پایا جاتا ہے۔ ہم نے صرف چند قدیم علماء کے حوالوں پر اکتفا کر دینا مناسب سمجھا۔ زیادہ نقل کی حاجت نہیں ہے

اب شیعی مجتہدین کے قرائن بھی ملاحظہ فرما دیں، موجبِ اطمینان ہوگا۔
رشتہ ہذا کے متعلق شیعہ علماء و مجتہدین کے فرمودات ملاحظہ فرمائیں:

(۱) - شیعی فاضل نوبختی نے اپنی کتاب "فرق الشیعۃ" میں امام جعفر صادق کے احوال میں نقل کیا ہے:

"... و توفی صلوات اللہ علیہ بالمدینۃ فی شوال سنۃ ثمان واربعین ومائۃ وھو ابن خمس وستین سنۃ وکان مولدہ فی سنۃ ثلاث وثمانین ودفن فی القبر الذی دفن فیہ ابوہ وجدہ فی البقیع وامہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر وامھا اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر"

(کتاب فرق الشیعہ از ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی من اعلام القرن الثالث للہجرۃ۔ مطبع حیدریہ نجف عراق۔ سن طباعت ۱۳۷۹ھ / ۱۹۵۹ء)

(۲) اصول کافی میں فاضل کلینی نے مولد امام جعفر صادق میں درج کیا ہے کہ:

"... امہ ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر وامھا اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر"

اور فاضل خلیل قزوینی نے الصافی شرح اصول کافی میں اس کا ترجمہ ان لفظوں میں کیا ہے کہ

"... و مادرش ام فروہ دختر قاسم بن محمد بن ابی بکر بود و مادر ام فروہ اسماء دختر عبد الرحمٰن بن ابی بکر بود۔"

(الصافی شرح اصول کافی مبحث ہشتم کہ باب صد و ہفدہم مولد ابی عبد اللہ، ص ۱۴۴، کتاب الحجۃ جزو سوم حصہ ۲۔ طبع نول کشور لکھنؤ)

(۳) "کشف الغمہ" میں علی بن عیسیٰ اربلی شیعی متوفی ۶۸۷ھ نے امام جعفر صادق کے حالات و فضائل و کمالات میں لکھا ہے:

"... وامہ ام فروۃ واسمھا قریبۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق وامھا اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق

ولذالک قال جعفر علیہ السلام ولقد ولدنی ابو بکر مرتین۔ ولد عام الجحاف سنہ ثمانین (۸۰ھ) ومات سنۃ ثمان واربعین ومائۃ (۱۴۸ھ)۔"

(کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ علی بن عیسیٰ الاربلی مع ترجمۃ المناقب جلد ثانی، ص ۳۷۸۔ طبع جدید تہران تبریز۔ سن طباعت ۱۳۸۱ھ)

(۴) - عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب میں مشہور فاضل انساب سید جمال الدین بن احمد المعروف ابن عنبۃ متوفی ۸۲۸ھ نے امام جعفر صادق کے نسب و دیگر کوائف متعلقہ کے موقع میں تحریر کیا ہے:

"... امہ ام فروۃ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر وامھا اسماء بنت عبد الرحمٰن بن ابی بکر ولہذا کان الصادق علیہ السلام یقول ولدنی ابوبکر مرتین[1] ... قد ولد سنۃ ۸۳ھ و توفی سنۃ ۱۴۸ھ وقیل سنۃ ۱۴۷ھ"

(۴) "عمدۃ الطالب" ص ۱۹۵، المقصد الاول تذکرہ عقب محمد باقر مطبوعہ نجف اشرف عراق۔ سن طباعت ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۱ء

(۵) تنقیح المقال عبد اللہ مامقانی ص ۷۳، باب الہمزۃ من فصل النساء۔ طبع نجف اشرف)

---

[1] قولہ ولدنی ابوبکر الخ۔ اہل علم کے فائدہ کے لیے عرض ہے کہ امام جعفر صادق کا یہ قول کشف الغمہ و عمدۃ الطالب کی طرح احقاق الحق شوستری قاضی نور اللہ میں بھی موجود ہے نور اللہ نے فاسی روزبہان سے یہ نقل کیا ہے "در تشبیہ شہر بنیہ" کے سوا کوئی جواب معقول نہیں بنا سکے۔ یہی تقیہ سب دردوں کی دوا اور شفا ہے اور بس۔ احقاق الحق مطبوعہ السعادۃ مصر (سن طباعت ۱۳۳۶ھ) ج ۱ ص ۷ ملاحظہ کریں اور احقاق الحق طبع جدید مطبوعہ تہران ص ۲۹-۳۰ اور ص ۶۷-۶۸ جلد اول (سن طباعت ۱۳۷۶ھ) معاینہ کیا جاسکتا ہے۔ منہ

(۶) کتاب منتہی الآمال شیخ عباس قمی جلد دوم، باب ہشتم۔ فصل در بیان ولادت و اسم و لقب و احوال والدۂ آنحضرت (امام جعفر صادقؒ) ص ۱۲۰ - ۱۲۱ طبع تہران۔ (سن طباعت ۱۳۸۰ھ) میں بھی امّ فروہ امام جعفر صادق کی مائی صاحبہ کا ذکر بغیر ابوبکر الصدیقؓ کی اولاد ہونے کی صورت میں مذکور ہے۔"

اِن حوالہ جات پیش کردہ کا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱)۔ امام جعفر صادق ولد امام باقر کی ولادت سن اسّی یا تراسی ہجری (۸۰ھ/۸۳ھ) میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔

(۲)۔ اور آپ کی وفات سن ہجری (۱۴۸ھ) میں مدینہ طیبہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

(۳)۔ آپ کی والدہ کی کنیت (ام فروۃ) ہے بعض نے ان کا اصل نام قریبہ لکھا ہے۔ اُمِّ فروۃ ابوبکرؓ کے پوتے قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کی لڑکی ہے اور ام فروہ کی ماں ابوبکرؓ کی پوتی ہے اس کا نام اسماء دختر عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ہے یعنی امّ فروہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی نواسی ہے۔

(۴)۔ اور امام جعفر صادقؒ کہا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ نے مجھے دوبار جنا ہے اس لیے کہ ان کی اماں جان ام فروۃ کے ابوبکر دادا بھی ہیں اور نانا بھی ہیں۔"

خلاصہ اور ثمرۂ مرتّب

اس فصل میں ہم نے پانچ عدد نسبی تعلقات ہر دو خاندان کے ذکر کیے ہیں اور یہ رشتے مسلّمات میں سے ہیں۔ دونوں فریقین کے نزدیک درست اور صحیح ہیں اور یہ تاریخی حقائق ہیں۔ مختلف فیہ مسائل نہیں ہیں۔

(۱)۔ دنیا جانتی ہے کہ قبائل کی باہمی رشتہ داری ایک دوسرے کو قریب تر کرنے اور نزدیک تر رکھنے کا مستقل ذریعہ ہوتی ہے۔ یہ ایک نفسیاتی اور فطری اصول ہے جو ہمیشہ سے شریف خاندانوں میں کارفرما چلا آتا ہے۔ یہ کوئی بحث و مباحثہ کے طریقہ سے منقح اور صاف کرنے کی چیز نہیں ہے۔ ہمیشہ سے ہر ملک میں تمام شریف اقوام و باعزت قبائل میں یہ دستور و اصول جاری و ساری ہے کہ آپس کی رشتہ داریاں قبیلے کے افراد کو قریب تر کرتی ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ مالوف و مانوس کرتی ہیں۔

(۲) جب ان ہر دو خانوادوں میں نسبی روابط مدتہائے دراز سے چلے آرہے ہیں تو فطری طور پر اس امر کا مضبوط تر قرینہ ہیں کہ ان کے اکابر (صدیق اکبرؓ، علی المرتضیٰ۔ سیّدہ فاطمہؓ) کے درمیان کوئی مناقشہ اور کوئی منازعہ اس قسم کا نہیں پیش آیا جس میں انہوں نے ایک دوسرے کے بنیادی حقوق ضائع کر ڈالے ہوں یا ایک دوسرے کے حق میں "فتنہ و فساد" کی بنیاد قائم کر دی ہو یا ایک دوسرے کی بے حرمتی و بے عزتی کر کے شرارۃ و عداوۃ کا طوفان کھڑا کر دیا ہو۔

(۳) اور بالفرض والتقدیر ان حضرات اکابر میں کوئی اس قسم کے شر و فساد کی آتش سُلگ رہی تھی تو ان لوگوں کی اولاد سے وہ کیسے مخفی رہ گئی اور جلد تر وہ کیسے فراموش ہو گئی۔

ایک دوسرے کی زبانی تعریف غرض کی بنا پر وقتی طور پر ہو سکتی ہے لیکن نسبی روابط تو نسلاً بعد نسلٍ مدتہائے دراز تک چلتے رہتے ہیں۔ ان میں وقتی مصلحت اور دفع الوقتی کا شُبہ ہرگز متصور نہیں ہو سکتا جس کو "تقیۂ شریفہ" کے عنوان سے بعض لوگ یاد کرتے ہیں۔

اہلِ فہم و فکر حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ بعد از وفاتِ نبوی کی داستانیں جن میں مظالم دکھلائے جاتے ہیں اور ستم و ظلم کی کہانی سنائی جاتی ہے ان کو بھی پیشِ نظر رکھیں اور ادھر یہ تعلقات دائمی اور ہمیشگی کے روابط کو سامنے لاکر موازنہ کریں۔ جو حق بات معلوم ہو اور واقعات کے مطابق نظر آئے اس کی حمایت فرما دیں۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے۔

فصل (۷)

فصل ہٰذا میں یہ ذکر ہوگا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد شریف میں سیّدنا ابوبکر الصدیقؓ اور سیّدنا عمر فاروقؓ اور سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اسماءِ گرامی پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک مستقل باہمی ربط و تعلق کی علامت ہے۔

(۱) اول تو جس شخص کے ساتھ انس و تعلق ہو اس کا نام اولاد میں رکھنا بہتر سمجھا جاتا ہے اور جس آدمی کے متعلق انقباض اور نفرت ہو اس کا نام اپنے گھرانہ میں کیا بلکہ اپنے حلقۂ اثر میں بھی کوئی پسند نہیں کرتا۔

(۲)۔ دوم یہ کہ مشہور مشہور نام لوگ اپنے اپنے قبائل میں بطور یادگار و یادداشت کے جاری رکھتے ہیں تاکہ ان مشاہیر کا ذکرِ خیر قبیلہ میں قائم رہے۔

(۳)۔ سوم۔ گاہے گاہے اپنے گذشتہ بزرگانِ قوم کے اسماء قبائل میں تبرک کی صورت میں اجراء کیے جاتے ہیں۔ یہ چیزیں عام معاشرہ میں مروّج ہیں، کسی دلیل کی محتاج نہیں ہیں۔ ان فوائد و مصالح پر نظر کرنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرات خلفاءِ ثلاثہؓ کے ساتھ بنی ہاشم اور آلِ ابی طالب کو پوری محبت و عقیدت تھی اور ان کا احترام و اکرام ملحوظِ خاطر تھا جس کی بنا پر یہ اسماءِ متبرکہ اپنے ہاں مروّج کیے۔

نیز یہ کوئی اتفاقیہ واقعہ نہیں ہے جو ایک روز پیش آیا اور ختم ہو گیا بلکہ یہ تو نسباً بعد نسبٍ جاری و ساری رہا ہے۔ اور آج بھی تاریخِ اسلامی کے اوراق پر یہ اسماءِ گرامی بطورِ شاہد کے ایک دوسرے کے حق میں حُسنِ سلوک اور عقیدت مندی کی شہادت دے رہے ہیں۔

اس کے بعد ہم پہلے اپنی اہل السنۃ کی کتابوں سے نمونہ کے طور پر صرف چند ایک حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ استیعاب پیش کرنا مقصود نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد شیعہ احباب کی کتب سے ان اسماء کو تائیداً و تصدیقاً نقل کیا جائے گا۔ ناظرین کرام کو مسئلہ ہذا کے استحسان کرنے میں سہولت ہوگی۔ نیز حوالہ جات ہذا میں اختصار عبارت ملحوظ رکھا جائے گا۔

خلفاء ثلاثہ کے اسماء

اولاد علی المرتضیٰ میں

(۱) ابوعبداللہ المصعب بن عبداللہ الزبیری متوفی ۲۳۶ھ نے اپنی کتاب "نسب قریش" مطبوعہ دار المعارف مصر میں حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد شمار کی ہے وہاں ذکر کیا کہ:

"..... عمرؓ بن علی ورقیۃ، وھما توأم - امھما الصہباء .... من سبی خالد بن الولید وکان عمر آخر ولد علی بن ابی طالب"

"..... العباسؓ بن علیؓ ..... اِخوتہ لابیہ وامّہ بنو علی، وھم عثمانؓ وجعفرؓ وعبدؓ اللہ - فَقُتِل اِخوتہ قبلہ۔"

(کتاب نسب قریش، ص ۴۳ - ذکر اولاد علی بن ابی طالب)

(۲) اور ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری متوفی ۲۷۶ھ نے اپنی مشہور کتاب المعارف ص۹۲ پر بحث خلافت علی بن ابی طالب میں حضرت علیؓ کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے ان کے اسماء تحریر کیے ہیں:

"..... الحسنؓ والحسینؓ ومحسناؓ ..... ومحمداؓ ..... وعبیدؓ اللہ و ابابکرؓ ..... وعمرؓ ..... ویحییٰؓ وجعفرؓ والعباسؓ وعبد اللہ الخ"

(کتاب المعارف لابن قتیبۃ الدینوری ص۹۲ مطبوعہ مصر طبعۃ الاولیٰ تحت ولد علیؓ بن ابی طالب)

(۳) ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم اندلسی متوفی ۴۵۶ھ نے اپنی معروف کتاب جمہرۃ انساب العرب مطبوعہ مصر ص ۳۷-۳۸ بحث اولاد علی بن ابی طالبؓ میں ذکر کیا ہے:

"الحسن ابا محمد الحسین ابا عبداللہ والمحسن ابا عبداللہ .... وعمر امّہ الصہباء .... والعباس .... ابوبکر وعثمان وجعفر وعبد اللہ وعبید اللہ ومحمد الاصغر ویحییٰ ....

.... وقتل ابوبکر وجعفر وعثمان والعباس مع اخیہم الحسینؓ ..."

(جمہرۃ الانساب لابن حزم ص ۳۷-۳۸ طبع مصری بر بحث جلد اوّل - ذکر اولاد امیر المومنین علیؓ)

ان ہر سہ حوالہ جات مندرجہ بالا کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"مصعب زبیری نے حضرت علیؓ کے لڑکوں کو شمار کرتے ہوئے چوتھے نمبر پر عمر بن علی کو ذکر کیا ہے۔ عمر بن علی اور صاحبزادی رقیہ بنت علی یہ دونوں بھائی بہن آپس میں توأم یعنی جڑویں جنے ہوئے تھے۔ ان کی ماں کا نام الصہباء ہے۔ خالد بن ولید اس کو قید کر کے لائے تھے اور عمر بن علی حضرت علیؓ کے لڑکوں میں آخری لڑکا ہے اور پھر پانچویں نمبر پر عباسؓ بن علی ہے اور عثمانؓ بن علی۔ جعفرؓ بن علی۔ عبداللہ بن علی یہ تینوں ماں باپ کی طرف سے سگے ہیں اور یہ تینوں اپنے برادر عباس بن علی سے قبل کربلا میں شہید ہوئے تھے۔

(نسب قریش، ص ۴۳ - طبع مصر - سن طباعت ۱۹۵۳ء)

ابن قتیبہ دینوری نے اولاد علی المرتضیٰ میں ابوبکر بن علی کو چھٹے نمبر پر اور عمر بن علی کو ساتویں نمبر پر درج کیا ہے۔

(معارف ابن قتیبہ دینوری، ص ۹۲ طبع مصری - سن طباعت ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۵ء)

ابن حزم نے جمہرۃ انساب العرب میں اولاد علیؓ کے تحت پانچویں نمبر پر عمر بن علی کو

شمار کیا ہے اور اس کی ماں کا نام الصہباء ہے۔ اور ساتویں نمبر پر ابوبکر بن علی اور آٹھویں نمبر پر عثمان بن علی کو ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابوبکر و عثمان و جعفر و عباس یہ تمام برادران حسین اپنے بھائی حسین کے ساتھ کربلا میں شہید ہوتے تھے۔"

(جمہرۃ انساب العرب ص ۳۷، ۳۸ جلد اول
طبع مصری۔ سن طباعت ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء)

سیدنا امام حسن بن علی المرتضیٰ کی اولاد میں شیخین ابوبکر الصدیق و عمر فاروق کے اسماء ملاحظہ ہوں

(۱) مصعب زبیری نے کتاب "نسب قریش" میں امام حسنؓ کے لڑکے شمار کرتے ہوئے یوں تحریر کیا ہے:

...... وعمر بن الحسن۔ والقاسم۔ وابابکر لاعقب لهما قتلا بالطف الخ......

(نسب قریش ص ۵۰ طبع مذکور)

(۲)۔ ابن قتیبہ دینوری نے "المعارف" میں اولاد حسن بن علی المرتضیٰؓ کے تحت لکھا ہے کہ

"فولد الحسن حسناً امّه خولة ...... وزيداً ..... وعمر ..... والحسين الاثرم .... وطلحة الخ"

(المعارف لابن قتیبہ دینوری، ص ۹۲
ذکر خلافت علی بن ابی طالبؓ۔ مذکور)

(۳)۔ اور ابن حزم نے جمہرۃ الانساب میں یہ مسئلہ درج کیا ہے کہ:

"ولد امير المومنين الحسن بن عليؓ الحسن بن الحسن ..... وزيد بن الحسن ... وعمر والحسين والقاسم وابوبكر وطلحة ... وعبدالرحمن وعبد الله الخ ...... فاما عبدالله والقاسم وابوبكر فانهم قتلوا مع عمهم الحسين رضي الله عنهم" (جمہرۃ الانساب لابن حزم ص ۳۸-۳۹ طبع مصری
تحت اولاد امام حسن بن علی المرتضیٰؓ)

مندرجہ حوالہ جات کا حاصل یہ ہے کہ سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ کی اولاد کا ذکر کرتے ہوئے مصعب زبیری نے تیسرے نمبر پر عمر بن الحسن کو ذکر کیا ہے اور چوتھے نمبر پر القاسم بن حسن کو اور پانچویں درجہ میں ابوبکر بن الحسن ذکر کیا ہے۔ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ صاحبزادے قاسم اور ابوبکر (پسران حسن) کی اولاد باقی نہیں رہی اور یہ دونوں بھائی کربلا میں شہید ہو گئے تھے اور ابن قتیبہ دینوری نے معارف میں عمر بن الحسن کو تیسرے درجہ پر نقل کیا ہے اور چار بھائی ان کے دوسرے بھی ذکر کیے ہیں حسن (مثنّی)، بن حسن۔ زید۔ حسین اثرم۔ طلحہ الخ۔

اور ابن حزم نے جمہرۃ میں امام حسنؓ کے نو لڑکے ذکر کیے ہیں۔ ان میں تیسرے نمبر پر عمر بن حسن ہے اور چھٹے درجہ میں ابوبکر بن حسن ہے۔ اور ذکر کیا ہے کہ عبداللہ و قاسم و ابوبکر یہ تینوں اپنے چچا امام حسین کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔

امام زین العابدین علی بن حسین کے لڑکے کا نام عُمر ہے

(۱)۔ مصعب زبیری نے اپنی تصنیف نسب قریش ص ۶۱ پر علی بن الحسین کی اولاد میں چوتھے نمبر پر عمر بن علی بن حسین کو درج کیا ہے۔

(۲) ابن قتیبہ دینوری نے المعارف میں ص ۹۴ پر علی بن الحسین زین العابدین کی اولاد کے تحت پنجم نمبر پر عمر بن علی بن حسین کو درج کیا ہے۔

(۳) جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ص ۵۲ طبع مذکور میں علی بن الحسین کی اولاد میں چھٹے درجہ پر عمر بن علی بن حسین مذکور ہے۔

ناظرین مطلع رہیں کہ یہ چند حوالہ جات اپنی کتابوں سے نمونہ کے طور پر پیش کیے ہیں ورنہ بیشمار رجال و تراجم کی کتابوں (مثلاً طبقات ابن سعد، طبقات خلیفہ ابن خیاط وغیرہ) میں آل ابی طالب میں یہ نام پائے جاتے ہیں۔ اختصار کے پیش نظر صرف تین کتابوں کا حوالہ دینا کافی خیال کیا ہے۔ اس کے بعد شیعہ احباب کی معتبر کتابوں میں بھی یہ "مسئلہ اسماء" اسی طرح مذکور و مندرج ہے اس میں کچھ فرق نہیں ہے صرف اتنی چیز ہے کہ شیعہ علماء و ذاکرین ان مبارک ناموں کو آل علی میں ذکر کر

اپنے ذاتی مصالح و منافع کے خلاف سمجھتے ہیں اس وجہ سے مسئلہ اسماء کو وہ نہایت پوشیدہ کیے ہوئے ہیں

ع نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

اب شیعی معتبر کتب کی عبارات بعینہٖ اصل مآخذ سے آپ ملاحظہ فرما دیں۔ یہ نقل در نقل نہیں ہے۔ براہِ راست معاینہ کتاب کے بعد حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ مالک کریم غلطی سے محفوظ فرما دیں۔ ناظرین کرام حوالہ کی تصدیق کے سلسلہ میں کتاب کے صرف صفحات ملانے پر اکتفاء نہ فرمایا کریں بعض اوقات مختلف ایڈیشنوں کی وجہ سے صفحاتِ کتاب مطابقت نہیں رکھتے فلہٰذا اس مسئلہ کا متعلقہ باب یا فصل تلاش کر کے حوالہ کو ملانا مفید رہتا ہے۔"

خلفاء ثلاثہ کے اسماء گرامی آل ابی طالب میں شیعہ کتب سے

حضرت علی المرتضیٰؓ کے لڑکوں میں :

(۱) ابو الفرج اصفہانی (علی بن حسین بن محمد) صاحب کتاب "الاغانی" مشہور شیعی مورخ متوفی ۳۵۶ھ، نے اپنی کتاب "مقاتل الطالبین" میں کربلا کے شہداء کے اسماء جہاں ذکر کیے ہیں وہاں حضرت سیدنا حسین بن علی کے برادران کے نام الگ الگ درج کیے ہیں جن کو وہاں شہادت نصیب ہوئی ہے۔ عبارت ذیل ہے :-

و ابو بکر بن علی بن ابی طالب علیہ السلام لم یعرف اسمہ و امہ لیلیٰ بنت مسعود بن خالد الخ (مقاتل الطالبین ص ۴۲ طبع قدیم سن طباعت ۱۳۰۷ھ تہران)

۲۔ و عثمان بن علی بن ابی طالب علیہ السلام و امہ ام البنین ایضاً قال یحییٰ بن الحسن عن علی بن ابراہیم عن عبید اللہ بن الحسن و عبد اللہ بن عباس قالا قتل عثمان بن علی وھو ابن احدی وعشرین سنۃ۔ (مقاتل الطالبین ص ۳۳ طبع قدیم تہرانی)

(۲) الشیخ المفید (متوفی ۴۱۳ھ) نے اپنی کتاب الارشاد میں باب ذکر اولاد امیر المومنین علیہ السلام کے تحت ذکر کیا ہے ..... فاولاد امیر المومنین علیہ السلام سبعۃ وعشرون ولداً ذکراً و انثیٰ الحسن والحسین ... وعمر و رقیۃ کانا توامین ... والعباس و جعفر و

عثمان و عبد اللہ الشہداء مع اخیہم الحسینؑ بطف کربلا امہم ام البنین ..... محمد الاصغر المکنّیٰ بابی بکر و عبید اللہ الشہیدان مع اخیہما الحسین بالطف امہما لیلیٰ بنت مسعود الخ

(الارشاد للشیخ المفید محمد بن محمد بن النعمان الملقب بالمفید ص ۱۶۷، ۱۶۸ مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ طہران طبع جدید سن طباعت ۱۳۷۷ھ)

(۳) فاضل علی بن عیسیٰ اربلی نے اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ (جو ۶۸۷ھ میں تصنیف کی تھی) میں لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی مذکر اولاد چودہ ۱۴ افراد ہیں اور مونث اولاد انیس ۱۹ عدد ہیں۔ پھر ایک کو الگ الگ شمار کیا ہے۔

الذکور: الحسنؑ۱ والحسینؑ۲ ومحمد الاکبر۳ وعبید اللہ۴ وابوبکر۵ والعباس۶ وعثمان۷ وجعفر۸ وعبد اللہ۹ ومحمد الاصغر۱۰ ویحییٰ۱۱ وعون۱۲ وعمر۱۳ ومحمد الاوسط۱۴ علیہم السلام۔

(کشف الغمہ جلد اوّل ص ۵۹۰ مع ترجمۃ المناقب فارسی طبع جدید سن طباعت ۱۳۸۱ھ تبریز ایران۔ باب ذکر اولاد امیر المومنین علیہ السلام)

(۴) سید جمال الدین احمد بن علی المعروف ابن عنبہ متوفی ۸۲۸ھ نے اپنی کتاب عمدۃ الطالب فی انساب آل ابی طالب کے فصل رابع اور خامس میں حضرت علی المرتضیٰ کے صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے

..... و امہ و ام اخوتہ عثمان و جعفر و عبد اللہ ام البنین فاطمۃ بنت حزام بن خالد الخ

(عمدۃ الطالب الفصل الرابع فی ذکر عقب العباس بن امیر المومنینؑ، ص ۳۵۶)

... الفصل الخامس ص ۳۶۱ پر درج کیا ہے کہ ... فی ذکر عقب عمر الاطرف بن امیر المومنین علیہ السلام ..... و امہ الصہباء والتغلبیۃ الخ (عمدۃ الطالب ص ۳۶۱ مطبوعہ نجف عراق سن طباعت ۱۳۸۰ھ ۱۹۶۱ء)

(۵) ملا باقر مجلسی مجتہد صدی یازدہم نے اپنی معتبر تصنیف جلاء العیون فارسی باب در بیان عدد شہداء اہل بیت کہ در روزِ عاشورا شہید شدند میں حضرت علیؓ کے صاحبزادگان کا جو کربلا میں تھے اس طرح ذکر کیا ہے کہ:

"نوزنفر از فرزندان امیر المومنین حضرت سید الشہداء و عباسؓ و پسر او محمدؓ و عمرؓ و عثمانؓ و جعفرؓ و ابراہیمؓ و عبد اللہ اصغر و محمد اصغر۹ پسران امیر المومنین علیہ السلام و در ابوبکر اختلاف کردہ اند" الخ (جلاء العیون فارسی ملا محمد باقر مجلسی مجتہد صدی یازدہم ص ۴۶۴-۴۶۵ طبع تہران سن طباعت ۱۳۳۴ھ تحت ذکر شہدائے کربلا از اولاد علی)

(نوٹ) ناظرین کرام پر واضح ہو کہ یہ ابوبکر میں اختلاف صرف وہاں کربلا میں موجود ہونے یا نہ ہونے میں مؤرخین نے کیا ہے۔ حضرت علیؓ کا لڑکا ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ فافہم

حاصلِ کلام

سرِ دست کتبِ مندرجہ کے حوالہ جات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوالفرج اصفہانی شیعی نے ذکر کیا ہے حضرت علیؓ کا ایک صاحبزادہ ابوبکر ہے اس کا نام مشہور نہیں ہے (صرف کنیت مشہور رہی ہے) اس کی ماں کا نام لیلیٰ بنت مسعود بن خالد ہے . . . . . اور حضرت علی المرتضیٰ کے ایک اور لڑکے کا نام عثمان ہے۔ اس کی ماں کا نام اُمّ البنین ہے اور یہ جس وقت شہید ہوا ہے اُس وقت اس کی عمر اکیس ۲۱ برس تھی۔

شیخ مفید نے الارشاد میں لکھا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی تمام اولاد ذکور و اناث ستائیس نفر تھے . . . بعض کے نام یہ ہیں: حسنؓ و حسینؓ . . . . . وعمر و رقیہ (یہ دونوں بھائی بہن توام یعنی جوڑے متولد ہوتے تھے) ان کی ماں کا نام الصہباء ہے . . . . . . اور عباس و جعفر و عثمان و عبد اللہ ان کی ماں کا نام اُمّ البنین ہے۔ یہ چاروں حضرات اپنے بھائی حسینؓ کے ساتھ طف (کربلا) میں شہید ہوئے تھے . . . . . اور محمد اصغر جو ابوبکر کے نام سے مشہور رہے اور عبید اللہ ان دونوں کی ماں کا نام لیلیٰ بنت مسعود ہے اور یہ دونوں بھی اپنے بھائی حسینؓ کی رفاقت میں طف میں شہید ہوئے۔

فاضل اربلی نے کشف الغمہ میں تحریر کیا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؓ کی مذکر اولاد چودہ افراد ہیں۔ مندرجہ ذیل صاحبزادگان ان میں ہیں: حسنؓ حسینؓ محمد اکبر عبید اللہ ابوبکر عباس عثمان جعفر . . . . عون . . . عمر . (علیہم السلام)

اور ابن عنبہ "عمدۃ الطالب" میں کہتا ہے کہ عباس بن علی المرتضیٰؓ کے برادران عثمان بن علیؓ جعفر بن علیؓ عبد اللہ بن علیؓ ہیں۔ ان کی ماں کا نام اُمّ البنین فاطمہ بنت حزام بن خالد ہے (فصل رابع) اور ایک حضرت علیؓ کا صاحبزادہ عمر بن علیؓ الاطرف ہے۔ اس کی ماں کا نام الصہباء ثعلبیہ ہے (فصل خامس) اور گیارہویں صدی کے مجتہد ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں عاشورا کے یوم کے شہداء کی تعداد

ذکر کی ہے۔ نو عدد امیر المومنین علی علیہ السّلام کی اولاد درج کی ہے۔ ان کے اسماء یہ ہیں: امام حسین۔ عباس اور اس کا لڑکا محمد و عمر و عثمان و جعفر و ابراہیم و عبد اللہ، اصغر و محمد اصغر اور صاحبزادہ ابوبکر کے متعلق وہاں کربلا میں شہید ہونے میں شیعی علماء نے اختلاف ذکر کیا ہے؟

ان تمام مرویات اہل السنّت و اہلِ التشیّع حضرات پر نظر کرنے سے واضح ہو گیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی اولاد شریف میں ابوبکرؓ و عمر و عثمان تینوں نام موجود ہیں۔ اس میں کوئی اشتباہ نہیں ہے۔

خلفائے راشدین کے اسماء امام حسنؓ کی اولاد میں

شیعوں کے مشہور مؤرخ احمد بن ابی یعقوب بن جعفر المتوفی ۲۷۸ھ نے اپنی تاریخ یعقوبی جلد ثانی ص ۲۲۰ (طبع جدید بیروت سن طباعت ۱۹۶۰ء) میں امام حسنؓ کی اولاد کے موقعہ پر ذکر کیا ہے کہ "وکان للحسن من الولد ثمانیۃ ذکور وھم الحسن بن الحسن (المثنّیٰ) وامہ خولۃ بنت منظور الفزاریۃ۔ وزید بن الحسن وامہ ام بشیر بنت ابی مسعود الانصاری الخزرجی۔ وعمرو والقاسم وابوبکر وعبد الرحمٰن لامہات اولاد شتیٰ وطلحۃ وعبید اللہ۔" (تاریخ یعقوبی ص ۲۲۸ ۔ ج ۲ ۔ طبع بیروت)

حاصل یہ ہے کہ امام حسنؓ کی مذکر اولاد آٹھ عدد ہیں۔ حسن مثنّیٰ اس کی ماں خولہ ہے۔ زید بن حسن اس کی ماں ام بشیر ہے۔ عمر۔ القاسم۔ ابوبکر۔ عبد الرحمٰن ان کی مائیں امّ ولد ہیں۔ اور طلحہ ہے اور عبید اللہ ہے۔"

نیز واضح ہو کہ فاضل اربلی شیعی ایرانی تبریزی کے کشف الغمہ جلد ۲ ص ۱۵۸ میں امام حسنؓ کی اولاد کے ضمن میں حسن بن امام حسن کے حالات کے لیے ایک الگ فصل قائم کیا ہے وہاں بھی امام حسنؓ کے فرزندوں میں عمر بن الحسن ذکر کیا ہے اور ابوبکر بن الحسن کا نام بھی جنابذی کے حوالہ سے درج کیا ہے۔

نیز اسی طرح شیخ عباس قمی نے منتہی الآمال جلد اول فصل ششم در ذکر اولاد امام حسنؓ میں عمر بن الحسن اور ابوبکر بن الحسن دونوں کا ذکر کیا ہے (منتہی الآمال ج ۱ ص ۲۴۰ مطبوعہ ۱۳۷۹ھ تہران)

امام حسینؓ کی اولاد میں ابوبکر کا نام گرامی

شیعہ کے مشہور مؤرخ مسعودی (ابوالحسن علی بن الحسین المسعودی المتوفی ۳۴۵ھ) نے

اپنی تصنیف "التنبیہ والاشراف" طبع جدید ص ۲۶۳ میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسینؓ کی اولاد ذکور سے تین افراد کربلا میں ان کے ساتھ شہید ہوئے تھے ایک علی الاکبر دوسرا عبداللہ الصبی، تیسرا ابوبکر تھا۔ عبارت مسعودی یہ ہے:- "ومن ولدہ ثلاثۃ علی الاکبر وعبداللہ الصبی وابوبکر بنو الحسین بن علیؓ"۔ (التنبیہ والاشراف ص ۲۶۳ فصل ذکر ایام یزید بن معاویہ)

اس کے بعد ناظرین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ امام زین العابدین (علی بن الحسین) کی اولاد میں بھی ایک لڑکے کا نام عمر ہے۔ اس کا حوالہ کتاب اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہے تو حصہ فاروقی میں مذکور ہو سکے گا۔

بعد ازاں امام موسیٰ کاظمؒ کی اولاد میں بھی ابوبکر کا نام پایا گیا ہے۔ چنانچہ صاحب کشف الغمہ فاضل اربلی شیعی نے جنابذی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ موسیٰ کاظم کے بیس عدد بیٹے تھے اور اٹھارہ عدد بیٹیاں تھیں۔ پھر ایک ایک بیٹے کا نام ذکر کیا ہے۔ آخری نام بیسویں عدد پر ابوبکر بن موسیٰ کاظم ہے۔

(کشف الغمہ ج ۳ ص ۱۰ تذکرہ موسیٰ کاظم طبع جدید مع ترجمۃ المناقب فارسی سن طباعت ۱۳۸۱ھ)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ دختر ابی بکر الصدیقؓ کا نام نامی علی المرتضیٰؓ کی اولاد میں

مسئلہ اسماء کا اختتام یہاں عائشہ صدیقہ کے نام پر کیا جاتا ہے۔ یہ اسم گرامی حضرت علیؓ کی اولاد میں مروج رہا ہے اور کئی پشتوں تک جاری تھا چنانچہ مندرجہ ذیل کتب کے مقامات درج شدہ کی طرف رجوع فرما کر اطمینان اور تسلی حاصل کی جا سکتی ہے۔

(۱) "ارشاد شیخ مفید" میں جناب موسیٰ کاظم کی اولاد ذکر کی ہے انیس ۱۹ عدد لڑکے اور اٹھارہ عدد لڑکیاں شمار کی ہیں۔ یہاں لڑکیوں میں پندرہ نمبر پر عائشہ بنت موسیٰ کاظم مذکور ہے۔

(کتاب الارشاد للشیخ المفید ص ۲۸۳ طبع جدید طہرانی باب ذکر عدد اولادہ وطرف من اخبارہم)

(۲) اسی طرح فاضل اربلی شیعی نے کشف الغمہ ج ۳ ص ۲۹ باب ذکر اولاد موسیٰ کاظم میں موسیٰ کاظم کی انیس ۱۹ عدد لڑکیاں نام بنام شمار کی ہیں۔ یہاں سولہ نمبر پر عائشہ دختر موسیٰ کاظم کا اندراج کیا ہے۔

(کشف الغمہ ص ۲۹ جلد ثالث طبع جدید طہرانی)

(۳) اور فاضل اربلی علی بن عیسیٰ نے کشف الغمہ میں امام علی الرضا کی اولاد درج کی ہے۔ وہاں پانچ عدد بیٹے ذکر کیے ہیں اور صرف ایک عدد لڑکی لکھی ہے جس کا نام عائشہ دختر علی رضا ہے۔ چنانچہ عبارت ذیل ہے:- "واما اولادہ فکانوا ستۃ خمسۃ ذکور وبنت واحدۃ واسماء اولادہ محمد القانع۔ الحسن۔ جعفر۔ ابراہیم۔ الحسین وعائشۃ"

(کشف الغمہ ج ۳ ص ۸۹۔ ذکر اولاد علی الرضا طبع جدید طہرانی سن طباعت ۱۳۸۱ھ)

اختتام

باب پنجم کی آخری فصل ہفتم اب پوری ہو گئی۔ کتاب "رحماء بینہم" کا حصہ اول (صدیقی) یہاں تمام کیا جاتا ہے۔ ناظرین کرام با انصاف کی خدمت میں پُرزور اپیل ہے کہ کتاب کے صدیقی حصہ کے ہر پانچوں ابواب پر اجمالی نظر ڈال کر عنوانات مندرجہ کو مستحضر فرما کر تدبّر و تفکّر فرما دیں۔ امید غالب ہے آپ حضرات کا ضمیر حقیقت پذیر اس بات کی شہادت دیگا اور آپ کا قلب انصاف طلب اس چیز کی گواہی دیگا کہ ان بزرگانِ دین اور پیشوایانِ ملت کے درمیان کسی قسم کی عداوت و بغاوت نہ تھی۔ عناد اور فساد نہ تھا، ان کے درمیان ہجران اور ترک موالاۃ ہرگز نہ تھی بلکہ ان کے مابین اُلفت و محبّت تھی، شفقت و رأفت تھی، ان کے باہمی تعلقات صحیح اور درست تھے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان "رحماء بینہم" برحق ہے اور اس صفتِ کاملہ کے ساتھ یہ لوگ متّصف تھے اور اس کے مفہوم کے صحیح مصداق و محمل تھے۔ اس چیز پر یہ تمام عنوانات ہم نے بطور تائید پیش کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ منظور فرمائے۔

دِلی دعا ہے کہ مولا کریم اپنی رحمت و فضل سے ہم تمام مسلمانوں کو باہمی دینی اُلفت و محبت اور قومی یگانگت و اتفاق نصیب فرمائے جیسا اس نے سردارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ کرام اور اہلِ بیت عظام و آلِ رسُول کے درمیان کامل اتفاق پیدا فرمایا تھا۔

سابقہ تمام معروضات کے آخر میں ہم حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ایک نصیحت و وصیّت تحریر کرتے ہیں جو آپ نے مسجدِ نبوی میں اپنے صحابی ابوذر غفاری کو فرمائی تھی اور حضرت علیؓ اس مجلس میں موجود اور حاضر تھے۔

ارشاد فرمایا" یا اباذر! ایاك و الهجران لاخيك المؤمن فان العمل لا يتقبل مع الهجران" یعنی اے ابوذر! اپنے بھائی مومن کو چھوڑ دینے اور متارکہ و ترک کر دینے سے بچنا اور ہجران نہ اختیار کرنا وجہ یہ ہے کہ ہجران (یعنی قطعِ تعلق) قائم رکھنے کی صورت میں کوئی عمل عند اللہ قبول نہیں ہوتا۔" (امالی شیخ طوسی، ج ۲ ص ۱۵۱ - شیخ الطائفہ طوسی شیعی طبع جدید)

ہمارا ایمان ہے کہ ان وصایا و نصائح نبوی کی روشنی میں وہ حضرات آپس میں بالکل متفق العقیدہ و متحد العمل تھے۔ ایک دوسرے کے خلاف ہرگز نہ تھے۔ مالک کریم ہم نااہل و ناکارہ، پراگندہ دل و پریشان حال لوگوں کو ان نفوسِ طیّبہ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور خاتمہ بالخیر نصیب فرماکر آخرت و عاقبت میں ان پاکیزہ خاطر ہستیوں کے قدموں میں جگہ عنایت فرمائے۔

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالى على خير خلقه رحمة للعالمين وعلى اصحابه و اهل بيته و عترته اجمعين واتباعه باحسان الى يوم الدين برحمتك يا ارحم الراحمين

(محتاجِ دعا ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ - جامعہ محمّدی ضلع جھنگ پنجاب)

اواخر شعبان ۱۳۹۱ھ و اکتوبر ۱۹۷۱ء

مراجع برائے کتاب "رُحَمَاءُ بَیْنَهُم" حِصّہ اوّل "صدّیقی"

نمبر شمار نام کتاب مع مُصنّف	سنِ وفات یا تالیف
۱ - قرآن مجید	
۲ - کتاب الخراج لامام ابی یوسفؒ	۱۸۲ھ
۳ - کتاب الآثار لامام ابی یوسفؒ	۱۸۲ھ
۴ - مسند ابو داؤد (الطیالسی)	۲۰۳ - ۲۰۴ھ
۵ - المصنّف للحافظ الکبیر ابی بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری الصنعانی - (۱۱ جلد)	۲۱۱ھ
۶ - مُسند حمیدی للحافظ ابی بکر عبد اللہ الزبیر الحمیدی	۲۱۹ھ
۷ - کتاب الاموال لامام عبید القاسم بن سلام	۲۲۴ھ
۸ - غریب الحدیث لابی عبید القاسم بن سلام الہروی ۴ جلد	۲۲۴ھ
۹ - طبقات محمد بن سعد (کاتب واقدی) ۸ جلد	۲۳۰ - ۲۳۵ھ
۱۰ - المُصنّف لابی بکر عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان بن ابی شیبہ الکوفی (قلمی)	۲۳۵ھ
۱۱ - کتاب نسب قریش مُصعَب زُبیری، ابو عبد اللہ المصعب بن عبد اللہ بن المصعب الزبیری	۲۳۶ھ
۱۲ - کتاب الطبقات خلیفہ ابن خیاط (ابو عمرو)	۲۴۰ھ
۱۳ - مسند احمد لامام احمد ابن حنبل الشیبانی (۶ جلد) معہ منتخب کنز العمّال	۲۴۱ھ

۱۴ - کتاب المحبّر لابی جعفر البغدادی (ابوجعفر محمد بن حبیب بن اُمیّہ بغدادی — ۲۴۵ھ

۱۵ - الصحیح البخاری۔ محمد بن اسماعیل بخاری (۲ جلد) — ۲۵۶ھ

۱۶ - التاریخ الکبیر — محمد بن اسماعیل بخاری (۸ جلد) — ۲۵۶ھ

۱۷ - صحیح مُسلم — مسلم بن حجاج القشیری — ۲۶۰ - ۲۶۱ھ

۱۸ - سُنَن ابن ماجہ — ابوعبداللہ محمد بن یزید ماجہ — ۲۷۳ - ۲۷۵ھ

۱۹ - ترمذی شریف — ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی ترمذی — ۲۷۵ - ۲۷۹ھ

۲۰ - ابوداؤد — ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی — ۲۷۵ھ

۲۱ - المعارف — لابن قتیبہ دینوری — ۲۷۶ھ

۲۲ - انساب الاشراف — احمد بن یحییٰ بلاذُری — ۲۷۷ - ۲۷۹ھ

۲۳ - فتوح البلدان — احمد بن یحییٰ بلاذُری — ۲۷۹ھ

۲۴ - مسند البزار — ابوبکر احمد بن عمرو البزار البصری (قلمی) — ۲۹۲ھ

۲۵ - السنن للنسائی — ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب — ۳۰۳ھ

۲۶ - تفسیر لابن جریر الطبری - محمد بن جریر ابوجعفر — ۳۱۰ھ

۲۷ - کتاب الکنیٰ والاسماء - شیخ ابوبشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی (۲ جلد) — ۳۱۰ھ

۲۸ - تاریخ الامم والملوک - ابن جریر الطبری (۱۲ جلد) — ۳۱۰ھ

۲۹ - مُسند ابی عوانہ - الحافظ الثقہ الکبیر یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی - — ۳۱۶ھ

۳۰ - شرح معانی الآثار ابوجعفر الطحاوی - احمد بن محمد بن سلامت الازدی المصری - — ۳۲۱ھ

۳۱ - معرفۃ علوم الحدیث حاکم نیشاپوری ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ - — ۴۰۵ھ

۳۲ - المستدرک للحاکم نیشاپوری - ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ (۴ جلد) — ۴۰۵ھ

۳۳ - تثبیت دلائل النبوۃ - قاضی عبدالجبار الہمدانی — ۴۱۵ھ

۳۴ - تاریخ جرجان - ابوالقاسم حمزہ بن یوسف بن ابراہیم السہمی — ۴۲۷ھ

۳۵ - حلیۃ الاولیاء — لابی نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (۱۰ جلد) — ۴۳۰ھ

۳۶ - تاریخ اصفہانی یا اخبار اصبہان لابی نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی (۲ جلد) — ۴۳۰ھ

۳۷ - کتاب الموافقۃ لابن السمان — ۴۴۵ھ

۳۸ - فضائل ابی بکر الصدّیق لابی طالب محمد بن علی بن الفتح الحربی العشاری — ۴۴۶ھ

۳۹ - جمہرۃ الانساب لابن حزم ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم الظاہری الاندلسی — ۴۵۶ھ

۴۰ - الاعتقاد علی مذہب السلف، للبیہقی — ۴۵۸ھ

۴۱ - السنن الکبرٰی لابی بکر احمد بن الحسین البیہقی (۱۰ جلد) — ۴۵۸ھ

۴۲ - کتاب الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب بغدادی — ۴۶۳ھ

۴۳ - الاستیعاب لابن عبدالبر اندلسی ابوعمرو یوسف بن عبدالبر النموی
معہ اصابہ (۴ جلد) — ۴۶۳ھ

۴۴ - تاریخ بغداد الخطیب ابی بکر احمد بن علی بغدادی (۱۴ جلد) — ۴۶۳ھ

۴۵ - الفقیہ والمتفقہ للخطیب بغدادی — ۴۶۳ھ

۴۶ - موضح اوہام الجمع والتفریق - للخطیب بغدادی (۲ جلد) — ۴۶۳ھ

۴۷ - اصول السرخسی شمس الائمہ ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی (۲ جلد) — ۴۸۳ - ۴۹۰ھ

۴۸ - الفائق للزمخشری — ۵۳۸ھ

۴۹ - سیرت عمر بن الخطاب — ابوالفرج ابن الجوزی — ۵۹۷ھ

۵۰ - کتاب الاربعین، امام فخرالدین رازی (محمد بن ضیاءالدّین عمر الرازی) — ۶۰۶ھ

۵۱ - اُسدالغابہ لابن اثیر الجزری (محمد بن محمد بن عبدالکریم الشیبانی
الشہیر عزالدین الجزری (۵ جلد) — ۶۳۰ھ

۵۲ - الترغیب والترہیب (زکی الدّین المنذری) — ۶۵۶ھ

۵۳ - تاریخ ابن خلکان — ابن خلّکان — ۶۸۱ھ

۵۴ - ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ لابی جعفر احمد المحب الطبری ۶۹۴ھ

۵۵ - ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ لابی جعفر احمد المحب الطبری ۶۹۴ھ

۵۶ - تفسیر مدارک التنزیل لابی البرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی ۷۰۱ھ

۵۷ - مشکوٰۃ المصابیح للشیخ ولی الدین الخطیب التبریزی ۷۳۷ھ (سن تالیف)

۵۸ - الجوہر النقی علی السنن البیہقی ۷۴۵ھ

۵۹ - تفسیر البحر المحیط لابی حیان الاندلسی اثیر الدین ابو عبداللہ محمد بن یوسف (۸ جلد) ۷۴۵ھ / م ۷۵۴ھ

۶۰ - تاریخ اسلام الذہبی (حافظ ابو عبداللہ بن عثمان الذہبی) ۷۴۸ھ

۶۱ - تذکرۃ الحفاظ، شمس الدین الذہبی ۷۴۸ھ

۶۲ - المنتقیٰ للذہبی ۷۴۸ھ

۶۳ - سیر اعلام النبلاء، شمس الدین الذہبی ۷۴۸ھ

۶۴ - منہاج السنۃ لابن تیمیہ احمد بن عبدالحلیم الحرانی الدمشقی الحنبلی ۷۲۸ - ۷۴۸ھ

۶۵ - تفسیر ابن کثیر عماد الدین ابو الفداء الدمشقی - ۷۷۴ - ۷۷۵ھ

۶۶ - البدایہ والنہایہ لابن کثیر عماد الدین الدمشقی ۷۷۴ - ۷۷۵ھ

۶۷ - تاریخ ابن خلدون (عبدالرحمن بن محمد بن خلدون حضرمی ۷۷۹ سن تالیف

۶۸ - توضیح تلویح - سعد الدین تفتازانی ۷۹۱ھ

۶۹ - مجمع الزوائد - لنور الدین الہیثمی (۱۰ جلد) ۸۰۷ھ

۷۰ - فتح الباری شرح البخاری - ابن حجر عسقلانی (ابو الفضل احمد بن علی العسقلانی (۱۲) ۸۵۲ھ

۷۱ - الاصابہ لابن حجر مع استیعاب (۴ جلد) ۸۵۲ھ

۷۲ - تہذیب التہذیب لابن حجر (۱۲ جلد) ۸۵۲ھ

۷۳ - النکت علی کتاب ابن الصلاح والفیہ العراقی، ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ

۷۴ - لسان المیزان لابن حجر العسقلانی (۶ جلد) ۸۵۲ھ

۷۵ - عمدۃ القاری شرح بخاری - بدر الدین عینی ۸۵۵ھ

۷۶ - فتح المغیث - شمس الدین السخاوی (شرح الفیہ الحدیث للعراقی) ۹۰۲ھ

۷۷ - الاسعاف فی احکام الاوقاف للشیخ برہان الدین ابراہیم بن موسیٰ الطرابلسی الحنفی - ۹۰۵ھ

۷۸ - تنویر الحوالک شرح مؤطا امام مالکؒ (جلال الدین سیوطی) ۹۱۱ھ

۷۹ - وفاء الوفا فی اخبار دار المصطفیٰ لنور الدین السمہودی ۹۱۱ھ

۸۰ - مواہب اللدنیہ لشہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳ھ

۸۱ - ارشاد الساری فی شرح بخاری - شہاب الدین احمد ابو بکر بن عبدالملک القسطلانی ۹۲۳ھ

۸۲ - الزواجر لابن حجر مکی (شہاب الدین احمد بن حجر الہیتمی المکی ۹۷۳ - ۹۷۵ھ

۸۳ - الصواعق المحرقہ لابن حجر الہیتمی المکی ۹۷۳ - ۹۷۵ھ

۸۴ - کنز العمال علی متقی ہندی (۸ جلد) طبع اول ۹۷۵ھ

۸۵ - شرح فقہ اکبر ملا علی بن السلطان القاری ۱۰۱۴ھ

۸۶ - مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری (۱۱ جلد) ۱۰۱۴ھ

۸۷ - جمع الفوائد لمحمد بن سلیمان الفاسی (۲ جلد) ۱۰۹۴ھ

۸۸ - ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء - شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ۱۱۷۶ھ

۸۹ - فتح الرحمٰن (ترجمہ فارسی) شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ۱۱۷۶ھ

۹۰ - تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ ۱۲۳۹ھ

۹۱ - منتہی الکلام مولانا حیدر علی فیض آبادی سن تالیف ۱۲۴۷ھ

۹۲ - تفسیر روح المعانی سید محمود آلوسی بغدادیؒ ۱۲۷۰ھ

۹۳ - فیض الباری حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ ۱۳۵۲ھ

کتبِ شیعہ استفادہ نمودہ برائے "رحماء بینہم" حصّہ صدیقی

۱ - کتاب سلیم بن قیس الہلالی العامری الکوفی، توفی قریباً ۹۰ھ مطبع حیدریہ نجف اشرف عراق

۲ - تاریخ یعقوبی (احمد بن ابی یعقوب بن جعفر الکاتب العباسی سنہ ۲۵۸ / ۲۵۹ھ طبع جدید بیروت

۳ - فِرَقُ الشیعہ (ابو محمد الحسن بن موسیٰ النوبختی) من علماء القرن الثالث طبع عراق۔

۴ - مقاتل الطالبیین (ابوالفرج اصفہانی صاحب الاغانی) تالیف ۳۱۳ھ ۔

المتوفی ۳۵۶ھ - طبع ایران۔

۵ - قرب الاسناد (عبداللہ بن جعفر الحمیری ابوالعباس القمی) (القرن الثالث) بمع

الجعفریات او الاشعثیات (از ابو علی محمد بن محمد بن الاشعث الکوفی) طبع ایران۔

۶ - تفسیر القمی، علی بن ابراہیم القمی۔ کان فی عصر الامام العسکری وعاش الی سنۃ ۳۰۷ طبع ایران۔

۷ - اصول کافی و فروع کافی مکمل، محمد بن یعقوب کلینی رازی ۳۲۹ھ - نول کشور لکھنؤ۔

کتاب الروضہ من الکافی از محمد بن یعقوب کلینی رازی ۳۲۹ھ ۔

التنبیہ والاشراف للمسعودی ۳۴۵ھ۔

۸ - امالی شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن بابویہ القمی ۳۸۱ھ - طبع ایران۔

۹ - علل الشرائع للشیخ الصدوق (" " ") ۳۸۱ھ طبع جدید نجف عراق

۱۰ - معانی الاخبار شیخ صدوق (" " ") ۳۸۱ھ - طبع قدیم ایران۔

۱۱ - "رجال کشی" ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز طبع بمبئی و ایران۔ الکشی من علماء القرن الرابع۔

۱۲ - نہج البلاغہ از تالیف شیخ سید شریف الرضی ابوالحسن محمد بن ابی احمد الحسین سنہ ۴۰۶ھ مصری

(نقیب الطالبیین) ۴۰۴ھ - الارشاد للشیخ المفید (محمد بن النعمان المفید) ۴۱۳

۱۳ - الشافی از السیّد مرتضیٰ علم الہدیٰ بمع تلخیص الشافی از شیخ ابو جعفر الطوسی

۴۰۶ھ - طبع قدیم ایران

۱۴ - تلخیص الشافی - شیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ الطوسی - ۴۶۰ھ

۱۵ - الامالی للشیخ ابی جعفر محمد بن حسن شیخ الطائفہ الطوسی ۴۶۰ھ نجف اشرف عراق (۲ جلد)

۱۶ - احتجاج طبرسی از شیخ ابو منصور احمد بن علی طبرسی ۵۴۸ھ طبع قدیم ایران

۱۷ - تفسیر مجمع البیان للطبرسی (الشیخ ابو علی الطبرسی) ۵۴۸ھ ۔

۱۸ - المناقب للاخطب خوارزم الموفق بن احمد بن محمد البکری المکّی سنہ ۵۶۸ھ

نجف اشرف عراق مکتبہ حیدریہ ۔

۱۹ - مناقب ابن شہر آشوب محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی ۵۸۸ھ

طبع قدیم ہندوستان ۔

۲۰ - شرح نہج البلاغۃ (حدیدی) ابو حامد عبدالحمید بن بہاء الدین محمد المدائنی ابن

ابی الحدید، تاریخ تالیف ۶۴۹ھ، تاریخ وفات ۶۵۶ھ طبع ایران و بیروت۔

۲۱ - شرح نہج البلاغہ لکمال الدین میثم بن علی بن میثم بحرانی سنہ ۶۷۹ھ طبع حیدریہ طہران۔

۲۲ - کشف الغمّہ علی بن عیسیٰ اربلی بمعہ ترجمہ فارسی ۶۸۷ھ تبریز - ایران ۔

۲۳ - عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالب از سیّد جمال الدّین ابن عنبۃ ۸۲۸ھ

طبع حیدریہ نجف اشرف، عراق ۔

۲۴ - شرح نہج البلاغہ و ترجمہ از ملا فتح اللہ الکاشانی ۹۸۸ھ ایران ۔

۲۵ - مجمع الرّجال، زکی الدّین مولیٰ عنایۃ اللہ علی القہپائی (تاریخ تالیف ۱۰۱۶ھ)

۲۶ - اِحقاق الحق، قاضی نور اللہ شوستری مرعشی ۱۰۱۹ھ در عہد جہانگیر مقتول شدہ - ایران ۔

۲۷ - مجالس المومنین قاضی نور اللہ شوستری ۱۰۱۹ھ " " " "

۲۸ - الصافی شرح اصول کافی ملا خلیل قزوینی، تاریخ تالیف ۱۰۶۷ھ، نول کشور لکھنؤ

۲۹ - مرآۃ العقول شرح اصول کافی ملا محمد باقر مجلسی ۱۱۱۱ھ - ایران

۳۰ - جلاء العیون ملا باقر مجلسی ۱۱۱۱ھ، ایران۔

۳۱ - حیات القلوب " " " ، نول کشور لکھنؤ۔

۳۲ - حق الیقین " " " ، لکھنؤ، ایران

۳۳ - بحار الانوار " " " ، ایران

۳۴ - حملہ حیدری از مرزا رفیع باذل ایرانی - تاریخ تالیف ۱۱۱۹ھ

۳۵ - شرح نہج البلاغہ المعروف "درۃ النجفیہ" از شیخ ابراہیم بن حاجی حسین الدنبلی،
تاریخ تالیف ۱۲۹۱ھ -

۳۶ - ناسخ التواریخ از مرزا محمد تقی لسان الملک وزیر اعظم سلطان ناصر الدین قاچار شاہ ایران ۱۲۹۷ھ -

۳۷ - منتہی الآمال از شیخ عباس قمی ۱۳۵۹ھ -

۳۸ - تتمۃ المنتہی " " " " " "

۳۹ - تحفۃ الاحباب " " " " " "

۴۰ - فوائد الرضویہ " " " " " "

۴۱ - فارسی ترجمہ نہج البلاغہ از فیض الاسلام سید علی نقی - سن تالیف ۱۳۶۲ھ -

۴۲ - منار الہدیٰ (شیخ علی بحرانی)

۴۳ - صحیفۂ علویہ

۴۴ - حضرت عمر (سید علی حیدر بن علی اظہر)

۴۵ - ماہیتہ معاویہ (احمد علی کربلائی)

۴۶ - کلید مناظرہ (برکت علی گوشہ نشیں)

مسلمانوں کے سائنسی کارنامے

آج اہلِ مغرب اِس بات پر نازاں ہیں کہ انھوں نے سائنس
میدان میں بیحد حیرت انگیز کارنامے انجام دیئے ہیں لیکن وہ بھو
ہیں کہ ان سائنسی کارناموں کے پسِ منظر میں مسلم فکریات کا بڑا اہم عمل دخل
اگر عرب سائنسی ایجاد و اکتشاف کے مشعل بردار نہ ہوتے تو آ
اندھیروں میں بھٹک رہا ہوتا۔

زیرِ نظر کتاب کے فاضل مصنف نے اُندلس کے مسلمانوں کے طبّ، ریاضی،
علمِ جغرافیہ اور عُلومِ صنعتی کے میدان میں انجام دینے والے کارناموں کو بڑ
بسط سے بیان کیا ہے اور قرآن، اِسلام اور سائنس کے اشتراک
سیر حاصل گفتگو کی ہے۔

از: پروفیسر محمد طفیل ہاشمی
شعبہ علوم اسلامیہ
علامہ اقبال اوپن یونیو

- **تفسیر سُورۃ یاسین:** قلبِ قرآن، یاسین کی تشریحات
- **اصُول وراثت وترکہ:** وراثت و ترکہ کے اہم موضوع پر سہل ترین کتاب
- **اصطلاحاتِ صوفیہ:** صوفیانہ اصطلاحات کا انسائیکلوپیڈیا۔
- **مسائلِ زکوٰۃ ومسائلِ تجہیز وتکفین:** ضروری اور اہم ترین مسائل۔

مکہ بکس ۵ بخشی سٹریٹ متصل چوک اُردو بازار لاہور